بلوغ الارب

جلد دوم

بلوغ الارب

جلد دوم

تالیف

محمود شکری آلوسی

ترجمہ و حواشی

ڈاکٹر پیر محمد حسن

ایم ۔ اے ، پی ایچ ۔ ڈی

شیخ الادب و صدر شعبۂ عربی

جامعۂ اسلامیہ ، بہاولپور

مرکزی اردو بورڈ

۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

بار اول
اگست ، ۱۹۶۷ء

ناشر

اشفاق احمد
ڈائرکٹر ، مرکزی اردو بورڈ
۳۶ جی ، گلبرگ ، لاہور

طابع

سید نظر علی شاہ
منتظم ، میراں پرنٹنگ پریس
۲۷ بی ، شاہ عالم مارکیٹ ، لاہور

قیمت

ترتیب

یہ کتاب

" بلوغ الارب" عربوں کے حالات پر ایک مستند کتاب ہے۔ عربوں کے حالات سے واقفیت محض اس لیے ضروری نہیں کہ ہمارے ان کے ساتھ گہرے مذہبی، سیاسی اور ثقافتی رشتے ہیں بلکہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ ہم اس انقلاب کی معنویت کو سمجھ سکیں جو اسلام کی صورت میں عربوں کے درمیان برپا ہؤا تھا۔

" بلوغ الارب" اس عرب معاشرے کی ایک جیتی جاگتی تصویر ہے جس میں اسلام کا ظہور ہؤا۔ اسلام کے تاریخی کارنامے کو پوری طرح سمجھنے کے لیے اس معاشرے کی ایک بھرپور تصویر درکار تھی۔ اس تصویر میں محمود شکری آلوسی نے رنگ بھرا اور اب ڈاکٹر پیر محمد حسن صاحب نے اسے اردو میں منعکس کیا ہے۔ مرکزی اردو بورڈ کی جانب سے اردو ترجمے کی پہلی جلد مئی ۱۹۶۷ء میں شائع ہوئی تھی اب دوسری جلد پیش خدمت ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب اسلامیات، تاریخ اور عمرانیات کے طالب علموں کی گہری دلچسپی کا باعث ہوگی۔

اپنے موضوع پر بہترین کتاب ہونے کے باوجود " بلوغ الارب" کے عربی نسخے میں تحقیق اور طباعت کی کچھ غلطیاں رہ گئی تھیں۔ فاضل مترجم نے ترجمے پر اکتفا نہیں کی بلکہ مآخذ کی طرف رجوع کر کے اغلاط کا پتا چلایا، ان کی نشاندھی کی اور ساتھ ھی مآخذ کا حوالہ دے دیا ہے۔ اس طرح اصل متن کی تصحیح بھی ہوگئی ہے اور ترجمے نے نہ صرف اس اھم کتاب کو دنیائے اردو کے لیے عام کر دیا ہے بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر " بلوغ الارب" کا اصل عربی متن پھر سے شائع ہو اور اردو اڈیشن کے حواشی کو پیش نظر رکھا جائے تو کتاب پہلے سے بہتر اور اعلیٰ صورت اختیار کر لے گی۔

زمانۂ جاهلیت میں
عربوں کا باهمی فخر و مباهات

یاد رکھیں کہ انسان کا ان چیزوں پر اترانا جو اس کی ذات سے ظاہر ہوتی ہیں فخر کہلاتا ہے ۔ قاموس میں ہے فَخْر ، فَخَار اور فَخَارَۃ ۔ فاء پر زبر ۔ اچھی خصلتوں پر فخر کرنا ۔ یہی معنی افتخار کے ہیں اور تَفَاخَرَ القَوْمُ کے معنی ہیں قوم کا باہمی فخر کرنا اور فَاخَرَهُم مُفَاخَرَةً و فِخَارَۃً کے معنی فخر میں مقابلہ کرنے کے ہیں ۔ فَخَرَہ نَصَرَہ کی طرح فخر کے مقابلے میں غالب آنا اور فَخَرَہُ علیہ ۔ مَنَعَ کی طرح کسی کو کسی پر فخر میں فضیلت دینا ۔ یہی معنی اَفخَرَہ عَلَیہ کے ہیں اور المَفْخُرَۃُ ۔ راء پر زبر بھی اور پیش بھی ۔ قابل فخر بات ۔ قاموس کا بیان ختم ہوا ۔

جو شخص عقل کی آنکھ سے دیکھے گا ، جس کی نگاہوں پر سے جہالت کا پردہ اٹھ چکا ہوگا اس کے نزدیک فخر کرنا انتہائی حماقت کی بات ہوگی ۔ شریعت محمدیہ نے فخر کو باطل قرار دیا ہے اور اس سے قطعاً منع فرمایا ہے کیونکہ دنیاوی اشیا عاریتہً لی ہوئی چیزیں ہیں جنھیں واپس لے لیا جائے گا ۔ ہمیں اطمینان نہیں کہ انھیں کس گھڑی واپس لے لیا جائے لٰہذا ان چیزوں پر فخر کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو کسی دوسرے کی دولت پر ناز کر رہا ہو اور وہ ان چیزوں پر خوش ہو رہا ۔ جن کو دوسروں کی نگاہیں تاک رہی ہیں ۔ اس کی مثال اس بدکار عورت کی سی ہے جو اپنے لباس پر فخر کر رہی ہو بلکہ یہ تو اس سے بھی گری ہوئی بات ہے ۔ ایک حکیم نے ایک مال دار کو جو اپنی دولت پر گھمنڈ کر رہا تھا کہا : اگر تو اپنے گھوڑے پر فخر کر رہا ہے تو خوب صورتی اور نشاط گھوڑے کی ہے تیری نہیں اور اگر تو اپنے آبا و اجداد پر فخر کرے تو فضیلت ان میں پائی جاتی ہے نہ کہ

تجھ میں ۔ اگر یہ چیزیں بول سکتیں تو ضرور بول اٹھتیں [۹ ۔ ۲] کہ یہ تو ہماری خوبیاں ہیں تیری خوبی کونسی ہے ۔ نیز یہ کہ دنیاوی ساز و سامان موسم گرما کے بادل کی طرح ہے جو عنقریب پھٹ جائے گا ۔ یہ ڈھلتی چھاؤں ہے جو تھوڑی دیر کے بعد فنا ہو جائے گی جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے :

إِنَّمَا الدُّنْيَا كَرُؤْيَا فَرَّحَتْ
مَنْ رَآهَا سَاعَةً ثُمَّ انْقَضَتْ

دنیا ایک خوش کن خواب ہے دیکھنے والا ذرا دیر کے لیے مسرور ہؤا اور ساتھ ہی خواب ختم ہو گیا ۔ بلکہ اس کی مثال تو ایسی ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے :

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ

دنیاوی زندگی کی مثال اس پانی کی سی ہے جسے ہم نے آسمان سے اتارا اور پھر اس میں زمین کی نباتات مل گئیں

لہذا اگر تو فخر کرے تو اس معرفت پر کر جو تجھ سے نکل کر نہ جائے گی ۔ اگر تجھے دنیا کی کوئی چیز پسند آ جائے تو تو اپنی فنا اور اس بقا کو یاد کر یا اپنی بقا اور اس کے زوال کو یاد کر یا دونوں کی فنا کو یاد کر ۔ جب وہ چیز جو تیرے پاس ہے تجھے بے چین کر دے تو تُو اس بات پر نظر رکھ کہ یہ عنقریب تیرے ہاتھ سے نکل جائے گی اور پھر مشکل سے تیرے پاس لوٹ کر آئے گی ۔ (اس کے باوصف) اس چیز کے بارے میں محاسبہ دیر تک ہوتا رہے گا بشرطیکہ تو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس فرمان میں

وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ

اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو جو مغرور ہو اور بہت فخر کرتا ہو پسند نہیں کرتا

فخر کرنے والے کی مذمت کی ہے ۔ قریش کے دو قبیلوں بنو عدنان اور بنو سہم کے درمیان تفاخر ہؤا ۔ انھوں نے سیادت اور اسلام میں

شرف یاب ہونے پر فخر کیا - ہر قبیلے نے یہی کہا کہ ہم میں سردار زیادہ تھے - ہم میں بڑے بڑے لوگ ہو گزرے ہیں - ہمارے قائدوں کی تعداد بھی زیادہ ہے ، کیونکہ ' تکاثر ' کا لفظ باب تفاعل سے ہے اور باب تفاعل میں فعل دونوں کی طرف سے ہوتا ہے - ہر شخص اپنے مد مقابل کو یوں کہتا ہے : میں تم سے زیادہ مال دار بھی ہوں اور آدمیوں کے اعتبار سے بھی زیادہ طاقتور ہوں - اس مفاخرت میں بنو عبد مناف بنو سہم پر غالب آ گئے - پھر مردوں پر فخر ہوا تب بھی وہی غالب رہے - اس پر سورہ

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ

تمھیں مفاخرت نے (اللہ سے) غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں تک چلے گئے

نازل ہوئی - یہ کلبی کا بیان ہے - ابوبردہ[1] سے روایت ہے کہ یہ سورہ ، انصار کے دو قبیلوں کے بارے میں نازل ہوئی یعنی بنی حارثہ اور بنی الحارث - انھوں نے ایک دوسرے کے سامنے اظہار فخر کیا - ایک نے کہا : کیا تم میں فلاں فلاں شخص جیسا کوئی آدمی ہے - دوسرے قبیلے نے بھی اسی قسم کی بات کہی - پہلے زندہ لوگوں کا نام لے لے کر فخر کیا پھر کہا آؤ قبرستان چلیں - ایک گروہ نے ایک خاص قبر کی طرف اشارہ کر کے کہا : کیا تم میں اس جیسا کوئی شخص ہو گزرا ہے - کوئی فلاں جیسا تھا ؟ دوسرے گروہ نے بھی ایسا ہی کیا - اس پر اللہ تعالیٰ نے

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝

---

1 - ابوبردہ : ابوبردہ عامر بن ابی موسیٰ الاشعری - شریح کے بعد کوفے میں قاضی رہے - بہت خوبیوں کے مالک تھے - ان کے بعد ان کا بیٹا بلال بصرے کا قاضی بنا - تمام خاندان قاضیوں کا خاندان تھا - ۱۰۴ھ میں وفات پائی -

تمھیں باہمی مفاخرت نے غافل کر دیا حتیٰ کہ تم قبروں تک پہنچے ۔ خبردار ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے ۔ تم عنقریب معلوم کر لو گے (پھر کہتا ہوں) کہ ایسا ہرگز نہیں ہونا چاہیے تم عنقریب معلوم کر لو گے ۔ نازل فرمائی

یہ ان کے لیے توبیخ اور تنبیہ تھی کہ وہ عنقریب اس کا انجام قیامت کے دن معلوم کر لیں گے ۔ اس فرمان خداوندی میں سخت وعید پائی جاتی ہے ۔ اس میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ دنیا کے معاملات میں مشغولیت اور دنیا پر فخر و مباہات مذموم خصلتوں میں سے ہے ۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کو حقیر باتوں اور مذموم اخلاق سے کوئی چیز روکنے والی نہ تھی ۔ وہ اس زمانے میں تھے جس میں رسولوں اور نبیوں کی آمد بند تھی ، لہٰذا انھیں ، امور کے انجام اور قابل ستائش نتائج کا علم نہ تھا ۔ یہ بھی معلوم نہ تھا کہ اچھے کام کے عوض ثواب اور برے کام کے عوض عذاب مترتب ہوتا ہے ۔ ان کے اکثر مفاخرات شجاعت ، سخاوت اور وفا وغیرہ امور سے متعلق ہوتے تھے ۔ اب میں ان کے (فقط) چند ایک مفاخرات اور منافرات کا ذکر کروں گا ، کیونکہ اگر میں ان کے تمام مفاخرات کا ذکر کرنے لگوں تو بیشتر اس کے کہ میں ان کے معمولی سے بھی حصے کا ذکر کر سکوں میری عمر ختم ہو جائے گی ۔ بہرحال میں عرض کرتا ہوں : ابوعبیدہ سے منقول ہے کہ نعمان بن منذر کے پاس نزار کے دونوں بیٹوں ربیعہ اور مضر (کی اولاد) کے وفد آئے ۔ ربیعہ کے وفد میں بسطام بن قیس بکری اور حوفزان بن شریک بکری تھے اور مضر کے وفد میں قیس بن عیلان میں سے عامر بن مالک اور عامر بن الطفیل تھے اور تمیم میں سے قیس بن عاصم اور اقرع بن حابس تھے ۔ جب یہ لوگ نعمان کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی تعظیم کی اور ان کو انعامات سے نوازا ۔ نعمان کا یہ دستور تھا کہ جب وفود واپس جانے لگتے تھے تو ایک مجلس منعقد کرتا جس میں ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا پیتا ۔ جب شراب رکھی جاتی تو پہلے خود

پیتا ، اس کے بعد جس شخص سے ابتدا کی جاتی گویا وہی وفد کا افضل ترین انسان ہوتا ۔ جب نعمان پی چکا تو ناچنے والی لونڈی کھڑی ہو کر نعمان کی طرف دیکھنے لگی کہ وہ اس کو کسے (پہلے) شراب پلانے کا حکم دیتا ہے اور (اس طرح) سارے وفد پر کس کو فضیلت دیتا ہے ۔ نعمان نے کچھ دیر لونڈی کے چہرے کی طرف دیکھا پھر سر جھکا دیا پھر سر اٹھا کر یہ شعر کہے :

إسْقِنِي وُفُودَكِ مِمَّا كُنْتِ سَاقِيَتِي
وَابْدِي بِكَأْسِ ابنِ ذِي الجَدَّيْنِ بِسْطَامِ

جو شراب تو مجھے پلاتی ہے وہی اپنے وفد کو بھی پلا اور بسطام بن ذی الجدّین سے شروع کر

أَغَرُّ يَنْمِيهِ مِنْ شَيْبَانَ ذُو أَنَفٍ
حَامِي الذِّمَارِ وَ عَنْ أَعْرَاضِهِمْ رَامِ

یہ ایک کریم الافعال شخص ہے جس کی نسبت بنی شیبان کے ایک خود دار ، عہد و پیمان کی حفاظت کرنے والے اور عزت و آبرو کو بچانے والے شخص کی طرف ہے

مَدْ كَانَ قَيْسُ بن مَسْعُودٍ وَ وَالِدُهُ
تَبْدَا المُلُوكُ بِهِ أَيَّامَ أَيَّامِ

قیس بن مسعود اور اس کا والد وہ شخص تھے جن سے گزشتہ ایام میں بادشاہ (دور شراب) شروع کیا کرتے تھے

فَارْضَوْا بِمَا فَعَلَ النُّعْمَانُ فِي مُضَرٍ
وَ فِي رَبِيعَةَ مِنْ تَعْظِيمِ أَقْوَامِ

جو تعظیم نعمان نے مضر اور ربیعہ کی کی ہے تم اس پر رضامند ہو جاؤ

هُمُ الجَمَاجِمُ وَ الأَذْنَابُ غَيْرُهُمُ
فَارْضَوْا بِذَلِكَ أَوْ بُوؤُوا بِإِرْغَامِ

یہی لوگوں کے سردار ہیں اور دیگر اقوام ان کی دم ہیں یعنی ان کی تابعدار ہیں ، تم لوگ اس بات پر راضی ہو جاؤ ورنہ ذلت کا اقرار کر لو

اس پر عامر بن الطفیل نے یہ شعر کہے :

کَانَ التَبَابِعُ[۱] فِیْ دَھْرٍ لَھُمْ سَلَفٍ
وابن المرّار[۲] وأملاکٌ علی الشّام

گزشتہ زمانے میں تبابعہ ، ابن (آکل) المُرّار اور شام کے بادشاہ گزر چکے ہیں

حتّی انتھی المُلکُ مِنْ لَخْمٍ الی مَلِکٍ
بَادِی[۳] السّنانِ لِمَنْ لَمْ یَرْمِہِ الرّاسِیْ

یہاں تک کہ حکومت بنی لخم کے ایک ایسے بادشاہ کے ہاتھ آئی جس نے کھلم کھلا دشمنی کی اور ان لوگوں پر تیر برسائے جنھوں نے اس پر تیر نہ برسائے تھے

أتتنی حتیثا بالقطار و طوّقنا
طَوْقَ الحَمَامِ باتعاسٍ و إرْغَام

وہ ہتھیاروں سے لیس ہو کر ہماری طرف آیا اور کبوتروں کی طرح ہماری گردنوں میں ذلت و رسوائی کا طوق پہنا دیا

إنْ یُمکِنِ اللهُ فی یومٍ یشاء بِہٖ
نَتْرُکْ وَحِیْدًا یَدْعُو رَھْطَ بَسْطَامِ

اگر اللہ نے ہمیں کسی دن ، جب بھی وہ چاہے ، قدرت دی تو ہم تمھیں اکیلا چھوڑ دیں گے اور تو بسطام کے قبیلے کو بلاتا رہ جائے گا

---

۱ - بلوغ الارب میں السابع چھپا ہے اسے التبابع پڑھیں ۔
۲ - ابن المرار سے مراد ابن آکل المرار ہے ۔ آکل المرار حجر والد امرؤ القیس کا لقب ہے ۔
۳ - بلوغ الارب، میں باری السنان دیا ہے اسے بادی السنان پڑھیں ۔

فَانْظُرْ إلى الصيّد لم يَحْمُوكَ مِنْ مُضَرٍ
هَلْ فى رَبِيعَةَ إن لم تَدْعُنَا حَامِ

ان مغرور لوگوں کی طرف دیکھ کہ یہ تجھے قبیلۂ مضر سے بچا نہیں سکے - اگر تو ہمیں نہیں بلاتا تو کیا ربیعہ میں تیری حمایت کرنے والا کوئی ہے

[۲۸۱] بسطام بن قیس نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا :

لَعَمْرِی لَئِن صَحَّتْ تَمِيمٌ و عَامِرٌ
لَقَدْ كُنْتُ قِدْماً فِی حُلُوقِهِم شَجاً

اپنی جان کی قسم اگر قبیلہ تمیم اور عامر اب تندرست ہو گئے ہیں تو کوئی بات نہیں میں تو قدیم زمانے سے ان کے گلے میں پھنسی ہوئی ہڈی بنا رہا ہوں

أرُونِی كَمَسْعُودٍ و قَيْسٍ و خَالِدٍ
و عَمْرٍو و عَبْدِاللهِ ذِی البَاعِ و النَّدَی

مجھے مسعود ، قیس ، خالد ، عمر اور صاحب قدرت اور سخی عبداللہ جیسا تو کوئی شخص دکھا دو

فَكَانُوا عَلَى أفْنَاءِ بَكْرِ بنِ وَائِلٍ
رَبِيعاً إذَا مَا سَالَ سَائِلُهُمْ جَدَا

یہ لوگ ان لوگوں کے لیے جو ادھر ادھر سے بکر بن وائل کے ساتھ جا ملے تھے - ربیع (موسم بہار) کا کام دیتے تھے جب کوئی سوالی ان سے عطیہ مانگنے آتا تھا

وَسِرْتُ عَلَى آثارِهِمْ غَيرَ تَارِكٍ
وَصِيَّتَهُمْ حَتَّى انتَهَيْتُ إلى مَدَی

میں ان کے نقش قدم پر چلا - میں نے ان کی وصیت کو نہیں چھوڑا ، تاآنکہ میں منزل تک پہنچ گیا

ابن الکلبی سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ایک دن کیسریٰ نے نعمان بن منذر سے کہا : کیا عربوں میں کوئی ایسا قبیلہ بھی ہے جو دوسرے ہر قبیلے سے شرف میں فوقیت رکھتا ہو ؟ نعمان نے کہا : ہاں - کسریٰ نے پوچھا : کس چیز کے باعث ؟ نعمان نے جواب دیا : جس قبیلے کے مسلسل تین باپ سردار چلے آتے ہوں پھر ان کے ساتھ چوتھا ایسا مل جائے جس میں کمال پایا جاتا ہو تو شرف والا گھرانا وہ ہوگا جس کا قبیلہ اس سلسلے کے اندر ہو اور اسی سلسلے کی طرف منسوب ہو - کسریٰ نے کہا : ایسا گھرانا تلاش کرو - جب تلاش کیا تو صرف حذیفہ بن بدر ، ذی الجدین اور اشعث بن قیس بن کندہ کے گھرانے ملے - کسریٰ نے ان سب کو جمع کیا اور ان کے ساتھی قبیلوں کو بھی اور ان (کے معاملے کا فیصلہ کرنے) کے لیے اور عدل کرنے والوں کی نشست جمائی اور کہا : تم میں سے ہر شخص اپنی قوم کے کارنامے بیان کرے - جو کچھ بیان کرے صحیح اور سچ ہو - سب سے پہلے حذیفہ بن بدر نے بات کی ، چنانچہ وہ اٹھا - وہ اپنی قوم کا فصیح ترین شخص تھا اور کہا : عربوں کو معلوم ہے کہ قدیم ترین شرافت اور بزرگترین عزت ہمیں میں پائی جاتی ہے - ہمارے کارنامے کریم ترین انسان کے کارنامے ہیں - ارد گرد کے لوگوں نے کہا : اے فزاری ! یہ کیونکر ؟ جواب دیا : کیا ہم وہ ستون نہیں ہیں جن کا کوئی شخص قصد نہیں کر سکتا اور وہ طاقت نہیں ہیں جس پر کوئی شخص زیادتی نہیں کر سکتا ؟ لوگوں نے کہا : تو سچ کہتا ہے - اس کے بعد ان کے شاعر نے اٹھ کر کہا :

فَـزَارَةُ بَـيْـتُ الْـعِـزِّ وَالْـعِـزُّ فِـيْـهِـمِ
فَـزَارَةُ[۱] قَـيْـسٍ حَـسْـبُ قَـيْـسٍ نِـضَـالُـهَـا

فزارہ عرب کا گھرانا ہے ، عزت انھی میں ہے - میری مراد فزارۂ قیس

---

۱ - فزارہ کا نسب نامہ یوں ہے : فزارہ بن ذبیان بن بغیض بن ریث بن غطفان بن قیس عیلان - حذیفہ بن بدر فزارہ بن ذبیان میں سے تھا اور انھی میں شرف و حرب تھی (العقد الفرید : ۳ : ۳۵۱)

سے ہے ۔ قیس کے لیے ان کی تیر اندازی ہی کافی ہے

لَهَا العِزَّةُ القَعْسَاءُ والحَسَبُ الَّذِیْ
بَنَاهُ لِقَیْسٍ فِی القَدِیْمِ رِجَالُهَا

دائمی عزت جسے قیس کے آدمیوں نے قیس کے لیے قدیم زمانے میں تعمیر کیا تھا انھی کی تھی

فَمَنْ ذَا إِذَا مُدَّتْ الاَکُفُّ إِلَی العُلٰی
یَمُدُّ بِأُخْرٰی مِثْلِهَا فَیَنَالُهَا

جب ہاتھ بزرگی کی طرف بڑھائے جائیں تو کون ہے جو اسی قسم کا ایک اور ہاتھ بڑھا کر بزرگی کو حاصل کرے

فَهَیْهَاتَ قَدْ أَعْیَا القُرُوْنَ الَّتِی مَضَتْ
مَآثِرُ قَیْسٍ مَجْدُهَا وَ فَعَالُهَا

یہ ناممکن ہے کیونکہ قیس کے محاسن یعنی ان کی بزرگی اور نیک کاموں نے گزشتہ امتوں کو ان کے مقام تک پہنچنے سے عاجز کر دیا ہے

وَهَلْ أَحَدٌ إِنْ مَدَّ یَوْماً بِکَفِّهِ
إِلَی الشَّمْسِ فِی مَجْرَی النُّجُومِ یَنَالُهَا

کیا کوئی ایسا ہے کہ اگر وہ اپنی ہتھیلی سورج کی طرف بڑھائے تو اسے ستاروں کی گزرگاہ ہی میں پکڑ لے

فَإِنْ یَصْلُحُوا یَصْلُحْ لِذَاکَ جَمِیْعُنَا
وَإِنْ یَفْسُدُوا یَفْسُدْ عَلَی النَّاسِ حَالُهَا

لٰہذا اگر یہ لوگ صحیح و درست رہیں گے تو ہم سب درست رہیں گے اور اگر وہ خراب ہو گئے تو ہم سب لوگوں کا حال خراب ہو جائے گا

اس کے بعد اشعث بن قیس اٹھا ۔ نعمان نے اسے ربیعہ اور تمیم سے پہلے

اٹھنے کی اجازت اس لیے دی کہ اس کی نعمان کے ساتھ قرابت داری تھی۔ اس نے کہا : عربوں کو معلوم ہے کہ ہم ان کی کثیر تعداد کے ساتھ جنگ میں بھڑ جاتے ہیں ، ان کی قدیم اور بڑی جمعیتوں کے خلاف صف [۲۱۲] آرا ہوتے ہیں - ہم سختی کے زمانے میں لوگوں کے فریاد رس ہیں - لوگوں نے کہا : اے بنو کندہ کے ایک فرد یہ کیونکر ؟ اس نے جواب دیا : کیونکہ ہم کندہ کے ملک کے وارث ہوئے - اس کے سایوں میں ہم بیٹھے اور ملک کی ایک بڑی جہت کی ذمہ داری اٹھائی اور اس کی بزرگی کے مرکزی نقطے پر قدم گاڑے ، اس کے بعد ان کے شاعر نے اٹھ کر کہا :

إِذَا قِيسَتْ أَبْيَاتُ الرِّجَالِ بِبَيْتِنَا
وَجَدْتَ لَهُ فَضْلًا عَلَى مَنْ يُفَاخِرُ

جب تو اور لوگوں کے گھرانوں کو ہمارے گھرانے کے ہمراہ قیاس کرے گا تو تو یہ بات پا لے گا کہ ہمارا گھرانا ان لوگوں سے افضل ہے جو اس کے ساتھ تفاخر کرتے ہیں

فَمَنْ قَالَ : كَلَّا أَوْ أَتَانَا بِخُطَّةٍ
يُنَافِرُنَا يَوْمًا فَنَحْنُ نُخَاطِرُ

لہٰذا جس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا یا وہ کوئی بڑا کارنامہ پیش کرکے ہم سے مفاخرت کرنے آئے تو ہم اس سے شرط بدنے کو تیار ہیں

تَعَالَوْا فَعُدُّوا يَعْلَمُ النَّاسُ أَيُّنَا
لَهُ الفَضْلُ فِيمَا أَوْرَثَتْهُ الأَكَابِرُ

آؤ اور شمار کرو تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ ان امور میں جو اس نے بزرگوں سے وراثتاً لیے ہیں کسے فضیلت حاصل ہے

اس کے بعد بسطام بن قیس نے اٹھ کر کہا : عربوں کو معلوم ہے کہ ہمیں ان کے لا زوال گھر کے بنانے والے اور اس کی عبر متغیر عزت کا پودا لگانے والے لوگ ہیں - لوگوں نے کہا : اے شیبانی ! یہ کیسے ؟

جواب دیا : یہ اس لیے کہ ہم سب سے زیادہ بدلہ لینے والے ہیں - ہر جابر بادشاہ کو سب سے زیادہ مارنے والے ہیں - سب سے زیادہ حق بات کے کہنے والے ہیں اور فریق مخالف کے ساتھ خوب جھگڑنے والے ہیں - اس کے بعد ان کے شاعر نے اٹھ کر کہا :

لَعَمْرِیْ بِسْطَامٌ اَحَقُّ بِفَضْلِهَا
وَاَوَّلُ بَیْتِ العِزِّ عِزِّ القَبَائِلِ

اپنی جان کی قسم بسطام (کا قبیلہ) فضیلت کا زیادہ حقدار ہے ، قبائل کی عزت کے مقابل یہ سب سے پہلا عزت کا گھرانا ہے

فَسَائِلْ اَبَیْتَ اللَّعْنَ عَنْ عِزِّ قَوْمِهَا
اِذَا جَدَّ یَوْمَ الفَخْرِ کُلُّ مُنَاضِلِ

خدا تجھے قابل لعنت امور سے بچائے ، جب ہر تیر اندازی میں مقابلہ کرنے والا تفاخر کے دن کوشش کرے تو تُو اُس کی قوم کی عزت کی نسبت سوال کرکے دیکھ لے

فَیُخْبِرُکَ الاَقْوَامُ عَنْهَا فَاِنَّهَا
وَقَائِعُ لَیْسَتْ نُهْزَةً لِلْقَبَائِلِ

(اس وقت) تجھے قومیں اس امر کا پتا دیں گی کیونکہ یہ ایسے حقائق ہیں جنھیں ہر قبیلہ حاصل نہیں کر سکتا

اَلَسْنَا اَعَزَّ النَّاسِ قَوْماً و اُسْرَةً
وَاَضْرَبَهُمْ لِلْکَبْشِ بَیْنَ القَبَائِلِ

کیا قوم اور قبیلے کے اعتبار سے ہم سب سے زیادہ ذی عزت نہیں ہیں اور کیا قبائل کے درمیان (ہر بڑے) سردار کو سب سے زیادہ مارنے والے نہیں ہیں

وَقَائِعُ عِزٍّ کُلُّهَا رَبَعِیَّةٌ
تَذِلُّ لَهُمْ فِیْهَا رِقَابُ المَحَافِلِ

یہ عزت کے حقائق تھے ، ہمیں نے انھیں سب سے پہلے جنم دیا تھا ۔
ان کے سامنے اہل محفل کی گردنیں جھک جایا کرتی تھیں

إِذَا ذُكِرَتْ لَمْ يُنْكِرِ النَّاسُ فَضْلَهَا
وعَاذَ بِهَا مِنْ شَرِّهَا كُلُّ قَائِلِ

جب ان کا ذکر ہوتا تھا تو لوگ ان کی فضیلت کا انکار نہ کرتے تھے ہر کہنے والا ان کے سر سے انھی کے پاس آ کر پناہ لیا کرتا تھا

وَإِنَّا مُلُوكُ النَّاسِ فِي كُلِّ بَلْدَةٍ
إِذَا نَزَلَتْ بِالنَّاسِ إِحْدَى الزَّلَازِلِ

جب لوگوں پر کوئی مصیبت نازل ہو جاتی ہے تو (گویا) ہم ہر شہر میں لوگوں کے بادشاہ ہوتے ہیں (ہم ہر مقام پر مصیبت کے وقت لوگوں کی پناہ گاہ ہیں)

اس کے بعد حاجب بن زرارہ تمیمی اٹھا اور کہا : عربوں کو معلوم ہے کہ ہم ان کے ستون کی ساخ ہیں (ان کے رئیس کی نسل سے ہیں) اور ان کی فوج کے سپہ سالار ہیں ۔ لوگوں نے کہا : اے بنی تمیم کے فرد یہ کیوں ؟ جواب دیا : کیونکہ ہم تعداد میں سب سے زیادہ ہیں اور اولاد کے اعتبار سے تمام لوگوں سے زیادہ نجیب اولاد پیدا کرنے والے ہیں اور سب سے زیادہ بڑے بڑے عطیے دینے والے ہیں اور بھاری معاملات (کا بار) سب سے زیادہ اٹھانے والے ہیں ۔ اس کے بعد ان کے شاعر نے اٹھ کر کہا :

لَقَدْ عَلِمَتْ أَبْنَاءُ خِنْدِفَ أَنَّنَا
لَنَا العِزُّ قِدْماً فِي الخُطُوبِ الأَوَائِلِ

خندف کے بیٹوں کو معلوم ہے کہ اوائل کے کارہائے نمایاں میں قدیم زمانے سے عزت ہماری ہی چلی آتی ہے

وَأَنَّا كِرَامٌ أَهْلُ مَجْدٍ وَثَرْوَةٍ
وعِزٍّ قَدِيمٍ لَيْسَ بِالمُتَضَائِلِ

نیز یہ بھی معلوم ہے کہ ہم سخی ہیں ، بزرگی اور ثروت والے ہیں اور
ایسی قدیم عزت کے مالک ہیں جو کمزور نہیں ہوتی

فَکَمْ فِیھِمْ مِنْ سَیِّدٍ وَابْنِ سَیِّدٍ
أَغَرَّ نَجِیبٍ ذِی فَعَالٍ وَنَائِلِ

ان میں کئی ایک سردار اور ابن سردار ہیں ۔ اچھے کام کرنے والے ،
اصیل اور عطیہ دینے والے ہیں

فَسَائِلْ أَبَیْتَ اللَّعْنَ عَنَّا فَإِنَّنَا
دَعَائِمُ ھٰذَا النَّاسِ عِنْدَ الْحَلَائِلِ

[۲۸۳] اے بادشاہ خدا تجھے قابل لعن امور سے محفوظ رکھے
لوگوں سے ہمارے متعلق پوچھ کیونکہ بڑی مشکلوں کے آن پڑنے
کے وقت ہمیں لوگوں کے سہارے ہوتے ہیں

اس کے بعد قیس بن عاصم السعدی نے اٹھ کر کہا : ان لوگوں کو معلوم ہے کہ بزرگیوں میں ہمارے ہی ستون سب سے زیادہ بلند ہوتے ہیں اور مصیبت کے وقت ہمیں وہ بہادر ہیں جو سب سے زیادہ ثابت قدم ہوتے ہیں ۔ انھوں نے پوچھا : اے بنی سعد کے فرد یہ کیونکر ؟ اس نے کہا : کیونکہ ہم سب سے زیادہ بدلہ لینے والے اور اپنے یہاں کے پناہ گزین کی سب سے زیادہ حفاظت کرنے والے لوگ ہیں ۔ جب ہم حملہ کرتے ہیں تو پھر پیچھے[1] نہیں ہٹتے ۔ جب کہیں اترتے ہیں تو کوئی شخص ہم پر حملہ کرنے کا قصد نہیں کر سکتا ۔ اس کے بعد ان کے شاعر نے اٹھ کر کہا :

لَقَدْ عَلِمَتْ قَیْسٌ وَخِنْدِفُ أَنَّنَا
وَجُلُّ تَمِیمٍ وَالْجُمُوعُ الَّتِی تَرَی

قبیلہ قیس ، خندف تمام کے تمام قبیلے تمیم اور تمام ان لوگوں کو
جنھیں تو دیکھ رہا ہے معلوم ہے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لا تکل چھپا ہے اسے لا نَنْکُلُ پڑھیں ۔

بِـأَنَّـا عِمَـادٌ فی الأُمُـورِ وَإِنَّنَا
لَنَا الشَّرَفُ الضَّخْمُ المُرَكَّبُ فی النَّدیٰ

کہ ہمیں تمام امور میں لوگوں کے سہارے ہیں اور مختلف عناصر کے
ترکیب پانے والی بھاری بھر کم شرافت و بزرگی کے ہمیں مالک ہیں

وَأَنَّا لُیُوثُ البَأْسِ فِی کُلِّ مَأْزِقٍ
إِذَا جُزَّ بالبِیضِ الجَمَاجِمُ وَالطُّلَا

ہمیں ہر اس مقام میں جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو جنگ کے شیر
ہیں ، جب تلواروں کے ساتھ کھوپڑیاں اور گردے کاٹے جا رہے ہوں

وأَنَّـا إِذَا دَاعٍ دَعَـانَـا لِنَجْـدَةٍ
أَجَبْنَا[1] سِرَاعاً فی العَلَائِمِ مَنْ دَعَا

جب کوئی پکارنے والا ہمیں مدد کے لیے پکارتا ہے تو ہم جلدی سے
پکارنے والے کا جواب دیتے ہیں

فَمَنْ ذَا لِیَوْمِ الفَخْرِ یَعْدِلُ عَاصِماً
وَقَیْسـاً إِذَا مُـدَّ الأَکُفُّ إِلی العُـلَا ؟

تفاخر کے دن عاصم اور قیس کے ساتھ کون برابری کر سکتا ہے
ایسے عالم میں کہ ہاتھ بلندیوں کی طرف بڑھائے جا رہے ہوں

فَهَیْهَاتَ قَدْ أَعْیَا الجَمِیعَ فَعَالُهُمْ
وَفَاقُوا بِیَوْمِ الفَخْرِ مَسْعَاهُ مَنْ سَعیٰ

ان کی بلندی تک پہنچنا ناممکن ہے کیونکہ ان کے نیک کاموں نے
سب کو عاجز کر دیا ہے اور تفاخر کے دن یہ ہر کوشش کرنے
والے کی کوشش ان تک نہیں پہنچ سکی

---

۱ - جس صورت میں یہ مصراع بلوغ الارب میں دیا ہے میں اسے نہیں
سمجھ سکا ۔ میرے خیال میں یہ مصراع غلط دیا ہے مگر میں اس کی
تصحیح بھی نہیں کر سکا ۔

اس پر کسریٰ نے کہا : ان میں سے ہر ایک اپنی قوم کا سردار اور اس منصب کا اہل ہے اور اس نے انھیں قیمتی عطیے اور بڑے انعامات دیے۔

معاویہ رضؓ بن ابی سفیان کے دروازے پر دو شخص ایک دوسرے کے سامنے اظہار فخر کرتے کرتے جھگڑ پڑے ۔ ان میں سے ایک کا تعلق بنی شیبان سے تھا اور دوسرا بنی عامر بن صعصعہ سے ۔ عامری نے کہا : میں بنی عامر کے دس آدمیوں کے نام گنواتا ہوں بھلا تو بھی بنی شیبان میں سے دس آدمیوں کے نام گنوا دے ۔ شیبانی نے کہا : جب چاہو نام پیش کرو ۔ اس پر عامری نے کہا : یہ لو ۔ (ابو براء) عامر بن مالک ملاعب الاسنہ ، طُفیل بن مالک قائد ہوازن اور [1]فارس قُرزُل ، معاویہ بن مالک معوّذ الحکماء ، [2]ربیعہ بن مالک فارس ذی علق ، عامر بن الطفیل علقمہ بن علاثہ ، عتبہ بن سنان ، یزید بن الصعق ، اربد بن قیس اور وہ اربد الحتوف ہے ۔ شیبانی نے کہا : لو : قیس بن مسعود ، رھینہ بکر بن وائل ، نعمان بن منذر کا امین [3] ھانئی بن قبیصہ ، قبیصہ بن مسعود منذر کا قاصد ، مفروق بن عمر یتیموں کی پرورش کرنے والا ، سنان بن مفروق

---

۱ - بلوغ الارب میں قردل دال کے ساتھ دیا ہے اسے قُرزُل زاء کے ساتھ پڑھیں ۔ العقد الفرید (۳ : ۳۵۵) قَرزَل ضبط کیا ہے اور طفیل کو اس کا سوار بتایا ہے ۔ مگر لسان العرب میں ہے قُرزُل بالضم : اسم فرس کان فی الجاھلیہ قال ابن الاعرابی : ہو فرس عامر بن الطفیل... وقال الجوھری : قرزل فرس کان لطفیل بن مالک ۔ سہیلی (۲ : ۱۷۵) نے بھی طفیل کو فارس قرزل قرار دیا ہے ۔

۲ - یہ لبید بن ربیعہ صحابی اور صاحب معلقہ کے والد ہیں اور پہلے تین شخص لبید کے چچا ہیں ۔ یہ پانچ بھائی تھے پانچویں کا نام عبیدۃ الوضاح ہے (الروض الانف : ۱ : ۱۷۵)

۳ - ھانئی بن قَبیصہ نے نعمان بن منذر کے بال بچوں اور مال کو اپنے پاس محفوظ رکھا تھا اور کسریٰ کو نہیں دیا تھا ۔ اسی سبب سے ذی قار کی جنگ ہوئی تھی (العقد الفرید : ۳ : ۳۶۲)

ضامن الدمن اور الاصم عمرو بن قس بنی تمیم کے سرداروں والا ۔ عمران بن مرہ جس نے یزید بن الصعق کو دوبارہ قید کیا اور عوف بن النعمان۔

[۲۸۴] معاویہؓ نے کہا : عامر قابل فخر باتوں میں تمام هوازن سے افضل ہے اور شیبان بنی بکر بن وائل سے ، اللہ نے تمھیں زیادہ تکلیف اٹھانے سے بچا لیا ہے ۔ میرے پاس یہ دو شخص ہیں جو تم دونوں کی قوم میں سے نہیں ہیں ۔ وہ تمھارے درمیان فیصلہ کریں گے ، عدی بن حاتم اور شریک بن اعور الحارثی ۔ اس کے بعد معاویہؓ نے سیبانی سے کہا : تو عامر بن مالک کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ اس نے جواب دیا : اصم بن ربیعہ کو ، جس نے ایک خون کے بدلے میں بنی تمیم کے ایک سو آدمی قتل کیے تھے ۔ معاویہؓ نے دونوں آدمیوں سے کہا : تمھاری کیا رائے ہے؟ دونوں نے کہا : اصم عامر سے وزنی ہے ۔ معاویہؓ نے کہا : تو عامر بن الطفیل کے مقابلے میں کس کو پیار کرتا ہے ؟ سیبانی نے کہا : حوفزان بن شریک کو ۔ دونوں منصفوں نے حوفزان کو ترجیح دی ۔ اس نے کہا : تو علقمہ بن علاثہ کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ سبانی نے کہا : بسطام بن قیس کو ۔ اس پر معاویہؓ نے دونوں منصفوں کی طرف دیکھا ۔ دونوں نے کہا : بسطام بن قس وزنی ہے ۔ معاویہؓ نے کہا : تو عتبہ بن سنان کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ شیبانی نے کہا : مفروق بن عمران بن مرہ کو ۔ دونوں منصفوں نے مفروق کو ترجیح دی ۔ معاویہؓ نے کہا : تو طفیل بن مالک کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ، شیبانی نے کہا : عمران بن مرہ کو ۔ دونوں منصفوں نے عمران بن مرہ کو ترجیح دی ۔ کہا : معاویہؓ بن مالک کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ شیبانی نے کہا : عوف بن نعمان کو ۔ دونوں نے عوف کو ترجیح دی ۔ پھر کہا : ربیعہ بن مالک کے مقابلے میں کون ؟ کہا : ھانئی بن قَبیصہ ، معاویہؓ نے کہا: تو یزید بن الصعق کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ کہا : سنان بن مفروق کو ۔ کہا : اربد بن قیس کے مقابلے میں کس کو لاتا ہے ؟ کہا : اسود بن شریک کو ۔ اس پر معاویہؓ نے شیبانی سے کہا : قیس بن مسعود کا ہم نسب (ہمدرجہ) کہاں ہے ؟ اس نے جواب دیا : خدا

تمھاری حالت اچھی کرے وہ اس طبقے کا آدمی نہیں ہے ، قیس بزرگی اور قدرت کے اعتبار سے ان لوگوں سے بہت آگے نکل گیا ہے ۔ اس پر عامری نے یہ شعر کہے :

أَعُدُّ إِذَا عَدَدْتُ أَبَا بَرَاءٍ
وَكَانَ عَلَا عَلَى الأَقْوَامِ فَضْلَا

جب تو (اپنے آدمیوں کو) شمار کرے تو میں ابو براء کو شمار کرتا ہوں اور وہ اپنی فضیلت کی وجہ سے فوقیت حاصل کر چکا تھا

وَكَانَ الجَعْفَرِيُّ أَبُو عَلِيٍّ
إِذَا مَا هَاجَتِ الهَيْجَاءُ عَلَّا

اور ابو علی الجعفری (کی یہ حالت تھی کہ) جب جنگ بھڑک اٹھی تھی تو وہ (اپنے نیزوں کو) بار بار (خون سے) سیر کرتا تھا

وَوَالِدُهُ الَّذِي حُدِّثْتَ عَنْهُ
طُفَيْلٌ خَيْرُنَا يَفَعًا وَكَهْلَا

اس کا والد طفیل جس کا نام تو سن چکا ہے جوانی میں بھی اور ادھیڑ عمر میں بھی ہمارا بہترین شخص تھا

وَكَانَ مُعَوِّذُ الحُكَمَا المُبَارِي
رِيَاحَ الصَّيْفِ أَعْلَى القَوْمِ فِعْلَا

موسم گرما کی ہواؤں کا مقابلہ کرنے والا معوذ الحکما تمام قوم سے مقابلے میں بلند افعال تھا

وَقَدْ أَوْرَتْ زِنَادُ أَبِي لَبِيدٍ
رَبِيعَةَ يَوْمَ ذِي عَلَقٍ فَأَبْلَا

ذی علق کی جنگ میں لبید کے باپ ربیعہ کے چقماق میں آگ پیدا ہوئی اور وہ بڑی بہادری سے لڑا

وَعَلْقَمَةُ بْنُ الأَحْوَصِ كَانَ كَهْفًا
كِلَابِيًّا رَحِيبَ البَاعِ سَهْلَا

علقمہ بن الاحوص قبیلہ کلاب کے لیے پناہ تھا ، وہ سخی بھی تھا اور نرم خو بھی

وعُـشْـبَـهَ والاغَرَّ یَزِیدَ أنِیّ
رَأَیتُهُمَا لِکُلِّ الفَخْرِ أَهْلاَ

[۲۸۵] اور عسہ اور یزید الاغر دونوں کو میں نے ہر فخر کا اہل پایا

وعَوْفاً ثُمَّ أَرْبَدَ ذا المَعَالِی
کَفَی بِهِمَا عَلَیکَ نَدیً وبَذْلاَ

اسی طرح عوف ، اور بلندیوں والا اَرْبد ، تمھارے لیے دونوں کی سخاوت اور عطیے کافی ہیں

أولئِکَ مِنْ کِلاَبٍ فی ذُرَاهَا
وَخَیْرُ قُرُوْمِهَا حَسَباً ونُبْلاَ

یہ لوگ بنی کلاب کے چوٹی کے آدمی ہیں ، حسب اور بزرگی کے اعتبار سے بہترین سردار ہیں ،

شیبانی نے اس کے جواب میں کہا :

أعُدُّ إذَا عَدَدتَ أبَا خِفَافٍ
وَعِمْرَانَ بنَ مُرَّةَ وَ الأَصَمَّا

جب تو نے (ایسے بزرگوں کو) شمار کر لیا ہے تو میں ابو خفاف ، عمران بن مُرّہ اور اصم کو شمار کرتا ہوں

وهَانِیئًا الّذِی حُدِّثتَ عَنهُ
وَکَانَ قَبِیْصَةُ الأَنْفَ الأَشَمَّا

اور ہمارا هانی جس کے متعلق تو سن چکا ہے اور قبیصہ بلند ناک والا تھا (خوددار اور معزّز)

ومَفْرُوقاً و ذَا النَّجداتِ عَوْفاً
وبِسْطَاماً وَ وَالِدَهُ الخِضَمَّا

اور مفروق اور بہادر عوف اور بسطام اور اس کا سخی والد

وَأَسْوَدَ كَانَ خَيْرَ بَنِي شَرِيكٍ
وَلَمْ يَكُ قِرْنُهُ كَبْشًا أَجَمَّا

اور اسود جو بنی شریک کا بہترین آدمی تھا اس کا مد مقابل بھی کوئی ایسا سردار نہ تھا جس کے پاس نیزہ نہ ہو

اولئك مِن عُكَابَةَ خَيْرُ بَكْرٍ
واكرمُ مَنْ يَلِيكَ أَباً و أُمّاً

یہ بنی بکر میں سے عکابہ خاندان کے بہترین لوگ ہیں اور تمھارے آس پاس کے لوگوں میں سے باپ اور ماں کے اعتبار سے شریف ترین ہیں

وَأَفْضَلُ مَن يَشُصُّ إِلَى المَعَالِي
إِذَا مَا حَصَّلُوا خَالاً وَ عَمّاً

جب لوگ اپنے اپنے خالو اور ماموں کا ذکر کریں تو بلندیوں کی طرف سر اٹھا کر دیکھنے والے یہ بہترین لوگ ہوں گے

واكثرُ قَومِهِم[1] بالشَّرِّ طَوقاً
وَأَبْعَدُ قَومِهِمْ فِي الخَيرِ هَمّاً

یہ جنگ میں سب سے زیادہ طاقتور اور نیک کاموں کا ارادہ کرنے میں سب سے دور تک مار کرنے والے لوگ ہیں

اس پر معاویہؓ نے منصفوں سے کہا : تمھاری کیا رائے ہے ؟ دونوں نے کہا : (قبیلہ) شیبان دونوں میں سے زیادہ شرف والا ہے ۔ معاویہ نے کہا : میری بھی یہی رائے ہے ۔ چنانچہ اس نے دونوں کی عزت کی اور دونوں کو عطیے دیے مگر شیبانی کو عامری پر فضیلت دی ۔

---

۱ ۔ یہ شعر بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے اسے صحیح نہ کرسکا ۔

ذی الجدین کا قصہ

ذی الجدّین کا قصہ یہ ہے کہ نعمان نے کہا : میں اس شخص کو جو عرب بھر میں افضل ہوگا ایک سو اونٹ دوں گا ۔ جب صبح ہوئی تو لوگ اس (فیصلے) کے لیے اکٹھے ہوئے مگر (قیس) بن مسعود ان میں موجود نہ تھا ۔ اس کی قوم نے چاہا کہ وہ بھی چلے مگر اس نے جواب دیا کہ اگر نعمان کی مراد کسی اور شخص سے ہے تو میں ہرگز وہاں نہ جاؤں گا اور اگر اس کی مراد مجھی سے ہے تو وہ اونٹ مجھے ضرور دیے جائیں گے ۔ جب نعمان نے لوگوں کا اجتماع دیکھا تو کہا : اونٹوں کا حق دار موجود نہیں ہے ۔ جب دوسرا دن ہؤا تو اس کی قوم نے اس سے چلنے کو کہا چنانچہ وہ روانہ ہوگیا اور بادشاہ نے وہ اونٹ اسے دے دیے ۔ یہ دیکھ کر حاجب بن زرارہ نے کہا : خدا مجھے قابل لعنت باتوں سے بچائے وہ ان اونٹوں کا مجھ سے زیادہ حق دار نہیں ہے ۔ اس پر قیس بن مسعود نے کہا : میں اسے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ بتائے کس کی بیوی زیادہ سخی ہے ، کس کی اونٹنی زیادہ اچھے آداب والی ہے اور کس کی قوم کا کمینہ شخص (نسبتاً) زیادہ شریف ہے ۔ نعمان نے دونوں کے ساتھ کچھ لوگ کر دیے جو ان باتوں کا جائزہ لیں ۔ جب دونوں حاجب بن زرارہ کے صحرا میں پہنچے تو وہ حاجب کی قوم کے ایک شخص کے پاس سے گزرے ۔ حاجب نے کہا : یہ شخص میری قوم کا کمینہ ترین شخص ہے اور وہ فلاں [۲۸۶] بن فلاں ہے ۔ وہ شخص اس وقت اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہا تھا ۔ سب اس کی طرف چلے آئے ۔ ان دونوں نے اس سے کہا : اے اللہ کے بندے ہمیں بھی پانی پی لینے دے کیونکہ ہم پیاس سے مر رہے ہیں ، ہم نے اپنی سواریوں کو بھی ہلاک کر دیا ہے ۔ اس نے منہ بسورا اور پانی دینے سے انکار کر دیا ۔ جب اس نے کسی صورت میں بھی نہ مانا تو ان سب نے حاجب سے کہا کہ تم اپنا چہرہ کھول دو اس نے اپنا چہرہ کھول دیا اور کہا : میں حاجب بن زرارہ ہوں ہمیں پانی پی لینے دے ۔ اس نے کہا تو حاجب ہے ؟ میں تو تیری آؤ بھگت کرنے کو تیار نہیں ہوں ۔

اس کے بعد وہ حاجب کے گھر پہنچے اور اس کی بیوی سے کہا : اے اللہ کی بندی کیا کوئی ٹھہرنے کی جگہ ہے ؟ اس نے جواب دیا : اللہ کی قسم گھر والا موجود نہیں ہے ۔ یا یوں کہا : میرے پاس اترنے کی کوئی جگہ نہیں ہے ۔ انھوں نے اصرار سے کہا مگر اس نے انکار کر دیا ۔ اس کے بعد وہ بکر بن وائل کے ایک آدمی کے پاس آئے جو اپنے جانوروں کو پانی پلا رہا تھا تو قیس نے کہا ۔ خدا کی قسم یہ میری قوم کا کمینہ ترین آدمی ہے ۔ جب اس کے پاس آ کر کھڑے ہوئے تو اس سے بھی وہی الفاظ کہے جو پہلے شخص سے کہے تھے ۔ اس نے انکار کر دیا اور مارنے کو تیار ہو گیا ۔ یہ دیکھ کر قیس بن مسعود نے کہا : تجھ پر افسوس ہے ، میں قیس بن مسعود ہوں ۔ اس نے مرحبا کہا اور جانوروں کو پانی پلانے کی اجازت دے دی ، اس کے بعد وہ اس کے گھر آئے ۔ وہاں دیکھا کہ اس کی بیوی کی ہنڈیا جوش کھا رہی ہے ۔ جب اس کی بیوی نے دور ہی سے قافلے والوں کو دیکھا تو ہنڈیا کو نیچے اتار کر ثرید[1] تیار کیا ۔ جب یہ لوگ اس کے پاس پہنچے اور پوچھا : اے اللہ کی بندی کیا کوئی اترنے کی جگہ ہے ؟ اس نے جواب دیا ہاں بہت وسیع جگہ ہے آؤ اور اترو ۔ جب اترے اور کھانا کھا کر کوچ کیا تو ان دونوں نے اپنی اونٹنیوں کو لے کر چیونٹیوں کی دو بستیوں پر اتارا ۔ قیس بن مسعود کی اونٹنی چیخی اور بے قرار ہو کر کروٹ بدلتی رہی اور پھر نہ اٹھی لیکن حاجب کی اونٹنی ٹھہری اور اپنی جگہ پر برقرار رہی ۔ یہاں تک کہ جب خیال ہؤا کہ وہ اطمینان سے بیٹھ گئی ہے تو بھاگنے لگی ۔ اس کے بعد انھوں نے بادشاہ کو آ کر خبر دی تو بادشاہ نے کہا : اے قیس پہلے تو ایک بخت کا مالک تھا مگر اب دو بختوں کا مالک ہو گیا ہے ۔ یہیں سے اس کا نام ذوالجدّین پڑ گیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس نے دو قیدیوں کو دو بار قید کیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ دو موقعوں پر دوڑ میں سب سے آگے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں تردت چھپا ہے اسے ثردت پڑھیں ۔

نکل گیا تھا - روایت اسی طرح ہے مگر جو کچھ مجھے معلوم ہے وہ
یہ ہے کہ ذوالجدین عبد اللہ بن عمرو بن الحارث بن ہمام کا لقب ہے -
اس کا یہ نام اس لیے پڑا کہ اس نے کعب بن مامہ کو قبیلہ عنزہ کے
کچھ لوگوں سے خریدا مگر اپنے آپ کو چھپائے رکھا - تاہم کعب پر
یوں ظاہر کیا کہ اس نے اسے پہچان کر ہی خریدا ہے - کعب نے اسے
راستے میں اپنے باپ کے سب اونٹ جو اسے مع ان کے غلاموں وغیرہ کے
ملے تھے دے دیے - یہ اونٹ سیاہ ، سرخ اور بھورے رنگ کے تھے
اور اسے لے کر اپنے باپ کے پاس آیا تو اس نے بھی ان سب (اونٹوں
کے دینے) کی اجازت دے دی - علاوہ ازیں اپنا خیمہ بھی مع ساز و سامان
کے دے دیا - جب حیرہ پہنچا تو کسی دیکھنے والے نے اپنے ساتھی
سے یوں کہا : یہ تو بڑے بخت والا آدمی ہے - دوسرے نے جواب دیا
نہیں بلکہ وہ تو دو بختوں[1] کا مالک ہے -

یمن اور مضر کی باہمی مفاخرت

[۲۸۷] ابرش کلبی نے خالد بن صفوان سے کہا اور اس وقت دونوں
ہشام بن عبد الملک کے پاس تھے - آؤ ہم ایک دوسرے کا فخر میں
مقابلہ کریں - خالد نے کہا : کہو - ابرش نے جواب دیا : کعبے کا
چوتھائی حصہ ہمارا ہے - اس کی مرد رکن یمانی سے تھی - حاتم طائی
ہمیں میں سے ہے ، مہلب بن ابی صفرہ بھی ہم میں سے ہے - خالد بن
صفوان نے کہا : نبی مرسل ہمیں میں سے ہیں ، اللہ کی اتاری ہوئی کتاب
ہم میں ہے اور خلیفہ جس کے ساتھ امید (وابستہ) کی جا سکتی ہے وہ
بھی ہمارا ہے - یہ سن کر ابرش بولا : تمہارے بعد میں کسی مضری سے
فخر میں مقابلہ نہ کروں گا -

ابوالعباس کے پاس بنی کلب میں سے تعلق رکھنے والے اس کے

---

۱ - ابن عبدربہ نے العقد الفرید (۳ : ۳٦۱) میں قیس بن مسعود کو
ذوالجدین قرار دیا ہے -

ماموؤں میں سے کچھ لوگ آئے اور انھوں نے اس کے سامنے اپنے قدیم و جدید کارناموں پر اظہار فخر کیا ۔ اس پر ہشام نے خالد بن صفوان سے کہا : ان لوگوں کو جواب دو ۔ خالد نے کہا : یہ لوگ امیر المؤمنین کے ماموں ہیں ۔ ہشام نے کہا : تجھے کہنا پڑے گا ۔ خالد نے کہا : اے امیر المؤمنین میں ان لوگوں کو کیا کہوں ، جن میں سے کچھ تو چادریں بننے والے ، کچھ بندر نچانے والے ہیں اور کھال رنگنے والے ہیں ۔ ان کا پتا ہدہد نے دیا تھا ۔ ایک عورت ان کی ملکہ رہی اور ایک چوہے نے انھیں غرق کر دیا ۔ اس کے بعد ان کا کوئی مرکز ہی نہ رہا (ان کے کہیں پاؤں نہ جم سکے) ۔

اوس اور خزرج کی مفاخرت

قبیلۂ اوس اور خزرج کے مابین مفاخرت ٹھن گئی تو اوس نے کہا : ہم میں سے حنظلہ بن راہب غسیل الملائکہ تھا ، ہم میں سے عاصم بن الافلح تھا ، وہ جس کے گوشت کو شہد کی مکھیوں نے بچایا تھا اور ہم میں سے خزیمہ ذوالشہادتین[1] تھا ، اور ہم میں سے سعد بن معاذ تھے جن کی موت پر عرش الٰہی حرکت میں آ گیا ۔

خزرج نے کہا : ہم میں سے وہ چار آدمی ہوئے ہیں جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں قرآن پڑھا تھا ۔ ان کے سوا کسی دوسرے نے نہ پڑھا تھا ، اور وہ یہ ہیں : زید بن ثابت رضؓ ، ابو زید رضؓ ، معاذ رضؓ بن جبل اور ابی بن کعب رضؓ سید القراء اور ہم میں سے وہ شخص بھی تھا جس کی تائید اشعار میں روح القدس نے کی یعنی حسان بن ثابت رضؓ ۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کی مفاخرت کے مشہور واقعات

ان میں سے ایک مفاخرت وہ ہے جو عامر اور علقمہ کے مابین[2] ہوئی ۔ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا دستور یہ تھا کہ جب دو شخصوں کے

---

۱ ۔ خزیمہ کو دو گواہوں کے برابر قرار دیا گیا تھا ۔

۲ ۔ بلوغ الارب عرب میں عامر بن چھپا ہے اسے عامر مع پڑھیں ۔

درمیان شرافت کے بارے میں تنازعہ ہو جاتا تو وہ فیصلہ کرانے کے لیے اپنے داناؤں کے پاس جاتے۔ ہم انساء اللہ عنقریب ان کا بھی ذکر کریں گے ۔ وہ اس سخص کو فضیلت دیتے جو شرف میں دوسرے کے مقابلے [۲۸۸] میں برتر ہوتا ۔ تَنَافُر کے معنی ہیں نسب کے بارے میں کسی سے مقابلہ کرنا ۔ اسے منافرہ اس لیے کہا گیا کہ وہ مفاخرت کے وقت یوں کہا کرتے أَنَا أَعَزُّ نَفَراً میں اپنے افراد قبیلہ کے اعتبار سے زیادہ عزت والا ہوں ۔ ابو عبیدہ اور دیگر ائمہ لغت نے جنھیں لغت میں مہارت ہے عربوں کے منافرات کے بارے میں کتابیں لکھی ہیں ۔ زمانۂ جاہلیت میں مفاخرت کا مشہور ترین واقعہ وہ ہے جو عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر بن کلاب اور علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص بن جعفر کے درمیان ہوا ۔ علقمہ نے اس سے کہا تھا کہ سرداری تو میرے دادا احوص کی ہے ۔ تمھارے چچا ابو براء کے پاس تو میرے دادا کی وجہ سے گئی ۔ اب تمھارا چچا مُعَمَّر ہو چکا ہے اور اس فرض کو سرانجام دینے سے قاصر ہے اسُہدا میں اس کا تم سے زیادہ حق دار ہوں اور اگر تمھاری مرضی ہو تو میں چیلنج کرتا ہوں ۔ عامر نے کہا : مجھے منظور ہے ۔ خدا کی قسم میں تم سے حسب کی رو سے زیادہ شرف والا ہوں ، زیادہ مضبوط نسب والا ہوں ، زیادہ لمبے ہاتھ والا ہوں ۔ علقمہ نے کہا : میں تم سے اس بات میں تفاخر کرتا ہوں کہ میں نیکو کار ہوں اور تو فاجر ہے ۔ میں بچے پیدا کرتا ہوں تو بانجھ ہے ۔ میں وفادار ہوں تو بے وفا ۔ عامر نے کہا : میں تم سے اس بات پر تفاخر کرتا ہوں کہ میں تمھارے مقابلے میں زیادہ بلند علامات والا ہوں ، میری چوٹی زیادہ بلند ہے ، میری لٹیں زیادہ خوب صورت ہیں ، میرے سر کے بال زیادہ گھنگریالے ہیں اور میں زیادہ بعید ہمت والا ہوں ۔ علقمہ نے کہا : میں خوب صورت ہوں اور تو بد صورت ، لیکن میں اس بات پر چیلنج کرتا ہوں کہ میں نیک کاموں کا تم سے زیادہ حق دار ہوں ۔ یہ سن کر عامر کی ماں نکل کر آئی اور کہا : اسے اس بات پر چیلنج کرو کہ تم دونوں میں کون نیک کاموں کا زیادہ حق دار ہے ۔ چنانچہ دونوں

اس شرط پر تیار ہو گئے کہ جس کے خلاف منصف فیصلہ دے وہ منصف کو ایک سو اونٹ دے گا ۔ علقمہ نبی خالد بن جعفر اور بنی الاحوص کو لے کر آیا اور ان دونوں کے ساتھ خیمے ، ذبح کرنے کے جانور اور ہنڈیاں تھیں ۔ جس جگہ قیام کرتے وہاں جانوروں کو ذبح کرتے اور لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے ۔ عامر بنی مالک کو لے کر نکلا اور کہا : تمھیں اپنے حسب کی محافظت کرنا ہے لہٰذا تم بھی وہی چیزیں لے کر نکلو جو وہ لے کر نکلے ہیں اور کہا اپنے چچا ابو براء کی مدد کریں ۔ اس نے کہا : مجھے گالی دو ۔ عامر نے کہا : میں تجھے چچا ہوتے ہوئے کیسے گالی دے سکتا ہوں ؟ اس نے جواب دیا : لہٰذا میں بھی احوص کو گالی نہ دوں گا کیونکہ وہ میرا چچا ہے اور وہ عامر کے ساتھ اٹھ کر نہیں آیا ۔ انھوں نے مفاخرت کا فیصلہ ابو سفیان بن حرب بن امیہ پر چھوڑا اور اس کے بعد ابو جہل بن ھشام پر مگر دونوں نے ان کے مابین کوئی فیصلہ نہ کیا ، یہ پھر ہرم بن قطبہ بن سنان فزاری کی طرف آئے ، اس نے کہا : ہاں میں تمھارے مابین فیصلہ کروں گا مگر مجھ سے ایسا پختہ وعدہ کرو جس سے مجھے اطمینان ہو جائے کہ تم میرے فیصلے پر راضی ہو گے اور جو فیصلہ دوں گا اسے تسلیم کرو گے ۔ دونوں نے وعدہ کیا اور دونوں کئی دنوں تک اس کے ہاں ٹھہرے رہے ۔ اس کے بعد اس نے عامر کو بلا بھیجا ، وہ چھپ کر آیا ۔ ہرم نے کہا : میں تو تجھے عقل مند خیال کرتا تھا اور سمجھتا تھا کہ تو بھلا آدمی ہے ، اس عرصے میں میں تو یہی خیال کرتا رہا کہ تو بھاگ گیا ہو گا ۔ کیا تو اس آدمی کو چیلنج کرتا ہے جس کے آبا و اجداد کے بغیر تو اور تیری قوم فخر کر ہی نہیں سکتی لہٰذا تو کس بات میں اس سے بہتر ہے ۔ عامر نے کہا : میں تجھے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو علقمہ کو مجھ پر [۲۸۹] فضلیت نہ دے ۔ اللہ کی قسم اگر تو نے ایسا کیا تو پھر میں کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکوں گا ۔ یہ میرے پیشانی کے بال ہیں انھیں کاٹ لے اور جتنا مال چاہے لے لے ۔ اگر تو ایسا نہیں کرنے کا تو کم از کم ہم دونوں کو برابر قرار دے دے ۔ ہرم نے کہا : اب

تو واپس چلا جا ، میں سوچوں گا ۔ عامر واپس چلا گیا اور اسے یقین تھا کہ وہ اس کے خلاف فیصلہ دے گا ۔ اس کے بعد اس نے پوشیدہ طور پر علقمہ کو بلایا اور اس سے بھی وہی کچھ کہا جو عامر سے کہا تھا اور کہا : کیا تو اس شخص کے ساتھ تفاخر کرتا ہے جو نسب میں تمھارا چچا زاد بھائی ہے ۔ اس کا باپ تمھارا باپ ہے ۔ مزید برآں وہ تجھ سے زیادہ مال دار ہے ، لوگوں سے اچھی طرح ملتا ہے ۔ زیادہ سخی ہے ، لہذا تو کس بات میں اس سے بہتر ہے ۔ علقمہ نے بھی وہی جواب دیا جو عامر نے دیا تھا اور وہ واپس چلا آیا ، اسے یقین تھا کہ ھرم عامر کے حق میں فیصلہ دے گا ۔ اس کے بعد ھرم نے اپنے بیٹوں اور بھتیجوں کو بلایا اور کہا : میں کل ایک بات ان لوگوں کے متعلق کہنے والا ہوں ۔ جب کہہ چکوں تو تم میں سے کچھ لوگ علقمہ کی طرف سے دس اونٹنیاں ہانک لانا اور ان کو ذبح کر دینا اور کچھ لوگ اتنی ہی اونٹنیاں عامر کی طرف سے ہانک کر لے آئیں اور ذبح کر دیں ، ساتھ ہی لوگوں کو منتشر کر دینا تاکہ وہ اکٹھے نہ ہونے پائیں ۔ جب صبح ہوئی تو ھرم اپنی جگہ پر بیٹھ گیا اور عامر اور علقمہ بھی آ کر بیٹھ گئے ۔ ھرم نے کہا : اے جعفر کے دونوں بیٹو تم اپنے جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے میرے پاس آئے ہو ۔ تم دونوں کی مثال[1] ایک موٹے نر اونٹ کے دونوں گھٹنوں کی سی ہے ، دونوں زمین پر پڑتے ہیں تم میں سے ہر ایک میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو دوسرے میں پائی نہیں جاتیں ۔ تم میں سے ہر ایک سید کریم ہے ۔ اس نے اس خیال سے کہ دونوں قبیلوں میں باہم جنگ نہ چھڑ جائے کسی کو دوسرے پر فضیلت نہیں دی اور اونٹنیاں ذبح کر کے لوگوں میں تقسیم کر دیں ۔ ھرم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت تک زندہ رہا ۔ حضرت عمر نے اس سے

---

۱ ۔ آدْرم : اتنا موٹا کہ گوشت کی وجہ سے ٹخنے دکھائی نہ دیتے ہوں ۔ سہیلی کہتے ہیں (الروض الانف ۱ : ۱۷) الادرم : المدفون الکعبین من اللحم ۔

پوچھا : اے ھرم اگر تو فضیلت دیتا تو کس کو دیتا ۔ ھرم نے جواب دیا : اگر میں آج بھی کتہ دوں تو از سرنو ایسی جنگ شروع ہو جائے کہ ھجر کی چوٹیوں تک جا پہنچے ۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے کہا : اے ھرم تو رازوں کا بہت ہی اچھا امین ہے ۔ تمھارے ہی جیسے شخص کے پاس قبیلے کے راز ہونے چاہییں ۔ قصہ تو بہت لمبا ہے مگر ہم نے مختصراً بیان کیا ہے ۔ اسی کے متعلق اعشٰی نے کہا ہے :

حَکَّمْتُمُوْہُ فَقَضٰی بَیْنَکُمْ
اَبْلَجُ مِثْلُ الْقَمَرِ الْبَاھِرِ

تم نے اسے منصف بنایا اور اس نے تمھارے درمیان ایسا واضح فیصلہ دیا جس طرح روشن چاند ہو

لَا یَاْخُذُ الرِّشْوَۃَ فِی حُکْمِہٖ
وَلَا یُبَالِی غَبَنَ الْخَاسِرِ

وہ فیصلے کے معاملے میں رشوت نہیں لیتا اور نہ ہی نقصان اٹھانے کی پروا کرتا ہے

یہ بیان ہمیں شریشی کی مقامات حریریہ کی شرح کے شروع میں ملا ہے ۔ اس سے بھی دگنی یا تگنی تشریح کے ساتھ اصفہانی نے اغانی میں اس کا ذکر کیا ہے ۔ اصفہانی کہتا ہے : ابن الکلبی کا بیان ہے کہ مجھ سے میرے باپ نے اور محیریز بن جعفر نے اور جعفر بن کلاب جعفری نے بیان کیا اور انھوں نے بشر بن عبداللہ بن حیان بن سلمی بن مالک بن جعفر سے ، اس نے اپنے باپ سے اور اس نے اپنے استادوں کے حوالے سے بیان کیا ہے ۔ اس کا کچھ حصہ ابو مسکین نے بتایا ہے ۔ سب کہتے ہیں کہ عامر بن الطفیل بن مالک بن جعفر اور علقمہ بن علاثہ بن عوف بن الاحوص [۲۹۰] کے درمیان سب سے پہلے مفاخرت کا سلسلہ اس طرح شروع ہوا ۔ عامر کی والدہ عروۃ الرحّال بن عتبہ بن جعفر کی بیٹی کبشہ تھی اور کبشہ کی ماں معاویہ فارس الھراز بن عبادہ بن عقیل بن کعب بن ربیعہ کی بیٹی ام الظباء تھی ۔ ام الظباء کی والدہ جعفر بن کلاب کی بیٹی خالدہ تھی ۔

خالدہ کی والدہ عبد شمس بن عبدمناف کی بیٹی فاطمہ تھی اور عامر کے والد طفیل کی ماں ربیعہ بن عامر بن صعصعہ کی بیٹی ام النبین -

ابو الحسن اثرم کہتا ہے کہ علقمہ کی والدہ ابو سفیان بن ہلال بن النخع کی بیٹی لیلیٰ تھی، جو لوٹ مار میں ہاتھ آئی تھی۔ اس کے والد علاثہ کی والدہ عبداللہ بن الشیطان بن بکر بن عوف بن النخع کی بیٹی ماویہ تھی ، جس کا گراں مہر ادا کیا گیا تھا -

اس نے ذکر کیا ہے کہ ایک روز علقمہ کھڑے کھڑے پیشاب کر رہا تھا - عامر نے اسے دیکھ لیا اور کہا : جتنی قبیح شرم گاہ آج میں نے دیکھی ہے ایسی کسی آدمی کی نہیں دیکھی - علقمہ نے جواب دیا : اللہ کی قسم اس نے نہ تو پڑوسیوں پر حملے کیے اور نہ ان کی بہوؤں[1] سے بدفعلی کی اس کی مراد تعریضاً عامر سے تھی - عامر نے کہا : کجا تو اور کجا ہر آدمی - خدا کی قسم ابو حتیوہ کا گھوڑا تمہارے باپ سے زیادہ تر ہے اور ابو غیہب کے نر اونٹ کا سازو سامان ، نجد بھر میں تمہارے ساز و سامان سے بڑا ہے - راوی کہتا ہے کہ اس کا گھوڑا ایک اصیل گھوڑا تھا - بنی مرّہ بن عوف بن سعد بن ذبیان کی جنگ میں یہ اس گھوڑے پر سوار ہؤا اور جان بچا کر نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا - اور اس کا نر اونٹ بنی حرملہ بن الاشعر بن صرمہ بن مرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان کا نر اونٹ تھا - اثرم کہتا ہے کہ دمشق میں مجھے جہینہ کے ایک آدمی نے بتایا کہ یہ نام اشعر بن صرمہ ہی ہے - اثرم کہتا ہے کہ صرمہ کو اس کے سیاہ رنگ کی وجہ سے غیہب کہا جاتا ہے - ابن الکلبی کہتا ہے کہ اس نے اس نر اونٹ کو جفتی کے لیے عاریتاً لیا اور یہ نام ان پر غالب آ گیا - عقلمہ نے جواب دیا : تمہارا گھوڑا تو عاریتاً لیا ہؤا ہے اور نر اونٹ بے وفا ہے لیکن اگر تمہاری مرضی ہو تو میں تمہیں قومی شرافت کے مقابلے کی دعوت دیتا ہوں - عامر نے کہا : میں یہ

---

۱ - اصل کتاب میں کنائنھا دیا ہے اسے کنائنھا پڑھیں - یہ کَنَّۃ کی جمع ہے -

دعوت قبول کرتا ہوں ۔ عامر نے کہا : خدا کی قسم میں زیادہ شریف
حسب والا ہوں اور زیادہ مضبوط نسب والا ہوں اور تم سے زیادہ لمبے
ہاتھ والا ہوں ۔ علقمہ نے کہا : میں تم سے رات اور دن کے لحاظ سے بہتر
ہوں ۔ عامر نے کہا : اگر میں تمھاری عورتوں میں صبح کے وقت ہوں تو
میں تمھارے مقابلے میں انھیں زیادہ محبوب ہوں گا ۔ پھر عامر نے کہا :
میں تم سے اس بات میں مقابلہ کرتا ہوں کہ میں تم سے زیادہ اونٹنیاں ذبح
کرنے والا ہوں اور صبح کے وقت تم سے بہتر ہوں اور قحط سالی میں تم
سے زیادہ کھانا کھلانے والا ہوں ۔ علقمہ نے کہا : تو جنگجو ہے اور
لوگوں کا خیال ہے کہ میں بزدل ہوں اور یہ بات تمھارے لیے زیادہ عزت
کی بات ہے کہ جب تو دشمن سے ملے تو میں تمھارے آگے ہوں بہ نسبت
اس کے کہ تو اس سے ملے اور میں تمھارے پیچھے ہوں ۔ تو سخی ہے ،
لوگوں کا خیال ہے کہ میں بخیل ہوں حالانکہ میں ایسا نہیں ہوں ۔ میں
تمھیں چیلنج کرتا ہوں کہ میں تم سے بہتر کارناموں والا ہوں ۔ تم سے زیادہ
تیز نگاہ ہوں ۔ میری جمعیت تمھاری جمعیّت کے مقابلے میں زیادہ ذی عزت
ہے اور میرا ذکر زیادہ شرف والا ہے ۔ اس پر عامر نے کہا : بنی
الاحوص کو بنی مالک پر تعداد کے اعتبار سے کوئی فضیلت حاصل نہیں ،
[۲۹۱] اور میری بینائی ناقص اور تمھاری درست ہے مگر میں تم سے اس
بات میں مقابلہ کرتا ہوں کہ میری جمعیت تمھاری جمعیت کے مقابلے میں
زیادہ پھیلی ہوئی ہے اور میری چوٹی تمھاری چوٹی سے زیادہ بلند ہے ۔ میری
لٹیں تمھاری لٹوں سے زیادہ خوبصورت ہیں ۔ میرے بال تمھارے بالوں سے
زیادہ گھنگریالے ہیں اور میں تم سے زیادہ بلند ہمت ہوں ۔ علقمہ نے کہا
تو ایک جسیم آدمی ہے اور میں ایک کوتاہ قد آدمی ہوں ۔ تو خوبصورت
ہے اور میں بد صورت لیکن میں تجھ سے اپنے باپوں اور چچوں کے حوالے
سے مقابلے کرتا ہوں ۔ عامر نے جواب دیا : تیرے باپ میرے چچا ہو
ہیں لہٰذا ان کے ساتھ میں تجھ سے مقابلہ نہیں کرتا ۔ مگر میں تجھ سے اس
بات میں مقابلہ کرتا ہوں کہ میری اولاد تیری اولاد سے بہتر ہے اور میں
قحط سالی میں تجھ سے زیادہ کھانا کھلاتا ہوں ۔ علقمہ نے جواب دیا

مجھے معلوم ہے کہ قبیلے کے اندر تیری نسل جاری ہے اور تو نے طی کو کھانا کھلایا تھا جب وہ روانہ ہوئے تھے لیکن میں تجھ سے اس بات میں مقابلہ کرتا ہوں کہ میں تجھ سے بہتر ہوں اور تیرے مقابلے میں نیکیوں کے زیادہ قریب ہوں - آج ہم نے بہت باتیں کر لی ہیں - راوی کہتا ہے کہ عامر کی ماں جو ان کی گفتگو سن رہی تھی نکل کر آئی اور کہا : اے عامر اسے چیلنج دے کہ دیکھیں نیک کاموں میں کون بہتر ہے - ابو المنذر کا بیان ہے کہ ابو مسکین کہتا ہے " عامر نے اپنی گفتگو کے دوران میں کہا : خدا کی قسم میں حمایت کرنے والوں میں تجھ سے بہتر سوار ہوں اور بہادروں کو زیادہ [1] قتل کرنے والا ہوں - میں اپنے مولٰی اور مولاۃ کے لیے تجھ سے بہتر ہوں " علقمہ نے جواب دیا : خدا کی قسم میں نیک ہوں اور تو بدکار ہے ، میں وفادار ہوں اور تو بے وفا ، لٰہذا اے عامر تو کس برتے پر مجھ سے مفاخرت کرتا ہے - عامر نے کہا : خدا کی قسم میں تجھ سے زیادہ چٹیل میدانوں میں اترنے والا ہوں اور اونٹوں کو تجھ سے زیادہ ذبح کرنے والا ہوں اور تجھ سے زیادہ گوشت کھلانے والا ہوں اور تجھ سے زیادہ گردن پر نیزہ مارنے والا ہوں - علقمہ نے کہا : خدا کی قسم تیری بینائی کمزور ہو چکی ہے - تو حقیر نظر والا ہے اور سحر کے وقت پڑوسنوں پر خوب حملہ کرنے والا ہے - اس پر خالد بن جعفر کے بیٹوں نے کہا اور وہ بنی مالک بن جعفر کے خلاف بنی الاحوص کے ساتھ متحد ہو چکے تھے : تو عامر کے مقابلے کی تاب نہیں لا سکتا - مگر یوں کہو : میں تجھ کو چیلنج کرتا ہوں کہ دیکھیں ہم میں سے کون بہتر اور نیکیوں کے کون زیادہ قریب ہے اور اس پر خوب غرور کرو - علقمہ نے اس سے یہی بات کہی - عامر نے جواب دیا ، [2] کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا ، بھان متی نے کنبہ جوڑا اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے - بہتر - ایک سو اونٹ شرط لگاتا ہوں ، منصف کو وہ شخص بھی ایک سو اونٹ

---

۱ - بلوغ الارب میں اقل چھپا ہے اسے آقتَل ؑ پڑھیں -
۲ - لفظی ترجمہ : گورخر اور بکرا اور بکرا اور بکری -

دے گا جس کے خلاف فیصلہ ہوگا ۔ چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے بیٹوں کو ضمانت کے طور پر بنی الوحید کے ایک شخص کے پاس رکھ دیا اور اسے اس وقت تک کے لیے ضامن مقرر کر دیا گیا ۔ راوی کہتا ہے کہ علقمہ بنی خالد کے اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلا اور عامر بنی مالک کے اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا ۔ عامر بن الطفیل عامر بن مالک کے پاس جس کی کنیت ابو براء ہے گیا اور کہا : چچا میری مدد کرو ۔ اس نے جواب دیا : بھتیجے ! مجھے گالی دو ۔ اس نے کہا : میں کیسے تجھے گالی دوں جبکہ تو میرا چچا ہے ۔ اس نے کہا ، تو پھر احوص کو گالی دو ۔ عامر نے کہا : اللہ کی قسم میں احوص کو کبھی بھی گالی نہ دوں گا کیونکہ وہ میرا چچا ہے ۔ اس نے کہا : اچھا : میرا جوتا لے لے ، میں [۲۹۲] نے یہ جوتا پہن کر غنیمت کے مال میں سے چالیس چوتھ وصول کیے ہیں ۔ اس سے اس مفاخرت میں مدد لے ۔ انھوں نے پہلے ابو سفیان بن حرب بن امیہ کو منصف مقرر کیا مگر اس نے کوئی فیصلہ نہ دیا اور ان کی حالت اور ان کے قبیلے کی حالت کی وجہ سے فیصلہ دینا پسند نہ کیا اور کہا : تم دونوں اس اونٹ کے دونوں گھٹنوں کی طرح ہو جس کے گھٹنے کی ہڈی پُر گوشت ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی ۔ اس نے پوچھا : ہم میں سے کون دایاں گھٹنا ہے ۔ اس نے کہا : تم دونوں دائیں ہو اور فیصلہ دینے سے انکار کر دیا ۔ اس کے بعد دونوں ابوجہل بن ہشام کے پاس گئے ۔ اس نے بھی ان کے درمیان فیصلہ دینے سے انکار کر دیا ۔ اس پر مروان بن سُراقہ بن قتادہ بن عمرو بن الاحوص بن جعفر نے اٹھ کر یہ شعر کہے :

يَآلَ قُرَيْشٍ بَيِّنُوا الكَلَامَا
أَنَّا رَضِيْنَا مِنكُمُ الأَحكَامَا

اے آل قریش کھل کر بات کرو ہم تمھارے فیصلے پر راضی ہیں

فَبَيِّنُوا إِنْ كُنْتُمُ حُكَّامَا
كَانَ أَبُونَا لَهُمُ إِمَامَا

اگر تم حکم ہو تو صاف بات کہو کہ ہارا باپ ان کا پیشوا تھا

وعبدُ عمرو منعَ الفیئاما
فیْ یوم۔ تفخر۔ مُعْلِماً إعلاما

اور عبد عمرو نے تفاخر کے دن علامت لگائے ہوئے لوگوں کی جاعتوں کو روکا

و دِعلجٌ اقْدَمتهُ إقْدامَا
لَوْلا الذی أجشَمَهُم إجشاما

اور اس نے دعلج کو آگے بڑھایا اگر وہ تکلیفیں اس نے ان پر ڈالی ہیں نہ ڈالی ہوتیں

لا تحذ نهمْ مذحج نعاماً[1]

تو مذحج نے انھیں بھگا دیا ہوتا

راوی کہتا ہے کہ انھوں نے ان کے درمیان کچھ کہنے سے قطعی طور پر انکار کر دیا ۔ عرب اپنے مقدمات فیصلے کے لیے قریس کے پاس لایا کرتے تھے۔ چنانچہ یہ دونوں عُیَیْنَہ[2] بن حصن بن حذیفہ کے پاس آئے اس نے بھی فیصلہ دینے سے انکار کر دیا ۔ اس کے بعد دونوں غیلان بن سلمہ بن معتب الثقفی کے پاس آئے اس نے ان کو حرملہ بن الاشعر المری کی طرف بھیج دیا ۔ مری نے انھیں ہرم بن قطبہ بن سنان بن عمرو الفراری کے پاس بھیجا ۔ چنانچہ یہ دونوں روانہ ہو گئے اور اس کے یہاں جا اترے ۔ بشر بن عبداللہ بن حیان بن مسلم کہتا ہے یہ دونوں اپنے ساتھ اونٹ بھی لے گئے تھے یہاں تک کہ انھوں نے موسم سرما اور موسم بہار بھی گزار دیا جس کے پاس جاتے وہ ان کے مابین فیصلہ دینے سے ڈرتا ۔ اس پر ہرم نے کہا : اپنی جان کی قسم میں ضرور تم دونوں کے

---

۱ ۔ نعام کے لفظی معنی شتر مرغ کے ہیں اور شتر مرغ بھاگ جانے میں ضرب المثل ہے ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں عیینہ چھپا ہے درست عُیَیْنَہ ہے ۔

مابین فیصلہ دوں گا پھر تمھیں جدا کر دوں گا مگر مجھے تم میں سے کسی پر بھی اعتماد نہیں ہے ۔ مجھ سے پختہ وعدہ کرو جس سے مجھے اطمینان ہو جائے کہ جو کچھ میں کہوں گا تم اس پر راضی ہو جاؤ گے اور جو فیصلہ دوں گا اسے قبول کر لو گے اور ان سے کہا کہ تم اس وقت واپس چلے جاؤ ۔ آئندہ سال اسی روز آؤ ۔ چنانچہ وہ واپس چلے گئے جب (ایک سال کی) مدت گزر گئی تو دونوں اس کی طرف روانہ ہو پڑے ۔ علقمہ بنی الاحوص کو لے کر نکلا ۔ ان کا کوئی آدمی پیچھے نہ رہا ان کے ساتھ خیمے اونٹیاں اور ہنڈیاں تھیں ۔ ہر منزل گاہ پر وہ اونٹوں کو ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے ۔ عامر نے بنی عامر کو جمع کرکے کہا : تم اپنے حسب کی بازی لگا رہے ہو لہٰذا انھوں نے بھی اس کا ساتھ دیا اور اس کے ساتھ روانہ ہو پڑے ۔ ابو براء ان کے ساتھ نہ نکلا ۔ اس نے عامر سے کہا : اللہ کی قسم تو جس گھاٹی پر بھی چڑھے گا وہاں احوص کو ڈیرہ لگائے ہوئے پائے گا ۔ ابو براء کو ان دونوں کی باہمی چپقلش پسند نہ آئی ۔ عامر نے ان کی باہمی مفاخرت کے بارے میں اور جو دعوت اسے عامر نے دی [۲۹۳] تھی اس کے بارے میں یہ اشعار کہے :

أَأُوسَرُ أَنْ أَسُبَّ أَبَا شُرَيْحٍ
وَلَا وَاللهِ أَفْعَلُ مَا حَيِيتُ

کیا مجھ سے ابو شریح کو گالی دینے کو کہا جاتا ہے خدا کی قسم جب تک زندہ ہوں میں ایسا نہ کروں گا

وَلَا أُهْدِي إِلَى هَرِمٍ لِقَاحاً
فَيَحْيَا بَعْدَ ذَلِكَ أَو يَمِيتُ

نہ ہی میں ہرم کو گابھن اونٹنیاں تحفے کے طور پر دوں گا اس کے بعد وہ خواہ مرے خواہ جیئے

أُكَلِّفُ سَعْيَ لُقْمَانَ بنِ عَادٍ
فَيَا لَأَبِي شُرَيْحٍ مَا لَقِيتُ

مجھے ایسی دوڑ دھوپ کی تکلیف دی جا رہی ہے جو لقمان بن عاد نے
کی تھی - اے ابو شُریح میری مدد کو آؤ اور دیکھو کہ مجھ پر کیا
آن پڑی ہے

اصمعی کہتا ہے کہ ابو شُریح سے احوص مراد ہے اور دونوں
قبیلوں نے اس باہمی جھگڑے کو ناپسند کیا -
عبد عمرو بن شریح بن الاحوص نے کہا :

لَحَا اللهُ وَفْدَيْنَا وَمَا ارْتَحَلَا بِهِ
مِنَ السَّوءةِ الباقی علیهم وَبَالُهَا

خدا ہمارے ان دونوں وفدوں کا ستیاناس کرے نیز اس بری خصلت
کا ستیاناس کرے جس کے باعث وہ روانہ ہوئے ہیں ، وہ خصلت جس
کے برے انجام کا اثر ان پر باقی رہے گا

أَلَا إِنَّمَا بُرْدِيْ صَفَاقٌ مَتِينَةٌ
أَبَى الضَّيْمَ أَعْلَاهَا وَأَنْشَبَ حَالُهَا

یاد رکھیں کہ میری چادر (یعنی خاندان) گاڑھی اور مضبوط بُنی
ہوئی ہے جس کے بالائی حصے نے ظلم کو قبول نہیں کیا مگر
درمیانی حصے نے قبول کر لیا ہے

راوی کہتا ہے : عامر اور بنی عامر گھوڑوں پر سوار ہو کر اونٹوں
کو ساتھ لیے مسلّح ہو کر روانہ ہو گئے - قبیلہ غنی کے ایک آدمی نے
عامر سے کہا : اے عامر ! تو کیا کر رہا ہے تو بنی مالک کو لے کر
بنی الاحوص کے ساتھ مفاخرت کرنے کے لیے نکلا ہے درآنحالیکہ ان کے
ساتھ خیمے بھی ہیں اور اونٹنیاں بھی - تیرے ساتھ لوگوں کو کھلانے
کے لیے کچھ بھی نہیں - تو نے یہ بہت برا طریقہ اختیار کیا ہے - اس پر
عامر نے اپنے چچا کے بیٹوں میں سے دو شخصوں سے کہا - علقمہ کے ساتھ
جو کچھ بھی ہے جمع ہے ، خواہ ہنڈیا خواہ اونٹنی سب کچھ شمار کرو -
انھوں نے ایسا ہی کیا - تو عامر نے بنی مالک سے کہا : یہ جنگ تمھاری

خاندانی شرافت کے بچانے کے لیے کی جا رہی ہے لہٰذا تمھیں چاہیے کہ جو کچھ وہ لے کر روانہ ہوئے ہیں وہی کچھ تم بھی لے کر روانہ ہو پڑو۔ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ عامر کی طرف داری میں لبید بن ربیعہ اور اعشٰی کو جوش آ گیا اور علقمہ کے ساتھ الحطیئہ اور بنی الاحوص کے کچھ لوگ ہو لیے جن میں السندری بن یزید بن شریح اور مروان بن سراقہ بن قتادہ بن عمرو بن الاحوص تھے۔ یہ لوگ رجز کے اشعار پڑھتے جاتے تھے۔ لبید نے کہا :

یَاهَرَمُ وَ اَنْتَ اَهْلُ عَدْلِ
اِنْ تَفَرِ الاَحْوَصُ یومًا قَبْلِیْ

اے ھرم اور (حق یہ ہے کہ) تو عدل کرنے والا ہے۔ اگر آج تک کبھی احوص مفاخرت میں غالب آیا ہو

لَیَذْهَبَنَّ اَهْلُهُ بِاَهْلِیْ
لاَ یَجْمَعَنَّ شَکْلُهُمْ وشَکْلِیْ

تو اس کے گھرانے نے میرے گھرانے کو فنا کر دیا ہوتا ، اس جیسے اور میرے جیسے انسان یکجا نہیں ہو سکتے

وَ نَسْلَ آبَائِهِم و نَسْلِیْ

اور نہ ہی ان کے آباء کی نسل اور میری نسل ایک اکٹھی ہو سکتی ہے

نیز کہا :

اِنِّی امْرُؤٌ مِن مَالِکِ بنِ جَعْفَرِ
عَلْقَمُ قَدْ نَافَرْتَ غیرَ مُنْفَرِ
نَافَرْتَ سَقْبًا مِن سِقَابِ الْعَرْعَرِ

اے علقمہ میں مالک بن جعفر کے خاندان کا ایک فرد ہوں تو نے ایسے شخص کا فخریہ مقابلہ کیا ہے جو مغلوب نہیں

ہونے کا ، تو نے عرعر مقام کے ایک اونٹ کے بچے سے مفاخرت میں مقابلہ کیا ہے

اس کے جواب میں قحافہ بن عوف بن الاحوص نے کہا :

تَهْنِهْ إِلَيْكَ الشِّعْرَ يَا لَبِيدُ
وَ اصْدُدْ فَقَدْ يَنْفَعُكَ الصُّدُودُ

[294] اے لبید ! شعر گوئی سے باز آ اس سے منہ موڑ لے اس سے تجھے فائدہ ہوگا

سَادَ أَبُونَا قَبْلَ أَنْ تَسُودَا
سُؤْدَدُ كُمْ مُطَّرِفٌ زَهِيدُ

تمہارے سردار بننے سے پہلے ہمارا باپ سردار بنا تھا ، تمہاری سرداری نئی اور معمولی ہے

پھر اسی نے کہا :

إِنِّي إِذَا أَكْتَنَّنِي الحِيَاءُ
وَ ضَاعَ يَوْمَ المَشْهَدِ اللِّوَاءُ

جب خیمہ مجھے اپنے اندر چھپائے ہوئے ہو اور جنگ کے دن جھنڈا ضائع ہونے کو ہو

أَنْمِي وَ قَدْ حُقَّ لِيَ النَّمَاءُ
إِلَى كُهُولٍ ذِكْرُهَا سَنَاءُ

تو (ایسے عالم میں) میں اپنی نسب کو ان ادھیڑ عمر کے بزرگوں کے ساتھ ملاتا ہوں جن کا ذکر باعث بزرگی ہے اور میرا حق ہے کہ میں اپنی نسب کو بیان کروں

إِذْ لَا يَزَالُ جَلْدَةٌ كَوْمَاءُ
مَشْهُورَةٌ لِسَقْيِهَا رُغَاءُ

جب کہ (ہمارے یہاں) ہر وقت قوی اور بڑی کوہان والی

اونٹنی ذبح ہوتی رہتی ہے ، اس کو چیرا جاتا ہے اور اس کا بچہ بلبلاتا رہتا ہے

لَمْ یَنْهَنَا عَنْ نَحْرِهَا الصَّفَاءُ
لَنَا عَلَیْکُمْ سُورَةٌ وَ لَاءٌ

اس اونٹنی کے عمدہ ہونے نے ہمیں اس کے ذبح کرنے سے منع نہیں کیا تمھارے مقابلے میں ہماری برتری مسلسل جاری رہی ہے

الْمَجْدُ وَ السُّودَدُ وَ الْعَطَاءُ

بزرگی سرداری اور عطیے (کی شکل میں)

اسی نے یہ بھی کہا :

أَنْتُمْ عَزَلْتُمْ عَامِرَ بْنَ مَالِکٍ
فِی سَنَوَاتِ مُضَرَ الْهَوَالِکِ
یَا شَرَّنَا حَیًّا وَ شَرَّهَا لِکٍ

تم مضر کی ہلاک کرنے والی قحط سالیوں میں عامر بن مالک سے الگ رہے ۔ اے وہ لوگو جو زندوں میں بھی بُرے ہو اور بُروں میں بھی بُرے

راوی کہتا ہے کہ سندری نے یہ شعر پڑھے

أَنَا لِمَنْ أَنْکَرَ صَوْتِیْ سُنْدُرِیْ
أَنَا الْفَتَی الْجَعْدُ الطَّوِیْلُ الْجَعْفَرِیْ

جو شخص میری آواز کو نہ پہنچانتا ہو میں اسے بتائے دیتا ہوں کہ میں سندری ہوں ، نوجوان ، سخی ، دراز قد ، اور جعفری

مِنْ وَلَدِ الْأَحْوَصِ أَخْوَالِ غَنِیْ

میں احوص کی اولاد میں سے ہوں جو قبیلۂ غنی کے ماموں ہوتے ہیں

عامر نے کہا : اے لبید ان کا جواب دو ، مگر لبید نے جواب دینا پسند نہ کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ سندری کی دادی ایک لونڈی تھی جس کا نام عَیشَاء تھا اور پھر کہا :

لَمَّا دَعَانِی عَامِرٌ لأَجِیبَهُ
أَبَیتُ وَ إِن کَانَ ابنُ عَیشَاءَ ظَالِمَا

جب عامر نے مجھ سے کہا کہ سندری کا جواب دو تو میں نے انکار کر دیا اگرچہ ابن عیساء ظالم تھا

لِکَی لا یَکُونَ السُّندَرِیُّ نَدِیدَتِی
وَ أَشتِمُ أَعمَامًا عُمُومًا عَمَّا عَمَّا[1]

میں نے اس لیے انکار کیا کہ کہیں سندری میرا ہمسر نہ بن جائے اور کہیں میں اپنے چچاؤں کو برا نہ کہہ دوں

وَ أَنشُرَ مِن تَحتِ القُبُورِ أَبُوَّةً
کِرَامًا هُم سَدُّوا عَلَیَّ التَّمَا ئِمَا

(اس لیے بھی انکار کیا) کہ میں قبروں کے نیچے سے ان کریم آبا و اجداد کو نہ اٹھاؤں جنھوں نے (بچپن میں) مجھے تعوید باندھے تھے

---

۱ - بلوغ الارب میں یہ مصراع اسی طرح دیا ہے مگر اس سے کوئی معنی نہیں بنتے - لسان العرب (مادہ ن د د اور ع م م) میں دوسرا مصراع یوں لکھا ہؤا ہے - وَ أَجعَلُ أَقوَامًا عُمُومًا عَمَاعِمَا - پھر کہا ہے کہ العَمَا عِمَ الجماعات المتفرقون - السُّندَرِیُّ شاعِرٌ کان مع علقمه بن علاثه و کان لبید مع عامر بن الطفیل فدعی لبید الی مهاجاته فابی و معنی قوله : أی اجعل أقوَامًا مجتمعین فِرَقًا و هٰذا کما قال ابو قیس بن الأسلت :

ثـم تـحلّـب و لـنـا غـايـه
مِن بین جمع غیر جُمَّاعِ

لعبتُ علی أکتافِہم و حجورِہم
ولیداً و سمّونی ولیداً و عاصماً

میں بچپن میں ان کے کندھوں پر اور ان کی گودوں میں کھیلتا رہا ہوں اور انھی نے میرا نام ولید اور عاصم رکھا تھا

الا ایُّنا ما کان سرّاً لمالکٍ
فلا زال فی الدنیا ملوماً و لائماً

یاد رکھو ! ہم میں سے جو بھی مالک کے لیے شر کا باعث ہوگا خدا اسے ہمیشہ ملامت زدہ اور ملامت کرنے والا رکھے

راوی کہتا ہے کہ حطیہ نے اچھل کر کہا :

ما یحبسُ الحکّام بالفصلِ بعد ما
بدا سابقٌ ذو غُرّۃٍ و حُجُولِ

منصفوں کو فیصلہ دینے سے کس چیز نے روک رکھا ہے جب کہ سبقت لے جانے والا ماتھے اور ٹانگوں کی سفیدی والا مشہور انسان ظاہر ہو چکا ہے

اسی نے یہ شعر بھی کہے :

یا عامُ قد کنتَ ذا باعٍ و مکرمۃٍ
لو انّ مسعاۃَ من جاریتَہ أممُ

[۲۹۵] اے عامر تو کریم مقتدر اور بزرگی والا تھا بشرطیکہ جس شخص سے تمھارا مقابلہ آن پڑا ہے اس کی کوشش معمولی ہوتی

جاریتَ قرماً اجادَ الاحوصانِ بہٖ
سمحُ الیدینِ و فی عرنینہٖ شممُ

تیرا مقابلہ تو ایسے سردار سے آن پڑا ہے جسے احوصان نے سخی جنا اور جس کے دونوں ہاتھ فراخ اور ناک بلند ہے

لاَ یَنصَعَبُ الاَمْرُ اِلاَّ رَیْثَ یَرکَبُهُ
وَلاَ یَبِیْتُ لمَرْعُوبٍ لَهُ قَسَمُ

وہ کسی کام کو مشکل نہیں سمجھتا مگر صرف اتنی دیر کے لیے کہ وہ سوار ہو جائے ۔ اس کے مرعوب مال پر کسی قسم کی قسم نہیں پڑی ہوتی

هَابَتْ بَنُو مَالِکٍ مَجْداً وَمَکْرُمَۃً
وَغَایَۃً کَانَ فِیهَا المَوْتُ لَوْ قَدِمُوْا

بنو مالک بزرگی اور شرافت سے خوف کھا گئے اور اس غایت تک پہنچنے سے بھی ڈر گئے کہ اگر اس کی طرف آتے تو ان کے لیے اس میں موت تھی

وَمَا أَسَاؤُا فِرَاراً عَن مُجَلِّحَۃٍ
لاَ کَاهِنٌ یَمتَرِی فِیْهَا وَلاَ حَکَمُ

انھوں نے اس کھا جانے والی جنگ سے بھاگ کر کوئی برا کام نہ کیا کیونکہ اس کے ایسا ہونے میں نہ کسی کاہن کو شک ہے نہ کسی منصف کو

راوی کہتا ہے کہ وہ اس کے پاس کئی دن تک مقیم رہے ۔ پھر اس نے عامر کو بلا بھیجا ۔ وہ چپکے سے اس کے پاس آیا ۔ علقمہ کو اس کا کوئی علم نہ تھا ۔ هرم نے عامر سے کہا : اے عامر ! میں تو تجھے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں مرعوب عین مہملہ کے ساتھ دیا گیا ہے اسے لمرغوب پڑھیں ۔ دوسرا مصرع دیوان حُطیئہ میں یوں لکھا ہے :

وَلاَ یَبِیْتُ عَلَی مَالٍ لَهُ قَسَمُ

اسی قسم کا بشار بن برد کا یہ شعر ہے :

وَقُلْ لاَبِی یَحیَی مَتَی تُدرِکُ العُلیٰ
وَ فِی کُلِّ مَعْرُوفٍ عَلَیکَ یَمِیْنُ

عقلمند سمجھتا تھا اور یہ خیال کرتا تھا کہ تو بھلا آدمی ہے ، میں نے تجھے اتنے دن صرف اس لیے روکے رکھا کہ تو خود بخود اس سے بھاگ جائے گا ۔ کیا تو اس شخص کے ساتھ فخر میں مقابلہ کرنے کے لیے آیا ہے جس کے آباو اجداد کے (نام لیے) بغیر نہ خود تو تفاخر کر سکتا ہے اور نہ تیری قوم ؟ لہٰذا تو کس بات میں اس سے بہتر ہے ؟ عامر نے کہا : میں تجھے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو علقمہ کو مجھ پر فضیلت نہ دے ۔ خدا کی قسم اگر تو نے ایسا کر دیا تو میں پھر کبھی بھی کامیاب نہ ہو سکوں گا ۔ یہ میری پیشانی کے بال ہیں انہیں کاٹ لے ، جس قدر بھی مال لینا چاہتا ہے لے لے ، اور اگر تو کسی صورت میں مجھے اس پر فضیلت نہیں دینے کا تو کم از کم ہم دونوں کو برابر قرار دے دے ۔ ہرم نے کہا : جاؤ میں سوچوں گا ۔ عامر چلا گیا ۔ اسے یقین تھا کہ وہ علقمہ کے حق میں فیصلہ دے گا اس کے بعد اس نے چپکے سے علقمہ کو بلا بھیجا ۔ عامر کو اس کا کوئی علم نہ تھا ۔ علقمہ آیا ۔ ہرم نے اس سے کہا : اے علقمہ اللہ کی قسم میں تو تجھے اچھا آدمی سمجھا کرتا تھا اور یہ جانتا تھا کہ تو سمجھدار ہے ۔ میں نے تجھے اتنے دن صرف اس لیے روک رکھا تھا کہ تو (خود بخود) اس سے کنارہ کش ہو جائے گا ، کیا تو اس شخص کے ساتھ نسب میں مقابلہ کرنے آیا ہے جس کا باپ وہی ہے جو تمھارا باپ ہے ، اس کے علاوہ وہ تمھاری قوم میں سب سے زیادہ مالدار اور سب سے زیادہ قابل تعریف چہرے والا ہے ۔ لہٰذا تُو کس بات میں اس سے افضل ہے ؟ علقمہ نے کہا : میں تجھے اللہ اور قرابت داری کا واسطہ دیتا ہوں کہ تو عامر کو مجھ پر فضیلت نہ دے ۔ میری پیشانی کے بال کاٹ لے اور بھی جو مانگتا ہے مانگ اور اگر ایسا نہیں کرتا تو کم از کم ہم دونوں کو برابر قرار دے دے ۔ ہرم نے کہا : واپس جاؤ میں سوچوں گا وہ رخصت ہو گیا ، اُسے یقین تھا کہ وہ عامر کو افضل قرار دے گا ۔ میرا باپ کہتا ہے کہ میں نے سنا ہے کہ ہرم نے جب عامر کو بلایا تھا تو اُس سے کہا تھا : اے عامر تو علقمہ سے فضیلت میں کیسے مقابلہ کرتا ہے ۔ عامر نے جواب دیا : اے ہرم

کیوں ؟ ہرم نے کہا : جب وہ عورتوں میں ہو تو تم سے زیادہ موٹی اور خوبصورت آنکھوں والا ہے اور جب بابا کار مچے تو جو جمعیت اس کی مدد کے لیے آئے گی اس کی تعداد تمھاری جمعیت سے زیادہ ہوگی ۔ عامر نے کہا : کیا کوئی اور بات بھی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں جب وہ مالدار ہو تو تم سے زیادہ عطیے دیتا ہے اور للکار کے وقت اس کا تم سے زیادہ احترام کیا جاتا ہے ۔ اس کے بعد اس نے علقمہ سے کہا : تو عامر سے فضیلت میں کیسے مقابلہ کر سکتا ہے ؟ اس نے کہا : اے ہرم یہ کیوں ؟ ہرم نے جواب دیا : اس کی زبان کا تم سے زیادہ اثر ہوتا ہے اور اس کا نیزہ تم سے زیادہ تیز چلنے والا ہے ۔ علقمہ نے کہا : کیا کچھ اور بھی ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ، وہ بہادروں کو تم سے زیادہ قتل کرنے والا ہے ، قیدیوں [۲۹۶] کو زیادہ رہا کرنے والا ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے بعد ہرم نے اپنے بیٹوں اور اپنے باپ کے بیٹوں کو بلا بھیجا اور کہا کہ کل میں ان دونوں شخصوں کے مابین ایک بات کہنے والا ہوں جب کہہ دوں تو تم میں سے کچھ لوگ دس اونٹنیاں ہانک لائیں اور علقمہ کی طرف سے انھیں ذبح کر دیں اور کچھ لوگ اسی طرح دس اونٹنیاں ہانک لائیں اور انھیں عامر کی طرف سے ذبح کر دیں ، ساتھ ہی لوگوں کو منتشر کر دیں تاکہ وہ[1] اکٹھے نہ ہو سکیں ۔ صبح ہوئی تو ہرم آ کر اسی مسند پر بیٹھ گیا ، دوسرے لوگ بھی آ گئے اور علقمہ اور عامر بھی آ کر بیٹھ گئے ۔ لبید نے اٹھ کر یہ شعر پڑھے :

يا هَرِمَ ابنَ الأكرَمِينَ مَنْصِبَا
إنَّكَ قَدْ وُلِّيتَ حُكْمًا مُعْجِبَا

اے ہرم جو منصب کے اعتبار سے شریف لوگوں کا بیٹا ہے تجھ پر ایک عجیب مقدمے کا فیصلہ کرنے کی ذمہ داری ڈال دی گئی ہے

فَاحْكُمْ وَصَوِّبْ رَأْيَ مَنْ تَصَوَّبَا
إنَّ الَّذي يَعْلُو عَلَيْهَا نُرْنَبَا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لا تکونوا چھپا ہے اسے لا یکونوا پڑھیں ۔

تو فیصلہ دے اور درست رائے قائم کر کیونکہ جو شخص ہمیشہ سرافت میں غالب رہتا ہے

لَخَیْرُنَا عَمّاً وَ اُمّاً و اَبَا
و عَامِرٌ خَیْرُ هما سُرَ کَبّبَا

وہی ہم میں سب سے بہتر عم ، ماں اور باپ والا ہے اور عامر ان دونوں سے بہتر خاندان والا ہے

و عَامِرٌ اَدْنٰی لِقَیْسٍ نَسَبَا
اور وہی نسب میں قیس کے قریب تر بھی ہے

اس کے بعد ہرم نے اٹھ کر کہا : اے بنی جعفر ! تم اپنا مقدمہ میرے پاس فیصلہ کرانے کے لیے لائے ہو۔ تم دونوں اس اونٹ کے دو گھٹنوں کی طرح ہو جس کے گھٹنے کی ہڈی پُرگوشت ہونے کی وجہ سے نظر نہیں آتی۔ تم دونوں ایک وقت زمین سے ٹکتے ہو اور تم میں سے ہر ایک میں وہ خوبیاں پائی جاتی ہیں جو دوسرے میں نہیں پائی جاتیں ۔ تم دونوں سردار اور شریف ہو ۔ ہرم اور اس کے بیٹوں اور بھتیجوں نے اٹھ کر اونٹنیوں کا قصد کیا اور ان کو ذبح کر دیا جیسا کہ ہرم نے حکم دے رکھا تھا ۔ دس علقمہ کی طرف سے اور دس عامر کی طرف سے ، ساتھ ہی لوگوں کو منتشر کر دیا ۔ کسی کو دوسرے پر فضیلت نہ دی ۔ اس نے کسی ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا پسند نہ کیا کیونکہ دونوں عمزاد تھے (کسی ایک کی ترجیح کی صورت میں) دونوں قبیلوں کے درمیان عداوت پیدا ہو جاتی اور جنگ چھڑ جاتی ۔ راوی کہتا ہے کہ جب اعشیٰ قیس بن معدیکرب سے وہ مال لے کر واپس آیا جو قیس نے اسے دیا تھا تو اس نے علقمہ سے پناہ اور حفاظت کی درخواست کی تھی مگر علقمہ نے پناہ نہ دی ۔ عامر نے دے دی ، یہاں تک کہ اس کے مال کو اور اسے اس کے گھر تک پہنچا دیا ۔ اس پر اعشیٰ نے کہا :

عَلْقَمُ مَا اَنْتَ اِلَی عَامِرٍ
النَّاقِضُ الاَوْتَارِ وَالْوَاتِرِ

اے علقمہ تو عامر کے مقابلے میں کیا ہے وہ تو دوسروں کے کینوں
کو کم کرنے والا اور اپنے کینے کا بدلہ لینے والا ہے

[۲۹۷] اعشیٰ نے اس قصیدے کو مصاحب کے مقدمے کے فیصلے کے بعد مکمل کیا ۔ جب علقمہ کو اعشیٰ کے ان اشعار کی خبر ملی اور اسے یہ بھی پتا چلا کہ اعشیٰ نے عربوں میں یہ خبر پھیلا دی ہے کہ ہرم نے عامر کو علقمہ پر فضیلت دی ہے تو اس نے اعشیٰ کو دھمکی دی چنانچہ اعشیٰ نے کہا :

۱ لَعَمْرِی لَئِنْ أَمْسٰی مِنَ الحَیّ شَاخِصاً

مجھے اپنی جان کی قسم اگرچہ وہ اپنے قبیلے سے چلا گیا ہے

ابن الکلبی کہتا ہے کہ مجھے میرے باپ نے بتایا کہ ہرم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت تک زندہ تھا ۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے پوچھا : اگر تو کسی کو فضیلت دیتا تو کس کو دیتا تو اس نے جواب دیا : اے امیرالمومنین ! اگر آج بھی میں یہ بات کہہ دوں تو از سر نو جنگ چھڑ جائے اور ہجر کی چوٹیوں تک جا پہنچے ۔ یہ سن کر عمرؓ نے کہا : اے ہرم ! تو اسرار کا اچھا امین ہے اور خوب قابل اعتماد شخص ہے ، ایسے ہی لوگ قبیلے کے سردار ہونے چاہییں ۔

ابو الفرج اصفہانی کہتا ہے کہ علقمہ بن علاثہ اسلام کے آنے تک زندہ رہا اور اسلام لایا ۔ مگر پھر ان عربوں کے ساتھ جو مرتد ہوئے یہ بھی مرتد ہو گیا ۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن الولید کو بنی کلاب پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا اس وقت علقمہ ان کا سردار تھا ۔ یہ بھاگ نکلا ۔ دوبارہ اسلام لایا ۔ اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا

---

۱ - یہ شعر شرح الامالی (صفحہ ۷۰۰) میں یوں لکھا ہے :

لَعَمْرِی لَئِنْ أَمْسٰی مِنَ الحَیِّ شَاخِصاً
لَقَدْ نَالَ خَیْصاً مِنْ عُفَیْرَةَ خَائِصَا

پھر بکری کہتا ہے : خیصا : یرید قلیلاً و خیص خائص کما یقال موت مائت

اور بتایا کہ وہ پہلی باتوں سے باز آ چکا ہے ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کے اسلام کو تسلیم کر لیا اور اسے امان دے دی ۔ مدائنی نے اسی طرح ہی بیان کیا ہے ۔ مگر سیف بن عمر نے کوفیوں کے حوالے سے کچھ اور ہی روایت بیان کی ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم ۔

بنی فزارہ اور بنی ھلال کے مابین مفاخرت

بنی فزارہ اور بنی ھلال اپنا مقدمۂ مفاخرت انس بن مدرک کے پاس لے گئے ۔ دونوں نے اسے ثالث مان لیا ۔ بنو ہلال نے کہا : اے بنی فزارہ تم نے گدھے کا عضو کھایا ۔ بنو فزارہ نے جواب دیا : ہمیں معلوم نہ تھا ۔ اس کا سبب یہ ہؤا کہ تین شخص باہم سفر کو نکلے ، ایک فزاری ، ایک تغلبی اور ایک کلابی ۔ انھوں نے جنگلی گدھا شکار کیا ۔ فزاری کسی کام کے لیے چلا گیا ۔ باقی دونوں نے پکا کر کھا لیا اور فزاری کے لیے گدھے کا عضو چھپا کر رکھ دیا ۔ جب فزاری آیا تو ان دو نے کہا : ہم نے تمھارا حصہ چھپا رکھا ہے ، اسے کھا لو ۔ جب وہ اسے کھانے لگا تو وہ گلے سے نہ اترتا تھا ۔ اس پر دونوں ہنسنے لگ گئے ۔ فزاری سمجھ گیا ، لہٰذا تلوار اٹھا لی ، اٹھ کر ان کی طرف گیا اور کہا : تمھیں بھی یہ کھانا پڑے گا ورنہ تمھیں قتل کر دوں گا ۔ انھوں نے انکار کیا ۔ اس پر اس نے ایک کو تلوار مار کر قتل کر ڈالا اور دوسرے نے عضو لے کر اس میں سے کچھ کھا لیا ۔ اسی وجہ سے بنو فزارہ کو گدھے کا عضو کھانے کا طعنہ دیا جاتا ہے ۔ [۱] کمیت بن ثعلبہ کہتا ہے :

---

۱ ۔ کُمَیت تین ہوئے ہیں ایک ابو المُستھل کمیت بن زید بن الاخنس الاسدی ۔ یہ اسلامی زمانے کا شاعر ہے ۔ یہ کمیت اصغر ہے ، ۱۲۶ھ میں مرا ۔ دوسرا کُمَیت بن ثعلبہ ہے ۔ یہ کمیت اکبر ہے اور تیسرا کُمیت بن معروف بن کُمیت الاکبر بن ثعلبہ اور یہ کمیت اوسط ہے ۔ کمیت بن معروف مخضرم تھا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

باقی حاشیہ صفحہ ۵۴ پر

أَنْشَدْتُكَ يَا فَزَارُ وَأَنْتَ شَيْخٌ[1]
إِذَا خُيِّرْتَ تُخْطِئُ فِي الْخِيَارِ

اے فراری تجھے میں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں (کیا بات ہے کہ) بوڑھا ہونے کے باوجود جب تجھے کسی بات کا اختیار دیا جاتا ہے تو تجھ سے اختیار (انتخاب) میں غلطی سرزد ہو جاتی ہے ،

أَصَيْحَانِيَّةٌ أُدِمَتْ بِسَمْنٍ[2]
أَحَبُّ إِلَيْكَ أَمْ أَيْرُ الْحِمَارِ

[۲۹۸] کیا صیحانی کھجور جس کے ساتھ گھی ملایا گیا ہو تجھے زیادہ محبوب ہے یا گدھے کا عضو

بَلَى أَيْرُ الْحِمَارِ وَخُصْيَتَاهُ
أَحَبُّ إِلَى فَزَارَةَ مِنْ فَزَارِ

یقیناً گدھے کا عضو اور اس کے دونوں خصیے فزارہ کو فزارہ (کی عزت اور لاج) سے بھی زیادہ محبوب ہیں ۔

صفحہ ۵۳ کا بقیہ حاشیہ

کی زندگی میں ایمان لایا مگر دیدار سے محروم رہا ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ معاویہؓ کی وفات تک زندہ رہا (الروض الانف : ۱ : ۶۷ : شرح امالی : ۱۲ ، سمط اللآلی : ۵۴) ۔

۱ ۔ شرح امالی (صفحہ ۸۶۱) میں یہ شعر یوں منقول ہے
أَتَفْخَرُ يَا فَزَارُ وَأَنْتَ شَيْخٌ
إِذَا فُوخِرْتَ تُخْطِئُ فِي الْفَخَارِ

ابو عبید بکری نے کہا ہے کہ جس شخص کو فزاری نے قتل کیا تھا اس کا نام مَرْقَمَه دیا ہے (شرح امالی : ۸۶۰)

۲ ۔ شرح امالی میں بِسَمْنٍ کی بجائے بِزُبْد دیا ہے ۔ مگر لسان العرب (ما د ہ م د ر) میں یہ اشعار اسی طرح دیے ہیں جس طرح بلوغ الارب میں ہیں ۔

اس کا کہنا : نشدتک اس کی مراد نَشَدتُ تُکَ باللہ ہے یعنی میں تجھے اللہ یاد دلاتا ہوں اور اس کے نام کا واسطہ دے کر تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ میں جو کچھ تجھ سے پوچھتا ہوں تو مجھے اس کے متعلق ضرور کچھ بتا ۔ یہ نشدتک اللہ بھی استعمال ہوتا ہے ۔ باب نَصَرَ یَنْصُرُ سے آتا ہے اور خییار کے معنی اختیار کے ہیں (انتخاب)

اور اس کا کہنا : '' اَصَنشَحَانِیَّۃٌ اُدِمَتْ '' یعنی صیحانی کھجور ۔ صیحانی مدینے کی ایک قسم کی مشہور کھجور ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ ایک مینڈھے کا نام صَیْحَان تھا ۔ صیحان میں صاد اور حاء دونوں مہملہ ہیں ۔ اس مینڈھے کو ایک کھجور کے درخت کے ساتھ باندھ دیا گیا تھا ۔ چنانچہ اس کھجور کو اس مینڈھے کی طرف منسوب کرکے صیحانیہ کہا گیا ۔ '' اُدِمَتْ '' کا لفظ اِدَام (سالن) سے لیا گیا ہے ۔ اَدَمْتُ الخُبز کا محاورہ اس وقت بولتے ہیں جب سالن کے ساتھ ملا کر اسے نگلنے کے قابل بنا لیا گیا ہو اور '' ادام '' وہ چیز ہے جس کے ساتھ ملا کر کھانے کی اصلاح کی جاتی ہے خواہ وہ چیز مائعی ہو خواہ جامد ۔ چونکہ ان اشعار کے سمجھنے میں دقت پیش آتی تھی اس لیے میں نے ان کے مبہم الفاظ کی تشریح کی طرف اشارہ کر دیا ہے ۔

اس کے جواب میں بنو فزارہ نے کہا : اے بنی ھلال وہ شخص تمھیں میں سے تھا جس نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا ۔ جب وہ سیر ہو گئے تو اس نے حوض میں پاخانہ کر دیا اور اسے لیپ دیا ۔ اس نے یہ کام محض بخل کی وجہ سے کیا ہے ۔ ان کی مراد بنی ھلال کے ایک شخص سے تھی جو اپنے بخل کی وجہ سے ضرب المثل بن گیا تھا ۔ چنانچہ کہتے ہیں :

اَبْخَلُ مِنْ مَادِرٍ

اس کا بخل اس حد تک پہنچ چکا تھا کہ اس نے اپنے اونٹوں کو پانی پلایا ۔ جب حوض کی تہ میں تھوڑا سا پانی رہ گیا تو اس نے اس میں گندگی پھر دی اور حوض کو اس سے لیپ دیا اور اس کا نام مادر (لیپنے والا) پڑ گیا ۔

انس بن مدرک نے بنو فزارہ کے حق میں اور بنو ہلال کے خلاف فیصلہ دے دیا ۔ فزاریوں نے ان سے ایک سو اونٹ لے لیے ۔ یہی شرط طے پائی تھی ۔ بنی ہلال کے متعلق شاعر نے یہ شعر کہے :

لَقَدْ جَلَّلَتْ خِزْياً هِلالُ بنُ عامِرٍ
بَني عامِرٍ طُرّاً بِسَلْحَةِ[1] مَادِرِ

ہلال بن عامر نے مادر کے گندگی بھر دینے کی وجہ سے تمام بنی عامر کو رسوائی کی جھول پہنا دی ہے

فَأُفٍّ لَكُمْ! لاَ تَذْكُرُوا الفَخْرَ بَعْدَهَا
بَنِي عامِرٍ أَنْتُمْ شِرارُ العَشَائِرِ[2]

تم پر حیف ہے ۔ اے بنی عامر آج سے پھر کبھی تفاخر کا نام نہ لینا ۔ تم تو بدترین قبیلہ ہو

یہ بیان الجاحظ نے اپنی کتاب المحاسن والاضداد کے باب مساوی البخل میں دیا ہے اور حمزہ اصفہانی ، میدانی اور زمخشری نے " امثال " کی کتابوں میں اسے مختلف الفاظ میں نقل کیا ہے جس کے ماحصل کا ہم نے ذکر کر دیا ہے ۔ واللہ تعالیٰ اعلم

فقعسی اور ضمرہ کا قصہ اور ان کی باہمی مفاخرت

[۲۹۹] ابو محمد الاعرابی اپنی کتاب " ضالۃ الادیب " میں کہتے ہیں کہ ضمرہ بن ضمرہ بن جابر بن قطن بن نہشل ، نوفل بن جابر بن شجنہ بن حبیب بن مالک کی پناہ میں تھا ۔ نوفل کی والدہ کا نام عاتکہ بنت الاشتر بن جحوان بن فقعس بن طریف بن عمرو بن قعین ہے ۔ ضمرہ بڑا جوئے باز تھا ۔ نوفل نے اونٹنی ذبح کی اور قبیلے کو دعوت دی ،

---

۱ ۔ لسان العرب (مادہ م د ر) میں بِسَلْحَة لکھا ہے مگر بلوغ الارب میں لِسَلْحَة مرقوم ہے

۲ ۔ لسان العرب میں العشائر کی جگہ المعاشیر درج ہے ۔

انھوں نے کھائی ، پھر ضمرہ کو بلا کر کہا : اے بنی قعین کے لوگو ! اس شخص نے تمھارے یہاں پناہ لی ہوئی ہے ۔ میں اس سے بری الذمہ ہوتا ہوں ۔ اس کے بعد ضمرہ اٹھا اور اس نے اس کا سارا مال چھین لیا ۔ بنو اسد آب و گیاہ کی تلاش میں بنو تمم کے علاقے میں گئے ہوئے تھے کیونکہ ان کے یہاں قحط پڑا ہؤا تھا اور ان کی سواریاں کمزور ہو چکی تھیں ۔ ضمرہ نے بنی تمیم کے ان افراد کو جو ان کے آس پاس تھے کہلا بھیجا کہ ان پر پل پڑو کیونکہ جو سب سے پہلے ان پر ٹوٹ پڑتا ، وہ اسی کے ہو رہتے ۔ بنی نصر کو اس بات کا پتا چل گیا لٰہذا وہ واپس چلے آئے اور آپس میں ضمرہ کے بارے میں مشورہ کیا کہ جب وہ لوگ اتریں تو انھیں کھا لیا جائے ۔ ضمرہ نے اپنی عورتوں کو پوشیدہ طور پر حکم دیا کہ وہ پیچھے رہ کر بنی فقعس کی عورتوں میں مل جائیں ۔ پھر وہ خود بنی نصر کی بیس رو ححعبت کے ساتھ روانہ ہوگیا ۔ اسے معلوم تھا کہ جب وہ (اور اس کے ساتھی) اتریں گے تو (بنو نصر) اسے ہلاک کر دیں گے ۔ جب وہ سارے اتر پڑے تو اس نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور بنی فقعس کے پاس جا کے کہا : میں تمھاری پناہ میں آ گیا ہوں ۔ انھوں نے کہا : تو ہماری پناہ میں نہیں ہے مگر ہم تجھے اسی طرح اماں دیں گے جس طرح ایک پناہ لینے والے اور بے وفائی کرنے والے کو دی جاتی ہے ۔ بہرحال انھوں نے اسے بنی نصر سے بچا لیا ۔ مگر اس کا مال بنی نصر کے پاس تھا اور وہ اس پر قبضہ کر چکے تھے ۔ اتنے میں بنی فقعس کی عورتیں آ گئیں جن میں اس کی عورتیں بھی تھیں ، بنو فقعس نے اس کی پچاس گابھن اونٹیاں الگ کر کے انھیں ذبح کر دیا ۔ کچھ عرصے تک وہ ان میں رہا پھر اپنی قوم کے پاس چلا گیا ۔

پھر معبد بن نضلہ بن الاشتر بن حجوان نے خالد بن وھب الصیداوی کو مفاخرت کے لیے چیلنج کیا اور یہ دونوں اور ضمرہ نعمان کی مجلس میں اکٹھے ہو گئے ۔ ضمرہ نے خالد کو پیغام بھیجا کہ معبد کو مفاخرت کے لیے چیلنج کرے اور مجھے اس کا کفیل مقرر کر دے ۔ ہم مال آدھا آدھا بانٹ لیں گے کیونکہ اسے میری طرف سے کوئی خوف نہیں ہے ۔

تو سو (۱۰۰) کے مقابلے میں سو اونٹوں کی شرط لگا اور انہیں نعمان کی حفاظت میں رکھ دے ۔ میں تیرے اور اس کے درمیان یرغمال بھی مقرر کر دوں گا کیونکہ جب میں ضامن بنوں گا تو شرط کا ادا کرنا ضروری ہو جائے گا ۔ بہرحال جب وہ نعمان کے پاس گئے تو خالد نے معبد کو گالی دی ۔ معبد نے کہا ۔ تو نے مجھے چیلنج کیے بغیر ہی گالی دے دی ہے ۔ اس نے جواب دیا : میں اب چیلنج کرتا ہوں ۔ وہ بولا : جیسے تمھاری مرضی ۔ خالد نے کہا : تم جسے چاہو ضامن مقرر کر لو ۔ اگر تمھاری مرضی ہو تو اس تمھارے ولی نعمت کو ہی مقرر کر لیتے ہیں ۔ معبد بولا : مجھے منظور ہے اور جو کچھ ضمرہ نے اس سے کہا تھا اس کے عمل میں پختہ وعدہ لے لیا ۔ پھر صبح ہوتے ہی دونوں ضمرہ کے پاس گئے ۔ ضمرہ نے کہا : اللہ کی قسم تم شریف ترین لوگوں میں سے ہیں ہم نے تو خالد سے بڑھ کر کسی کو شریف نہیں دیکھا ۔ یہ کہہ کے وہیں خالد کے حق میں فیصلہ دے دیا ۔ چنانچہ قیس بن معبد کو نعمان کے پاس ایک سو اونٹ کے عوض بطور یرغمال رکھ لیا گیا ۔ معبد نے بنی جابر بن سجنہ سے کہا : اے میرے چچا زاد بھائیو : میرے ضامن بنو [۳۰۰] کیونکہ نہ تو مجھے ضمرہ کی عداری نے عیب دار بنایا ہے نہ اس کے جھوٹ نے ۔ بنو جابر نے جواب دیا : کیا تم سمجھتے ہو کہ بنو فقعس بھی اس بات کا اقرار کرتے ہیں ۔ معبد نے کہا : ہاں ، ان کے خیال میں یہ خیانت ہے اور اس اقرار سے ان کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا ۔ اس پر بنو جابر نے اونٹوں کی ذمہ داری لے لی ۔ جب معبد بنو فقعس کے پاس آیا تو بنو وثار اور بنو نوفل نے کہا : جب تک ہمارا ایک آدمی بھی زندہ ہے ہم ہرگز اس امر پر راضی نہ ہوں گے ۔ چنانچہ بنو فقعس اٹھ کر نعمان کے پاس گئے ۔ وہاں ضمرہ بھی موجود تھا تو ضمرہ بن عمرو بن الحارث بن وثار بن فقعس بن طریف نے کہا :

إنِّي إنْ أبكر وجهي سمره
الرجل الأسم فيه الزمره
كالميشم الحامي عليه العبره

اگر کوئی شخص میرے چہرے کو نہ پہچانتا ہو (تو میں اسے بتلاتا ہوں کہ میں) سبرہ ہوں ، اونچی ناک والا (خود دار) ہوں اور مجھ میں بدخلقی (تندی) پائی جاتی ہے اور میں اس داغنے والے گرم آلے کی طرح ہوں جس پر گرد پڑی ہوئی ہو

اور آخر میں یہ شعر کہا :

وَ اللهِ مَا نَعْقِلُ مِنْهَا بَكْرَهْ
أَوْيَأْمُرُ النُّعْمَانُ فِيهَا أَمْرَهْ

اللہ کی قسم ہم ایک اونٹ بھی تاوان میں نہ دیں گے تاآنکہ نعمان ایسا حکم نہ دے

نعمان نے انھیں حکم دیا کہ وہ مقدمہ عُزّیٰ کے پاس لے جائیں ، عُزّیٰ (جوار) نخلہ میں ایک بت تھا ۔ سبرہ نے عُزّیٰ کے پاس جا کر یہ شعر کہے :

أَضَمْرَ بْنَ ضَمْرٍ أَنْتَ الأَصَبِّ والقَفَا
وَ هَلْ مِثْلُنَا فِي مِثْلِهَا لَكَ غَافِرُ

اے ضمر بن ضمر جس کی دبر اور گدی جتکری ہے کیا ہمارے جیسے تمھیں اس قسم کی بات معاف کر سکتے ہیں

أَتَنْسَى دِفَاعِيْ عَنْكَ إِذْ أَنْتَ مُسْلَمٌ
وَ قَدْ سَالَ مِنْ ذُلٍّ عَلَيْكَ قُرَاقِرُ

کیا تم اس وقت کو بھول گئے جب تمھاری قوم نے تمھارا ساتھ چھوڑ دیا تھا ، جب میں نے تمھیں بچایا تھا حالانکہ تمھاری ذلت کی وجہ سے قراقر کی ساری وادی تم پر پل پڑی تھی

وَنِسْوَتُكُمْ فِي الرَّوْعِ بَادٍ وُجُوهُهَا
يُخَلْنَ إِمَاءً و الإِمَاءُ حَرَائِرُ

اور مارے خوف کے تمھاری عورتوں کے چہرے کھلے ہوئے تھے

وہ لونڈیاں معلوم ہو رہی تھیں اور تمہاری لونڈیاں آزاد عورتیں معلوم ہوتی تھیں

يُسَلِّحْنَ بِالنَّسْلِ الشَّوِيّ تَاذْرُعِ
كَأَيْدِي السِّبَاعِ و الرُّؤُس حَوَاسِرُ

وہ رات کے وقت ننگے سر بھنے ہوئے گوشت کی کھال اپنے ہاتھوں سے جو درندوں کے ہاتھوں کی طرح تھے اتار رہی تھیں

أَعَيَّرْتَنَا أَلْبَانَهَا وَ لُحُومَهَا
وَ ذٰلِكَ عَارٌ يا ابن رَيْطَةَ ظَاهِرُ[1]

کیا تو ہمیں ان کے دودھ اور گوشت کا طعنہ دے رہا ہے۔ اے ابن ریطہ یہ وہ عار ہے جس کا ہم پر اطلاق نہیں ہوتا

و إنّا لَتَعْشَانَا حُقُوقٌ و لَم تَكُنْ
تُقَرِّبُنَا لِلْمُخْزِيَاتِ الأبَاعِرُ

ہم پر لوگوں کے حقوق عائد ہوتے ہیں اور یہ اونٹ ہمیں رسوا کن امور کے قریب نہ پھٹکائیں گے (ان کے ذریعے ہم حقوق ادا کر دیتے ہیں)

نُحَابِي بِهَا أَكْفَاءَنَا وَ نُهِينُهَا
و نَشْرَبُ فِي أَثْمَانِهَا و نُقَامِرُ

ہم ان اونٹوں کو بطور تحفہ اپنے ہمسروں کو دیتے ہیں ،

---

[1] ۔ لسان العرب میں ہے یقال : هذا أَمْرٌ ظاهر عنك عَارُهُ : ای زائل ۔ و قیل : ظاهر عنك ای لیس بلازم لك عَيْبُه قال ابو ذُؤَيب :

و عَيَّرَها الوَاشُونَ أنِّي أُحِبُّهَا
و تلْكَ شَكَاةٌ ظَاهِرٌ عنكَ عَارُهَا

و یقال ظهر عنی هذا العیب اذا لم یعلق بی و نبا عنی و فی النهایه : اذا ارتفع عنك و لم ینلك منه شئی ۔

ہم انھیں حقیر سمجھتے ہیں ، ان کی قیمت سے ہم شراب پیتے اور جؤا کھیلتے ہیں

وَ نکسبُهَا فِی غَیْرِ غَدْرٍ أکُفُّنَا
إذَا عُقِدَتْ یَوْمَ الحِفَاظِ الدَّوَائِرُ

جب حمیت اور غیرت کے دن مصائب اور آفات ٹوٹ پڑیں تو ہمارے ہاتھ ان اونٹوں پر کسی کو دھوکا دیے بغیر قابض ہو جاتے ہیں

و إنَّا لَنَقْرِی الضَّیْفَ فِی لَیْلَةِ السَّنَا
عَظِمُ الجِفَانِ وَفَوْقَهُنَّ الحَوَائِر

[۳۰۱] ہم قحط سالی کی رات (بھی) مہمانوں کی ضیافت کرتے ہیں ، ہمارے پیالے بڑے ہیں ۔ ان کے اوپر سفید چربی رکھی ہوتی ہے

حَوائر حویر کی جمع ہے جس کے معنی سفید چربی کے ہیں ۔ اس کے بعد بین اور اشعار ہیں ۔ پھر اس نے سبرہ فقعسی کے اور بھی بہت سے اشعار درج کیے ہیں جن میں اس نے ضمرہ کو مخاطب کر کے اس کی ہجو کہی ہے ۔ اس کے اس بیان میں یہ نقص پایا جاتا ہے کیونکہ اس نے اونٹوں کا طعنہ دینے کی وجہ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی یہ بیان کیا ہے کہ ان کا جھگڑا کس طرح ختم ہؤا ، و اللہ اعلم ۔

جریر البجلی اور خالد بن ارطاۃ کے مابین مفاخرت

ابن الاعرابی نے اپنی کتاب " نوادر" میں بیان کیا ہے : جریر بن عبد اللہ البجلی اور خالد بن ارطاۃ الکلبی باہمی مفاخرت کا فیصلہ کرانے کے لیے اقرع بن حابس کے پاس گئے ۔ اقرع بن حابس اپنے زمانے میں عربوں کا عالم تھا ۔ منافرہ (مفاخرہ) کے معنی محاکمہ کے ہیں ۔ یہ لفظ نَفْرٌ سے نکلا ہے ۔ کیونکہ جب عربوں کے دو آدمی آپس میں جھگڑ پڑتے اور ہر ایک یہ دعویٰ کرتا کہ وہ اپنے مدمقابل سے زیادہ عزت والا ہے تو

وہ مقدمہ کسی عالم کے پاس لے جاتے ، پھر وہ جس کو فضیلت دیتا گویا اس کے قبیلے کو دوسرے شخص کے قبیلے پر مُقَدّم بنا دیتا ۔ مراد یہ کہ وہ اس کے قبیلے کو دوسرے کے قبیلے سے افضل قرار دے دیتا ۔ چنانچہ اقرع نے خالد سے کہا : تمھارے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہم کھلے میدان میں اترتے ہیں ۔ نیزہ زنی کرتے ہیں ۔ ہم جوانانِ سحر[1] ہیں ۔ اس کے بعد اس نے جریر سے کہا : تمھارے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہم زرد رنگ کے سونے کے مالک ہیں ، ہم سرخ رنگ کی نچوڑی ہوئی شراب والے ہیں ۔ ہم لوگوں کو ڈراتے ہیں ۔ ہمیں کوئی ڈرا نہیں سکتا ۔ ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔ کسی سے کھانا مانگتے نہیں ۔ ہمارے قبیلے نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی ۔ جب تک (قحط سالی) کی ہوائیں چلتی رہیں ہم کھانا کھلاتے رہتے ہیں ۔ ہم سارے زمانے کے ضامن ہیں ۔ ایک ماہ روزہ رکھتے ہیں ۔ جب ہم پر جبر کیا جائے تو ہم بادشاہ ہوتے ہیں ۔ (ہم جبر برداشت نہیں کرتے اور ثابت کر دیتے ہیں کہ ہم مطلق العنان ہیں)

یہ سن کر اقرع نے کہا : لات و عُزّیٰ کی قسم اگر تو روم کے بادشاہ قیصر ، ایران کے بادشاہ کسریٰ اور ملک عرب کے بادشاہ نعمان کے ساتھ بھی مفاخرت میں مقابلہ کرتا تو تو ان پر غالب آ جاتا ۔ چنانچہ عمرو بن[2] خشارم البجلی اسی مقدمے کے متعلق کہتا ہے :

---

۱ - صباح کے اصلی معنی صبح کے ہیں ۔ چونکہ عرب صبح کے وقت غارت ڈالا کرتے تھے اس لیے صَبَاح کے معنی غارت ڈالنے کے ہوگئے مثلاً یوم الصباح یعنی غارت ڈالنے کا دن ۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ میں دو لڑنے والے (فریقین) جب رات پڑ جاتی تو جنگ بند کر دیا کرتے ۔ صبح کو پھر لوٹ آتے اور جنگ کے لیے تیار ہو جاتے (لسان : مادہ ص ب ح) ۔

۲ - ابن ہشام (سیرہ علی ہامش الروض الانف : ۱ : ۶۰) نے اور لسان العرب (مادہ ب ح ل) نے اس شعر کو جریر بن عبد اللہ البجلی کی طرف منسوب کیا ہے اور بقول ابن ہشام یہ مقابلہ جریر اور فرافصہ کلبی کے مابین ہوا تھا ۔

یَا أَقْرَعُ بْنَ حَابِسٍ یَا أَقْرَعُ
إِنِّی أَخُوكَ فَانْظُرَنْ مَا تَصْنَعُ

اے اقرع بن حابس ! اے اقرع ! میں تمھارا بھائی ہوں لہٰذا غور کرو کہ تم کیا کر رہے ہو

إِنَّكَ إِنْ یُصْرَعْ أَخُوكَ تُصْرَعُ
إِنِّی أَنَا الدَّاعِی نِزَاراً فَاسْمَعُوا

اگر تمھارے بھائی کو پچھاڑ دیا گیا تو پھر گویا تمھیں بھی پچھاڑ دیا گیا ۔ میں ہی نزار کو دعوت دینے والا ہوں لہٰذا سُن لو

فِی بَاذِخٍ مِنْ عِزِّ مَجْدٍ یَفْرَعُ
بِهِ یَضُرُّ قَادِرٌ وَ یَنْفَعُ

میں بزرگی کے ایسے مقام عزت پر ہوں جو ہر بلندی سے اونچا ہے ۔ قدرت والا اسی کے ذریعے سے نفع بھی پہنچاتا ہے اور ضرر بھی

وَ أَدْفَعُ الضَّیْمَ غَداً وَ أَمْنَعُ
عِزٌّ أَلَدُّ شَامِخٌ لَا یُقْمَعُ

میں کل ہی اس ظلم کو دور پھینک کر اپنی حفاظت کر لوں گا ۔ میری عزت بہت مضبوط اور بلند ہے جسے مغلوب اور ذلیل نہیں کیا جا سکتا

یَتْبَعُهُ النَّاسُ وَ لَا یُسْتَتْبَعُ
هَلْ هُوَ إِلَّا ذَنَبٌ وَ أَکْرُعُ

لوگ (میری) اس عزت کے پیچھے چلتے ہیں اسے کوئی اپنے پیچھے نہیں چلا سکتا ۔ وہ تو صرف دُمیں اور ٹانگیں ہیں (اور میں سر ہوں)

وَ زَمَعٌ مُؤْتَشَبٌ مُجَمَّعُ
وَ حَسَبٌ وَ غَثْلٌ وَ أَنْفٌ أَجْدَعُ

[۳۰۲] اور وہ تو ذلیل شخص ہے جس کا نسب خالص نہیں بلکہ

ملا جلا ہے جسے ادھر اُدھر سے جمع کر لیا گیا ہے جس کا حسب
بھی ردیل ہے اور ناک کٹی ہوئی ہے

اس کا قول : " یا اقرع بن حابس "۔ اقرع صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے تھے ۔ یہ واقعہ ان کے اسلام لانے سے پہلے کا ہے ۔ صرع سے مراد ہلاکت ہے ۔ نزار : ایک قبیلے کے باپ کا نام ہے یعنی نزار بن معد بن عدنان ۔ باذخ کے معنی ہیں بلند ۔ کہتے ہیں جَبَلٌ باذخ دال اور خاء دونوں پر نقطہ ہے ۔ مجد کے معنی عظمت اور شرف کے ہیں ۔ یفرع : بلند ہونا ۔ محاورہ ہے فَرَعْتُ قَوْمِی یعنی شرف وغیرہ میں میں ان سے اونچا ہو گیا ۔ یہ لفظ فاء کے ساتھ ہے ، راء اور عین دونوں غیر منقوطہ ہیں ۔ اَلَدّ کے معنی ہیں زیادہ مضبوط اور لَدَّہ یَلُدُّہ کے معنی جھگڑے میں غالب آنے کے ہیں ۔ سامح : بلند : یُقْمَعُ : مغلوب اور ذلیل ہونا محاورہ ہے قَمَعتہ' ۔ قاف اور میم کے ساتھ ۔ فَانْقَمَعَ ۔ (اس نے اسے مقہور و ذلیل کیا اور وہ ہو گیا) ھل ھو میں ھو کی ضمیر خالد بن ارطاۃ کلبی کی طرف راجع ہے ۔ اکرع : کُراع کی جمع ہے ۔ پنڈلی کا وہ حصہ جو پتلا ہوتا ہے ، لفظ ذَنَب سے استعارۃً نیچ لوگ مراد لیے ہیں ۔ زَمَعٌ : زاء اور میم پر زبر ۔ ردیل لوگ ۔ محاورہ ہے هُوَ مِنْ زَمَعِ النَّاسِ ۔ یعنی وہ فرد ردیل لوگوں میں سے ہے ۔ مؤتشَب : شین پر زبر ۔ صحاح میں ہے فلاں مؤتشَب' اس کا نسب خالص نہیں بلکہ مخلوط ہے ۔ وَغْل ۔ واؤ پر زبر اور عین منقوطہ ساکن ہے ۔ صحاح میں ہے وَغْل : کمینہ آدمی ۔ اَجْدَع ۔ جیم کے ساتھ اور دال غیر منقوطہ کے ساتھ ۔ جس کی ناک کٹی ہوئی ہو اور اس کا کہنا : نزل بالبراح باء پر زبر اور آخر میں حاء غیر منقوطہ ۔ وہ جگہ جہاں کوئی اوٹ نہ ہو مثلاً درخت وغیرہ اور یہ شرفا کا مقام ہوتا تھا اور الا حمرالمعصر سے مراد شراب ہے ۔ رہا اس کا حیّ لَقاح کہنا ۔ تو لام پر زبر اور اس کے بعد قاف ہے ۔ صحاح میں ہے " حیّ لقح " اس قبیلے کو کہتے ہیں جو کسی بادشاہ کی اطاعت نہ کرے یا وہ قبیلہ جس کی عورتیں کبھی قید نہ ہوئی ہوں ، جریر بن عبداللہ البجلی (م ۵۱ھ) صحابی تھے ۔ بڑے خوبصورت تھے ۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں : یہ اس امت کے یوسف ہیں ، حضرت عمرؓ نے انھیں عراق کی جنگوں میں تمام بجیلہ کا سردار مقرر کر دیا تھا ۔ چنانچہ ان لوگوں نے قادسیہ کی فتح میں بڑے کارنامے انجام دیے ۔ انھوں نے بعد میں کوفے میں رہائش اختیار کر لی تھی ۔ حضرت علیؓ نے انھیں معاویہؓ کی طرف قاصد بنا کر بھیجا تھا ۔ اس کے بعد یہ دونوں گروہوں سے الگ رہے اور قرقیساء میں سکونت اختیار کر لی ، آخر کار ۵۱ھ یا ۵۴ھ میں وفات پائی ۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے انھیں ذوالخُلَصہ کی طرف بھیجا تھا جسے انھوں نے توڑا تھا ۔ نیز صحیح بخاری میں ہے کہ جب سے میں اسلام لایا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کبھی بھی اپنے پاس آنے سے نہیں روکا اور آپ جب بھی مجھے دیکھتے مسکرا دیتے ۔ ابن حجر کی کتاب اصابہ میں اسی طرح تحریر ہے ، رہا خالد بن ارطاہ کلبی تو وہ زمانۂ جاہلیت کا آدمی ہے ۔ ابن حابس کا ذکر حکام کے بیان میں آئے گا ۔ عمرو بن حشارم البجلی بھی جاہلی شاعر ہے ۔ واللہ اعلم ۔ [۳۰۳] یہ تو مختصر بیان ہے ۔

اب رہا اس کا مفصل بیان تو ابو محمد الاعرابی نے اسے فرحہ الادیب میں نقل کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ ابو الندی نے ہم سے کہا لکھو : جریر بن عبداللہ البجلی اور خالد بن ارطاہ بن خُشَیْن بن سبث الکلبی کے درمیان منافرت کا سبب یہ تھا کہ زمانۂ جاہلیت میں بنی کلب نے بنی بجیلہ کا ایک آدمی جس کا نام مالک بن عتبہ تھا اور بنی عادیہ بن عامر بن قداد میں سے تھا گرفتار کر لیا ۔ وہ اسے لے کر عکّاظ آئے ۔ مالک عادی کا گزر اپنے ایک عمزاد کے پاس سے ہوا جس کا نام القاسم بن عقیل بن ابی عمرو بن کعب بن عریج بن الحویرث بن عبداللہ بن مالک بن ہلال بن عادیہ بن عامر بن قداد تھا اور وہ اس وقت کھجوریں کھا رہا تھا ۔ مالک نے ان کھجوروں میں سے تھوڑی سی کھجوریں لے لیں تاکہ اس کی پناہ میں آ جائے مگر کلبی نے اسے کھینچ لیا ۔ قاسم نے کہا : یہ تو میرے قبیلے کا آدمی ہے ۔ کلبی نے جواب دیا : اگر اس کا کوئی قبیلہ ہوتا تو اس کو بچا لیتا ۔ یہ سن کر قاسم اپنے عمزاد قبیلے بنی زید بن الغوث کے پاس

گیا اور ان سے کہا تم میرے پیچھے پیچھے آؤ ۔ انھوں نے کہا : ہم تو ان اہل عرب میں اپنے گھر سے دور ہیں ، ہماری کوئی جمعیت بھی نہیں جس سے تقویت حاصل کر سکیں ۔ قاسم پھر کسی اور کے پاس گیا اور ان سے بھی کہا کہ میرے پیچھے پیچھے آئیں ، انھوں نے جواب دیا : کیا جب کبھی بنی زید کی پشم کا ٹکڑا اڑ کر عربوں کے ہاتھ میں چلا جائے ہم ان کے پیچھے پیچھے چلیں ؟ وہ یہ جواب سن کر جریر بن عبداللہ البجلی کے پاس گیا اور اس سے بات کی ۔ قاسم کہا کرتا تھا کہ میں نے رنگے ہوئے کپڑے اور سرخ خیمے سب سے پہلے اس دن دیکھے جس دن میں جریر کے پاس ۱قسر گیا ہوں اور جریر بنی مالک بن سعد بن زید بن قسر کا سردار تھا اور بنو مالک اس کے باپ کی اولاد تھے ۔ اس نے انھیں اس لیے بلایا کہ عادی کو بنی کلب کے ہاتھوں سے چھین لیا جائے اور یہ اس کے ساتھ آ گئے ۔ یہ ان کو لے کر چلتا گیا تاآنکہ عکاظ میں بنی کلب کی فرودگاہ پر آ پہنچا اور ان سے مالک بن عتبہ عادی کو چھین لیا ۔ جب بنی کلب حائل ہوئے تو جریر نے کہا : کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ اس کی قوم اسے بچا نہیں سکتی ؟ بنی کلب نے جواب دیا کہ اس وقت ہمارے میلے کے آدمی یہاں موجود نہیں ہیں ۔ جریر نے جواب دیا : اگر موجود ہوتے تو جب بھی تمھارا کچھ بچاؤ نہ کر سکتے ۔ انھوں نے کہا : تو تو یوں کہہ رہا ہے جیسے تو قضاعہ پر غالب آ گیا ہو اور اگر تیری مرضی ہو تو بزرگی میں مقابلہ کر لو ۔ ان دنوں خالد بن ارطاہ بن حُشَین بن شث قضاعہ کا سردار تھا ۔ اس نے آئندہ سال سوق عکاظ میں ملنے کا وعدہ کیا ، چنانچہ آئندہ سال بنی کلب اور قسر دونوں اکٹھے ہو کر عکاظ آ پہنچے ۔ بنی کلب کا سربراہ خالد بن ارطاہ تھا ۔ انھوں نے اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان بن مجاشع کو ثالث مقرر کیا ۔ دونوں قبیلوں نے اسے ثالث مان لیا اور عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اور دیگر اشراف قریش کے [۳۰۴] پاس کچھ لوگ بطور یرغمال کے رکھ دیے گئے ۔ بنی قسر کی طرف

۱- قسر جگہ کا نام ہے (لسان العرب) اور قبیلہ کا نام بھی ہے ۔

سے الاصرم بن عوف بن عویف بن مالک بن ذبیان بن ثعلبہ بن یشکر بن علی بن مالک بن سعد بن نذیر بن قسر بطور یرغمال تھا اور احمر کی طرف سے حازم بن ابی حازم اور صخر بن العلیہ تھا اور ایک آدمی بنی زید بن الغوث بن انمار کی طرف سے تھا ۔ اس کے بعد خالد بن ارطاہ نے اٹھ کر جریر سے کہا : کیا شرط بدتے ہو ؟ جریر نے جواب دیا: جو چاہو ۔ خالد نے کہا: ایک ہزار سرخ اونٹنی کے مقابلے ایک ہزار سرخ اونٹنی ۔ جریر نے کہا : ایک ہزار کنواری گانے والیوں کے مقابلے میں ایک ہزار کنواری گانے والیاں اور اگر تو چاہے تو ایک ہزار اوقیہ سونے کے مقابلے میں ایک ہزار اوقیہ سونا ۔ اس نے کہا : اس کی ادائی کا کون ضامن ہے ؟ وہ بولا : ہمارا تمھارا ضامن [۱]لات ، عزّی ، أساف ، نائلہ ، یغوث ، ذوالخلصہ اور نسر ہیں ۔ تمھاری طرف سے ادائی کا کون ضامن ہے ؟ اس نے جواب دیا : ودّ ، مناہ ، فلس[۲] اور رضا ۔ جریر نے کہا : اس کی ادائی کی ضمانت کے بطور میں ستر ایسے لڑکے پیش کرتا ہوں جو چچاؤں اور ماموؤں والے ہیں ۔ جنھیں ایسے لوگوں کے پاس رکھا جائے گا جو ہمارے ہمسر اور اہل اللہ (قریش میں سے) ہوں گے ۔ لہٰذا انھوں نے ان لوگوں کو جو بجیلہ اور کلب سے بطور یرغمال لیے گئے تھے قریش کے ان لوگوں کے پاس رکھ دیا گیا جن کے نام ہم اوپر دے چکے ہیں ۔ ساتھ ہی اقرع بن حابس کو ثالث مقرر کر دیا گیا ۔ اقرع اپنے زمانے میں عربوں کا عالم تھا ۔

اقرع نے خالد سے کہا : تمھارے پاس کیا (دلیل) ہے ؟

اس نے جواب دیا : ہم کھلے میدان میں اترتے ہیں ، نیزہ زنی کرتے ہیں اور مردان سحر ہیں ۔

اس کے بعد اقرع نے جریر سے کہا : تمھارے پاس کیا ہے ؟

---

۱ ۔ یہ سب بتوں کے نام ہیں ۔

۲ ۔ فلس قبیلہ طئی اور ان کے آس پاس کے لوگوں کا بُت تھا ۔ اور یہ اجا اور سلمی دو پہاڑوں کے درمیان واقع تھا ۔ (ابن ھشام علی ھامش الروض الانف : ۱ : ٦٦)

جریر نے جواب دیا : ہم زرد سونے کے مالک اور سرخ نچوڑی ہوئی شراب والے ہیں ۔ ہم لوگوں کو ڈراتے ہیں ۔ ہمیں کوئی نہیں ڈرا سکتا ۔ ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے ہیں ۔ ان سے کھانا مانگتے نہیں ۔ ہمارے قبیلے نے کبھی کسی بادشاہ کی اطاعت نہیں کی ۔ جب تک (قحط سالی کی) ہوائیں چلتی رہیں تو ہم لوگوں کو کھانا کھلاتے رہتے ہیں اور مہینہ مہینہ کھلاتے رہتے ہیں ۔ زمانے کے ہم خاص ہیں اور قبیلہ قسر کے بادشاہ ہیں ۔ یہ سن کر اقرع بولا : " لات' و عزّیٰ کی قسم اگر تو روم کے بادشاہ قیصر ، ایرانیوں کے بادشاہ کسریٰ اور عربوں کے بادشاہ نعمان سے بھی مقابلہ فخر کرتا تو میں تجھے ان پر فضیلت دیتا ۔ نعیم بن حجبہ النمری جس کی پیدائش قبیلہ قسر میں ہوئی تھی گھوڑا لے کر جریر کی طرف آیا ۔ تو جریر گھوڑے کی [1] دائیں جانب سے اس پر سوار ہوا ۔ کسی نے کہا : یہ تو گھوڑے پر اچھی طرح سوار ہونا بھی نہیں جانتا ۔ جریر نے جواب میں کہا : گھوڑے پر کب والے ہوتے ہیں اور ہم صحیح طریقے ہی سے سوار ہوتے ہیں ۔ بنی خثعم بن عامر بن قداد کے ایک فرد عمرو بن خشارم نے بلند آواز سے یہ شعر کہے :

لاَ يُغْلَبُ الْيَوْمَ مَتَّي وَالاَ كُمَا
يَا ابْنَيْ نِزَارٍ انْصُرَا أَخَا لَكُمَا

جس کی دوستی ہم سے ہو گئی آج وہ مغلوب نہیں ہو سکتا ۔ اے نزار کے دونو بیٹو اپنے بھائی کی مدد کرو

---

۱ ۔ وحشیة : محمد نہجہ اثری نے وحشی کے معنی بائیں جانب دئے ہیں مگر یہ معنی یہاں مراد نہیں ہیں ۔ وحشی کے معنی میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔ جوھری نے دائیں جانب کیے ہیں ۔ اصمعی کے دو قول ہیں ۔ ایک میں دائیں جانب اور دوسرے میں بائیں جانب دیے ہیں مگر یہاں دائیں جانب مراد ہے جس کی تائید " میامن " کے لفظ سے ہوتی ہے ۔

إنّ أبِيْ وَجَدتُهُ أبَا كُمَا
وَلَمْ أجِدْ لِيْ نَسَبًا سِوَاكُمَا

میں نے یہی پایا ہے کہ میرا باپ تمھارا باپ ہے تمھارے سوا میرا کوئی اور نسب بھی نہیں ہے

غَيْثٌ رَبِيعٌ سَبِطٌ نَدَاكُمَا
حَتّٰى يَحُلَّ النَّاسُ فِيْ مَرْعَاكُمَا

تمھاری سخاوت بارس ، ربیع اور وسیع ہے تاکہ لوگ تمھاری چراگاہ میں اتر سکیں

أنتُمْ سُرُورُ عَيْنِ مَنْ رَآكُمَا
قَدْ مُلِئَتْ فَمَا تَرَى سِوَاكُمَا

جس نے تمھیں دیکھ لیا تم اس کی آنکھ کی ٹھنڈک ہو ۔ اس کی آنکھ تمھیں دیکھ کر سیر ہو چکی ہے لٰہذا اب کسی اور کو نہیں دیکھ سکتی

قَدْ فَازَ يَوْمَ الفَخْرِ مَنْ دَعَا كُمَا
وَلَا يَعُدُّ أحَدٌ ¹حَصَاكُمَا

[۳۰۵] تفاخر کے دن جس نے تم کو پکارا وہ کامیاب ہو گیا ۔ کوئی شخص ان کی کثیر تعداد کا شمار نہیں کر سکتا

وَإنْ تَمَنَّوْا لَمْ يُدْرِكُوْا بِنَا كُمَا
مَجْدًا بَنَاهُ لَكُمَا أبَا كُمَا

لوگ کوئی بھی بنیاد استوار کریں وہ تمھاری عمارت تک نہیں پہنچ سکتے ۔ یہ ایسی بزرگی ہے جسے تمھارے آبا نے تمھارے لیے تعمیر کیا ہے

ذَاكَ وَمَنْ يَنْصُرُهُ مِثْلاً كُمَا
يَوْمًا إذَا مَا سُعِّرَتْ نَارًا كُمَا

---

۱ ۔ حصا کے معنی کثیر تعداد کے ہیں ۔

بات اسی طرح ہے ، مگر کون شخص تمھاری طرح بزرگی کی اعانت کرے گا ایسے دن جب تمھاری جنگ کی آگ بھڑک چکی ہو ؟

اسی نے یہ شعر بھی کہے :

يَا لَنِزَارٍ قَدْ نَمَتْ فِي الْأَخْشَبِ
دَعْوَةُ دَاعٍ دَعْوَةَ الْمُثَوِّبِ

اے قوم نزار جنھوں نے اخشب پہاڑ (یعنی مکہ) میں نشو و نما پائی ہے ۔ اس پکارنے والے کی طرف آؤ جو بار بار پکار رہا ہے

يَا لَنِزَارٍ ثُمَّ فَاسْعَيْ وَارْكَبِي
يَا لَنِزَارٍ لَيْسَ عَنْكُمْ مَذْهَبِي

اے قوم نزار ایک بار کوشش کرو اور سوار ہو جاؤ ۔ اے قوم نزار میں تمھیں چھوڑ کر کہیں بھی نہیں جا سکتا

إِنَّ أَبَا كُمْ هُوَ جَدِّي وَأَبِي
لَمْ يَنْصُرِ الْمَوْلَى إِذَا لَمْ تَغْضَبِي

تمھارا باپ وہی ہے جو میرا باپ اور دادا ہے ۔ اگر تم تاؤ نہیں کھاؤ گے تو تمھارے مولٰی کی کون مدد کرے گا

يَا لَنِزَارٍ إِنَّنِي لَمْ أَكْذِبِ
أَحْسَابَكُمْ أَخْطَرْتُهَا وَحَسَبِي

اے قوم نزار میں نے کوئی جھوٹی بات نہیں کہی ۔ میں نے تمھارے حسب اور اپنے حسب کی شرط لگا دی ہے

وَمَنْ تَكُونُوا عِزَّهُ لَا يُغْلَبِ
يَنْتَمِي إِلَى عِزٍّ هِجَانٍ مُصْعَبِ

جس کی تم عزت ہوگے وہ مغلوب نہ ہوگا ۔ وہ ایسی خالص اور بہترین عزت کی طرف منسوب ہوتا ہے جس پر کوئی غالب نہیں آ سکتا

كَأَنَّهُ فِي البُرجِ عِنْدَ الكَوكَبِ
گویا وہ ستارے کے پاس برج کے اندر (محفوظ) ہے

اسی نے یہ شعر بھی کہے :

يَا أَقْرَعُ بْنَ حَابِسٍ يَا أَقْرَعُ
إِنِّي أَخُوكَ فَانْظُرَنْ مَا تَصْنَعُ

اے اقرع بن حابس ! اے اقرع ! میں تمھارا بھائی ہوں ۔ دیکھو تم کیا کر رہے ہو

إِنَّكَ إِنْ يُصْرَعْ أَخُوكَ تُصْرَعُ
إِنِّي أَنَا الدَّاعِي نِزَارِ فَاسْمَعُوا

اگر تمھارا بھائی ہلاک ہو گیا تو گویا تم بھی ہلاک ہو گئے ۔ میں قبیلۂ نزار کو پکار رہا ہوں ۔ ذرا غور سے سنو

لِيْ بَاذِخٌ مِنْ عِزِّهِ وَ مَفْزَعُ
بِهِ يَضُرُّ قَادِرٌ وَ يَنْفَعُ

میرے لیے ان کی عظیم الشان عزت اور جائے پناہ موجود ہے جس کے بل بوتے پر کوئی قدرت والا نفع اور نقصان پہنچاتا ہے

وَأَدْفَعُ الضَّيْمَ غَداً وَ أَمْنَعُ
عِزٌّ أَلَدُّ شَامِخٌ لَا يُقْمَعُ

کل میں اس کے ذریعے ظلم کو اپنے سے دور ہٹائے رکھوں گا اور محفوظ رہوں گا ۔ یہ ایک مضبوط اور بلند عزت ہے جسے کوئی بھی مغلوب نہیں کر سکتا

يَتْبَعُهُ النَّاسُ وَلَا يَسْتَتْبِعُ
هَلْ هُوَ إِلَّا ذَنَبٌ وَ أَكْرُعُ

لوگ اُس کے پیچھے آتے ہیں کوئی انھیں پیچھے آنے کو نہیں کہہ سکتا اور وہ (صرار) تو صرف دُم اور ٹانگیں ہے یعنی ذلیل اور کمینہ ہے

وَزَمَــعٌ مُــؤ تَشَــبٌ مُــجَــمَّــعٌ
وَحَسَــبٌ وَغَــلٌ وَأَنْــفٌ أَجْــدَعٌ

وہ سب سے کم درجہ مخلوط نسب والا اور چوں جوں کا مرکّب ہے ، اس کا حسب حقیر اور ناک کٹی ہوئی ہے (رسوا ہے)

اسی نے یہ شعر بھی کہے

يَا أَقْـرَعُ بنُ حَـابِـسٍ يَا اقْـرَعُ
إِنَّـكَ إِنْ يُـصْرَعْ أَخُـوكَ تُصْرَعِ

اے اقرع بن حابس اے اقرع اگر تمہارا بھائی گرا دیا گیا تو تجھے بھی گرا دیا جائے گا

إِنِّـي أَنَـا الدَّاعِيْ نِـزَاراً فَـاسْمَعُوا
فِـي بَـاذِخٍ مِنْ عِـزِّهِ و مَـفْـزَعِ

میں نزار کو پکار رہا ہوں ۔ سن لو ۔ میں اس کی بلند عزت (کے سایے میں) اور پناہ میں ہوں

ثُمَّ قَـائِماً ثُمَّتَ قُـلْ فِـي الْمَجْمَعِ
لِلْمَـرْءِ أَرْطَـاةٍ أَنَـا ابن الأَفْـدَعِ

اٹھو اور پھر مجمع کے اندر ارطاۃ سے کہو اے ٹیڑھے ہاتھوں والے (ذلیل) کے بیٹے

هَـا إِنَّ ذَا يَـوْمٌ علا و مَـجْـمَـعِ
وَ مَـنْـظَـرٌ لِـمَـن رَأَى و مَـسْـمَـعِ

دیکھو اس بلند دن اور اس مجمع کو ، یہ دیکھنے والے کے لیے دیکھنے اور سننے کا مقام ہے

[۳۰۶] پھر حال اقرع نے مضر اور ربیعہ کی وجہ سے اس کے حق میں فیصلہ دے دیا ۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو وہ کلبی کے حق میں فیصلہ دیتا ۔ بجیلہ اور نزار کے درمیان قرابت داری یہ بھی کہ اراس بن عمرو

بن الغوث بن نبت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبأ بن یشجب بن یعرب بن قحطان حج کے لیے نکلا اور اس نے انمار بن نزار کی بیٹی سے شادی کر لی ۔ اس کے ساتھ اس کے گھر میں تہامہ کی نشیبی زمین میں مقیم رہا اور اس سے انمار بن اراش اور بعض دیگر افراد پیدا ہوئے ۔ اراش کے مرنے پر انمار بن اراش اور اس کے بھائیوں کے درمیان تقسیم (وراثت) پر اختلاف پیدا ہو گیا لہٰذا وہ اپنے بھائیوں سے الگ ہو گیا ۔ اس کے دونوں بھائی قبیلے میں اپنے ماموں کے یہاں رہے ۔ انمار بن اراش نے مالک بن غافق بن شاہد کی بیٹی ہند سے شادی کر لی جس کے بطن سے افتل پیدا ہؤا جسے خثعم بھی کہتے ہیں ۔ اس کے مرنے پر اس نے صعب سعد العشیرہ کی بیٹی بجیلہ سے شادی کر لی ، جس کے بطن سے عبقر پیدا ہؤا مگر بجیلہ نے اس کا نام اپنے دادا کے نام پر سعد رکھا ۔ اس کا لقب عبقر اس لیے پڑا کہ یہ عبقر نام کے ایک پہاڑ پر پیدا ہؤا تھا ۔ اس کی دیگر اولاد یہ تھی : غوث ، وادعہ ، صہیبہ ، حزیمہ ، اشہل ، شہلاء ، سنیہ ، طریف ، فہم ، خدعہ اور حارث ۔ ابو محمد الاعرابی کا بیان ختم ہؤا ۔

قعقاع بن زرارہ اور خالد بن مالک کے مابین مفاخرت

قعقاع بن زرارہ بن عدس اور خالد بن مالک اپنا قضیہ مفاخرت اکثم بن صیفی کے پاس لے گئے کہ کون زیادہ شریف ہے اور شرط یہ قرار پائی کہ جو بھی زیادہ شریف ہو اسے ایک سو اونٹ دیے جائیں ۔ اکثم نے کہا : دونوں بے وقوف ہیں کہ جنگ کرنا چاہتے ہیں ، چنانچہ اس نے ان دونوں سے درخواست کی کہ وہ جس ارادے سے آئے ہیں اس سے باز آ جائیں ۔ مگر وہ نہ مانے ۔ اس نے ایک آدمی ان کے ساتھ کر دیا جو انھیں ربیعہ بن خدار کے پاس لے جائے ، شرط کے ایک ایک سو اونٹوں کو اپنے پاس روک لیا ، اور کہا : میرے اس قاصد کے ساتھ جاؤ کیونکہ جو شخص کسی بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے وہی اس

بات پر حاوی بھی ہوتا ہے اور جو نہ ہو وہ خود ہلاک ہو جاتا ہے ۔ یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ جب دونوں ربیعہ کے پاس آئے اور اپنے آنے کا مقصد بتایا تو ربیعہ نے قعقاع سے کہا : اے قعقاع تمھارے پاس کیا ہے ؟ اس نے جواب دیا کہ میں معبد بن زرارہ کا بیٹا ہوں ، میری والدہ معادہ ضرار کی بیٹی ہے ۔ میرے دس چچا اور دس ماموں سردار تھے ۔ یہ کمان میرے چچا کی ہے جسے اس نے عربوں کی خاطر بطور ضمانت رکھا تھا ۔ میرے دادا زرارہ نے تیں بادشاہوں کو ایک دوسرے سے پناہ دی ۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے متعلق فرزدق کا قول ہے

و منّا الّذی حَمَعَ المُلوکَ وَبَینَهُم
حَربٌ یُشَبُّ سَعیرُها بِضَرام

[۳۰۷] اور ہمیں میں سے وہ شخص بھی تھا جس نے بادشاہوں کو اکٹھا کیا حالانکہ ان کے مابین وہ جنگ چھڑی ہوئی تھی جس کی آگ میں ایدھن ڈال کر اسے بھڑکایا جا رہا تھا

اس کے بعد ربیعہ نے خالد بن مالک سے کہا : اے خالد تمھارے پاس (اپنی فضیلت کی) کیا دلیل ہے ؟ اس نے جواب دیا : میں مالک کا بیٹا ہوں ۔ ربیعہ نے کہا : تم نے کوئی بڑی بات نہیں کی ۔ پھر کس کے بیٹے ہو ؟ جواب دیا : ربعی کا ۔ اس نے کہا : تو نے کوئی بڑی بات نہیں کی ۔ پھر کس کے بیٹے ہو ؟ کہا : سلمہ کا ۔ ربیعہ نے کہا : اب بات ہوئی نا ۔ تمھاری ماں کون ہے ؟ اس نے کہا : قردعہ ۔ اس نے کہا : کس کی بیٹی ؟ کہا : مندوس کی بیٹی ۔ ربیعہ نے قعقاع سے کہا : اے ضبیہ کے بیٹے ! میں تیرے حق میں فیصلہ دیتا ہوں ۔ اس پر خالد نے کہا : کیا تو معبد بن زرارہ کے بیٹے کو سلمہ بن جندل کے بیٹے جیسا قرار دیتا ہے ربیعہ نے جواب : مَاجُعِلَ العَبْدُ کَرَبِّہٖ (غلام اپنے آقا کے برابر نہیں بن سکتا) اور یہ الفاظ ضرب‌المثل بن گئے ۔

ہاشم بن عبد مناف اور امیہ بن عبد شمس کے مابین مفاخرت

ہاشم بن عبد مناف آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اجداد میں سے تھے - اپنے والد کے بعد یہی مکہ کے والی تھے - یہ اپنے اچھے اخلاق ، بزرگ خصلتوں ، کمال شجاعت ، کثیر سخاوت ، غایت درجہ کی فصاحت اور دیگر صفات فاضلہ کی وجہ سے جن میں کوئی ان کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا اپنی قوم کے سردار بن گئے تھے - یہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے دو سفروں کا طریقہ جاری کیا - موسم سرما میں یمن کے سفر کا اور موسم گرما میں شام کے سفر کا - قحط سالیوں میں یہی لوگوں کا انتظام کر کے انہیں اچھے سے اچھا کھانا کھلاتے تھے - یہی وجہ ہے کہ قبائل میں اختلاف کے باوجود سارے عرب ان کی تعریف کیا کرتے تھے - یہ حال دیکھ کر ان کے بھتیجے امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف نے ان سے حسد کرنا شروع کر دیا کیونکہ وہ نہ تو ان جیسے نیک کام کر سکتے تھے نہ ان کی خصلتوں کا مقابلہ کر سکتے تھے - یہ مخالفت قریش کے بہت سے لوگوں کے لیے (دشمنانہ) خوشی کا باعث بن گئی - وہب بن عبد قصی نے اس سلسلے میں یہ شعر کہے :

تَحَمَّلَ هَاشِمٌ مَا ضَاقَ عَنْهُ
وَ أَعْيَا أَنْ يَقُومَ بِهِ ابْنُ بِيضٍ

ہاشم نے وہ امور اپنے ذمے لیے جن کی ذمہ داری اٹھانے سے بریض بھی عاجز تھا

أَتَاهُمْ بِالْغَرَائِرِ مُثْقَلَاتٍ
مِنَ الشَّامِ بِالْبُرِّ الْنَّفِيضِ

وہ ان کے پاس شام سے گندم کی بھاری بوریاں لے کر آتا تھا جس کے باعث لوگ اس سے بغض رکھنے لگے تھے

فَاَوْسَعَ اَهْلَ مَكَّةَ مِن هَشْمِہٖ
وَشَابَ اللَّحْمَ بِاللَّحْمِ الغَرِیضِ

اس نے مکے والوں کو وسیع پیمانے پر ثرید کھلایا اور گوشت کو تازہ گوشت کے ساتھ ملا دیا ۔

لٰہذا امیہ اور ہاشم کے درمیان دشمنی پیدا ہو گئی اور امیہ نے [۳۰۸] ہاشم سے مفاخرت کا ارادہ کر لیا ۔ وہ اپنے نسب اور قدر و منزلت کی وجہ سے ہاشم کو ناپسند کرتے تھے مگر قریش نے انھیں نہ چھوڑا تاآنکہ یہ اس مقدمے کو قبیلۂ خزاعہ کے ایک کاہن کے پاس لے گئے اور یہ شرط قرار پائی کہ جس کے خلاف فیصلہ ہو وہ سیاہ آنکھوں والی پچاس اونٹنیاں مکے کی وادی میں ذبح کرے گا اور دس سال کے لیے مکے سے جلا وطن کر دیا جائے گا ۔ ہر ایک اپنی اپنی جمعیت لے کر نکلا اور کاہن کے پاس جا کر اترا ۔ اس نے بیشتر اس کے کہ یہ کچھ کہیں کہا : قسم ہے روشن چاند کی اور چمکنے والے ستارے کی اور برسنے والے بادل کی اور ان پرندوں کی جو فضا میں ہیں ، جب تک مسافر پہاڑوں کے ذریعے راستہ پاتے رہیں خواہ وہ نجد کو جا رہے ہوں خواہ غور کو ہاشم فخر میں امیہ سے سبقت لے گیا ہے ۔ بہر حال خزاعی نے ہاشم کے حق میں فیصلہ دے دیا اور امیہ سے کہا : کیا تو ایسے شخص کا مقابلہ کرتا ہے جو تم سے زیادہ بلند قامت ہے ۔ زیادہ بڑی کھوپڑی والا ہے ۔ زیادہ خوبصورت ہے اور تم سے کم واجب ملامت ہے ۔ اس کی اولاد بھی تیری اولاد سے زیادہ ہے ۔ وہ صفر کے مہینے میں تجھ سے زیادہ سخاوت کرنے والا ہے ۔ یہ سن کر امیہ نے کہا : یہ بھی زمانے کی دغا تھی کہ ہم نے تمھیں ثالث بنایا ۔

ہاشم نے اونٹوں کو لے کر انھیں ذبح کیا اور حاضرین کو کھلا دیا ۔ امیہ نکل کر شام کی طرف چلا گیا اور وہاں دس سال تک مقیم رہا ۔ یہ بات ہاشم اور امیہ کے مابین عداوت کی ابتدا تھی ۔

حکام عرب کی بحث میں ہاشم کا ذکر آئے گا اور ہم بیان کریں گے

کہ ہاشم نے قریش اور خزاعہ کے باہمی مقابلۂ فخر کے بارے میں کہا
کہا تھا ۔ ان شاء اللہ تعالی

جاهلیت کے زمانے میں عربوں کے منصف

حاکم وہ ہے جس کا حکم نافذ ہو اور یہی معنی حَکَم (حاء اور کاف دونوں پر زبر) کے ہیں ۔ اس کی جمع حکام آتی ہے ۔ عربوں کے حکام (منصف) وہ عالم تھے جو ان جھگڑوں میں جو ان کے درمیان واقع ہوتے ، فیصلہ دیا کرتے تھے ۔ مثلاً فضیلت کا جھگڑا ، بزرگی کا ، بلند حسب و بلند نسب وغیرہ کا ۔ ہر قبیلے کا ایک منصف ہوتا تھا جس کے پاس وہ قضیے لے جاتے تھے ۔ ان کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ان کو شمار نہیں کیا جا سکتا ۔ ہم ان میں سے صرف ان افراد کا ذکر کریں گے جن کا حال ہمیں ادب کی اُن کتابوں میں ملا ہے جو ہمارے پاس موجود ہیں ۔

اکثم بن صیفی بن ریاح[1]

اکثم بن صیفی بنی تمیم کے حاکموں میں سے تھا ۔ وہ فصیح بھی تھا اور عالم انساب بھی ۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے میں ظہور فرمایا اور لوگوں کو اسلام کی طرف بلایا تو اکثم نے اپنے بیٹے حُبَیش کو بھیجا ۔ وہ آپ کے متعلق حالات معلوم کرکے واپس آیا ۔ اس پر اکثم نے تمام بنی تمیم کو اکٹھا کرکے کہا :

[۳۰۹] اے بنی تمیم تم بیوقوف بن کر میرے پاس نہ آؤ کیونکہ جو شخص سنے گا وہ سوچے گا بھی ۔ بیوقوف انسان اپنے سے اوپر والے کو

---

۱ ۔ محمد بهجة الاثری لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کے علاوہ اور لوگ بھی عربوں کے حکَم تھے مثلاً عُیَیْنَہ بن حصن بن حُذَیفہ ، حرملہ بن الاشعر المُری ، هرم بن قطبہ بن سنان بن عمرو الفزاری ، بشر بن عبداللہ بن حبان ، ابو سفیان بن حرب بن امیہ ، ابوجہل بن هشام ، اور انس بن مدرک

کمزور اور اپنے سے کم درجہ والے کو مضبوط بناتا ہے ۔ جس شخص میں عقل نہیں اس میں کوئی بھلائی نہیں ۔ میں بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں ۔ جب تم مجھ سے کوئی اچھی بات سرزد ہوتے دیکھو تو اسے قبول کر لو ، اگر اس کے خلاف دیکھو تو میری اصلاح کر دو ، میں اصلاح قبول کر لوں گا ۔ میرے بیٹے نے اس شخص کے ساتھ بالمشافہ بات کی ہے اور وہ میرے پاس اس کے حالات اور اس کی کتاب کے متعلق معلومات حاصل کرکے آیا ہے ۔ وہ اس کتاب کے ذریعے اچھے کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے روکتا ہے اور خود بھی محاسن اخلاق پر عمل کرتا ہے ۔ اللہ کو واحد ماننے اور بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دیتا ہے اور آگوں کی قسم کھانے سے روکتا ہے ۔ تم میں سے جو لوگ صاحب الرائے ہیں انہوں نے قسم کھا کر کہا ہے کہ فضیلت اسی بات میں ہے جس کی طرف وہ دعوت دیتا ہے اور صحیح رائے یہی ہے کہ جن باتوں سے وہ منع کرتا ہے ان کو چھوڑ دیا جائے ۔ تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کرنے اور اس کام میں اُس کا ہاتھ بٹانے کے سب سے زیادہ حقدار ہو ۔ جس بات کی وہ دعوت دیتا ہے اگر وہ حق ہے تو سب لوگوں کو چھوڑ کر یہ تمہارے فائدہ کی بات ہوگی اور اگر باطل ہوگی تو تم سب سے زیادہ اس بات کے حقدار ہو گے کہ اس سے رُک جاؤ اور اس کی پردہ پوشی کرو ۔ [۱] نجران کا پادری آپ کی صفت بیان کیا کرتا تھا اور اس سے بھی پہلے سفیان بن مجاشع آپ کا ذکر کیا کرتا تھا ۔ اس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھا تھا لہٰذا تمہیں اس کے حکم کے تحت سب سے پہلے آ جانا چاہیے ، آخر میں نہیں ۔ پیشتر اس کے کہ تم مجبور ہو کر آؤ تم برضا و رغبت چلے آؤ ۔ جن باتوں کی طرف محمد دعوت دے رہا ہے اگر بالفرض وہ دین نہ بھی ہو تب بھی وہ باتیں لوگوں کے اخلاق میں اچھی باتیں ہوں گی ۔ تم میری بات مانو اور میرے حکم کی تعمیل کرو ۔ میں اس سے تمہارے لیے چند باتوں کی

۱ ۔ نجران کے پادری سے مراد قس بن ساعدہ ایادی سے ہے جس کا ذکر آئندہ آئے گا ۔

درخواست کروں گا جو تم سے کبھی بھی چھین نہ لی جائیں گی اور تم عرب بھر میں سب سے زیادہ دی عزت قبیلہ بن جاؤ گے ۔ تعداد میں سب سے زیادہ ہو گے اور تمہارا گھر سب سے زیادہ وسیع ہوگا کیونکہ میں ایسی بات دیکھ رہا ہوں کہ جس دی عزت شخص نے اس سے اجتناب کیا ذلیل ہؤا اور جو کمزور بھی اس کے ساتھ چمٹ گیا طاقتور ہو گیا ۔ پہلوں نے بعد میں آنے والوں کے لیے کچھ نہیں چھوڑا اور یہ ایک ایسی بات ہے جس کے ساتھ بعد میں آنے والے امور کا تعلق ہے ۔ جس نے پہل کی وہ بلندیوں پر چھا گیا ، بعد کے آنے والے اس کی اقتدا کریں گے ۔ پختہ ارادہ دانشمندی ہے اور اختلاف کمزوری ۔

یہ سن کر مالک[1] بن نویرہ نے کہا : یہ تمہارا بوڑھا سٹھیا گیا ہے ۔

اکثم نے جواب دیا : وَيْلٌ لِلشَّجِيِّ مِنَ الْخَلِيِّ (من حہ می سرایم و طنبورہٗ من جہ می سراید) مجھے افسوس اس بات پر ہے جس میں میں موجود نہیں ہوں مگر وہ معاملہ مجھ سے چھوٹ بھی نہیں سکتا اور اس کے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔

[۳۱۰] مدائنی کا بیان ہے کہ سب سے پہلے یہ مثل اکثم بن صیفی تمیمی کے منہ سے نکلی ۔ اس کے مقولوں میں سے کچھ یہ ہیں مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ ۔ انسان کی قتل گاہ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے ۔ مقتل کے معنی قتل اور قتل گاہ کے بھی ہیں ۔ یہ بھی جائز ہے کہ زبان کو مبالغے کے طور پر قتل کہا گیا ہو کیونکہ یہ قتل تک پہنچا دیتی ہے ۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے : فَإِنَّمَا هِيَ إِقْبَالٌ وَإِدْبَارٌ " یہ تو ہمہ تن آنا اور جانا ہے " اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زبان کو قتل کی جگہ قرار دیا جائے مطلب یہ کہ اس کی وجہ سے قتل واقع ہوتا ہے اور مقتل بمعنی قاتل بھی ہو سکتا ہے کیونکہ مصدر فاعل کا قائم مقام ہوتا ہے گویا یوں کہا گیا :

قَاتِلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ

---

۱ ۔ مالک بن نویرہ بنی تمیم کا سردار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے عہد میں خالد بن الولید نے اسے ارتداد کے شبہ میں قتل کیا ۔

المفضل کہتا ہے : یہ مثال سب سے پہلے اکثم بن صیفی نے اپنے بیٹوں کو وصیت کرتے ہوئے پیش کی تھی ۔ اس نے اپنے بیٹوں کو جمع کرکے کہا تھا : ایک دوسرے کے ساتھ نیکی کیا کرو کیونکہ نیکی کرنے سے (قومی) تعداد قائم رہتی ہے ۔ اپنی زبانوں کو روکے رکھو کیونکہ انسان کی قتل گاہ اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے ۔ [1]حق گوئی نے میرا کوئی دوست نہیں رہنے دیا ۔ سخاوتی نجات کا سبب ہے ۔ جو بات ہوکر رہنے والی ہو اس سے بچاؤ کرنا کوئی نفع نہیں دیتا ۔ بلندیوں کے طلب کرنے میں تکلیف ہوتی ہے ۔ کوشش کرنے میں میانہ روی اختیار کرنے سے زیادہ [2]آرام حاصل کیا جا سکتا ہے ۔ جو شخص ان چیزوں پر جنہیں وہ حاصل نہیں کر سکتا غمناک نہیں ہوتا وہ اپنے بدن کو آرام دیتا ہے ۔ وہ شخص جو اس حالت پر جس پر وہ ہے قانع ہوگا اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی ۔ نادم ہونے سے پہلے ہی آگے بڑھنا چاہیے ۔ مجھے یہ بات زیادہ پسند ہے کہ میں کسی معاملے کو ابتدا ہی میں پکڑ لوں بہ نسبت اس کے کہ میں اسے اس وقت پکڑوں جب اس کی صرف دم باقی رہ گئی ہو ۔ جس مال سے تجھے نصیحت حاصل ہو وہ مال ضائع نہیں ہوا ۔ کسی بات کے جاننے والے کے لیے ان لوگوں کی طرف سے مصیبت پیدا ہوتی ہے جو اسے نہیں جانتے ۔ جب کوئی معاملہ تمہیں پیش آنے والا ہو تو اس وقت وہ [3]مشتبہ ہوتا ہے

---

۱ ۔ اسی قسم کا قول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے متعلق بھی کہا گیا ہے اور وہ یہ ہے تَرَکَنَہُ الحقُّ وَمَالَہُ مِن صَدِیقٍ ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں الحمام بالحاء المہملہ دیا ہے اسے الجمام بالجیم المعجمہ پڑھیں ۔

۳ ۔ یعنی معاملہ پیش آتے ہی اس کی تہ تک پہنچ جانا دانائی ہے ورنہ اس کے گزر جانے پر جب انجام ظاہر ہو جائے تو پھر بیوقوف اور عقلمند دونوں پر بات واضح ہو جاتی ہے اور اس وقت دونوں یکساں ہوتے ہیں ۔

مگر جب گزر جائے تو عقلمند اور بے وقوف دونوں اسے جان جاتے ہیں۔ فارغ البالی میں اکڑنا حماقت ہے اور مصیبت کے وقت عاجز ہو کر بیٹھ جانا عیب ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر غصے میں نہ آیا کرو کیونکہ اس سے بہت سے لوگ جرم کر بیٹھتے ہیں۔ جو بات تم سے پوچھی نہ گئی ہو اس کا جواب نہ دو۔ تم اس بات پر مت ہنسو جس پر ہنسی نہ آتی ہو۔ ایک دوسرے سے دور رہو مگر ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو کیونکہ جو لوگ اکٹھے ہوتے ہیں وہ کوچ بھی کر جاتے ہیں۔ عورتوں کا غرور توڑے رکھنا ، شریف عورت کے لیے حرمت عمدہ کھیل ہے۔ جس شخص کے پاس کوئی اور حملہ نہ ہو تو اس کا حملہ یہی ہے کہ وہ صبر کرے۔ اگر تو زندہ رہے گا تو وہ باتیں دیکھے گا جو تو نے نہ دیکھی ہوں گی۔ بانسونی انسان کی مثال رات کے وقت ایندھن[1] اکٹھا کرنے والے کی سی ہے۔ [۳۱۱] جس نے بہت باتیں کیں وہ لوگوں کی نگاہوں سے گر گیا۔ اپنا راز لونڈی کو نہ بتاؤ۔ یہ انتیس مثالیں ہیں جو سب کی سب اکثم کی کہی ہوئی ہیں۔ کسی نے مَقْتَلُ الرَّجُلِ بَيْنَ فَكَّيْهِ کے ہم معنی کیا خوب کہا ہے۔ خدا اس شخص پر رحم کرے جس نے ان چیزوں کو کھلا چھوڑ دیا جو اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان ہیں اور جو اس کے دونوں جبڑوں کے درمیان ہے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ ابو الفتح[2] بُستی کی کیا بات ہے کیونکہ اس نے اس مثال کے ہم معنی یہ شعر کہے ہیں :

تَكَلَّمْ وَسَدِّدْ مَا اسْتَطَعْتَ فَإِنَّمَا
كَلَامُكَ حَيٌّ وَالسُّكُوْتُ جَمَادُ

---

۱ - کہ وہ نیک و بد کی تمیز نہیں کر سکتا۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ سانپ پر پڑے جسے اس نے ایندھن سمجھا ہے۔

۲ - ابو الفتح بُستی۔ ابو الفتح علی بن محمد البستی سلطان محمود غزنوی کے دربار کا شاعر : عمدہ گو شاعر تھا۔ تجنیس کا دلدادہ تھا۔ چنانچہ اشعار میں اور نثر میں بدیع قسم کی تاسیس و تجنیس لاتا ہے۔ ۴۰۰ھ یا ۴۰۱ھ میں مرا (شذرات الذهب : ۳ : ۱۵۹)۔

جہاں تک ہو سکے بات کہو اور درست کہو کیونکہ تمھاری گفتار زندہ ہے اور سکوت جماد کی طرح ہے

فَإِنْ لَمْ تَجِدْ قَوْلاً سَدِيْداً تَقُولُهُ
فَصَمْتُكَ عَنْ غَيْرِ السَّدِيْدِ سَدَادُ

اگر تمھیں کہنے کے لیے کوئی درست بات نہیں ملتی تو تمھارا نا درست بات کہنے کے بجائے چپ رہنا ہی درست بات ہے

قاضی ابو احمد منصور بن محمد الھروی اسی کا تتبع کرتے ہوئے کہتا ہے :

إِذَا كُنْتَ ذَا عِلْمٍ وَمَا رَاكَ جَاهِلٌ
فَأَعْرِضْ فَفِي تَرْكِ الجَوَابِ جَوَابُ

جب تجھے علم حاصل ہو اور ایک جاہل تم سے جھگڑنے لگے تو اس سے اعراض کر کیونکہ جواب نہ دینا ہی جواب ہے (جواب جاہلاں باشد خموشی)

وَإِنْ لَمْ تُصِبْ فِي القَوْلِ فَاسْكُتْ فَإِنَّمَا
سُكُوتُكَ عَنْ غَيْرِ الصَّوَابِ صَوَابُ

اگر تو صحیح بات نہ کہہ رہا ہو تو خاموش رہ کیونکہ نا درست بات کہنے کے مقابل خاموش رہنا ہی درست بات ہے

ابو سہل نیلی نے اس شعر میں تمام شرائطِ کلام کا ذکر کر دیا ہے -

أُوْصِيْكَ فِي نَظْمِ الكَلَامِ بِخَمْسَةٍ
إِنْ كُنْتَ لِلْمُوصِي الشَّفِيْقِ مُطِيْعَا

اگر تو کسی شفیق وصیت کرنے والے کی اطاعت کرنا پسند کرے تو میں تجھے بات کہنے کے ضمن میں پانچ چیزوں کی نصیحت کرتا ہوں

لَا تَغْفُلَنْ سَبَبَ الكَلَامِ وَوَقْتَهُ
وَالكَيْفَ وَالكَمَّ وَالمَكَانَ جَمِيْعَا

بات کرتے وقت ان باتوں سے غافل نہ رہنا ۔ سبب ، وقت ، کیفیت ، کمیت اور جگہ ۔

میں اس سے پہلے اکثم بن صیفی کی اس گفتگو کا ذکر کر چکا ہوں جو اس نے کسریٰ سے کی ۔ اس نے جو خطبہ اس وقت دیا تھا اس کا ذکر بھی کیا جا چکا ہے اور آئندہ انشاء اللہ خطبوں کے بیان میں کچھ ذکر اور آئے گا ۔

اور انھی میں سے

حاجب بن زرارہ بن عدس التمیمی

ہے ۔ حاجب بھی بنی تمیم کے حاکموں میں سے تھا ۔ اسے عربوں کے حالات ، تاریخ اور انساب کا پورا علم حاصل تھا اور یہ اپنے زمانے کے مشہور فصحا اور بلغا میں شمار ہوتا تھا اور عربوں میں وفاداری کے باعث معروف تھا ۔ جب کسریٰ نے بنی تمیم کو عراق کی سرسبز زمینوں میں داخل ہونے سے روک دیا تو یہ کسریٰ کے پاس گیا اور اجازت چاہی ۔ کسریٰ نے کہلا بھیجا : کیا تو عربوں کا سردار ہے ؟ جواب دیا : نہیں ۔ پھر کہا : کیا تو مضر کا سردار ہے ؟ کہا : نہیں ۔ پھر کہا : کیا تو اپنے باپ کے بیٹوں کا سردار ہے ۔ جواب دیا : نہیں ۔ اس کے بعد اس نے آنے کی اجازت دی ۔ جب وہ کسریٰ کے پاس گیا تو اس نے کہا : تو کون ہے ؟ کہا : عربوں کا سردار ۔ کسریٰ نے کہا : کیا میں نے تجھ سے یہ نہیں پچھوایا تھا کہ کیا تو عربوں کا سردار ہے؟ مگر تو نے کہا تھا نہیں ۔ حتیٰ کہ تا لآخر میں نے تیرے باپ کی اولاد پر اکتفا [۳۱۲] کیا ، تو نے تب بھی " نہیں " کہا ۔ اس نے جواب دیا : جب تک میں تمھارے پاس نہیں آیا تھا اس وقت تک میں ویسا ہی تھا اور جب تمھارے پاس پہنچ گیا تو میں عربوں کا سردار بن گیا ۔ کسریٰ نے کہا : واہ ! اس کا منہ موتیوں سے بھر دو ، اس کے بعد کسریٰ نے کہا : تم عرب لوگ بے وفا ہوتے ہو ، اگر تمھیں اجازت دے دوں تو تم ملک میں فساد بپا کر دو گے ، بندگان خدا پر غارت ڈالو گے اور مجھے دکھ دو گے

حاجب نے جواب دیا : میں ضامن ہوں کہ وہ ایسا نہ کریں گے ۔ کسریٰ نے کہا : اس بات کا کون ضامن ہے کہ تو اس وعدے کو پورا کرے گا ؟ حاجب نے کہا : میں اپنی کمان گرو رکھتا ہوں ۔ جب وہ اپنی کمان لے کر آیا تو آس پاس کے سب لوگ ہنس پڑے اور کہا : کیا وہ اس لاٹھی کی خاطر وفا کرے گا ؟ کسریٰ نے کہا : یہ کسی چیز کی خاطر بھی اس کمان کو کبھی چھوڑنے کا نہیں ۔ چنانچہ کسریٰ نے وہ کمان لے لی اور انھیں عراق کے سرسبز علاقوں میں داخل ہونے کی اجازت دے دی ۔

اس کے بعد قبیلۂ مضر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور کہا : یا رسول اللہ ! آپ کی قوم ہلاک ہو گئی اور وہ بھوکوں مر رہے ہیں ۔ عرب قحط سالی کو بجو اور بھیڑیے سے تعبیر کرتے ہیں ۔ جریر کہتا ہے :

مِمَّنْ سَاقَتِ السَّنَةُ الحَصَّاءُ و الذِّيبُ[1]

جنھیں قحط سالی اور خشک سالی کھینچ لائی ہے

ایک اور شاعر کہتا ہے :

أَبَا خُرَاشَةَ أَمَّا أَنْتَ ذَا نَفَرٍ
فَإِنَّ قَوْمِيَ لَمْ يَأْكُلْهُمُ الضَّبُعُ

اے ابو خراشہ اگر تو بڑی جمعیت والا ہے تو میری قوم کو بھی بجو نے نہیں کھایا

اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں دعا کی اور اللہ نے بارش نازل فرمائی ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پہلے ان کے لیے بد دعا کی تھی اور فرمایا تھا :

خدایا ! مضر کو خوب اچھی طرح لتاڑ ، انھیں یوسف علیہ السلام کی

---

۱ - اس کا پہلا مصراع یہ ہے : يأْوِي إِلَيْكَ فَلَا مَنٌّ ولا جَحَدُ ۔ بلوغ الارب میں سنة الشهباء دیا ہے ۔ تصحیح از روی عقد الفرید کی گئی ہے ۔ اگرچہ معنی کے اعتبار سے الشهباء بھی درست ہے ۔

سی سخت قحط سالی میں مبتلا کر ، حاجب بن زرارہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا عطارد بن حاجب کسریٰ کے پاس اپنے باپ کی کمان کا مطالبہ کرنے کے لیے آیا ۔ کسریٰ نے کہا : تو وہ شخص نہیں ہے جس نے اسے رہن رکھا تھا ۔ عطارد نے جواب دیا : یہ درست ہے ۔ کسریٰ نے کہا : اسے کیا ہؤا ؟ عطارد بولا : وہ مر گیا ہے ، وہ میرا باپ تھا اور اس کی قوم نے اس کے معاہدے کو پورا کیا ہے اور خود اس نے بھی بادشاہ سے اپنا عہد پورا کیا ہے " لہٰذا کسریٰ نے وہ کمان اسے واپس دے دی اور خلعت عطا کی ۔

جب عطارد بن حاجب جو بنی تمیم کا سردار تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور ایمان لے آیا تو اس نے وہ کمان تحفے کے طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی مگر آپ نے اسے قبول نہ فرمایا ۔ عطارد نے وہ کمان ایک یہودی کے پاس [۳۱۳] چار ہزار درہم میں بیچ ڈالی ۔ یہ ابن عبدّ ربہ کی روایت ہے جو اس نے [۱] العقد الفرید میں رقم کی ہے ۔

امام مرزوقی جنھوں نے یہ قصہ زیادہ بسط سے بیان کیا ہے کہتے ہیں کہ اس کا سبب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مضر کے حق میں بد دعا کی تھی اور فرمایا تھا : خدایا مضر کو خوب سختی سے لتاڑنا اور انھیں یوسف علیہ السلام کی سی قحط سالی میں مبتلا کرنا " چنانچہ متواتر سات سال ان کے ہاں قحط سالی رہی ۔ جب حاجب نے اپنی قوم کی تکلیف کو دیکھا تو اس نے بنی زرارہ کو جمع کیا اور کہا :

میں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ میں کسریٰ کے پاس جاؤں اور اس سے یہ مطالبہ کروں کہ وہ ہماری قوم کو اجازت دے کہ وہ سمندر کے قریب قریب رہ سکیں تاآنکہ خشک سالی دور ہو جائے ۔

قوم نے کہا : تم نے صحیح بات سوچی ہے ، ایسا ہی کرو مگر

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو العقد الفرید (مطبعۃ التالیف و الترجمۃ و النشر ۱۳۵۹ ۔ ۱۹۴۰) ج ۲ : ۲۰

ہمیں بکر بن وائل سے ڈر لگتا ہے کہ کہیں وہ تمھیں نقصان نہ پہنچائیں ۔
اس نے جواب دیا : ان کا ہر سردار میرا ممنون احسان ہے سوا ابن
الطویلہ تمیمی کے اور میں اس کا بھی علاج کر لوں گا ۔ چنانچہ یہ
روانہ ہو گیا اور راستے میں لوگوں کو تحفے دیتا اور ان پر احسان کرتا
گیا تاآنکہ اس پانی پر پہنچا جہاں ابن الطویلہ (کا ڈیرہ) تھا ۔ رات وہاں
قیام کیا ۔ جب صبح روشن ہوئی تو اس نے چمڑے کا دسترخوان منگوایا ۔
اس پر کھجوریں ڈال دینے کا حکم دیا اور اعلان کر دیا کہ آؤ صبح
کا کھانا کھا لو ۔ جب ابن الطویلہ نے غور کیا تو اس نے حاجب کو
دیکھا اور اپنی قوم سے کہا کہ دعوت قبول کر لو ۔ حاجب نے اسے
کچھ اونٹنیاں بھی بطور تحفہ دیں اور وہاں سے روانہ ہو گیا ۔ جب
کسریٰ کے پاس گیا تو اس کے پاس اپنے مال و جان کی تکالیف بیان کیں
اور اس سے درخواست کی کہ وہ انھیں اپنے علاقے میں داخل ہونے کی
اجازت عطا کرے ۔ کسریٰ نے کہا : تم عرب لوگ بے وفا ہوتے ہو ۔
اگر انھیں اجازت دے دوں تو وہ میری رعایا میں فساد مچائیں گے اور
لوٹ مار کریں گے ۔ حاجب نے جواب دیا : میں ضمانت دیتا ہوں کہ
وہ ایسا نہ کریں گے ۔ کسریٰ نے کہا : اس بات کا کون ضامن ہے کہ
تو بھی اپنا عہد وفا کرے گا ۔ حاجب نے کہا : میں اپنی کمان آپ کے
پاس بطور ضمانت رکھتا ہوں ۔ جب (وہ کمان) لے کر آیا تو آس پاس کے
لوگ ہنس پڑے اس پر بادشاہ نے کہا : " یہ کمان کو چھوڑنے کا نہیں ،
لے لو " ۔

حاجب کی وفات کے بعد جب قبیلۂ مضر آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا تو آپ نے اس کے حق میں دعا کی اور
یہ لوگ اپنے اپنے علاقوں کو چلے آئے ۔ عطارد اپنے باپ کی کمان کا
مطالبہ کرنے کی غرض سے کسریٰ کے پاس گیا ۔ کسریٰ نے کہا :
تو نے کمان بطور ضمانت نہ رکھی تھی ۔ اس نے جواب دیا : " یہ درست
ہے ، مگر وہ مر گیا ہے اور میں اس کا بیٹا اور بادشاہ کا وفادار ہوں " ۔
کسریٰ نے کمان کے واپس کیے جانے کا حکم دیا اور اسے خلعت عطا

کی ۔ جب عطارد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا تو اس نے وہ کمان آپ کو بطور تحفہ پیش کی مگر آپ نے قبول نہ فرمائی ۔ آخر اس نے وہ کمان ایک یہودی کے پاس چار ہزار درہم کے عوض بیچ ڈالی ۔ حاجب کا یہ فعل حاجب اور اس کے قبیلے کے لیے باعث فخر اور بزرگی بنا ۔ ابو تمام[1] نے جو قصیدہ ابو دُلَف العجلی[2] کی مدح میں کہا اس میں اسی کمان کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ چنانچہ کہتا ہے

عَلَی مِثْلِهَا مِنْ اَرْبُعٍ و مَلاَعِبٍ
[3]تُذَالُ مَصُونَاتُ الدُّمُوعِ السَّوَاکِبِ

اس قسم کے مکانات اور کھیل کود کی جگھوں پر ہی تو محفوظ رکھے ہوئے بہنے والے آنسو ذلیل کر دیے جاتے ہیں (ایسے مقامات کو دیکھنے کے بعد آنسوؤں کی حفاظت نہیں کی جا سکتی)

اَقُولُ[4] لِقُرحَانٍ مِنَ البَیْنِ لَمْ یَجِدْ
رَسِیْسَ الهَوٰی بَیْنَ الحَشَا والتَّرَائِبِ

---

۱ ۔ ابو تمام طائی مؤلف حماسہ محدثین شعرا میں سے ہے ۔ اس نے ۲۳۱ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ ابو دُلَف قاسم بن عیسیٰ العجلی ۔ کرخ کا حاکم تھا ۔ بہت بہادر ، ممدوح ، سخی اور عمدہ شاعر تھا ۔ المعتصم باللہ نے اسے دمشق کا حاکم مقرر کیا تھا اور غالی شیعہ تھا ۔ ایک روز کہنے لگا : جو غالی شیعہ نہیں ہے وہ ولد الزنا ہے ۔ بیٹے نے کہا : میں تمھارے مذہب پر نہیں ہوں ۔ اس نے جواب میں کہا : جب میں نے تمھاری والدہ سے جماع کیا تھا تو پہلے استبراء نہیں کر لیا تھا ۔ لہٰذا تو پیدا ہوگیا ۔ ۲۲۵ھ میں وفات پائی(شذرات الذهب : ۲: ۵۷)

۳ ۔ دیوان ابی تمام میں تذال کی بجائے اُذِیْلَتْ دیا ہے

۴ ۔ القُرحَانُ : لسان العرب میں ہے القُرحان بالضم من الابل : الذی لم یُصِبْه جَرَبٌ قَطُّ و من النّاس الذی لَمْ یَمَسَّهُ القَرْحُ و هوالجُدری ۔ یہاں استعارے کے طور پر اس شخص کے لیے استعمال ہؤا ہے جس نے محبوب کی جدائی کے زخم نہ کھائے ہوں ۔ دیوان ابی تمام میں لم یجد کی بجائے لَمْ یُضِفْ دیا ہے ۔

میں اس شخص کو جس نے کبھی جدائی کا مزہ نہیں چکھا اور پیٹ اور انتڑیوں میں پائیدار عشق کو نہیں پایا یہ کہتا ہوں (جو بندہ شکم ہے صاحب دل نہیں)

أَعِنِّي أَدَرِّ شَمْلَ دَمْعِي فَأَنَّنِي
أَرَى الشَّمْلَ مِنْهُمْ لَيْسَ بِالمُتَقَارِبِ

کہ وہ میری مدد کر لے تاآنکہ میں اپنے آسوؤں کی جمعیت کو پراگندہ کروں کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان کی جمعیت قریب ہونے کی نہیں

کبھی کہتے وہ ان اشعار تک نہ سمجھا

إِذَا الْعِيسُ لَاقَتْ[1] بِي أَبَا دُلَفٍ فَقَدْ
تَقَطَّعَ مَا بَيْنِي وَبَيْنَ النَّوَائِبِ

جب اونٹ مجھے لے کر ابو دلف کے پاس پہنچیں تو سمجھ لو کہ اب میرے اور مصیبتوں کے باہمی تعلقات منقطع ہو چکے ہیں

هُنَالِكَ تَلْقَى الجُودَ حَيْثُ تَقَطَّعَتْ
تَمَائِمُهُ وَالْمَجْدُ مُرْخَى الذَّوَائِبِ

تو سخاوت کو وہاں ایسے مقام پر پائے گا جہاں یہ جوان چڑھی ہے اور بزرگی (کو دیکھے گا کہ) اسی لٹیں لٹکائے ہوئے ہے

تَكَادُ عَطَايَاهُ يُجَنُّ جُنُونُهَا
إِذَا لَمْ يُعَوِّذْهَا بِنَغْمَةِ طَالِبِ

اس کے عطیے اور انعامات یوں معلوم ہوتا ہے گویا دیوانے ہو جانے کو ہیں ۔ اگر ان پر سوالی کو انعام دینے کا تعویذ نہ لٹکا دیا جائے (تو واقعی دیوانے ہو جائیں)

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لاقت ای دلف دیا ہے اسے لاقت بی أبا دلف پڑھیں ۔

یَرٰی اَقْبَحَ الاَشْیَاءَ اَوْبَۃَ آمِلٍ
کَسَتْہُ یَدُ المأمُولِ حُلَّۃَ خَائِبٍ

اس کے نزدیک بدترین بات یہ ہے کہ کوئی امید لے کر اور اسے امیدگاہ ناکام لوٹا کر دے

وَاَحْسَنُ مِنْ نَوْرٍ یُفَتِّحُہُ النَّدَی[1]
بَیَاضُ العَطَایَا فِی سَوَادِ المَطَالِبِ

اس گل سے جو نمی کی وجہ سے کھل جائے زیادہ خوبصورت عطیوں کی وہ سفیدی ہے جو مطالب کی سیاہی میں (جلوہ گر) ہو

اِذَا اُلْجِمَتْ[2] یَوْماً لُجَیْمٌ وَحَوْلَہَا
بَنُو الحِصْنِ نَجْلُ المُحْصَنَاتِ النَّجَائِبِ

جب کسی روز قبیلۂ لُجَیم گھوڑے کو لگام دیں اور ان کے گرد بنوالحصن ہوں جو خود نجیب اور پاکدامن عورتوں کی اولاد ہیں (آمادۂ جنگ ہوں)

فَاِنَّ المَنَایَا وَالصَّوَارِمَ وَالقَنَا
اَقَارِبُہُمْ فِی الرَّوْعِ دُوْنَ الاَقَارِبِ

تو حقیقی رشتہ داروں کے علاوہ جنگ کے دن موتیں ، کاٹنے والی تلواریں ، اور نیزے ان کے رشتہ دار ہوں گے

جَحَافِلُ لاَ یَتْرُکْنَ ذَا جَبَرِیَّۃٍ
سَلِیْماً وَلاَ یَحْرُبْنَ مَنْ لَمْ یُحَارِبِ[3]

1- دیوان میں الندی کی بجائے الصبا دیا ہے
2- بلوغ الارب میں الجمت یوماً لجیم دیا ہے اسے الجمت یوماً لجیم پڑھیں جیسا کہ دیوان میں ہے ۔ لُجیم بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ابو دلف کی قوم ہے کیونکہ ابو دلف عجل بن لُجیم میں سے تھا ۔
3- بلوغ الارب میں لا یحارب دیا ہے اسے لم یحارب پڑھیں جیسا کہ دیوان میں دیا ہے ۔

یہ ایسی فوجیں ہیں جو کسی متکبر کو صحیح و سالم نہیں چھوڑتیں
مگر ان لوگوں کا مال نہیں چھینتیں جو ان سے نہیں لڑتے

يَمُدُّونَ مِنْ أَيْدٍ عَوَاصٍ عَوَاصِمٍ
تَصُولُ بِأَسْيَافٍ قَوَاضٍ قَوَاضِبِ

یہ لوگ (سائلوں کی طرف) ان ہاتھوں کو بڑھاتے ہیں جو (سخاوت پر ملامت کرنے والوں کی) نافرمانی کرتے ہیں ، یہ اُن لوگوں کو بچاتے ہیں جو ان کے پاس آ کر پناہ لیں ، وہ ایسی تلواروں کے ساتھ آ کر حملہ کرتے ہیں جو دشمن کا فیصلہ کر کے رکھ دیتی ہیں اور بڑی ہی تیراں ہیں ۔

إِذَا افْتَخَرَتْ يَوْمًا تَمِيمٌ بِقَوْسِهَا
فَخَارًا عَلَيْنَا وَطَّدَتْ مِنْ مَنَاقِبِ

[۳۱۵] جب کسی روز بنی تمیم اپنی کمان پر فخر کرے علاوہ ان محاسن کے جو ثابت اور راسخ ہو چکے ہیں

فَأَنْتُمْ بِذِي قَارٍ أَمَالَتْ سُيُوفكم
عُرُوشَ الَّذِينَ اسْتَرْهَنُوا قَوْسَ حَاجِبِ

(تو کوئی بات نہیں کیونکہ) ذی قار کی جنگ میں تمھاری تلواروں نے اس قوم کے تخت کو جھکا دیا جنھوں نے حاجب کی کمان اپنے پاس بطور ضمانت رکھی تھی

---

۱ ۔ ذی قار کی جنگ عربوں اور ایرانیوں کے مابین ہوئی تھی ۔ اس جنگ میں بنی عجل بنی شیبان کے ساتھ ہو کر ایرانیوں کے خلاف لڑے تھے ۔ ہانی بن حنظلہ العجلی ان کا سردار تھا ، عربوں کو فتح نصیب ہوئی تھی اور انھوں نے کسریٰ کا کستوری کا قافلہ لوٹ لیا تھا ۔ اسی جنگ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا : ھذا اول یوم انتصف العرب من العجم فیہ و بی نُصروا ۔

شاعر کی مراد یہ ہے کہ اگر قبیلہ تمیم اس امر پر فخر کرے تو کون سی بڑی بات ہے کیونکہ تم نے ان لوگوں کو قتل کیا ہے جنھوں نے ان کو یہ بزرگی عطا کی تھی کہ ان کے پاس یہ کمان بطور ضمانت رہی - تم نے ان کی (عزت عطا کرنے والوں کی) عزت کو فنا کر دیا - یہ اشارا ذی قار کی جنگ کی طرف ہے جس میں بنی شیبان نے ایرانیوں کو قتل کیا اور ان کے کشتوں کے پشتے لگا دیے - ان کا سردار سیار بن حنظلہ عجلی تھا اور ابو دلف بھی بنی عجل میں سے ہے اسی لیے اس نے اسے ان الفاظ میں مخاطب کیا ہے -

اور انھی میں سے

اقرع بن حابس ابو عیینہ تمیمی

ہے - اقرع بن حابس بن عقال بن محمد بن سفیان التمیمی المجاشعی الدارمی بنی تمیم کے منصفوں میں سے تھے - بنی تمیم اپنے واقعات اور مفاخرت کے معاملے میں انھی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے - ابن اسحٰق کہتا ہے کہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا ، انھوں نے مکہ ، حُنَین اور طائف کی فتح میں حصہ لیا اور وہ مؤلفہ القلوب میں سے تھے اور پہلے مسلمان تھے -

زبیر اپنی نسب کی کتاب میں لکھتے ہیں : اقرع جاہلیت کے زمانے میں منصف تھے - یہی وہ شخص ہیں جنھوں نے حجروں کے پیچھے سے یامحمدؐ کہہ کر پکارا تھا مگر آپ نے جواب نہ دیا تھا تو اس پر کہا تھا اے محمد ! میرا کسی کی تعریف کرنا اس کے لیے زینت ہے اور میرا کسی کی مذمت کرنا اس کے لیے عیب ہے - آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں فرمایا تھا : وہ تو اللہ ہے (جو ایسا کر سکتا ہے)

ابن شاہین[1] نے مدائنی سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ

---

۱ - ابن شاہین : ابو حفص بن شاہین عمر بن احمد البغدادی الواعظ المفسر الحافظ ان کی متعدد تصانیف ہیں ، دار قطنی سے دو سال بڑا تھا اور دار قطنی کی وفات کے ایک ماہ بعد فوت ہؤا - ان کی تین سو سے زائد تصانیف ہیں - ۳۸۵ھ میں وفات پائی - (شذرات الذھب : ۳ : ۱۱۷)-

جب عُیَینہ بن حصن نے بنو العنبر کو قتل کیا تو ان کا ایک وفد آیا اور پھر سارا قصہ بیان کیا ہے اور اس میں مذکور ہے کہ اقرع بن حابس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قیدیوں کے بارے میں گفتگو کی اور وہ قیدیوں کے آنے سے پہلے مدینے میں موجود تھے ۔ عُیَینہ بن حصن نے اقرع سے جھگڑا کیا ۔ اسی ضمن میں وہ کہتا ہے :

وَ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَامَ ابْنُ حَابِسٍ
بِخُطَّۃِ سَوَّارٍ إِلَی الْمَجْدِ حَازِمِ

ابن حابس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اس سوار کی خوبیوں کے ساتھ کھڑا ہوا جو دانش مند ہو اور بزرگی کی طرف جانے والا ہو

لَہٗ أَطْلَقَ الأَسْرٰی الَّتِی فِی قُیُوْدِھَا
مُغَلَّلَۃً أَعْنَاقُھَا فِی الشَّکَائِمِ

(آپ نے) اس کی خاطر ان قیدیوں کو جو بیڑیوں میں جکڑے ہوئے تھے اور جن کی گردنیں دہانوں کے طوق کے اندر تھیں رہا کر دیا

اقرع شرحبیل[1] بن حسنہ کے ساتھ دومۃ الجندل کے مقام پر موجود تھے اور خالد کے ساتھ اہلِ عراق کی جنگ اور انبار کی فتح میں بھی شامل تھے ۔

[۳۱۶] ابن درید کا بیان ہے : اقرع بن حابس کا نام فراس تھا ۔ انھیں اقرع اس لیے کہا گیا کہ اُن کے سر کے بال اڑ گئے تھے ۔ انھیں

---

۱ ۔ شُرَحْبِیل بن حسنہ الکندی ۔ حسنہ ان کی والدہ کا نام ہے ۔ ان کے والد کا نام عبد اللہ بن مطاع ہے ۔ حبشہ کی طرف ہجرت کر کے گئے اور حضرت عمر نے انھیں شام کے کچھ علاقے کا حاکم مقرر کیا ۔ عمواس کی طاعون میں ۱۸ھ میں وفات ہوئی (شذرات الذہب : ۱ ؛ ۳۰)

جاہلیت میں بھی اور اسلام میں بھی شریف سمجھا جاتا تھا ۔ عبد اللہ[1] بن عامر نے انھیں اس فوج کا جو اس نے خراسان بھیجی تھی سردار مقرر کر کے بھیجا تھا ۔ ان کی فوج اور یہ خود جوزجان کے مقام پر شہید ہوئے ۔ یہ واقعہ حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت کا ہے ۔ ابن الکلبی نے ذکر کیا ہے کہ اسلام لانے سے پہلے یہ مجوسی تھے ۔ رضی الشاطبی نے ذکر کیا ہے کہ اقرع بن حابس اپنے خاندان کے دس آدمیوں کے ساتھ یرموک میں مارے گئے ، و اللہ اعلم ۔

اور انھی میں سے

ربیعہ بن مخاشن التمیمی

ہے ۔ یہ تمیم کے حاکموں میں سے تھا ۔ اس زمانے میں لوگ اسی ہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے کیونکہ یہ ان کا عالم ، اپنی قوم اور دیگر عرب قبائل کے انساب سے واقف اور ان کے مراتب کا تعیّن کرنے والا تھا علاوہ بریں وہ اپنے زمانے کے فصیح ترین لوگوں اور مشہور ترین خطیبوں میں شمار ہوتا تھا بہت مہمان نواز اور بہادر تھا ۔ اس کی قوم اس کی رائے کو نظرانداز نہ کر سکتی تھی ۔ اس کے بغیر کسی بھی معاملے کا فیصلہ نہ کیا جاتا تھا ۔ وہ بنی اسید بن عمرو بن تمیم میں سے ہے ۔ بنو تمیم کے خیال میں یہی وہ پہلا شخص ہے جس کے لیے لاٹھی کو ٹھکورا گیا ۔ ہم عربوں کی ذکاوت کا ذکر کرتے وقت اس اختلاف کا ذکر کر چکے ہیں ۔

اور انھی میں سے

ضمرہ بن ضمرہ التمیمی

ہے ۔ (مذکور الصدر افراد کی طرح) یہ بھی تمیم کے حاکموں میں

---

۱ ۔ عبد اللہ بن عامر حضرت عثمانؓ کے ماموں زاد بھائی تھے ۔ چوبیس برس کی عمر میں ۲۹ھ میں بصرہ اور فارس کے گورنر مقرر ہوئے ۔ ۳۰ھ میں خراسان فتح ہؤا تھا لٰہذا اقرع کی موت اسی سال واقع ہوئی ہوگی ۔ (شذرات الذہب : ۱ : ۳۶)

تھا ۔ بنی تمیم مشاجرت کے قضیے اسی کے پاس لے جایا کرتے تھے اور اس سے فیصلہ کراتے تھے۔ اس زمانے میں اس کی رائے کے برابر کسی دوسرے کی رائے کو نہ جانا جاتا تھا۔ وہ لوگ واقعات اور حروب میں اس کے مشورے سے مستغنی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ انھیں اس کی وافر عقل ، ذکاء ، حرب زمانی ، سخاوت نسمہ خصلت اور عربوں کے حالات اور ان کے انساب کے معاملے میں مہارت حاصل تھی ۔

قاموس میں ہے : اس کا نام ضمرہ بن ابی ضمرہ ہے مگر درست وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا جیسا کہ قاموس کے [1]شارح زبیدی نے اس کے بارے میں بتایا ہے ۔

میدانی کی مجمع الامثال میں " إنّ العصَا قُرِعت لذی الحلم " پر بحث کے ضمن میں مرقوم ہے کہ ضمرہ نے ایک مقدمے میں رشوت لی تھی اور بے ایمانی کی تھی ۔

اور انھی میں سے

عامر بن الظرب العدوانی

ہے ۔ عامر قیس کے حاکموں میں سے تھا ۔ ہم عربوں کی ذکاوت کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں کہ ابو عبیدہ کا بیان ہے : جس شخص کے لیے [۱۷ ۳] سب سے پہلے لاٹھی کو ٹھکورا گیا وہ عامر بن الظرب تھا ۔ وہاں اس واقعہ کا ذکر بھی کر دیا ہے ۔ عرب کسی دوسرے کے فہم کو اس کے فہم کا ہم پلہ نہ جانتے تھے ، اسی طرح کسی دوسرے کے فیصلے کو بھی اس کے فیصلے کا مثیل نہ مانتے تھے ۔

کتاب مجمع الامثال میں ہے : " کہا جاتا ہے کہ یہ تین سو سال زندہ رہا اس کے بعد وہ اشعار مذکور ہیں جن کے باعث اس کے اتنی لمبی عمر پانے کا پتا چلتا ہے ۔ ہم اس سے پہلے اس کے اشعار اور اس کے مختصر

---

۱ ۔ شارح زبیدی : محب الدین ابو الفیض السیّد محمد مرتضیٰ الحسینی الواسطی الزبیدی المتوفیٰ ۱۲۰۶ھ = ۱۷۹۱ء

حالات بیان کر چکے ہیں - عامر فصحائے عرب میں سے تھا - اس کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے: رُبَّ أَكْلَةٍ تَمْنَعُ أَكَلَاتٍ، بہت سے لقمے ایسے ہوتے ہیں جو انسان کو کئی ایک لقموں سے محروم کر دیتے ہیں - [1] المفضل کہتا ہے : یہ الفاظ سب سے پہلے عامر بن الظرب عدوانی نے کہے - یہ قصہ یوں ہے کہ یہ حج کے موقع پر لوگوں کو گزار رہا تھا کہ غسان کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ نے اسے دیکھ لیا اور کہا : جب تک اس عدوانی کو ذلیل نہ کر لوں میں اسے نہیں چھوڑنے کا - جب بادشاہ اپنے گھر واپس گیا تو اس کے پاس پیغام بھیجا کہ میں چاہتا ہوں تو آ کر مجھ سے ملے - میں تجھے عطیے دوں گا تیری عزت کروں گا اور تجھے دوست بنا لوں گا - (یہ معلوم کرکے) اس کی قوم اس کے پاس آئی اور کہا : کیا تو اس کے پاس جائے گا (اگر ایسا ہو تو) تیری قوم بھی تیرے ساتھ ہی اس کے پاس جائے گی تاکہ تیرے جلو میں ہونے کی وجہ سے وہ بھی کچھ حاصل کر لیں اور تیرے جاہ کے ذریعے وہ بھی با وجاہت ہو جائیں - چنانچہ یہ روانہ ہو گیا اور اپنے ساتھ اپنی قوم کے کچھ افراد کو بھی لیتا گیا - جب یہ لوگ بادشاہ کے ملک میں پہنچے تو اس نے اس کا اور اس کی قوم کا بڑا احترام کیا - ازاں بعد اسے بادشاہ کے ارادے کا پتا چل گیا لہٰذا اس نے اپنے ساتھیوں کو جمع کرکے کہا : دانش سو جاتی ہے مگر تمنا بیدار رہتی ہے - یہی وجہ ہے کہ تمنا دانش پر غالب آ جاتی ہے - جب تم نے جلدی مچائی تو میں نے بھی جلدی مچا دی پھر کبھی ایسا نہ کروں گا - ہم اُس بادشاہ کے ملک میں آ گئے ہیں لہٰذا جس معاملے میں دیر کر دوں اور رک جاؤں تو تم میرے مقابل پہل نہ کرنا اور نہ کسی ایسی بات کے ضمن میں جس میں میں خفت کی وجہ سے جلدی کروں مجھ سے آگے نکل جانا - کیونکہ میری

---

۱ - المفضل سے مراد المفضل الضبی ہے جس نے خلیفہ منصور کے کہنے پر اس کے بیٹے مہدی کے لیے المفضلیات کا مجموعہ تیار کیا - تقریباً ۱۷۰ھ (۷۸۶ء) میں وفات پائی -

رانے تمہاری خاطر ہے ۔ اس کی قوم نے کہا : بادشاہ نے تو ہماری عزت
کی ہے جیسا کہ تو نے دیکھ لیا ہے اس کے بعد جو کچھ پیش آئے گا وہ
اس سے بھی بہتر ہوگا ۔ اس نے جواب دیا : جلدی نہ کرو کیونکہ ہر
سال کا رزق مقرر ہے ، کئی لقمے ایسے ہوتے ہیں جو بہت سے لقموں سے
محروم کر دیتے ہیں ۔ اس کے بعد کچھ عرصے تک وہ لوگ وہیں مقیم رہے ۔
آخر بادشاہ نے اسے بلا بھیجا اور باہم گفتگو ہوئی ۔ اب بادشاہ نے کہا :
میں چاہتا ہوں کہ تجھے حکومت کے معاملات کا ناظر مقرر کر دوں ۔
عامر نے جواب دیا : میرے پاس علم کا ایک خزانہ ہے جس کے بغیر میں
کچھ بھی نہیں ہوں اور میں اسے قبیلے میں دفن کر کے چھوڑ آیا ہوں ۔
میری قوم (مجھے چھوڑنے کو تیار نہیں) کیونکہ وہ مجھے بہت ہی عزیز
جانتے ہیں ، لہذا آپ مجھے ایک تحریر دیں جس میں مجھے راستے میں خراج
اکٹھا کرنے کا اختیار دیا گیا ہو اس سے میری قوم میں لالچ پیدا ہوگا اور
وہ مجھے (آپ کے سپرد کر دینے پر) راضی ہو جائیں گے ۔ اس طرح میں
اپنا خزانہ نکال لوں گا اور پلا بہو کر آپ کے پاس لوٹ آؤں گا ۔
بادشاہ نے وہ دستاویز لکھ دی ۔ عامر اپنے ساتھیوں کے پاس چلا آیا اور
کہا : یہاں سے کوچ کرو ۔ جب وہ لوٹے تو انھوں نے کہا : ہم نے آج
تک تم سے زیادہ کم عقل بانے والا اور انعام سے دور تر شخص نہیں
دیکھا ۔ اس نے کہا : ٹھہر جاؤ ۔ جو رزق (ہماری قسمت میں لکھا ہے)
اس سے ہم محروم نہ رہیں گے ، جو موت سے بچ گیا اس نے (گویا)
غنیمت لوٹ لی (یعنی جان بچی اور لاکھوں پائے) جو شخص باطن کو
نہیں دیکھتا وہ ظاہر ہو کر زندگی گزارتا ہے ۔ جب وہ اپنی قوم میں
پہنچ گیا تو پھر وہیں مقیم رہا ، لوٹ کر نہیں گیا ۔

اس کے اقوال میں سے ایک قول یہ ہے : رُبّ زَارِعٍ لِنَفْسِہٖ
حَاصِدُ سِوَاہ ۔ کئی لوگ ہیں کہ اپنے لیے بوتے ہیں مگر کاٹتا کوئی اور
ہے ۔ ابن الکلبی کہتا ہے کہ یہ الفاظ سب سے پہلے عامر بن الظرب نے
[۳۱۸] کہے ۔ یہ واقعہ اس طرح ہے کہ صعصعہ بن معاویہ نے اس سے
اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا ۔ اس نے جواب میں کہا : اے صعصعہ تو مجھ سے

میرا جگر اور میری اولاد میں سے اس کو خریدنے آیا ہے جس پر میں سب سے زیادہ مہربان ہوں ۔ خواہ انکار کر دوں خواہ سچ ڈالوں ۔ بیاہا جانا بغیر نکاح کے رہنے سے بہتر ہے ۔ ایک صاحب حسب دوسرے صاحب حسب کا کفو ہوتا ہے اور نیک خاوند باپ کی طرح شمار کیا جاتا ہے ۔ میں نے اپنی بیٹی تم سے بیاہ دی تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے جیسا آدمی پھر نہ ملے ۔ اس کے بعد اپنی قوم کی طرف متوجہ ہو کر کہا : اے عدوان کی قوم ! میں نے تمہاری شریف زادی کو تمہارے یہاں سے نکال دیا ہے مگر اس کی یہ وجہ نہیں کہ میں تمہیں نہ چاہتا تھا ۔ بات یہ ہے کہ جو چیز جس کسی کے لیے لکھی گئی ہو وہ اس کے پاس ضرور پہنچتی ہے۔ بہت سے لوگ اپنے لیے بوتے ہیں مگر کاٹنے والا کوئی اور ہی ہوتا ہے ۔ اگر بخت و نصیبے کی تقسیم آبا و اجداد کو برکنار رکھ کر نہ ہوئی ہوتی تو بعد میں آنے والے لوگ پہلے آئے والوں سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکتے جس سے وہ اپنی زندگی گزار لیں ۔ لیکن جس خدا نے بارش نازل کی ہے اسی نے چراگاہ بھی اگا دی ہے اور پھر ہر منہ کے کھانے کے لیے سبزی اور پانی گھونٹ گھونٹ کرکے تقسیم کر دیا ہے ۔ تم یہ سب کچھ دیکھتے ہو مگر اسے جانتے نہیں ۔ جو بات میں بیان کر رہا ہوں اسے وہی دل دیکھ سکتا ہے جو بات کو محفوظ رکھ سکتا ہو ۔ ہر چیز کا کوئی نگہبان ہے ، ہر رزق کے لیے کوئی نہ کوئی سعی کرنے والا ہوتا ہے ۔ خواہ وہ عقلمند ہو خواہ احمق ۔ میں نے جس حنز کو بھی دیکھا ہے تو اس کی دھیمی سی آواز کو بھی سن لیا ہے اور اس کے مَس کو پا لیا ہے ۔ جو بھی وضع کی ہوئی چیز دیکھی اس کے بارے میں یہی معلوم ہؤا کہ وہ کسی کی بنائی ہوئی ہے اور جس بھی آنے والے کو دیکھا اسے داعی پایا ہے ۔ جس کسی کو غنیمت کا مال لوٹتے دیکھا وہ ناکام بھی نظر آیا اور جو نعمت بھی دیکھی تو اس کے ساتھ مصیبت بھی جلوہ گر پائی اور اگر لوگوں کو بیماری مار ڈالتی تو یقینا دوا انھیں زندہ بھی کر سکتی

کیا تمھیں جاننے والے کے علم کو معلوم کرنے کی خواہش ہے ۔
پوچھا گیا ۔ وہ کیا ہے؟ تو اس نے کہا اور درست کہا اور جو کچھ

بتایا سچ بتایا ۔

عامر بولا : میں مختلف امور دیکھ رہا ہوں ، [1] کوئی اور چیز بھی دیکھ رہا ہوں تاآنکہ مردہ زندہ ہو جائے اور لاشئی شئی بن جائے ۔ زمین و آسمان اسی لیے پیدا کیے گئے ہیں ۔ یہ سنتے ہی لوگ واپس چلے گئے ۔ یہ دیکھ کر اس نے کہا : '' یہ کیا ہی نصیحت کی بات ہے ، اے کاش کوئی اسے قبول کرنے والا ہوتا '' ۔

اس کا ایک قول یہ ہے : مَنْ طَلَبَ شَیْئاً وَجَدَهٗ ۔ جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہوتا ہے اسے پا لیتا ہے ۔ میدانی کی مجمع الامثال میں ہے کہ سب سے پہلے یہ الفاظ عامر بن الظرب نے کہے ۔ وہ اپنی قوم کا سردار تھا ، جب وہ بوڑھا ہو گیا اور قوم کو اس کے مرنے کا خطرہ لاحق ہوگیا تو اکٹھے ہوکر اس کے پاس آئے اور کہا : تو ہمارا سردار ہے ، ہمارا نمائندہ ہے اور مرد شریف ہے لٰہذا کوئی ایسا شخص مقرر کر دے جو تیرے بعد شریف ، سردار اور معتبر ہے ۔ عامر نے جواب دیا : اے قوم عدوان تم نے حد سے زیادہ مشکل کام میرے سپرد کیا ہے ۔ اگر تم نے مجھے شریف بنایا تھا تو میں نے بھی تمھیں اپنی ذات میں یہ (خوبی) دکھا دی تھی ۔ اب میرے جیسا شخص تمھیں کہاں ملے گا ۔ میں جو کچھ تم سے کہہ رہا ہوں اسے سمجھ لو ۔ اگر کوئی شخص حق اور باطل کو یکجا کرنا چاہے تو یہ اس کے لیے اکٹھے نہ ہو سکیں گے ، اس شخص کے لیے باطل بہتر ہوگا ۔ حق ہمیشہ باطل سے اور باطل حق سے بھاگتا رہا ہے ۔ اے عدوان کی قوم کسی کی ذلت پر خوشی نہ مناؤ اور اپنی عزت پر زیادہ خوش نہ ہو جاؤ ۔ محتاج آدمی ہر قسم کی زندگی مالدار کے ساتھ ساتھ گزار ہی دیتا ہے ۔ جو شخص کسی کو کوئی دن دکھائے گا وہ خود بھی اسی قسم کے دن میں دیکھا جائے گا ۔ ہر بات کا جواب تیار کر رکھو ۔ ندامت

---

۱ ۔ الوسی نے یہاں : سیئاً سیّاً لکھا ہے مگر اسی قول میں جزء ۲ : ۲۰۵ : پر یوں تحریر ہے : أری اموراً شتّٰی و حتّٰی : قیل : وماحتّٰی

حماقت کی رفیق ہے - سزا ایک قسم کی عبرت ہوتی ہے اس میں [1]حیا اور ندمت کا خوف پایا جاتا ہے - انجام کار غلبہ اوپر والے ہاتھ کا ہوتا ہے - قصاص میں ایسی راحت ہے جو نہ تمھارے خلاف ہے نہ تمھارے حق میں - کثرت کا رعب ہوتا ہے اور صبر کا غلبہ ہوتا ہے - جو شخص کسی چیز کی تلاش میں ہوتا ہے اسے پا لیتا ہے اور اگر نہیں پاتا تو نہایت ممکن ہے کہ اس کے قریب پہنچ جائے -

اور انھی میں سے

غیلان بن سلمہ ثقفی

ہے - یہ غیلان بن سلمہ بن معتب بن مالک بن کعب بن عمرو بن سعد بن عوف بن ثقیف ہیں - ابو عمرو نے اُن کے دادا کا نام سرحبیل بتایا ہے -

مرزبانی معجم الشعرا میں کہتا ہے : غیلان ایک شریف انسان تھے ، شاعر تھے اور جاہلیت کے زمانے میں ان کا شمار قیس کے حاکموں میں ہوتا تھا - ان کے یہ شعر عام پڑھے جاتے ہیں -

لَمْ يَنْتَقِصْ مِنِّي الْمَشِيْبُ قُلاَمَةً
اَلآنَ حِيْنَ بَدَا اَلَبُّ وَ اَكْيَسُ

بڑھاپے نے مجھ میں کوئی کمی پیدا نہیں کی - اب اس کے ظاہر ہونے کے بعد تو میں پہلے سے بھی زیادہ دانا اور عقلمند ہوں

[2]والشَّيْبُ اِنْ يَحْلُلْ فِيانَّ وَرَاءَهُ
عُمُراً تَكُوْنُ خِلاَلَهُ مُتَنَفَّسُ

---

۱ - ذمامة : لسان العرب میں ہے : اخذتْهُ من صاحبه دَمَامَةٌ : ای حیاء و اشفاق من الذّم و اللّوْم - ایک معنی یہ بھی مرقوم ہیں : و فی حدیث ابن صیّادٍ فَاصَابَتْنِیْ منه ذمامه ای رقه و عار مین تلک الحرمه

۲ - امالی اور شرح امالی (صفحہ ۳۲۷) میں اس شعر کو کسی طرف منسوب نہیں کیا گیا - میمن نے اس کے دیگر مصادر کا ذکر کیا ہے مگر مرزبانی اور بلوغ الارب کا ذکر نہیں کیا - مزید برآں شرح امالی میں صرف یہی ایک شعر دیا ہے پہلا شعر نہیں دیا -

اور اگر بڑھاپا اتر آیا ہے (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ اس کے بعد
ایک ایسی عمر ہو گی جس میں کافی مہلت مل جائے گی

میدانی کی مجمع الامثال میں ہے کہ غیلان بن سلمہ الثقفی قبیلہ قیس کے حکام میں سے تھے ۔ انھوں نے تین دن مقرر کر رکھے تھے ، ایک دن لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے ، ایک دن شعر گوئی کے لیے ، اور ایک دن اونٹوں کی دیکھ بھال کے لیے ۔ جب اسلام آیا تو ان کے پاس دس بیویاں تھیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے چار کو منتخب کرنے کا حکم دیا ، انھوں نے ایسا ہی کیا ۔ مصنف قاموس نے بھی انھیں قیس کے حاکموں میں سے شمار کیا ہے ۔ یہ طائف کی فتح کے بعد اسلام لائے ، بنی ثقیف کے سرداروں میں سے تھے ۔ اُن کے بیٹے عامر ، عمار اور نافع نے بھی اسلام قبول کر لیا ۔ یہ ان لوگوں میں سے ایک تھے جن کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی :

عَلَىٰ رَجُلٍ مِنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيمٍ

(دونوں بستیوں میں سے کسی بڑے شخص پر)

ابن عباس نے اُن سے ان کے چند اشعار کی روایت کی ہے ۔ کسریٰ کے یہاں حاضر ہونے والوں میں یہ بھی تھے ۔ کسریٰ نے ان کے لیے طائف میں ایک قلعہ تعمیر کروا دیا تھا اور (بتایا جاتا ہے) کہ کسریٰ کے ساتھ ان کی دلچسپ باتیں ہوئی تھیں ۔

ابوالفرج اصفہانی اپنی سند سے بیان کرتا ہے کہ غیلان بن سلمہ کسریٰ کے پاس گئے ۔ ایک دن کسریٰ نے اُن سے پوچھا : تمھاری اولاد میں سے کون سا بچہ تمھیں زیادہ پیارا ہے ؟ انھوں نے جواب دیا : چھوٹا تاآنکہ وہ بڑا ہو جائے ، مریض تاآنکہ وہ صحتیاب ہو جائے ۔ کسریٰ نے کہا : تعجب ہے کہ تم اتنے دانشمند ہو ۔

ہشام بن عدی (م ۲۰۹ھ) نے اس واقعے کا اور بھی زیادہ وضاحت کے ساتھ ذکر کیا ہے ، چنانچہ بیان کرتا ہے :

[۳۲۰] ابو سفیان ، غیلان اور ثقیف کے کچھ افراد کی معیت میں

تجارتی مال لے کر عراق کی طرف روانہ ہوئے ۔ ابو سفیان نے ان سے کہا : ہم ایک جابر بادشاہ کے یہاں جا رہے ہیں جس نے ہمیں اپنے ملک میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دی لہٰذا جواب تیار کر رکھو ۔ غیلان نے کہا : یہ کام میں کروں گا بشرطیکہ آدھا منافع مجھے دے دیا جائے ۔ وہ لوگ اس بات پر رضامند ہو گئے ۔ غیلان کسریٰ کے پاس پہنچے ، تھے خودرو ۔ ترجمان نے اُن سے کہا : بادشاہ کہتا ہے کہ تم لوگ میری اجازت کے بغیر میرے ملک میں کیوں آ گئے ۔ غیلان نے جواب دیا : ہم تمھارے دشمن نہیں ہیں اور نہ ہی جاسوسی کرنے آئے ہیں ۔ ہم تو صرف تجارتی مال لے کر آئے ہیں اگر (حضور) آپ کے لائق ہو تو لیں ورنہ ہمیں بیچنے کی اجازت دے دیں اور اگر آپ یہ چاہیں (کہ ہم واپس چلے جائیں تو) اپنا مال لے کر واپس چلے جائیں گے ۔ غیلان کا بیان ہے کہ جب میں نے بادشاہ کی آواز سنی تو سجدہ ریز ہو گیا ۔ انھوں نے مجھ سے اس سجدے کا سبب دریافت کیا تو میں نے کہا ، میں نے بادشاہ کی آواز سنی تھی جس کے سامنے آواز بلند کرنا مناسب نہیں ۔ کسریٰ کو ان کا جواب پسند آ گیا اور اس نے حکم دیا کہ انھیں بیٹھنے کے لیے ایک تکیہ دے دیا جائے ۔ غیلان نے اس تکیے پر کسریٰ کی تصویر دیکھی لہٰذا تکیے کو سر پر رکھ لیا ۔ جب اس کا سبب دریافت کیا گیا تو انھوں نے جواب دیا ، میں نے اس پر بادشاہ کی تصویر دیکھی تھی لہٰذا اس کی تعظیم کی وجہ سے میں نے اس پر بیٹھنا مناسب نہ سمجھا ۔ بادشاہ کو یہ بات بھی پسند آئی ۔ پھر پوچھا : کیا تمھاری کوئی اولاد ہے ؟ غیلان نے کہا : ہاں ۔ پوچھا : ان میں سے کونسا تمھیں زیادہ پیارا ہے ؟ بولے : چھوٹا تاآنکہ وہ بڑا ہو جائے ، مریض تاآنکہ وہ تندرست ہو جائے اور غائب تاآنکہ وہ واپس آ جائے ۔ کسریٰ نے کہا : تم ایسی قوم کے مرد دانا ہو جس میں کوئی دانائی نہیں پائی جاتی اور پھر انھیں انعام عطا کیا ۔

اس قصے کو ابو ہلال[1] عسکری نے کتاب الاوائل میں بغیر سند کے اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے : ابو سفیان بن حرب ، قریش اور ثقیف کی ایک جماعت کو لے کر تجارت کی غرض سے کسریٰ کے ملک کا قصد کیے نکلے ۔ جب تین دن کا سفر طے کر چکے تو ابو سفیان نے انہیں اکٹھا کیا اور کہا : ہمیں اس سفر کے ضمن میں اندیشہ لاحق ہے ۔ ہمارا اس بادشاہ کے پاس جانے کا کیا مقصد جس نے ہمیں حاضر ہونے کی اجازت بھی نہیں دی ، اس کا ملک ہماری تجارت گاہ بھی نہیں ہے لٰہذا تم میں سے جو شخص بھی قافلہ لے کر جا رہا ہے اگر اس پر کوئی مصیبت آ گئی تو ہم اس کے خون کے ذمہ دار نہ ہوں گے اور اگر اسے منافع ہو گا تو اسے نصف منافع دیا جائے گا ۔ غیلان نے کہا : میں قافلہ لے کر جاتا ہوں ، ساتھ ہی اس نے یہ شعر سنائے :

فَلَوْ رَآنِی اَبُـو غَیلَانَ اِذْ حَسَرَتْ
عَنِّیَ الاُمُورُ بِاَمْرٍ مَالَهُ طَبَقُ

اگر ابو غیلان مجھے اس وقت دیکھ لیتا جب معاملات نے مجھ پر وہ بات ظاہر کر دی تھی جس پر کوئی ڈھکنا (پردہ) نہ رہا تھا

لَقَالَ : رُعْبٌ وَرَهْبٌ اَنْتَ بَیْنَهُمَا
حُبُّ الحَیَاةِ وَهَوْلُ النَّفْسِ وَالشَّفَقُ

تو وہ ضرور یہ کہہ اٹھتا کہ تو رعب اور خوف کے درمیان گھرا ہوا ہے یہاں زندگی کی محبت ، نفس کا ڈر اور حرص ہے

---

۱ ۔ ابو ہلال عسکری : ابو ہلال الحسن بن عبداللہ بن الہلال بن سعید بن یحییٰ بن مہران العسکری ۔ یہ عسکر مکرم کی طرف نسبت ہے جو اہواز کی ایک بستی ہے ۔ ابوالقاسم بغوی اور ابو داؤد سجستانی کا شاگرد تھا ۔ متعدد اور مفید کتابیں تصنیف کیں ۔ صاحب اسمٰعیل بن عباد اس کا بڑا دلدادہ تھا ۔ ۳۸۲ھ میں وفات پائی ۔

إمّا مُشْفٍ¹ عَلَى مَجدٍ و مَكْرمَةٍ
أو أُسوَةٌ لَكَ فِيمَن يَهْلُكُ الوَرِق

یا تو تو بزرگی اور شرافت کے قریب ہو جائے گا (یا ہلاک ہو جائے گا اور) اور تیرے لیے وہ لوگ نمونہ ہونگے جنھیں زر و مال نے ہلاک کر دیا ہے

[۳۲۱] چنانچہ یہ قافلہ لے کر نکلے ۔ ان کا رنگ سفید ، قد لمبا اور بال گھنگریالے تھے ۔ ایک قسم کی خوشبو تھی جسے خلوق کہتے ہیں لگا رکھی تھی ۔ دونوں کپڑے زرد رنگ کے تھے ۔ غرضیکہ اپنی خوب تشہیر کی اور کسریٰ کے دروازے پر جا بیٹھے تاآنکہ اسے اندر آنے کی اجازت مل گئی ۔ جب یہ کسریٰ کے پاس حاضر ہوئے تو اُن کے اور کسریٰ کے درمیان جالی تھی ۔ ترجمان نے کہا : بادشاہ تم سے یہ پوچھتا ہے کہ میری اجازت کے بغیر میرے ملک میں کیوں آئے ہو ؟ انھوں نے جواب دیا: میں نہ تمھارا دشمن ہوں اور نہ کوئی جاسوس ہوں ، میں تو صرف مالِ تجارت لے کر آیا ہوں ۔ اگر آپ خود لینا چاہیں گے تو یہ آپ کے لیے ہے اور اگر آپ ناپسند کریں تو واپس لے جاؤں ۔ غیلان کا بیان ہے کہ میں بات کر ہی رہا تھا کہ میں نے کسریٰ کی آواز سنی اور سجدے میں گر گیا ۔ ترجمان نے کہا : بادشاہ تم سے یہ پوچھتا ہے کہ تم نے سجدہ کیوں کیا ؟ انھوں نے جواب دیا : میں نے اس مقام پر وہ بلند آواز سنی جس کے مقابل کوئی آواز بلند نہیں کی جاتی ، لہٰذا میں نے اسے بادشاہ کی آواز سمجھ کر سجدہ کیا ۔ غیلان کہتا ہے کہ بادشاہ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور حکم دیا کہ انھیں ایک تکیہ بیٹھنے کے لیے دے دیا جائے ۔

---

۱ ۔ محمد بہجہ اثری نے اسے مُسْتَفٍ ۔ سین کے ساتھ بتایا ہے اور لکھا ہے کہ یہ أسْتَفَّ الیہ ای دنا کے محاورہ سے لیا گیا ہے مگر میرے نزدیک یہ غلط تشریح ہے کیونکہ یہاں صلہ علیٰ ہے الیٰ نہیں ۔ یہاں باب تفعیل بمعنی افعال ہے ۔ محاورہ ہے اسفٰی عل الشئی : اشرف علیہ و یقال : اشفي علی الھلاک اذا اشرف علیہ (لسان العرب)

غیلان نے اس پر بادشاہ کی تصویر دیکھی تو (اس پر بیٹھنے کے بجائے) اسے سر پر رکھ لیا ۔ درباں نے کہا : ہم نے تو یہ تکیہ اس لیے بھیجا تھا کہ تم اس پر بیٹھو ۔ انھوں نے جواب دیا : مجھے معلوم ہے مگر میں نے اس پر بادشاہ کی تصویر دیکھی تھی ، لہٰذا میں نے اسے اپنے (جسم کے) معزز ترین حصے پر رکھ لیا ۔ پھر پوچھا : تم اپنے ملک میں کیا کھاتے ہو ؟ انھوں نے جواب دیا : روٹی ۔ اس نے کہا : یہ عقل روٹی ہی کی عطا ہے ۔ ازاں بعد کسریٰ نے ان سے دُگنی زیادہ قیمت پر مال تجارت خریدا اور ان کے ساتھ کچھ لوگ ایسے بھیج دیے جنھوں نے طائف میں ان کے لیے ایک محل تعمیر کر دیا ۔ طائف میں یہ پہلا محل تھا ۔

غیلان کی زمانۂ جاہلیت کی جنگوں میں سے ایک وہ ہے جس کا ذکر ابو سعید السُکّری نے اپنے دیوانِ شعر میں کیا ہے ۔ وہ یہ ہے کہ بنو عامر نے طائف میں بنو ثقیف پر غارت ڈالی ۔ ثقیف نے بنو نصر بن معاویہ سے مدد مانگی اس لیے کہ وہ ان کے حلیف تھے مگر انھوں نے مدد نہ کی ۔ ثقیف بنو عامر کے مقابلے کے لیے نکل آئے ، ان دنوں غیلان بن سلمہ ان کا سردار تھا ۔ جنگ ہوئی ، اور آخر انھوں نے بنو عامر کو شکست دے دی ۔ اسی جنگ کے متعلق غیلان نے وہ شعر کہے ہیں جن میں اس واقعے کا ذکر کیا گیا ہے ۔

غیلان کے بارے میں بہت سی باتیں بیان کی جاتی ہیں ۔ مفصل تذکرہ ان کتابوں میں پایا جاتا ہے جو اسی موضوع سے متعلق مدوّن ہوئیں ۔

اور انھی میں سے

ہاشم بن عبد مناف القرشی

ہے ۔ یہ قریش کے بڑے آدمیوں ، سرداروں اور حاکموں میں سے تھے ۔ اپنے باپ کے بعد رفادہ اور سقایہ کے مالک بنے ، نیز یہی قوم کے رئیس

بھی قرار پائے ۔ قوم قریش ان کے تابع تھی ، [۳۲۲] ان کا حکم مانتی اور ان کی رائے پر عمل کرتی تھی ۔ یہ حاجیوں کے لیے کھانا تیار کرتے تاکہ وہ لوگ کھائیں جو غریب ہوں یا جن کے پاس زاد راہ نہ ہو اسے رفادہ کہتے ہیں ۔ ان کے حالات سے متعلق بہت سی باتیں معروف ہیں جن سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں ۔ جب یہ ذوالحجہ کا چاند دیکھ لیتے تو صبح اٹھ کر کعبے کے سہارے کھڑے ہو کر اس جہت سے جہاں کعبے کا دروازہ ہے قوم کو یوں خطاب کرتے :

اے قوم قریش تم عربوں کے سردار ہو ۔ ان سب سے زیادہ خوب صورت چہروں والے ہو اور ان سے زیادہ بڑی عقلوں والے ہو ۔ تمھارا نسب عرب بھر میں اعلیٰ ہے ۔ عربوں میں جس قدر تمھارے قریبی رشتہ دار ہیں اس قدر کسی دوسرے قبیلے کے نہیں ۔ اے قوم قریش تم اللہ کے گھر کے پڑوسی ہو ۔ اللہ نے تمھیں اس گھر کے والی ہونے کا شرف بخشا ہے اور اسماعیل کی دیگر اولاد کو چھوڑ کر تمھیں اپنے جوار سے مخصوص کیا ہے ۔ نیز یہ دیکھو کہ اللہ کے زائرین اس کے گھر کی تعظیم کرنے کے لیے آتے ہیں لہٰذا وہ اللہ کے مہمان ہوتے ہیں ، ان کی عزت و تکریم کا حق سب سے بڑھ کر تم ہی کو حاصل ہے لہٰذا تمھیں چاہیے کہ اللہ کے مہمانوں اور زائرین کی تعظیم کرو کیونکہ جب وہ آتے ہیں تو پریشاں مُو اور غبار آلود ہوتے ہیں ۔ ہر شہر سے ان لاغر اونٹوں پر سوار ہو کر آتے ہیں جو تیر کی طرح (باریک) ہو چکی ہوتی ہیں لہٰذا تم اس کے مہمانوں اور زائرین کی تعظیم کرو ۔ اس کعبے کے رب کی قسم اگر میرا مال اس کا متحمل ہو سکتا تو میں خود اس کی ذمہ داری لیتا اور تمھیں تکلیف نہ دیتا ۔ میں اپنے پاک اور حلال مال میں سے جو نہ تو قطع رحمی کا ثمرہ ہے نہ اس کے سبب کسی پر ظلم کیا گیا ہے اور نہ اس میں حرام کا مال شامل ہؤا ہے کچھ رقم نکالتا ہوں لہٰذا تم میں سے جو شخص ایسا کرنا چاہے کرے ۔ میں تمھیں اس گھر کی عظمت کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ اس گھر کے زائرین کی عزت کرنے کی خاطر اور انھیں تقویت دینے کے لیے تم میں سے کوئی شخص پاک مال کے سوا

کچھ نہ نکالے ، جو نہ تو کسی سے ظلماً لیا گیا ہو ، نہ (اس کے ضمن میں) قطع رحمی کی گئی ہو اور نہ کسی سے زبردستی چھین لیا گیا ہو -

لٰہذا قریش اس معاملے میں بڑی سرگرمی دکھاتے - چنانچہ اپنے اموال میں سے کچھ رقم نکال کر دار الندوہ میں رکھ دیتے — قبیلہ قریش اور قبیلہ خزاعہ ان سے باہمی مشاجرت کا قضیہ طے کرانے کے لیے آئے تو انھوں نے انھیں ایک خطبہ دیا جس کی وجہ سے دونوں فریقوں نے ان کی اطاعت قبول کر لی - انھوں نے خطبے میں کہا ہے :

لوگو ! ہم ابراہیمؑ کی آل اور اسماعیلؑ کی اولاد ہیں ، ہم نضر بن کنانہ اور قُصَیّ بن کلاب کے بیٹے ہیں - ہم مکے کے مالک اور حرم کے مکیں ہیں - حسب کی بلند چوٹی اور بزرگی کی کان کے مالک ہم ہیں - تم میں سے ہر شخص پر واجب ہے کہ ہر قسم یا معاہدہ جس کا پورا کرنا اس پر واجب ہے اس میں اس کی مدد کرے اور اس کی دعوت کو قبول کرے سوا ان امور کے جن میں قبیلہ کی مخالفت اور قطع رحمی پائی جاتی ہو - اے قصی کے بیٹو ! تم ایک درخت کی دو ٹہنیوں[1] کی طرح ہو - ان میں سے کوئی ایک بھی توڑ دی گئی تو دوسری ساتھی ٹہنی خود ہی ویران ہو جائے گی - کوئی تلوار میان کے بغیر محفوظ نہیں رہ سکتی - جو شخص اپنے قبیلے پر تیر چلاتا ہے وہ تیر خود اسی کو لگتا ہے - جو شخص ساجنہ کرتے کرتے غصے میں آ جائے وہ سرکشی کی طرف نکل جاتا ہے - لوگو ! حلم [٣٢٣] شرف کی بات ہے اور صبر کامیابی ہے اور احسان خزانہ ہے ، سخاوت سرداری ہے ، اکھڑپن بیوقوفی ہے - ایام (زمانہ) بدلتے رہتے ہیں - زمانہ حوادث کا نام ہے - انسان اپنے فعل کی طرف منسوب ہوتا ہے اور اپنے عمل کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے - لٰہذا تم اچھا برتاؤ کیا کرو تاکہ تعریف حاصل کرو - بے کار باتوں کو

---

١ - بلوغ الارب میں کغصن چھپا ہے اسے کَغُصْنَی پڑھیں -
٢ - بلوغ الارب میں عیشر - یاء پر تشدید - دیا ہے اسے عیسّر پڑھیں - لسان العرب میں ہے غیّرُ الدّھرِ احوالُہٗ المغیرہ -

چھوڑ دو تاکہ موقوف تم سے علٰحدہ رہیں - اپنے ہم نشین کی عزت کیا کرو تاکہ تمھاری مجلس آباد رہے - اپنے ساتھی کی حمایت کیا کرو تاکہ وہ تمھارے پڑوس میں رہنے کی خواہش کرے - اپنی ذات سے بھی انصاف کیا کرو تاکہ تم پر لوگ اعتماد کیا کریں - تم مکارم اخلاق کو اپناؤ کیونکہ یہی بلندی ہے - کمینے اخلاق سے بچو کیونکہ یہ شرافت کو گرا دیتے ہیں اور بزرگی کو تباہ کر دیتے ہیں - جاہل کو ڈانٹ دینا بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ کوئی جرم[1] کر بیٹھے - قبیلے کا سردار ان کے بوجھ اٹھاتا ہے - حلیم الطبع انسان کا مقام ان لوگوں کے لیے نصیحت کا سبب ہے جو اس سے فائدہ اٹھائیں -

یہ خطبہ سن کر قریش نے کہا : اے ابو نضلہ (ابو نضلہ ھاشم کی کنیت ہے) ہم تجھ پر راضی ہیں -

امام الماوردی اپنی کتاب أعلام النبوہ میں یہ خطبہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

ان شریف اخلاق پر غور کریں جن کے کرنے کا ھاشم نے حکم دیا - نیز ان برے اخلاق پر بھی جن سے اس نے منع کیا ہے ، کیا یہ فضل فراواں ، خلاف قدر اور علو ہمت کے بغیر صادر ہو سکتے ہیں - یہ صرف اس انتخاب کی خاطر تھا جس کا ارادہ کیا جا رہا تھا اور اس ذکر کی خاطر تھا جسے شہرت دینا مقصود تھی کیونکہ آبا و اجداد میں اس کے مسلسل چلے آنے سے یہ واجب آتا تھا کہ یہ اولاد میں انتہا کو پہنچ جائے۔

اور انھی میں سے

عبدالمطلب بن هاشم القرشی

ہیں - آپ بھی قریش کے حاکموں میں سے تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے - چونکہ لوگ ان کی کثرت سے تعریف کیا کرتے تھے اس لیے انھیں '' شیبۃ الحمد '' کہا جانے لگا ، اس کی وجہ یہ

---

۱ - بلوغ الارب میں جریرتہ دیا ہے اسے جَریرَتہ پڑھیں -

تھی کہ مصائب کے وقت یہ قریش کے فریاد رس اور (مشکل) معاملات میں ان کی پناہ گاہ تھے - اپنے کمال اور نیک اعمال کی وجہ سے بالاتفاق قریش کے شریف اور سردار مانے جاتے تھے - ان کی دعا مقبول ہوتی تھی - سخاوت کی وجہ سے انھیں فَیّاض کہا جاتا تھا اور چونکہ اپنے دستر خوان پر سے کچھ اٹھا کر پرندوں کے لیے اور پہاڑوں میں رہنے والے وحشی جانوروں کے لیے رکھ لیتے تھے اس لیے انھیں مُطْعِمُ طَیرِ السماء (آسمان کے پرندوں کو کھانا کھلانے والا) کہا جاتا - یہ قریش کے حلیم الطبع انسانوں اور داناؤں میں سے تھے - ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے جاہلیت کے زمانے ہی میں شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے رکھا تھا - ابو سفیان کے والد حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف آپ کے ندیم تھے - ایک یہودی عبدالمطلب کی پناہ میں آ گیا تھا اس نے تہامہ کے ایک بازار میں حرب کے ساتھ سخت کلامی کی - حرب نے ایک شخص کو اکسایا جس نے اس یہودی کو قتل کر ڈالا - جب اس بات کا علم عبدالمطلب کو ہؤا تو انھوں نے حرب کو اپنا ندیم بنانا چھوڑ دیا اور جب تک اس سے ایک سو اونٹنیاں لے کر یہودی کے چچا کے بیٹے کو نہیں دے دیں اس کا پیچھا نہ چھوڑا - یہ کام انھوں نے اپنے جوار کے [۳۲۴] پاس کی خاطر کیا تھا - اس کے بعد انھوں نے عبداللہ بن جدعان کو ندیم بنا لیا -

عبدالمطلب اپنی اولاد کو ظلم اور سرکشی سے منع کیا کرتے تھے ، انھیں مکارم اخلاق کی ترغیب دیتے اور کمینے کاموں سے روکتے تھے اور فرمایا کرتے تھے " دنیا سے نکل جانے سے پہلے ہی ظالم سے بدلا لے لیا جاتا ہے اور اسے اپنے کیے کی سزا مل جاتی ہے " تاآنکہ اہل شام میں سے ایک ظالم شخص مر گیا جسے کوئی سزا نہ ملی تھی اس کا ذکر عبدالمطلب سے ہؤا - انھوں نے سوچنے کے بعد کہا : اللہ کی قسم اس گھر کے بعد ایک اور گھر ہے جس میں نیکو کاروں کو ان کی نیکی کی جزا اور بدکردار کو ان کی بدکاری کی سزا ملے گی - جس کا مطلب یہ تھا کہ ظالم دنیا میں اسی حالت میں رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اپنے کیے کی سزا پائے

بغیر دنیا سے چلا جاتا ہے تو یہ سزا اس کے لیے آخرت میں تیار رکھی جاتی ہے ۔ انھوں نے آخر عمر میں بتوں کی پرستش چھوڑ دی تھی اور توحید الہٰی کو تسلیم کر لیا تھا ۔ اُن سے کچھ ایسی باتیں مروی ہیں جن میں سے اکثر کا قرآن اور سنت نبوی میں حکم دیا گیا ہے مثلاً نذر کو پورا کرنا ، محرم عورتوں سے نکاح کرنے سے منع کرنا ، چور کے ہاتھ کاٹنا ، لڑکیوں کو قتل کرنے سے منع کرنا ، شراب اور زنا کو حرام قرار دینا اور اس بات کا حکم دینا کہ کوئی شخص ننگا ہو کر کعبے کا طواف نہ کرے ۔

اور انھی میں سے

ابو طالب[1] بن ہاشم بن عبد مناف

ہیں ۔ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور آپ کے معاون و مددگار تھے ۔ ان کی ولادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پینتیس سال[2]

---

۱ ۔ درست ابو طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف ہے ۔ ان کے سب سے بڑے بیٹے طالب تھے جن کے نام پر ان کی یہ کنیت تھی ۔ دوسرے بیٹے عقیل تھے جو ان سے دس سال چھوٹے تھے ۔ جعفر عقیل سے دس سال چھوٹے تھے اور حضرت علیؓ جعفر سے دس سال چھوٹے تھے ۔ (الروض الانف : ۱ : ۵ : ۱۶۳ : ۲ : ۱۰۶)

۲ ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچاؤں میں سب سے چھوٹے حمزہؓ تھے جنھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثویبہ کا دودھ پیا ۔ ان سے بڑے عباس تھے اور ان سے بڑے عبداللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ۔ لوگوں میں یہ غلط مشہور ہو گیا ہے کہ آنحضرتؐ کے والد عبداللہ عبدالمطلب کی اولاد میں سے سب سے چھوٹے تھے ۔ البتہ جس وقت عبدالمطلب نے بیٹے کو ذبح کرنے کی نذر مانی تھی اس وقت وہ سب سے چھوٹے تھے ۔ عبداللہ کی عمر آنحضرتؐ کی ولادت کے وقت اٹھارہ سال تھی ۔

پہلے ہوئی تھی ۔ عبدالمطلب نے اپنی وفات پر انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال کرتے رہنے کی وصیت کی تھی ۔ چنانچہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل رہے اور آپ کی بڑی اچھی طرح تربیت کی ۔ ابو طالب انہیں جوانی کے زمانے میں شام کے سفر میں اپنے ساتھ لے گئے تھے ۔ جب آپؐ پر نبوت نازل ہوئی تو یہ آپؐ کی مدد کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے اور آپؐ کی آپؐ کے دشمنوں کے مقابل مدافعت کی ۔ نیز آپؐ کی مدح میں متعدد قصیدے کہے ۔

ان کا اصلی نام جیسا کہ مشہور ہے عبد مناف ہے مگر اپنی کنیت ابو طالب ہی سے مشہور ہوئے ۔ بعض اصحاب ان کا نام عمران اور بعض شیبہ بتاتے ہیں ۔ یہ قریش کے معمروں اور سرداروں میں سے تھے ، مصیبت کے وقت قریش انہی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے ۔

واقدی کا بیان ہے : ابو طالب کی وفات نبوت کے دسویں سال پندرہ شوال کو ہوئی اس وقت ان کی عمر اسّی سال سے کچھ اوپر تھی ۔ ان کے اسلام لانے کے متعلق علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے ۔

ابن حجر کہتے ہیں : میں نے علی بن حمزہ بصری کا ایک رسالہ دیکھا ہے جس میں اس نے ابو طالب کے اشعار کو جمع کیا ہے ۔ اس کے خیال میں ابو طالب مسلمان تھے اور مسلمان مرے ۔ حسوتہ کا خیال ہے کہ ان کی وفات کفر کی حالت میں ہوئی ۔ اس نے اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے ایسے دلائل پیش کیے ہیں جن سے کوئی دلیل نہیں نکلتی ۔ ابن حجر کا بیان ختم ہوا ۔

ان کے اشعار میں سے یہ شعر ہیں :

وَدَعَوْتَنِي وَزَعَمْتَ أَنَّكَ صَادِقٌ
وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَكُنْتَ ثَمَّ أَمِينَا

آپ نے مجھے دعوت دی اور آپ اپنے آپ کو (اپنے دعویٰ میں) سچا سمجھتے ہیں ۔ آپ (یقیناً) سچ کہتے ہیں اور آپ پہلے ہی سے امین چلے آ رہے ہیں

وَلَقَدْ عَلِمْتُ بِأَنَّ دِيْنَ مُحَمَّدٍ
مِنْ خَيْرِ أَدْيَانِ الْبَرِيَّةِ دِيْنًا

مجھے معلوم ہے کہ محمد کا دین دنیا کے تمام دینوں سے بہتر دین ہے

یہ شعر ان شعروں میں سے ہیں جو انھوں نے اس وقت کہے جس وقت شعب میں (مقیم) تھے -

[1] ألاَ أَبْلِغَا عَنِّيْ عَلَى ذَاتِ بَيْنِنَا
لُؤَيًّا و خُصًّا من لُؤَيٍّ بَنِي كَعْبِ

میری طرف سے لؤی تک باوجود ہمارے باہمی تعلقات کے یہ بات پہنچا دو اور لؤی میں بھی خاص طور پر بنی کعب تک یہ بات پہنچا دو

أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّداً
نَبِيًّا كَمُوْسٰى خُطَّ فِي أَوَّلِ الْكُتُبِ

کہ آیا تمھیں معلوم نہیں ہے کہ ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو موسیٰ کی طرح سے پایا جن کا نام پہلی کتابوں میں لکھا جا چکا ہے

وَأَنَّ عَلَيْهِ فِي الْعِبَادِ مَوَدَّةً
[2] وَلاَ خَيْرَ مِمَّنْ خَصَّهُ اللهُ بِالْحُبِّ

اور یہ کہ انھیں بندگان خدا سے محبت ہے اور جسے اللہ نے بندگان خدا کی محبت کے لیے مخصوص کر رکھا ہو اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا

---

۱ - ملاحظہ ہو ابن ھشام علی ھامش الروض الانف : ۱ : ۲۲

۲ - سہیلی نے اس مصرع پر یہ نوٹ دیا ہے -

وهو مشكل جداً لأنّ " لا " في باب التبرئة لا تنصب مثل هذا إلاّ منوّناً تقول : لا خيراً من زيد في الدار " ولا شراً من فلان " وانما نصب بغير تنوين اذا كان الاسم غير موصول بما بعده كقوله تعالى

باقی حاشیہ صفحہ ۱۱۲ پر

یہ بڑا عمدہ قصیدہ ہے اور اسی نہج پر چلا جاتا ہے ، انھوں نے ایک اور طویل لامیہ قصیدہ لکھا ہے جو ایک سو سے زائد اشعار پر مستمل ہے۔ وہ قصیدہ آپ کے عمدہ اشعار میں شمار ہوتا ہے۔ ان اشعار میں انھوں نے حرم مکہ کی پناہ لی ہے اور اس مرتبت کی پناہ لی ہے جو آپ کو مکے میں حاصل تھی۔ انھوں نے اپنی قوم کے اشراف سے دوستانہ برتاؤ کا مطالبہ کیا ہے اور قریش کو یہ بتایا ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی

صفحہ ۱۱۱ کا بقیہ حاشیہ

" لا تثریب علیکم الیوم " لأن علیکم لیس من صلة التثریب لانه فی موضع الخبر و اسمه مایقال فی بیت ابی طالب ان خیراً مُخففٌ من خیرٌ کَهَیّنٍ و مَیّتٍ و فی التنزیل " خَیْرَاتٌ حِسَانٌ " هو مخفف من خَیّرات وقوله " ممن " مین متعلقه محذوف کانه قال : لاخیر اخیر ممن حصه الله وخیر واخیر لفظان من جنس واحد فحسن الحذف استثقالاً لتکرار اللفظ کما حسن " ولکنّ البرّ من آمن بالله - والحجّ اشهرٌ معلومات " لما فی تکرار الجملة مردین من الثقل علی اللسان - و اعرب من هذا قولُ الله تعالی " و لو یُعجل الله للناس الشر استعجالهم بالخیر " ای لو عجله لهم اذا استعجلوا به استعجالاً مثل استعجا لهم بالخیر فحسن هذا الکلام لما فی الکلام من ثقل التکرار و اذا حذفوا حرفا واحدا لهذه العلة کقولهم بالحرب بنو فلان و طَلْثٌ و أحشب فاحری ان یحذفوا کلمة من حروف فهذا أصل مطرد و یجوز فیه وجه آخر و هو ان یکون حذف التنوین مراعاةً لاصل الکلمه لأن خیراً من زید انما معناه احیر من زید و کذلک شر من فلان انما أصله اشر علی وزن أفعل و حذف الهمزه تخفیفا و أفعل لا ینصرف فاذا انحذف الهمزه الصرف و نُوّن فاذا نو همتها من ساقطه التفاتا الی اصل الکلمة لم یبعد حذف التنوین علی هذا ابن حسن مع ما یقویه من ضروره الشعر (الروض الانف : ۱ : ۲۲۱)

کے سپرد نہیں کرنے کے تاآنکہ وہ آپ کی مدافعت کرتے کرتے جان دے دیں ۔ انھوں نے ان اشعار میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح بھی کی ہے ۔ یہ قصیدہ انھوں نے شعب میں اس وقت کہا تھا جب وہ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو لے کر قریش سے الگ ہو گئے تھے ۔ شعب میں ان کے جانے کی وجہ یہ تھی کہ تمام کفار قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے پر متفق ہو گئے تھے اور وہ کہتے تھے کہ انھوں نے ہمارے بیٹوں اور عورتوں کو گمراہ کر دیا ہے ۔ قریش نے آپ کی قوم سے کہا تھا کہ تم ہم سے کئی گنا دیت لے لو ۔ انھیں (محمد مصطفیٰ ؐ) کوئی ایسا شخص قتل کر دے گا جو قریش میں سے نہیں ہوگا ۔ اس طرح تمھیں بھی آرام رہے گا اور ہمیں بھی ۔ مگر بنو ہاشم اس بات پر راضی نہ ہوئے ۔ بنو عبدالمطلب نے بھی ان کی اس امر میں مدد کی ۔ اس پر مشرکینِ قریش ان کی مخالفت کرنے اور انھیں مکے سے نکال کر شعب میں بھیج دینے پر متفق ہو گئے ۔ جب یہ شعب میں داخل ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان تمام لوگوں کو جو ایمان لا چکے تھے اور مکے میں تھے حکم دیا کہ وہ ہجرت کر کے حبشہ کی طرف نکل جائیں ۔ حبشہ قریش کی تجارت گاہ تھی ، لوگ نجاشی کی تعریف کرتے وقت کہا کرتے تھے کہ اس کے ہاں کوئی شخص کسی شخص پر ظلم نہیں کر سکتا لٰہذا تمام وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے تھے حبشہ چلے گئے اور تمام بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب خواہ مومن تھے خواہ کافر سب کے سب شعب میں چلے گئے ۔ مومن تو دین کی وجہ سے اور کافر حمیت کی وجہ سے ۔ جب قریش کو معلوم ہؤا کہ رسول اللہ کی قوم نے انھیں بچا لیا ہے تو ان سب نے اس بات پر سمجھوتا کر لیا کہ نہ تو ان سے کوئی لین دین کریں گے اور نہ کوئی کھانے کی چیز ان تک پہنچنے دیں گے ۔ چنانچہ انھوں نے تمام منڈیوں کے راستے ان کے لیے بند کر دیے اور جو غلہ یا روزمرہ کے استعمال کی چیز ہوتی ، اسے لپک کر خرید لیتے (ان تک نہ پہنچنے دیتے) ۔ نیز اس بات پر سمجھوتا کر لیا کہ ان کے ساتھ بیاہ شادی نہ کریں گے نہ ہی ان کی صلح کی درخواست کو قبول کریں

گے اور نہ ان پر مہربانی کریں گے جب تک کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر دیے جانے کے لیے ان کے سپرد نہ کر دیں ۔ انھوں نے یہ تمام باتیں ایک صحیفے میں لکھیں اور اسے کعبے میں لٹکا دیا گیا ۔ [۳۲۶] تین سال تک وہ ان تمام باتوں پر جو اس صحیفے میں لکھی تھیں عمل کرتے رہے لہٰذا بنی ہاشم اور ان کے ساتھیوں کو سخت مصیبت کا سامنا کرنا پڑا ۔ آخر قریش کے کچھ لوگوں نے بنی ہاشم سے بے وفائی اور بیزاری کا جو معاہدہ کیا تھا اسے توڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا ۔ (ادھر) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے کہا : اے چچا ! میرے رب نے قریش کے صحیفے پر دیمک مسلط کر دی ہے ، دیمک نے اس صحیفے میں جو کچھ بھی تھا اللہ کے نام کے سوا سب چاٹ لیا ہے ۔ ابو طالب نے دریافت کیا : کیا واقعی تمھارے رب نے تمھیں اس بات کی خبر دی ہے " آپ نے فرمایا : ہاں ۔ ابو طالب نے جواب میں کہا : اللہ کی قسم تمھارے پاس تو کوئی آتا جاتا نہیں (جو تمھیں اس امر کی خبر دیتا) ۔ اس کے بعد ابو طالب نکل کر قریش کے پاس گئے اور کہا : اے قوم قریش ! مجھے میرے بھتیجے نے خبر دی ہے اور اس نے جھوٹ نہیں کہا کہ یہ صحیفہ جو تمھارے پاس ہے اللہ نے ایک کیڑے کو اس پر نازل کر دیا ہے جس نے اس کے تمام حروف کھا لیے ہیں - اگر واقعی بات اسی طرح ہے تو تم ذرا ہوش میں آؤ ۔ اللہ کی قسم ہم مرتے دم تک ان (محمد) کا ساتھ نہیں چھوڑنے کے اور اگر جو کچھ اس نے کہا ہے غلط ہے تو ہم اسے تمھارے حوالے کر دیں گے ۔ قریش اس پر رضا مند ہو گئے ۔ جب صحیفے کو کھولا گیا تو اسے بعینہٖ اسی طرح پایا جس طرح رسول اللہ نے فرمایا تھا ۔ قریش کہنے لگے : یہ تمھارے بھتیجے کی جادو گری ہے ۔ اس سے ان کی سرکشی اور عداوت مزید بڑھ گئی ۔ اس پر ابو طالب نے کہا : اے قوم قریش ! جب معاملہ واضح ہو گیا اور تمھیں یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تم ظالم اور قطع رحمی کرنے والے ہو تو پھر ہمیں کیوں بند اور قید کیا جا رہا ہے ۔ اس کے بعد ابو طالب اور ان کے ساتھی کعبے کے پردوں کے اندر گھس گئے اور کہا : خدایا ! تو ان لوگوں کے خلاف

ہماری مدد کر جنھوں نے ہم پر ظلم کیا ہے اور قطع رحم کیا ہے - جو ظلم و ستم ان کے لیے روا نہ تھا وہ انھوں نے ہم پر کیا ہے - یہ کہہ کر شعب کو لوٹ آئے اور یہ ایک قصیدہ کہا - ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ نہایت بلیغ قصیدہ ہے جسے وہی شخص کہہ سکتا تھا جس کی طرف یہ قصیدہ منسوب ہے (یعنی ابو طالب) اور یہ قصیدہ المعلقات السبع سے بھی زیادہ بلند اور ادائے مطالب کے معاملے میں زیادہ بلیغ ہے - اس کے چند اشعار یہ ہیں :

خَلِيلَيَّ مَا أُذْنِي لِأَوَّلِ عَاذِلٍ
بِصَغْوَاءَ فِي حَقٍّ وَ لَا عِنْدَ بَاطِلِ

اے میرے دو دوستو ! میرے کان کسی بھی پہلے ملامت کرنے والے کی طرف مائل نہیں ہوتے خواہ وہ ملامت کرنے کے معاملے میں حق پر ہو خواہ باطل پر

خَلِيلَيَّ إِنَّ الرَّأْيَ لَيْسَ بِشِرْكَةٍ
وَ لَا نَهْنَهٍ عِنْدَ الأُمُورِ البَلَابِلِ

میرے دو دوستو ! تمھاری یہ رائے نہ تو عقل مندوں کی شراکت سے طے پائی ہے اور نہ ہی آلام و مصائب کے وقت یہ رائے حقیقت کو واضح کر سکتی ہے

وَلَمَّا رَأَيْتُ القَوْمَ لَا وُدَّ عِنْدَهُمْ
وَ قَدْ قَطَعُوا كُلَّ العُرَا وَالوَسَائِلِ

[۳۲۷] جب میں نے دیکھا کہ قوم قریش میں کسی قسم کی دوستی نہیں پائی جاتی اور انھوں نے ہر قسم کے معاہدوں اور وسائل کو توڑ ڈالا ہے

وَ قَدْ صَارَحُونَا بِالعَدَاوَةِ وَالأَذَى
وَ قَدْ طَاوَعُوا أَمْرَ العَدُوِّ المُزَايِلِ

اور انھوں نے ہم سے علانیہ دشمنی کی ہے اور ایذا پہنچائی ہے

اور انھوں نے علیحدگی اختیار کر لینے والے دشمن کی اطاعت کی ہے

وَقَدْ حَالَفُوا قَوْمًا عَلَيْنَا أَظِنَّةً[۱]
يَعَضُّونَ غَيْظًا خَلْفَنَا بِالأَنَامِلِ

اور انھوں نے ہمارے خلاف ان لوگوں سے معاہدہ کر لیا جو ہمارے دشمن ہیں اور جو ہمارے چلے جانے کے بعد غصے میں اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹنے لگے ہیں

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمْرَاءَ سَمْحَةٍ[۲]
وَأَبْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تُرَاثِ المَقَاوِلِ[۳]

میں ان کے مقابلے میں ایک بھورے رنگ کے سیدھے نیزے کو پکڑے اور ایک چمک دار تیز تلوار لیے جو مجھے بادشاہوں سے ورثے میں آئی تھی ڈٹا رہا

وَأَحْضَرْتُ عِنْدَ البَيْتِ رَهْطِي وَإِخْوَتِي
وَأَمْسَكْتُ مِنْ أَثْوَابِهِ بِالوَصَائِلِ

اور میں اپنی قوم اور بھائیوں کو لیکر خانۂ کعبہ میں آیا اور اس کے دھاری دار کپڑوں کو ہاتھ میں پکڑ لیا

قِيَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِينَ رِتَاجَهُ
لَدَى حَيْثُ يَقْضِي حَلْفَهُ كُلُّ نَافِلِ

---

۱ - أَظِنَّة : ظَنِين کی جمع ہے اس کے معنی '' وہ شخص جو بدظنی کی وجہ سے دشمنی رکھتا ہو '' کے ہیں -

۲ - سَمْحَة : مُثَقَّفَة حَتَّى لاَنَت -

۳ - سہیلی کہتے ہیں (الروض الانف : ۱ : ۱۷۴) مقاول سے ابو طالب نے اپنے آبا و اجداد مراد لی ہے اور انھیں بادشاہوں سے تشبیہ دی ہے حالانکہ وہ بادشاہ نہ تھے - ایک یہ احتمال بھی ہے کہ جس تلوار کا ذکر ابو طالب نے کیا ہے ان تلواروں میں سے ہو جو بادشاہوں نے ان کے باپ کو بطور ہبہ دی تھی -

اور ہم سب اس کے بڑے دروازے کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو گئے جہاں ہر نفل ادا کرنے والا اپنے عہد کو پورا کرتا ہے

أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِن كُلِّ طَاعِنٍ
عَلَيْنَا بِسُوءٍ أَو مُلِحٍّ بِبَاطِلِ

میں ہر اس شخص سے جو ہمیں بری باتوں سے متہم کرتا ہے یا جو باطل پر اصرار کرتا ہے لوگوں کے پروردگار کے پاس پناہ لیتا ہوں

وَ مِنْ كَاشِحٍ يَسْعَىٰ لَنَا بِمَعِيبَةٍ
وَمِنْ مُلْحِقٍ فِي الدِّينِ مَا لَمْ نُحَاوِلِ

اور اس شخص سے پناہ چاہتا ہوں جو دل میں دشمنی کو چھپائے ہوئے ہو ، ہم میں عیب نکالنے کی کوشش کرتا ہو ، اس شخص سے بھی جو ہمارے دین میں وہ امور شامل کر دے جن کا ہم نے کبھی ارادہ نہیں کیا

یہ تمام اشعار اسی طرز میں ہیں کتاب "لب لباب لسان[1] العرب" میں انھیں مع شرح کے نقل کیا گیا ہے -

ھشام بن محمد بن السائب الکلبی سے مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آ گیا تو انھوں نے قریش کے سرداروں کو جمع کر کے یوں وصیت کی :

اے قوم قریش ! تمام مخلوقات میں سے تم کو اللہ نے منتخب کیا ہے - تم عرب کا دل ہو - تم میں ایسے سردار ہیں جن کا حکم مانا جاتا ہے اور تم میں آگے بڑھنے والے بہادر اور بڑی وسعت والے لوگ ہیں

---

۱ - لب لباب لسان العرب سے بغدادی کی خزانہ الادب مراد لی ہے - ان اشعار کو سیرہ ابن ھشام : ۱ : ۱۷۳—۱۷۸ پر دیا ہے اور سہیلی نے بعض اشعار کی تشریح کی ہے -

یاد رکھو کہ تم نے عربوں کے لیے قابل فخر باتوں کا کوئی حصہ باقی نہیں رہنے دیا ، سب کو تم نے سمیٹ لیا ہے ، کوئی شرف کا جوہر ایسا نہیں ہے جسے تم نے حاصل نہ کر لیا ہو لہذا ان امور کی وجہ سے تمھیں دوسرے لوگوں پر فضیلت حاصل ہے اور اسی فضیلت کا آسرا لے کر وہ تمھارے پاس آتے ہیں - لوگ تم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہیں اور جنگ کرنے کی نیت سے اکٹھ کر چکے ہیں - میں تمھیں کعبے کی تعظیم کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اس [۳۲۸] میں اللہ کی رضا مندی پائی جاتی ہے - تمھاری روزی کا دار و مدار بھی اسی پر ہے اور اسی میں تمھارے غلبے اور قوت کو ثبات ہے - صلہ رحمی کیا کرو کیونکہ اس سے تمھاری عمریں دراز ہو جاتی ہیں ، تمھاری تعداد بڑھ جاتی ہے - سرکشی اور نافرمانی کو چھوڑ دو کیونکہ انھی باتوں کی وجہ سے تم سے پہلے لوگ تباہ ہوئے ہیں - پکارنے والے کی پکار کو سنو اور مدد کو پہنچو - سائل کو دو ، کیونکہ انھی دو باتوں میں زندگی اور موت کا شرف پایا جاتا ہے - سچی بات کہا کرو ، امانت ادا کیا کرو کیونکہ اس سے خاص لوگوں میں محبت اور عام لوگوں میں عزت حاصل ہوتی ہے - میں تمھیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہوں کیونکہ وہ قریش کے لیے امین اور عرب بھر کے لیے صدیق ہیں اور ان میں وہ تمام اوصاف پائے جاتے ہیں جن کے کرنے کا میں نے تمھیں حکم دیا ہے اور وہ ایسا دین لے کر آئے ہیں جسے دل قبول کرتا ہے مگر زبان دشمنی کے خوف کی وجہ سے انکار کرتی ہے - خدا کی قسم مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے گویا کہ میں عربوں کے بھیروں ، آس پاس[1] کے لوگوں اور کمزور انسانوں کو دیکھ رہا ہوں کہ انھوں نے آپ کی دعوت کو قبول کر لیا ہے اور آپ کی باتوں کی تصدیق کر دی ہے اور آپ کے مشن کی عظمت کے قائل ہو گئے ہیں - چنانچہ آپ انھیں لے کر بے پناہ جنگ کے

---

۱ - بلوغ الارب میں اهل الاطراف لکھا ہے مگر الروض الانف میں : اهل البر فی الاطراف تحریر ہے -

میدان میں گھس گئے ہیں ۔ قریش کے روساء اور سردار سب سے پیچھے رہ گئے ہیں ، ان کے گھر برباد ہوگئے ہیں ۔ کمزور لوگ مالک بن گئے ہیں اور پھر آپ کے نزدیک عظیم ترین انسان وہ ہو گا جو آپ کا سب سے زیادہ محتاج ہو گا اور جو شخص رشتے میں آپ سے سب سے زیادہ دور ہو گا وہ آپ کا سب سے زیادہ منظور نظر ہو گا ۔ (میں دیکھ رہا ہوں کہ) عرب آپؐ کے خالص دوست بن گئے ہیں اور انھوں نے آپؐ کے لیے اپنے سینے خالی[1] کر دیے ہیں ۔ انھوں نے آپ کی اطاعت قبول کر لی ہے ۔ اے قوم قریش ! اُنؐ کے دوست[2] اور ان کی جماعت کے حامی بن جاؤ ۔ خدا کی قسم جو شخص بھی ان کی راہ پر چلے گا ہدایت پا جائے گا ۔ جو شخص بھی ان کا طریقہ اختیار کرے گا وہ سعادت مند ہو گا ۔ اگر مجھے کچھ مدت اور مل جاتی اور موت مجھے کچھ اور مہلت دیتی تو میں ان کو دشمنوں سے بچاتا اور ان کی مصیبتوں کو دور کرتا ۔ یہ کہہ کے ابو طالب[3] فوت ہو گئے ۔

اور انھی میں سے

العاص بن وائل القرشی

ہیں ۔ مصنف قاموس نے انھیں حکّام قریش میں شمار کیا ہے اور اسی طرح میدانی نے بھی ۔ چنانچہ میدانی اپنی کتاب مجمع الامثال میں کہتا ہے : العاص بن وائل قریش کے حاکموں میں سے ہے ۔ زبیدی نے قاموس کی شرح میں اس کا نسب نامہ درج کیا ہے ، چنانچہ کہتا ہے : العاص بن

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں : اصفت له بلاد ها مکتوب ہے مگر الروض الانف میں اَصْفَتْ لہ فؤادھا مرقوم (اپنے دل صاف اور خالص کر دے ہیں) اور وہی زیادہ موزوں معلوم ہوتا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں کونوا له و لاه درج ہے مگر الروض الانف میں : ابن ابیکم کونوا له و لاه مسطور ہے ۔

۳ ۔ یہ وصیت الروض الانف ; ۱ ; ۲۵۹ پر مندرج ہے ۔

وائل بن ہشام بن سعید بن سہم بن عمرو بن ھصیص بن کعب بن لؤی - زبیدی کا بیان ختم ہوا - یہ مشہور صحابی[1] عمرو بن العاص کے والد ہیں جاہلیت میں ان کی بڑی قدر و منزلت تھی مگر اللہ نے انھیں اسلام لانے کی توفیق نہ دی -

ابن الکلبی کہتا ہے: یہ قریش کے حاکموں میں سے تھا - جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تو اس نے ان کو پناہ دی - الزبیر بن بکار نے اس قصے کو مفصل بیان کیا ہے اور اس میں ذکر کیا ہے کہ العاص [۳۲۹] بن وائل نے لوگوں سے کہا: اس شخص نے (یعنی حضرت عمرؓ نے) اپنی ذات کے لیے ایک چیز کو منتخب کر لیا ہے تمھارا اس سے کیا واسطہ ؟ اس طرح مشرکوں کو دور ہٹا دیا - اس کی وفات مکے میں ہجرت سے پہلے ہوئی - میرے پاس جتنی ادب کی کتابیں ہیں ان میں مجھے ان کے مکمل حالات نہیں ملے صرف اسی قدر ملے ہیں جن کا میں نے ذکر کر دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ہمارے مقصد کے لیے اسی قدر کافی ہے -

اور انھی میں سے

العلاء بن حارثة القرشي

ہیں - جیسا کہ قاموس میں ہے - یہ بھی قریش کے حاکموں میں سے تھے - اس کے دادا کا نام نضلہ بن عبدالعزّی بن ریاح ہے - اسے قریش میں بڑی قدر و منزلت حاصل تھی - اس کا رتبہ بلند تھا اور اس کا حکم مانا جاتا تھا اور اسے عربوں کے حالات ، انساب اور احساب کے متعلق وسیع معلومات حاصل تھیں -

اور انھی میں سے

ربيعه بن حذار الاسدی

ہے - یہ بنی اسد کے حاکموں میں سے تھا اور بنی اسد کو جو حادثہ بھی پیش آتا اس کے ضمن میں وہ اسی کی طرف رجوع کرتے تھے -

---

۱ - بلوغ الارب میں '' عمر '' لکھا ہے مگر درست '' عمرو '' ہے -

جب خالد بن مالک بن تمیم النہشلی کا قعقاع بن معبد التمیمی کے ساتھ مفاخرت کا قضیہ شروع ہوا تو خالد فیصلہ کرانے کے لیے اسی کے پاس آیا تھا جیسا کہ مفاخرت کے باب میں ذکر کیا جا چکا ہے ۔ جو کچھ ہم نے وہاں ذکر کیا ہے وہ میدانی کی مجمع الامثال سے لیا گیا ہے ۔ میں نے یہی قصہ خالد کے بیان کے سلسلے میں اسد الغابہ میں کسی قدر مختلف الفاظ کے ساتھ مرقوم دیکھا ہے ، وہاں اس واقعہ کو زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کیا گیا ہے لٰہذا میں نے چاہا کہ اس کا ذکر بھی یہاں کر دوں تاکہ لوگ اس سے پورے طور پر فائدہ حاصل کر سکیں اور وہ بیان یہ ہے :

یہ خالد وہی ہیں جو قعقاع کے ساتھ اپنے مفاخرت کے قضیے کا فیصلہ کرانے کے لیے ربیعہ بن حدار الاسدی کے پاس آئے تھے اور اس نے کہا تھا : تم دونوں اپنی خوبیاں بیان کرو ۔ خالد نے کہا تھا جس کسی نے بھی مانگا میں نے دیا ۔ جس نے کھانا چاہا میں نے کھانا کھلایا ۔ میں نے اس وقت بھی ہنڈیاں چڑھا کر رکھیں جب سماک[1] نے اپنے دامن ڈال رکھے تھے ۔ میں نے شواحط کی جنگ میں ایک سوار کو ایسا نیزہ مارا کہ اس کی دونوں رانوں کو گھوڑے سمیت پرو[2] کے رکھ دیا ۔ اس کے بعد اس نے قعقاع سے کہا : تمہارے پاس (تمہاری بڑائی کی کیا دلیل) ہے ؟ اس نے حاجب کی کمان نکال کر کہا : یہ میرے چچا کی کمان ہے جسے اس نے عربوں کی طرف سے رہن رکھا تھا اور یہ میرے دادا کے دو جوتے ہیں جنھیں پہن کر اس نے چالیس غنیمتوں کے مال کا چوتھا

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح لکھا ہے مگر اس سے کوئی واضح معنی نہیں بنتے ۔ میرے خیال میں یہ لفظ " الشمال " ہے ۔ عربوں کے ہاں باد شمال کا چلنا قحط سالی کی علامت تھی ۔

۲ - بلوغ الارب میں جَلَّلْتُ جیم کے ساتھ تحریر ہے اسے خَلَّلْتُ خاء کے ساتھ پڑھیں ۔ لسان العرب میں ہے خَلَّلَ الشئي : ثَقَبَه، و نَفَذَه، ۔

حصہ تقسیم کیا اور یہ قیمتی قالین زرارہ کا ہے - جس کسی خوفزدہ نے ان کی آگ کو دیکھ لیا وہ مامون ہو جاتا اور جو قیدی اس کے خیمے کی طنابوں کو پکڑ لیتا اسے رہا کر دیا جاتا تھا -

یہ سن کر ربیعہ بن حذار نے کہا : سخاوت ، عطیے ، چوتھ اور کامل شرف تو قعقاع کی ہے - خبردار ! میں اس شخص کے حق میں فیصلہ دیتا ہوں جس کا باپ معبد ہے ، چچا حاجب اور دادا زرارہ -

ابو احمد عسکری[1] کہتا ہے : اس کے بعد قعقاع بن معبد اور [۳۰] خالد بن مالک النہشلی دونوں اسلامی زمانے تک زندہ رہے اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت ابوبکرؓ نے کہا : اِسے[2] امیر بنا دیں - حضرت عمرؓ نے کہا : اُسے[3] بنا دیں - نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اگر تم (دونوں نے) اختلاف نہ کیا ہوتا تو میں دونوں کو والی بناتا اور تم دونوں کی رائے پر عمل کرتا - ابو بکرؓ اور عمرؓ کا یہ مقولہ کتاب اسد الغابہ میں قعقاع بن معبد کے حالات میں مرقوم ہے اور دوسرا شخص اقرع بن حابس تمیمی تھا اور یہی اکثر اوقات بیان کیا جاتا ہے - ،

ابن الکلبی نے خالد مذکور کا نسب یوں بیان کیا ہے : خالد بن مالک بن ربعی بن سلمی بن جندل بن نہشل بن دارم بن مالک بن حنظلہ بن مالک بن زید مناہ بن تمیم — اس نے یہ بھی کہا ہے کہ یہ شخص صاحب شرف تھا - ابواحمد العسکری کے سوا کسی نے اس کے صحابی ہونے کا ذکر نہیں کیا - واللہ اعلم

---

۱ - الوسی انہیں پہلے ابو ہلال عسکری لکھ چکے ہیں اور یہاں [۳۲] ابواحمد لکھا ہے - شذرات الذہب میں ان کی کنیت ابواحمد ہی لکھی ہے مگر ابن اکامن نے ابو ہلال تحریر کی ہے -

۲ - ان کی مراد قعقاع سے تھی -

۳ - ان کی مراد اقرع بن حابس سے تھی -

اور انھی میں سے

یعمر الشُدَّاخ[1] الکنانی

ہے ۔ اس کا نام یعمر بن عوف بن کعب ہے ۔ اس کا لقب شداخ اس لیے پڑا کہ اس نے خزاعہ کا خون معاف کر دیا تھا ۔ یہ کنانہ کے حاکموں میں سے تھا ۔ اپنے وقت میں عربوں کا عالم اور ان کے نسب و حسب سے باخبر تھا ۔

اور انھی میں سے

صفوان بن امیہ

ہے ۔ یہ بھی کنانہ کے حاکموں میں سے تھا ، اور ان کو جب بھی کوئی اہم کام پڑتا وہ اس کے ضمن میں اسی کی طرف رجوع کیا کرتے تھے ۔ اس کی زبان فصیح اور بیان معروف تھا ۔ اس کے بہت سے واقعات ہیں جن سے عربوں کے یہاں اس کے عالی شان اور بلند مقام ہونے کا پتا چلتا ہے ۔

اور انھی میں سے

سلمیٰ بن نوفل الکنانی

ہے ۔ یہ بھی کنانہ کے حاکموں اور عارفوں میں سے تھا ۔ کیونکہ اس میں اس قدر فہم اور فطانت پائی جاتی تھی کہ عرب اس کا لوہا مانتے تھے ،

---

۱ ۔ الشُداخ میں شین پر زبر اور پیش دونوں پڑھی جاتی ہیں ۔ اگر اسے شَدَخ سے فَعّال بنائیں تو شَدّاخ ہوگا اور اگر شادِخ کی جمع بنائیں تو شُدّاخ بنے گا ۔ سہیلی لکھتے ہیں الشَدّاخ بفتح الشین کما قال ابن ہشام والشُدّاخ بضمها انما هو جمع و جائزان یسمی هو و بنوه الشُدّاخ (الروض الانف : ۱ : ۸۷) ابن ہشام نے خزاعہ کے خون رائگاں کرنے کا قصہ یوں دیا ہے کہ قصی نے خزاعہ کو قتل کیا اور بالآخر صلح ہوئی اور مقدمہ یعمر بن عوف بن کعب کے پاس آیا ۔ اس نے قصی کے حق میں فیصلہ دیتے ہوئے کہا : قصی نے خزاعہ اور بنی بکر کا جو خون گرایا ہے وہ معاف ہے اسے وہ پاؤں کے نیچے روند دے گا ۔ لہٰذا شداخ نام پڑا (سیرہ برهامش الروض الانف ; ۱ : ۸۷)

تاہم پھر بھی عامر بن الظرب عدوانی کو اس پر فضیلت دیتے تھے ۔

اور انھی میں سے

مالک بن جبیر العامری

[۳۳۱] ہے ۔ یہ عرب کے ان حاکموں میں سے تھا جو اپنی فہم کی عمدگی ، فراوانیٔ عقل اور وسعتِ معلومات کی وجہ سے مشہور تھے ۔ اس کے وہ مقولے جو ضرب المثل بن گئے ہیں یہ ہیں :

عَلَی الخَبِیرِ سَقَطتُ : خبیر کے معنی ہیں عالم اور خبر بمعنی علم اور سقط کے معنی اطلاع پا لینے کے ہیں ۔ یہاں اطلاع پانے کو گرنے سے تعبیر کیا ہے کیونکہ اطلاع پانے والے کی عادت ہے کہ جس چیز کی اطلاع پا لیتا ہے اسی پر گرتا ہے ۔ فرزدق نے یہ مثال حسین رض بن علی رضی اللہ عنہما سے منسوب کی تھی جب وہ عراق کو تشریف لے جا رہے تھے اور راستے میں ان سے فرزدق ملا تھا جو حجاز کی طرف جا رہا تھا ۔ حسین رض نے پوچھا تھا : کیا خبر ہے ؟ فرزدق نے جواب دیا تھا : '' علی الخبیر سَقَطتَ (آپ کو ایک واقف کار شخص مل گیا ہے) لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں مگر ان کی تلواریں بنی امیہ کے ہمراہ ہیں اور حکم آسمان سے نازل ہوتا ہے ۔ یہ سن کر حسین رض نے فرمایا : تو سچ کہتا ہے ۔

اور انھی میں سے

عمرو بن حممة الدوسی

ہے ۔ حُمَمَہ کی حاء مہملہ پر پیش اور میم پر زبر اور میم مخفف بھی ہے ، اس کے بعد ایک اور میم ہے ۔ ابوبکر بن درید نے بیان کیا ہے کہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ۔ دیگر لوگوں کا بیان ہے کہ یہ عہد جاہلیت ہی کے زمانے میں مر گیا تھا ، اس نے بڑی لمبی عمر پائی تھی ، اسی کا یہ شعر ہے

أُخَبِّرُ أَخْبَارَ القُرُونِ الَّتِي مَضَتْ
وَلَا بُدَّ یَوْماً أَنْ یُطَارَ لِمَصْرَعِي

میں گزشتہ زمانے کی باتیں بتاتا ہوں مگر ایک نہ ایک دن مجھے بھی
میری ہلاکت کی جگہ پر جلدی سے پہنچا دیا جائے گا

اس کے اس شعر کی روایت ابن الکلبی نے کی ہے ۔

مرزبانی کہتا ہے : یہ جاہلیت میں عربوں کے حاکموں میں سے تھا اور معمرین میں شمار ہوتا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ تین سو نوے سال زندہ رہا ۔ مرزبانی نے اس کا مذکورہ بالا شعر پیش کیا ہے ۔ اس سے پہلے یہ شعر ہے :

كَبِرْتُ وطَالَ العُمرُ مِنّي كَأَنَّنِي
سَلِيمٌ أَفَاعٍ لَيْلُهُ غَيْرُ مُودَعِ

میں بوڑھا ہو گیا ہوں اور میری عمر لمبی ہوگئی ہے حتٰی کہ یوں
معلوم ہونے لگا ہے کہ مجھے سانپوں نے ڈس لیا ہے اور میری
رات آرام سے نہیں گزر رہی

اس کے بعد یہ شعر ہیں :

وَمَا السُّقمُ أبلَانِي وَلكِنْ تَتَابَعَتْ
عَلَيَّ سِنُونَ مِنْ مَصِيفٍ ومَرْبَعِ

مجھے بیماری نے لاغر نہیں کیا ہاں سالہا سال کی گرمی اور ربیع
کے ادوار مجھ پر پے درپے گزرے

ثَلَاثُ مِئِينٍ مِنْ سِنِينٍ كَوَامِلٍ
وَهَا أَنَا هٰذَا أرْتَجِي مَرَّ أرْبَعِ

کامل تین سو سال گزر چکے ہیں اور اب میں چوتھی صدی کے گزر
جانے کا امید وار ہوں

فَأَصْبَحْتُ بَيْنَ الفَخّ والعُشّ نَادِياً
إذَا رَامَ تَطْيَاراً يُقَالُ لَهُ : قَعِ

اب میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ میں جال اور گھونسلے کے

درمیان بوجہ کر رہا ہوں جب اڑنے کا ارادہ کرتا ہوں تو کہا جاتا ہے کہ اُبر آ ۔

[۲۳۲] اخبر اخبار القرون التی مضت ۔ لسـ ۔ راوی کہتا ہے کہ کہا جاتا ہے کہ یہی وہ شخص ہے جسے ذوالحلم کہا جاتا ہے اور جس کے متعلق عربوں نے " قرع عصا " کی مثال بیان کی ہے کیونکہ بوڑھا ہو جانے سے اس میں سیان پیدا ہوگیا تھا ۔ لہذا عربوں نے ایک شخص اسے بیدار کرنے کے لیے مقرر کر دیا جو لاٹھی کو ٹھکور دیا کرتا جس سے اس کی عقل و فہم لوٹ آتی تھی ۔ اسی کی طرف الحارث بن وعلہ نے اشارہ کیا ہے :

وَزَعَمْتُمْ اَنْ لَا حُلُوْمَ لَنَا
إِنَّ العَصَا قُرِعَتْ لِذِی الحِلْمِ

تم خیال کرتے ہو کہ ہم میں عقل ہی نہیں ہے (حالانکہ) لاٹھی تو عقلمند آدمی ہی کے لیے ٹھکوری گئی تھی

اور فرزدق کہتا ہے :

کَاَنَّ العَصَا کَانَتْ لِذِی الحِلْمِ تُقْرَعُ

گویا لاٹھی عقلمند کے لیے ٹھکوری گئی تھی

ایک اور شاعر کہتا ہے :

لِذِی الحِلْمِ قَبْلَ الیَوْمِ مَا تُقْرَعُ العَصَا
وَمَا عُلِّمَ الاِنْسَانُ إِلَّا لِیَعْلَمَا

آج سے پہلے عقلمند ہی کے لیے لاٹھی کو ٹھکورا گیا تھا انسان کو اسی لیے سکھایا جاتا ہے کہ وہ سیکھ جائے

ابن درید نے اسی سند سے اور شعبی کے حوالے کے ساتھ روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم ابن عباس کے پاس تھے وہ اس وقت زمزم کے کنارے بیٹھے فتوی دے رہے تھے ۔ ایک بدوی نے اٹھ کر کہا : آپ نے

انھیں فتویٰ دیا ہے ، ہمیں بھی فتویٰ دیجیے - ابن عباس نے کہا : لاؤ - اس نے کہا : شاعر کے اس شعر کا کیا مطلب ہے :

لِذِی الحلم قبلَ الیوم

اور مذکورہ بالا شعر پڑھا

ابن عباس نے فرمایا : ذی الحلم سے مراد عمرو بن حممہ الدوسی ہے جس نے تین سو سال تک عربوں کے مقدمات کا فیصلہ دیا - پھر وہ بوڑھا ہو گیا تو لوگوں نے اس کا ساتواں یا نواں بیٹا اس کے ساتھ لگا دیا - جب وہ دیکھتا کہ یہ غفلت کی حالت میں ہے تو وہ لاٹھی کو ٹھکور دیتا - جب اس کی موت کا وقت آ گیا تو اس کی قوم اس کے پاس آ گئی اور اس نے اپنی قوم کو بڑی اچھی وصیت کی جس میں دانائی کی باتیں پائی جاتی ہیں - یہ تمام بیان ابن حجر کی اصابہ سے نقل کیا گیا ہے - میدانی نے تحقیق کے بعد یہ ثابت کیا ہے کہ سب سے پہلے لاٹھی عامر بن الظرب کے لیے ٹھکوری گئی تھی - رہا یہ کہنا کہ وہ عمرو بن حممہ تھا تو یہ اہل یمن کا قول ہے - میدانی نے مذکورہ بالا اشعار بھی عامر بن الظرب کی طرف منسوب کیے ہیں اور اس نے کبرت وقد طال کی جگہ یوں دیا ہے

تَقُول ابنَتِیْ لَمَّا رَأَتْنِیْ کَنَاتِنِیْ

ابو علی قالی نے امالی میں یوں روایت کی ہے : ابوبکر بن درید نے ہم سے بیان کیا وہ کہتا ہے کہ مجھ سے میرے چچا نے اپنے باپ کے حوالے سے روایت کرتے ہوئے کہا ، انھوں نے ابن الکلبی سے اور ابن الکلبی نے ابو مسکین سے اور شرقی بن قطامی کے حوالے سے بیان کیا اور کہا ہے کہ جب عمرو بن حممة الدوسی مر گیا (اور وہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے پاس عرب اپنے مقدمات کا فیصلہ کرانے کے لیے آتے تھے) تو یثرب کے رہنے والے تین آدمی جو شام سے آ رہے تھے اس کی قبر کے پاس سے گزرے ، ان تینوں کے یہ نام ہیں : اَلشُّهیدم بن امرؤ القیس بن الحٰرث بن زید بن کلثوم (ابو کلثوم بن الهدم جس کے یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اترے تھے) ، عتیک بن قیس بن هیشہ بن امیہ بن معاویہ

[۳۳۳] اور حاطب بن قیس بن ھیشہ ، جس کی وجہ سے حاطب کی جنگ واقع ہوئی تھی ۔ انھوں نے اپنی سواری کے جانور اس کی قبر پر ذبح کر دیے ، ہدم نے اٹھ کر یہ شعر کہے :

لَقَدْ ضَمَّتِ الاَثْرَاءُ مِنْكَ مُرَزَّأً
عَظِيمَ رَمَادِ النَّارِ مُشْتَرَكَ القِدْرِ

خاک نمناک تجھ جیسے کریم اور سخی آدمی کو اپنی آغوش میں لیے ہوئے ہے جس کی آگ کی راکھ بہت زیادہ تھی اور جس کی ہنڈیا سب کے لیے مشترک تھی

حَلِيمًا إِذَا مَا الحِلْمُ كَانَ حَزَامَةً
وَقُوراً إِذَا كَانَ الوُقُوفُ عَلَى الجَمْرِ

جب حلم کرنا دانشمندی کا کام ہوتا تو وہ حلیم ہوتا اور جب انگاروں پر ٹھہرے ہونا پڑتا تو وہ (اس عالم میں بھی) بڑا باوقار ہوتا

إِذَا قُلْتَ لَمْ تَتْرُكْ مَقَالاً لِقَائِلٍ
وَإِنْ صُلْتَ كُنْتَ اللَّيْثَ يَحْمِي حِمَى الأَجْرِ

جب تو تقریر کرتا تو کسی کہنے والے کے لیے کچھ کہنے کی کوئی گنجائش نہ رہنے دیتا تھا اور جب حملہ کرتا تھا تو تو اس شیر کی طرح ہوتا تھا جو " اجر " کی چراگاہ کی حفاظت کر رہا ہو

لِيَبْكِيكَ مَنْ كَانَتْ حَيَاتُكَ عِزَّهُ
فَأَصْبَحَ لَمَّا بِنْتَ يُغْضِي عَلَى الصُّغْرِ

جن لوگوں کے لیے تمھارا زندہ رہنا عزت کا سبب تھا ان کو چاہیے کہ وہ تم پر روئیں کیونکہ جب سے تو جدا ہو گیا ہے ان کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ وہ اپنی ذلت پر آنکھیں بند کر لیتے ہیں ۔

سَقَى الأَرْضَ ذَاتَ الطُّولِ وَالعَرْضِ مُثْجِمٌ
أَحَمُّ الرَّحَى وَاهِي العُرَى دَائِمُ القَطْرِ

خدا کرے تمہاری قبر کی زمین پر برسنے والے بادل جلدی برسیں
جو بادل سیاہ گھٹا والے ڈھیلے اطراف والے اور مسلسل برسنے والے ہوں

وَمَا بِيَ سُقْيَا الاَرْضِ لٰكِنَّ تُرْبَةً
أَضَلَّكَ فِي أَحْشَائِهَا مَلْحَدُ القَبْرِ

میری یہ خواہش نہیں کہ اس زمین کو سیراب کیا جائے مگر وہ
مٹی سیراب ہونی چاہیے جو تجھے اپنے اندر سموئے اور چھپائے ہوئے
ہے ، وہ مٹی تمہاری قبر کی لحد ہے

رَحٰی : گھٹا کا درمیانی حصہ یا بیشتر حصہ اور جنگ کا درمیانی حصہ
اور وہ حصہ جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو

اور عتیک نے اٹھ کر یہ شعر کہے :

بِيرَغْمِ العُلٰى و الجُودِ و النَّدٰى
طَوَاكَ الرَّدٰى يَاخَيْرَ حَافٍ و نَاعِلِ

اے ان سب لوگوں سے افضل جو ننگے پاؤں چلے ہوں یا جوتا پہن
کر رواں رہے ہوں تجھے ہلاکت نے بلندی ، سخاوت اور بزرگی کی
مرضی کے خلاف (اپنے دامن میں) لپیٹ لیا ہے -

لَقَدْ غَالَ صَرْفُ الدَّهْرِ مِنْكَ مُرَزَّأً
نَهُوضًا بِاَعْبَاءِ الاُمُورِ الاَثَاقِلِ

زمانے کے حوادث نے تجھ جیسے کریم و سخی انسان کو ہلاک
کر دیا ہے جو بڑے بھاری امور کے بوجھوں کا اٹھانے والا ہے

يَضُمُّ العُفَاةَ الطَّارِقِيْنَ فِنَاؤُهُ
كَمَا ضَمَّ اُمُّ الرَّأسِ شَعْبُ القَبَائِلِ

اس کا صحن رات کے آنے والوں کو اس طرح اپنے اندر لیے ہوتا تھا
جس طرح سر کی کھوپری کی ہڈیاں دماغ کو اپنے اندر لیے ہوتی ہیں

وَيَنْشُرُ دُجَى الهَيْجَا مَضَاءُ عَزِيْمَتِهِ
كَمَا كَشَفَ الصُّبْحُ اطِّرَاقَ الغَيَاطِيلِ

اس کے پختہ ارادے کی تیزی جنگ کی تاریکیوں کو اس طرح دور کر دیتی تھی جس طرح صبح سُو بہ سُو تاریکیوں کو دور کر دیتی ہے

وَيُسْتَهْزَمُ الجَيْشُ العَرَمْرَمُ بِاسْمِهِ
وَإِنْ كَانَ جَرَّاراً كَثِيرَ الصَّوَاهِلِ

ایک بے پناہ اور موجزن فوج کو محض اس کے نام سے شکست دے دی جاتی تھی خواہ اس کی تعداد کتنی زیادہ کیوں نہ ہو اور اس کے ہنہنانے والے گھوڑے کتنے زیادہ کیوں نہ ہوں

وَتَنْقَادُ ذُوالبَأْوِ الأَبِيُّ لِحُكْمِهِ
فَيَتْرُكُهُ نَسْراً وَهُوَ جَمُّ الدَّغَاوِلِ

وہ شخص جو مغرور ہوتا اور لوگوں کی باتوں کو ماننے سے انکار کرنے والا ہوتا وہ بھی اس کے حکم کا تابع ہو جاتا تھا اور باوجود اس کے کہ وہ بہت سے مصائب توڑنے والا ہوتا مگر وہ اسی کی اطاعت کرنے پر مجبور ہو جاتا تھا

وَيَمْضِي إِذَا مَا الحَرْبُ مَدَّتْ رِوَاقَهَا
عَلَى الرَّوعِ وَارْفَضَّتْ صُدُورُ العَوَامِلِ

اور جب جنگ خوف و ہراس کے اوپر اپنا خیمہ لگا دیتی اور نیزوں کے اگلے حصے ٹوٹ جاتے تو اس وقت بھی یہ جنگ جاری رکھتا

فَأَمَّا تُصِبْنَا الحَادِثَاتُ بِنَكْبَةٍ
رَمَتْكَ بِهَا إِحْدَى الدَّوَاهِي الغَوَائِلِ

اگر حادثات ہم پر کوئی مصیبت ڈال دیتے تو (یوں معلوم ہوتا جیسے) تم پر ایک بہت بڑی مصیبت آن پڑی ہے

فَلَا تَبْعَدَنْ إِنَّ الحُتُوفَ مَوَارِدٌ
وَكُلُّ فَتًى مِنْ صَرْفِهَا غَيْرُ وَائِلِ

خدا کرے تو ہلاک نہ ہو ۔ موتیں تو گھاٹ ہیں اور کوئی شخص

ان کی گردش سے بچ نہیں سکتا

الضآبل کے معنی مصیبتوں کے ہیں اس کا مفرد ضیبیل ہے
حاطب بن قیس نے اٹھ کر کہا :

سَلَامٌ عَلَى الْقَبْرِ الَّذِي ضَمَّ أَعْظُمًا
تَحُومُ الْمَعَالِي حَوْلَهُ، فَتُسَلِّمُ

اس قبر پر سلام ہو جس نے اپنے اندر ان ہڈیوں کو سمیٹا ہوا ہے جن کے گرد بلندیاں گھومتی ہیں اور پھر سلام عرض کرتی ہیں

سَلَامٌ عَلَيْهِ كُلَّمَا دَرَّ شَارِقٌ
وَمَا اشْتَدَّ قِطْعٌ مِنْ دُجَى اللَّيْلِ مُظْلِمُ

[۲۳۴] جب تک سورج نکلتا رہے اور جب تک ظلمتِ شب کا تاریک ٹکڑا پھیلتا رہے اس قبر پر سلام

فَيَا قَبْرَ عَمْرٍو جَادَ أَرْضًا تَعَطَّفَتْ
عَلَيْكَ مُلِثٌّ دَائِمُ الْقَطْرِ مُرْزِمُ

اے عمرو کی قبر خدا کرے اس زمین پر جو تجھے اپنے پہلو میں لیے ہوئے ہے بارش برسانے والا اورگرجنے والا بادل ہمیشہ بارش برساتا رہے

تَضَمَّنْتَ جِسْمًا طَابَ حَيًّا وَمَيِّتًا
فَأَنْتَ بِمَا ضُمِّنْتَ فِي الْأَرْضِ مُعْلَمُ

(اے قبر) تو اپنے اندر اس جسم کو لیے ہوئے ہے جو زندگی میں بھی پاکیزہ تھا ، مرنے کے بعد بھی پاکیزہ ہے اور اس شخص کی بدولت جو زمین میں تمھارے اندر ہے تم پر خاص علامات لگی ہوئی ہیں

فَلَوْ نَطَقَتْ أَرْضٌ لَقَالَ تُرَابُهَا
إِلَى قَبْرِ عَمْرٍو الْأَزْدِ حَلَّ التَّكَرُّمُ

اگر کوئی زمین بول سکتی ہوتی تو پھر اس زمین کی مٹی (ضرور) بول اٹھتی کہ بزرگی قبیلہ ازد کے (مرد) عمرو کی قبر میں اتری ہوئی ہے

إلَى مَرْمَس، قَدْحَلَّ تَيْنَ تُرَابِهَا[1]
و أحْجَارِه، بَدْرٌ وأَصْبَطُ ضَيْغَمُ

یہ بزرگی اس مبر کی جگہ میں اتری ہے جس کی مٹی اور پتھروں کے درمیان ایک چاند اور سیر ڈیرہ ڈالے ہوئے ہے

فَلَوْ وَأَلَتْ مِنْ سَطْوَةِ الْمَوْتِ مُهْجَةٌ
لَكُنْتَ و لكنّ الرّدَی [2]لاَ يُثَمْثِمُ

اگر کوئی نفس موت کے غلبے سے پناہ حاصل کر سکتا ہوتا تو تُو ہوتا مگر موت میں تاخیر واقع نہیں ہوتی

وَ لاَ يُبْعِدَنْكَ الله حَيًّا وَ مَيِّتًا
فَقَدْ كُنْتَ نُوْرَ الخَطْبِ وَ الخَطْبُ مُظْلِمُ

خدا تجھے زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہم سے دور نہ کرے کیونکہ تو اہم مسائل کے وقت نور کا کام دیتا تھا جب کہ یہ اہم مسائل تاریک ہوتے تھے

وَ قَدْ كُنْتَ تُمْضِي الحُكْمَ غير مُهَلِّلٍ
إذَا عَالَ[3] فِي القَوْلِ الاَ نَلُّ العَشَمْشَمُ

---

۱ - بلوغ الارب میں ترابها ہی دیا ہے اسے تُرَابِہ ہونا چاہیے ۔

۲ - یہ اشعار امالی (ج ۲ : ۱۴۴—۱۴۶) میں دیے ہیں اور ان کی شرح بھی کی ہے مگر اس شعر کی شرح نہیں کی ۔ محمد بہجہ اثری نے یثمثم کے معنی یبطئ و یثمثم یحرك و یدمع دیے ہیں مگر یہ درست نہیں ہیں ۔ ابو عبید بکری (شرح امالی : ۷۶۷—۷۶۸) نے اس شعر کی تشریح یوں کی ہے و یروی لا یُثَمْثَمُ بفتح الثاء یقال ثَمْثَم الرجل عنّ الشئ إذَا تَوقَّفَ عنه و تَكَلَّم فمَا تَثَمْثَمَ و لا تَعَلْثَمَ (تلعثم) بمعنی نرید لایَتَوقَّفَ أوْلاَ يُوقَفُ ۔

۳ - بلوغ الارب میں غال غین معجمہ کے ساتھ دیا ہے اسے عَالَ عین مہملہ کے ساتھ پڑھیں ۔

تو اپنا حکم بغیر توقف کے جاری کیا کرتا تھا جب کہ بہت
ظلم کرنے والا اور اپنی ہٹ کا پکا آدمی بات کہتے وقت حق سے
پہلو تہی کرتا اور زیادتی پر اتر آتا تھا

لَعَمْرُ الَّذِی حُطَّتْ إِلَیْهِ عَلَی الْوَنیٰ
حَدًا بِیشْرُ عُوْجٌ نَیُّهَا مُتَهَمِّمُ،

اس شخص کی قسم جس کے پاس آ کے کُبڑی پشت والی
سواریاں جن کا گوشت (کثرت سفر کی وجہ سے) لاغر ہو چکا ہو
تھک کر ٹھہر جائیں

لَقَدْ هَدَّ مِلْعَلْیَاءِ مُوتُکَ جَانِبًا
وَکَانَ قَدِیمًا رُکْنُهَا لَا یُهَدَّمُ،

تیری موت نے بو عظمت کا ایک پہلوگرا دیا ہے حالانکہ عہد قدیم
سے اس کا کوئی رکن گرایا نہ گیا تھا

اور انھی میں سے

حارث بن عباد الربعی

ہے۔ ابوریاش شرح حماسہ میں کہتا ہے : حارث بن عُباد بن ضبیعہ
بن قیس بن ثعلبہ ربیعہ کے حاکموں اور ان کے چند معروف شہسواروں
میں سے تھا۔ اس نے بنی وائل کی جنگ میں علٰحدگی اختیار کر لی تھی
اور اپنے اہل و عیال اور اپنے بھتیجوں اور رشتہ داروں کو لے کر ایک
طرف ہو گیا تھا۔ اس نے اپنی کمان کی تانت کو کھول دیا اور اپنے
نیزے[1] کی پھال کو کھینچ کر باہر نکال دیا تھا۔ یہ آخر دم تک
علٰحدہ رہا، یہاں تک کہ جب ان کی آخری جنگ ہو رہی تھی تو
اس کا بھتیجا بُجیر بن عمرو بن عُبَاد اپنے چند بھاگے ہوئے اونٹوں

---

۱ - بلوغ الارب میں و نزع و سنان رمحہ چھپا ہے اسے و نزع سِنَانَ
رمحہ پڑھیں ۔

کی تلاش میں نکلا تو ایک جماعت کے ساتھ مہلہل جو اس انتظار میں تھا کہ بکر بن وائل غافل ہوں تو اچانک حملہ کر دے اس کی طرف لپکا۔ امرؤ القیس بن ابان بن کعب بن زہیر بن جشم نے (اور یہ بنی تغلب کے اشراف میں سے تھا اور ایک دراز مدت تک ان کا سپہ سالار بھی رہ چکا تھا) مہلہل سے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ کیونکہ اللہ کی قسم اگر تم اسے قتل کر دو گے تو اس کے بدلے میں تمھارا ایک ایسا سردار ضرور قتل کر دیا جائے گا جس کے متعلق کوئی یہ نہ پوچھے گا کہ تمھارا خالو کون ہے۔ خبردار! ظلم کو معمولی بات نہ سمجھو کیونکہ اس کا انجام برا ہے۔ اس کا چچا ، اس کا باپ ، اس کے گھر والے اور اس کی قوم (اس جنگ میں) ہم سے الگ رہے ہیں مگر مہلہل نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو ضرور اسے قتل کروں گا۔ چنانچہ اس نے اسے نیزہ مارا [۳۳۵] اور قتل کر ڈالا اور کہا : بُؤْ بِشِسْعِ نَعْلِ کُلَیْبٍ تُو تو صرف کُلَیب کے جوتے کے تسمے کا بدل ہے۔ محاورہ میں کہتے ہیں اَبَاءَ فلانٌ بِفُلَانٍ فَبَاءَ بِہٖ جب وہ کسی کو کسی کے بدلے میں قتل کر ڈالے مگر یہ صرف اس وقت بولا جاتا ہے جب دوسرا پہلے کا ہم پلہ ہو۔

جب ہم ان شہسواروں کا ذکر کریں گے تو باقی قصہ وہاں اس کے حالات میں آئے گا۔

اور انھی میں سے

القلمس الکنانی

ہے۔ یہ جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے حاکموں میں سے ایک تھا نیز ان لوگوں میں سے تھا جو مہینوں کو آگے پیچھے کر دیا کرتے تھے۔ یہ جمرۂ عقبہ کے پاس کھڑے ہو کر کہا کرتا :

خدایا! میں مہینوں کو پیچھے کر رہا ہوں اور ان کو اپنی اپنی جگہ پر رکھ رہا ہوں جدا کرے کہ اس میں نہ کوئی مجھ پر عیب نکالے

اور نہ میری بات مانے۔ خدایا میں نے دو صفروں[۱] میں سے ایک کو حلال قرار دے دیا ہے اور پچھلے صفر کو حرام قرار دیا ہے اور اسی طرح دونوں رجبوں یعنی رجب اور شعبان کے متعلق بھی کہتا ۔ اللہ کے نام پر روانہ ہو جاؤ ۔

اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ ۔

مہینوں کو مقدم و مؤخر کرنے سے کفر میں اضافہ ہوتا ہے

اس امر کا ذکر انشاء اللہ ابنۃ الخُس کے حال میں آئے گا

اور انھی میں سے

ذوالاصبع العدوانی

ہے ۔ یہ جاہلیت میں عربوں کے حاکموں اور معمّر سعرا میں سے تھا ۔ ابو حاتم (م ۲۵۰ھ) کتاب المعمّرین میں کہتا ہے : ذوالاصبع حرثان بن محرث عدوان بن عمرو بن قیس میں سے تھا جو تین سو سال زندہ رہا ۔ وہ کہتا ہے :

أَصْبَحْتُ[۲] شَيْخًا أَرَى الشَّخْصَيْنِ أَرْبَعَةً
وَ الشَّخْصَ شَخْصَيْنِ لَمَّا مَسَّنِيَ الْكِبَرُ

---

۱ ۔ صفران سے مراد محرم اور صفر کے مہینے ہیں ، ابو ذؤیب کہتا ہے :
أَقَامَتْ بِهِ كَمَقَامِ الحَنِيفِ شَهْرَيْ جُمَادَى وَ شَهْرَيْ صَفَرْ
اس کی مراد محرم اور صفر سے ہے کیونکہ عرب محرم اور صفر کو ملا کر صَفَرَان کہتے ہیں ۔ بلوغ الارب میں احد الصفرین لکھا ہے مگر سیرۃ ابن ہشام میں احد الصفرین الصفر الاول و نسأت الاخر تحریر ہے ۔ قلمس لقب ہے جس کے معنی سمندر کے ہیں ۔ اس کی سخاوت کی وجہ سے اس کا یہ نام پڑا اس کا اصلی نام حذیفہ بن عبد بن فقیم بن عدی تھا ۔

۲ ۔ ان دونوں شعروں کے لیے ملاحظہ ہو سرح امالی صفحہ ۲۸۵ جہاں ان شعروں کو مختلف لوگوں کی طرف منسوب کیا گیا ۔

میں اتنا بوڑھا ہو گیا ہوں کہ دو جسموں کو چار اور ایک کو دو دیکھتا ہوں جبکہ بڑھاپا آ گیا ہے

لاَ اَسْمَعُ الصَّوْتَ حتیٰ اَسْتَدِیْرَ لَہٗ
لَیْلاً وَ اِنْ ھُوَ نَاعَانِیْ بِہِ الْقَمَرُ

میں رات کے وقت بھی جب تک (آواز کے گرد) چکر نہ لگا لوں آواز کو نہیں سن سکتا خواہ چاند ہی کیوں نہ مجھ سے پیار کی باتیں کر رہا ہو

" لیلاً " کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے کہ رات کے وقت آوازیں خاموش ہو جاتی ہیں لٰہذا رات کے وقت جب کہ آوازیں خاموش ہو چکی ہوں وہ سن نہیں سکتا تو دن کے وقت لوگوں کا شور و غل سن لینا اور بھی مشکل ہے ۔

چونکہ اس کے پاؤں میں ایک انگلی زائد تھی اس لیے اسے ذوالاصبع کہا گیا ۔

ابن قتیبہ کتاب الشعرا میں کہتا ہے : ذوالا صبع حرثان بن عمرو بنی عدوان بن عمرو بن قیس عیدان میں سے تھا ۔ یہ زمانۂ جاہلیت کا شاعر تھا ۔ اس کا نام ذوالاصبع اس لیے پڑا کہ ایک سانپ نے اس کی انگلی کو ڈس لیا تھا اور اس نے اس انگلی کو کاٹ دیا تھا ۔ ابن قتیبہ کا بیان ختم ہوا ۔

ابن الانباری شرح المفضلیات میں کہتا ہے : احمد بن عبید اور دیگر لوگوں نے اس کا نسب بیان کیا ہے ۔ وہ کہتے ہیں : اس کا نام حرثان بن الحارث ہے ۔ اصمعی کا بیان ہے : ابن السموأل بن محرث بن شبابہ بن ربیعہ بن ھمرہ بن ثعلبہ بن الظرب بن عمرو بن عیاد بن مصر بن نزار ہے ۔ اسے ذوالاصبع اس لیے کہا گیا کہ ایک سانپ نے اس کے پاؤں کے انگوٹھے کو ڈس لیا تھا اور اس نے اس انگوٹھے کو کاٹ دیا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی ایک انگلی زائد تھی ۔ ابن الانباری کا بیان ختم ہوا ۔

السید المرتضی اپنی امالی غررالفوائد اور دُررالقلائد میں کہتا ہے :

ذوالاصبع عدوانی بھی معمّرین میں سے ہے ۔ اس کا نام حرثان بن محرث بن الحارث بن ربیعہ بن وھب بن ثعلبہ بن ظرب بن عمرو بن عیاذ بن لیشکر بن عدوان ہے اور وہ الحٰرث[1] بن عمرو بن قیس بن عیلان بن مضر ہے ۔ الحٰرث کو عدوان اس لیے کہا گیا کہ اس نے اپنے بھائی فہم پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں ، اس نے تو صرف اس کی آنکھ پھوڑی تھی ۔ بعض کہتے ہیں کہ ذوالاصبع کا نام محرث بن حرثان ہے ۔ بعض حرثان بن حویرث اور بعض حرثان بن حارثہ بتاتے ہیں ۔ اس کی کنیت ابو عدوان ہے ۔ اس کا لقب ذوالا صبع اس لیے پڑا کہ ایک سانپ نے اس کی انگلی کو ڈسا تھا اور وہ شل ہو گئی ۔ لہٰذا یہ نام پڑ گیا ۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک سو ستر سال زندہ رہا ۔ ابو حاتم کہتا ہے کہ وہ تین سو سال زندہ رہا ، اس کا شمار عہد جاہلیت میں عرب کے حاکموں میں سے تھا ۔ اس کے بعد سید نے اس سے کچھ حالات بیان کیے پھر آگے چل کر یہ حکایت بیان کی ہے ۔ الزجاجی نے بھی اپنی امالی الصغریٰ میں دونوں کی سند سے جو بالآخر سعید بن خالد الجدلی پر ختم ہوتی ہے اس امر کا یوں ذکر کیا ہے کہ جب عبدالملک بن مروان (م ۸۶ھ) مصعب بن زبیر کے قتل کے بعد کوفہ آیا اور لوگوں کو اپنے اپنے مقررہ وظیفے لینے کے لیے بلایا

---

۱ ۔ یہاں عَدوان کا اصلی نام الحٰرث دیا ہے مگر سہیلی (الروض الانف: ۱ : ۸۶) لکھتے ہیں کہ اس کا نام بیم تھا ۔ مزید برآں عدوان نام پڑنے کی وجہ یہاں یہ بتائی ہے کہ اس نے اپنے بھائی فہم پر حملہ کر کے اسے قتل کر ڈالا تھا ۔ مگر سہیلی (حوالۂ مذکور) لکھتے ہیں کہ عدوان طائف کے رہنے والے تھے ۔ ان کی تعداد بڑھتے بڑھتے ستر ہزار کے قریب پہنچ گئی اور ایک دوسرے پر ظلم کرتے کرتے فنا ہو گئے اور ثقیف جس کا اصلی نام قسی بن ..... ہے عامر بن الظرب کا داماد یا بہنوئی تھا لہٰذا قبیلۂ عدوان کی تباہی کے بعد ثقیف تمام طائف کے مالک ہو گئے ۔

تو ہم اس کے پاس آئے۔ اس نے ہم سے پوچھا کہ تم لوگ کس قبیلے سے ہو؟ ہم نے جواب دیا : جدیلہ میں سے۔ اس نے پوچھا : عدوان والا جدیلہ ؟ ہم نے کہا : ہاں ۔ اس پر عبدالملک نے یہ اشعار بطور مثال پڑھے :

عَذِیرَ[۱] الحَیِّ مِنْ عَدْوَا
نَ کَانُوْا حَیَّةَ الأَرْضِ

قبیلۂ عدوان کو کون معذور سمجھنے والا ہے ان سے تو لوگ ڈرا کرتے تھے

بَغَی بَعْضُهُمْ بَعْضاً
وَلَمْ یَرْعَوا عَلَی بَعْضِ

انھوں نے ایک دوسرے پر ظلم کیا ، کسی نے کسی پر بھی رحم نہ کھایا

و مِنْهُمْ کَانَتِ السَّادا
تُ والمُوفُونَ بِالقَرْضِ

[۳۳ب]انھی میں سے سردار بھی تھے اور وہ لوگ بھی جو لوگوں کے قرض پورے ادا کر دیا کرتے تھے (یعنی بدلہ لے کر چھوڑتے تھے)

اس کے بعد وہ ہم میں سے ایک خوبصورت اور جسیم آدمی کی طرف متوجہ ہوا جسے ہم نے نمائندہ بنا رکھا تھا اور کہا : تم میں سے یہ [شعر

---

۱ - سہیلی کہتے ہیں کہ عذیر منصوب اور اس کا عامل فعل محذوف ہے یعنی ھاتوا عذیرہ اور عذیر بمعنی عاذر کے ہے عذیر کو مصدر بھی بنا سکتے ہیں اور حیۃ الارض کے متعلق لکھتے ہیں : یقال فلان حیة الارض و حیه الوادی اذا کان مَهِیباً یذعر منه ۔ اور لسان العرب میں ہے : فلان حیه الوادی اذا کان شدید الشکیمة حامیاً لحوزته وهم حیه الارض و منه قول ذی الاصبع العدوانی : عذیرالحی البیت ۔ اراد انهم کانوا ذوی إرْبٍ و شِدةٍ لا یُضیعون ثاراً

کس نے کہے ہیں ؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں ۔ میں اس کے پیچھے سے بولا : یہ شعر ذوالاصبع نے کہے ہیں ۔ وہ مجھے چھوڑ کر پھر اسی جسیم شخص کی طرف متوجہ ہؤا اور پوچھا : ذوالاصبع کا کیا نام تھا ؟ اس نے جواب دیا : مجھے معلوم نہیں ۔ میں پیچھے سے پھر بولا: اس کا نام حرثان ہے ۔ وہ پھر مجھے چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہؤا اور پوچھا: اسے ذوالاصبع کیوں کہا گیا ؟ اس نے پھر کہا : مجھے معلوم نہیں ۔ میں نے اس کے پیچھے سے پھر جواب دیا : ایک سانپ نے اس کی انگلی کو ڈس لیا تھا ۔ وہ پھر مجھے چھوڑ کر اس کی طرف متوجہ ہؤا اور پوچھا: وہ تمھارے قبیلے کے کن لوگوں میں سے تھا ؟ اس نے جواب دیا : مجھے معلوم نہیں ۔ میں نے اس کے پیچھے سے پھر کہا : وہ بنی تاج میں سے تھا ۔ اس کے بعد وہ پھر اس جسیم کی طرف متوجہ ہؤا اور کہنے لگا : تمھارا وظیفہ کتنا ہے ؟ اس نے جواب دیا : سات سو درہم ۔ پھر میری طرف متوجہ ہو کر پوچھا : تمھارا وظیفہ کتنا ہے ؟ میں نے کہا : چار سو درہم ۔ اس پر اس نے اپنے سیکریٹری سے کہا : اس شخص کے وظیفہ میں سے تین سو کم کر کے اس کے وظیفے میں بڑھا دو ۔ ازاں بعد میں چلا آیا ۔ میرا وظیفہ سات سو درہم ہو گیا اور اس کا چار سو ۔ بیان ختم ہؤا ۔

نیز الزجاجی نے اس کے مندرجہ ذیل اشعار کا بھی ذکر کیا ہے :

أُكَاشِرُ كَالضِّغْنِ المُبَيَّنَ مِنْهُمُ
وَ أَضْحَكُ حَتّٰى يَبْدُوَ النَّابُ أَجْمَعُ

میں ان کے سامنے اس طرح دانت نکال کر مسکراتا ہوں جیسے کوئی کینہ ظاہر ہو گیا ہو اور ہنستا ہوں یہاں تک کہ تمام دانت دکھائی دینے لگتے ہیں

وَ أَهْدِنُهُ بِالقَوْلِ هَدْناً وَلَوْ يَرٰى
سَرِيْرَتَهٗ مَا أَخْفِي لَبَاتَ يُفَزَّعُ

اور میں باتوں باتوں میں اسے تسکین دلاتا ہوں اور اگر وہ ان امور کو دیکھ پائے جنھیں میں باطن میں چھپائے ہوئے ہوں تو وہ رات بھر ڈرتا رہے

احد نه کے معنی ہیں اسکنہ (میں اسے تسکین دلاتا ہوں) یہ اشعار بھی اسی کے ہیں :

۱إذَا مَا الدَّهْرُ جَرَّ عَلَى أُنَاسٍ
شَرَاشِرَهُ، أَنَاخَ بِآخَرِينَا

اگر زمانہ بعض لوگوں پر دباؤ ڈالتا ہے تو بعض کو رگید کر رکھ دیتا ہے

فَقُلْ لِلشَّامِتِينَ بِنَا أَفِيقُوا
سَيَلْقَى الشَّامِتُونَ كَمَا لَقِينَا

وہ لوگ جو ہماری مصیبت پر خوش ہو رہے ہیں ان سے کہہ دو کہ ذرا ہوش میں آئیں کیونکہ جو مصیبت ہم پر آئی ہے وہ عنقریب ان پر بھی آنے والی ہے

یہ اشعار بھی اسی کے ہیں

ذَهَبَ الَّذِينَ إِذَا رَأَوْنِي مُقْبِلاً
هَشُّوا إِلَيَّ وَرَحَّبُوا بِالْمُقْبِلِ

وہ لوگ چلے گئے جو مجھے اپنی طرف آتے دیکھ کر خندہ پیشانی سے استقبال کرتے تھے اور جب میں پہنچ جاتا تو مجھے مرحبا کہتے تھے

وَهُمُ الَّذِينَ إِذَا حَمَلْتُ حَمَالَةً
وَلَقِيتُهُمْ فَكَأَنَّنِي لَمْ أَحْمِلِ

---

۱ - ان اشعار کو مختلف لوگوں کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور بعض الفاظ کی روایت میں بھی اختلاف ہے، ملاحظہ ہو شرح امالی : ۳۹

یہ وہ لوگ تھے کہ اگر میں کسی کی طرف سے دیت ادا کرنے کا ضامن بن جاتا اور پھر ان سے ملتا تو یوں معلوم ہوتا کہ گویا میں نے ذمہ داری لی ہی نہ تھی

حَمَالہ - زبر کے ساتھ - قاتل کی طرف سے مقتول کی دیت ادا کرنے کا ضامن بننا -

اور پہلے اشعار میں شراشر کے معنی " بوجھ " کے ہیں -

نیز اسی کے یہ شعر ہیں :

وَلِی اِبْنُ عَمٍّ عَلَی مَا کَانَ مِنْ خُلُقٍ
مُخْتَلِفَانِ فَاَقْلِیْہِ وَ یَقْلِیْنِیْ

میرا ایک چچا زاد بھائی ہے حواہ وہ جیسے بھی اخلاق کا مالک ہو ، ہم دونوں ایک دوسرے سے اختلاف رکھتے ہیں لہٰذا میں اس کا دشمن ہوں وہ میرا

اَزْرَی بِنَا اَنَّنَا شَالَتْ[1] نَعَامَتُنَا
فَخَالَنِیْ دُوْنَہٗ بَلْ خِلْتُہٗ دُوْنِیْ

ہم میں یہ معیوب بات پیدا ہو گئی ہے کہ ہماری جمعیت منتشر ہو گئی ہے (جس کا نتیجہ یہ ہؤا کہ) وہ مجھے درجے میں اپنے سے کم تر سمجھتا ہے اور میں اسے

لَاہِ[2] ابنُ عَمِّکَ لَا اَفْضَلْتَ فِی حَسَبٍ
عَنِّی وَلَا اَنْتَ دَیَّانِیْ فَتَخْزُوْنِیْ

---

۱ - لسان العرب میں ہے والنعامۃ : جماعۃ القَوْم : وشالَتْ نَعَامَتُھُمْ : تَفَرَّقَتْ کَلِمَتُھُمْ و ذَھَبَ عِزُّھُمْ و دَرَسَتْ طریقتھم وَ وَلَّوا اس کے بعد یہی شعر بطور شاہد پیش کیا ہے -

۲ - یہ اشعار ذوالاصبع نے اپنے عمزاد بھائی عمرو کے متعلق کہے ہیں - ان کے مختلف مصادر کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۲۸۹ اور ۵۷۱ -

باقی حاشیہ صفحہ ۱۴۲ پر

[۳۳۸] تمہارے چچا زاد بھائی کے کیا کہنے - اے بھائی نہ ہی حسب میں تو مجھ سے بڑھ کر ہے اور نہ میرا کارساز ہو ہے کہ تو مجھ پر حکم چلائے

انی لعمرک ما بابی بذی غلق
عن الصدیق ولا خیری بممنون

تمہاری قسم میرا دروازہ مہمانوں کے لیے بند نہیں ہے اور نہ ہی میری نیکی ان سے منقطع کر دی گئی ہے

ولا لسانی علی الادنی بمنطلق
بالفاحشات ولا اغضی علی الهون

اور نہ میری زبان رشتہ داروں کو فحش کہتی ہے اور نہ میں ذلت و رسوائی پر اپنی آنکھیں بند کرنے والا ہوں

عدا عنی وان دنیتم دوی رحمی
ان لا احبکم ان لم تحبونی

صفحہ ۱۴۱ سے متعلق حاشیہ

ابو سعید بکری نے یوں تشریح کی ہے : والمعنی ان لا تدع شتمی أصرک علی غمک حسب بعطس وقوله لاه ابن عمک یرید لله ابن عمک ویروی لا أفضلت فی حسب ولا أفضلت فی خلق ومعناه لم تفضل '' ولا '' تأتی مع الافعال الماضیه بمعنی '' لم '' کثیرا قال الله عزوجل '' فلا اقتحم العقبة '' و فی الحدیث '' ارأیت من لا شرب ولا أکل ولا صاح فاستهل أليس ذلک يطل '' - والديان : القائم بالأمور - وقوله تخزونی : یرید تسوسنی یقال خزاه یخزوه اذا ساسه و دبر امره - یقول له : انت لا تفضلنی فی حسب و لست بالقائم بأمری ولا السائس لی ولا تنوب عنالی فی جهد ولا تکفینی بنفسک فی شدة وضیق مما یحملک علی اضعاری و شتمی و تنقصی (شرح امالی : ۲۸۹ - ۲۹۰)

جب تم مجھ سے محبت نہیں کرتے تو پھر اگر میں بھی تم سے محبت نہ کروں تو خواہ تم میرے رشتہ دار ہی کیوں نہ ہو مجھ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا

یَا عَمْرُو إِنْ لَمْ تَدَعْ شَتْمِي وَ مَنْقَصَتِي
أَضْرِبْكَ حَتَّى تَقُولَ الهَامَةُ اسْقُونِي

اے عمرو اگر تم مجھے گالی دینا اور میری تذلیل کرنا نہ چھوڑو گے تو میں تمھیں تلوار مار کے قتل کر دوں گا یہاں تک کہ " ہامہ " اسقُونی اسقُونی کہتا رہ جائے گا

كُلُّ امْرِيءٍ صَائِرٌ يَوْماً لِشِيمَتِهِ
وَإِنْ تَخَلَّقَ أَخْلَاقاً إِلَى حِينِ

ہر شخص ایک نہ ایک دن اپنی اصلی خصلت کا رُخ کر لیتا ہے ۔ خواہ وہ کچھ عرصے تک اور ہی اخلاق کیوں نہ اختیار کیے رکھے

لا يُخْرِجُ القَسْرُ مِنِّي غَيْرَ مَغْضَبَةٍ
وَلَا أَلِينُ لِمَنْ لَا يَبْتَغِي لِينِي

تمھاری مجھ پر زیادتی مجھے ناراض کرنے کے سوا اورکیا کرائے گی ، جو شخص میری نرمی کا طالب نہیں میں بھی اس کے لیے نرم نہیں ہوتا

یہ ایک لمبا قصیدہ ہے جو عینی کی شرح الشواہد میں نقل کیا گیا ہے ۔

ذوالاصبع کی چار بیٹیاں تھیں ۔ اس نے ان سے ان کی شادی کرنے کا ذکر کیا مگر انھوں نے یہ کہتے ہوئے انکار کر دیا کہ تمھاری خدمت کرنا اور تمھارے پاس رہنا ہمیں زیادہ پسند ہے ۔ ایک دن وہ الھیں ایسی جگہ سے دیکھتا رہا جہاں سے وہ اسے نہ دیکھ سکتی تھیں ۔ انھوں نے آپس میں کہا : ہر ایک اپنے دل کی بات کہے ۔ اس پر ہر ایک نے شعر کہے جن میں تعریضاً شادی کی خواہش ظاہر کی گئی تھی ۔ انشاء اللہ تعالیٰ عربوں کی شادیوں کے بیان میں اس قصے کی تفصیل آئے گی اور یہ بھی بیان کیا جائے گا کہ اس نے ان کی شادی کر دی تھی ۔

حکیمات العرب

جاہلیت کے زمانے میں عربوں میں ایسی عورتیں پائی جاتی تھیں جو صاحب کمال، پوری معرفت رکھنے والی سمجھ، ذکاء اور تیز نظر رکھنے والی تھیں۔ تاریخوں کے اوراق ان کے ذکر سے مُزَیّن ہیں۔ ان کے [۳۳۹] اشعار اور ان کے کلام کی فصاحت کے بارے میں کتابیں اور دواوین مدون کیے گئے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسی تھیں جو صحیح فیصلہ دینے، جھگڑے چکانے اور فیصلہ دینے میں اچھی رائے رکھنے میں مشہور تھیں۔

انہی میں سے ایک

خُس کی بیٹی

ہے۔ اس کا نام ھند بنت الخُس الایادی ہے۔ یہ قدیم جاہلی زمانے میں ہوئی ہے اور اس نے القلمّسؔ کا جو حکام عرب میں سے تھا۔ زمانہ پایا ہے۔ قلمس کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے۔ ہند اور اس کی بہن خُمعَتہ اپنا مقدمہ فیصلہ کرانے کے لیے قلمّس کے پاس لے گئی تھیں۔ اس نے قلمّس کی تعریف میں شعر بھی کہے تھے جن میں سے ایک شعر یہ ہے

إذا اللهُ جازَى مُنْعِماً بِوَفائِهِ،
فجازاكَ عَنّي يا قَلَمّسُ بالكَرَمِ

جب اللہ تعالیٰ کسی منعم کو اس کی وفا کا بدلہ دے تو اے قلمس اللہ تجھے میری طرف سے اپنی سخاوت کا بدلہ دے

بعض روایوں کا خیال ہے کہ یہ نعمان کے عہد میں اس کی بیٹی ہند کے پاس مری تھی۔ اس امر کی تائید میں فرزدق کا یہ شعر پیش کیا جاتا ہے:

وَفَيْتَ بِعَهْدٍ كانَ مِنكَ تَكَرُّماً
كما لا بنتُ الخُسِّ إلاّ بادِيٌ وَفَتْ هِنْدُ

تو نے اس عہد کو وفا کیا جو تم نے از رہ مہربانی کیا تھا، جس طرح ہند نے خُسِّ ایادی کی بیٹی سے وفا کی تھی

مگر درحقیقت یہ بات اس طرح نہیں ۔ فرزدق کی مراد صرف یہ ہے کہ ہند نے اپنی بہن خمعہ بنت الخُس سے وفا کی ۔ نعمان کی بیٹی ہند مراد نہیں ۔ شریف رضی نے اپنی امالی میں اس کا حال لکھا ہے اور اس کے متعلق چند باتوں کا ذکر کیا ہے ۔ اس کا بہت سا کلام سجع میں ہے ۔ شعر کم ہیں ۔ یہ مردوں کا عقل میں مقابلہ کیا کرتی تھی تا آنکہ ایک آدمی آیا اور اس نے اُسے عقل میں مقابلہ کرنے کی دعوت دی ۔ اس نے کہا : کادَ ۔ اس نے جواب میں کہا : کادَ العَرُوسُ یکون امیراً (قریب ہے کہ دولہا حاکم بن جائے) ۔ اس نے پھر کہا : کادَ ۔ اس نے جواب دیا : کاد المنتعل یکون راکباً : قریب ہے کہ پیدل چلنے والا سوار بن جائے ۔ اس نے پھر کہا : کاد ۔ اس نے جواب دیا : کاد البخیل یکون کلباً (قریب ہے کہ بخیل کتا بن جائے) ۔ اس نے سوال کرنے بند کر دیے ۔ اس نے پھر کہا : میں تم سے عقلمندی میں مقابلہ کرنا چاہتی ہوں ۔ اس نے کہا : کہو ۔ اس نے کہا : عَجِبتُ ۔ اس نے جواب میں کہا : عَجِبتُ للسَّبِخۃِ لا یَجِفُّ ثَرَاھَا ولا ینبت مَرعَاھا مجھے اس زمینِ شور پر تعجب ہوا ہے جس کی نہ زمین خشک ہوتی ہے اور نہ کوئی گھاس اگتی ہے ۔ اس نے پھر کہا : عجبت : اس نے جواب دیا : عجبتِ للحجارہ لا یکبر صغیرھا ولا یھرم کبیرھا ۔ مجھے پتھروں پر تعجب ہوا ہے کہ نہ تو چھوٹے بڑے ہوتے ہیں اور نہ بڑے بوڑھے ہوتے ہیں ۔ اس نے پھر کہا : عجبت ۔ اس نے جواب دیا : عجبتِ لحُفرۃٍ بَینَ فَخِذَیکِ لا یُملُّ حَفرُھا ولا یُدرَکُ قَعرُھا : مجھے اس گڑھے پر تعجب ہوا جو تمہاری دونوں رانوں کے درمیان ہے ۔ نہ تو اس کے کھودنے سے انسان اُکتاتا ہے اور نہ اس کی تہ معلوم ہوتی ہے ۔ اس پر وہ شرمندہ ہو گئی اور آئندہ لوگوں کے ساتھ محاجاۃ ترک کر دی ۔

حریری نے اپنی کتاب درۃ الغواص میں یہ قصہ بیان کیا ہے اور اسے جنوں کی ایک عورت کی طرف منسوب کیا ہے مگر درست وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ۔

اس کا سجع کا ایک کلام یہ ہے

کسی نے اس سے سوال کیا : کونسا گھوڑا تجھے زیادہ پسند ہے -
اس نے جواب دیا : جو چست ہو اور اس کی [۱]اچھی طرح دیکھ بھال کی گئی ہو - موٹی اور لمبی [۲]پیٹھ والا ہو ، مضبوط اور تام الحلقت ہو بہت [۳]تیز رفتار اور غبار اڑانے والا ہو -

[۳۴۰] اس کے بعد پوچھا گیا : تجھے کونسی بارش زیادہ پسند ہے ؟
اس نے جواب دیا : وہ بادل[۴] جو زمین پر لٹکا ہوا ہو اور خوب کثرت سے برس رہا ہو ، جو بہت وسیع اور چمکدار ہو اور جو سور مچانے والا اور پھوٹ پڑنے والا ہو -

اور سریف مرتضیٰ نے اپنی امالی میں ابن الاعرابی سے روایت کی ہے کہ کسی نے ابنہ الخس سے دریافت کیا : ایک سو بکریاں کیسی ہیں ؟ اس نے جواب دیا : تھوڑا سا مال ہے جس کے پیچھے محتاجی دکھائی دیتی ہے - یہ کمزور آدمی کا مال اور عاجز آدمی کا پیشہ ہے - پھر پوچھا : ایک سو بھیڑیں کیسی ہیں ؟ جواب دیا : یہ ایک بستی ہے جس کی کوئی چراگاہ نہیں - پھر پوچھا : ایک سو اونٹ کیسے ہیں ؟ جواب دیا : اس کا کیا کہنا یہ تو جمال بھی ہے اور مال بھی اور لوگوں کی آرزو بھی - پھر پوچھا : ایک سو گھوڑے کیسے ہیں ؟ جواب دیا : جس کے پاس ایک سو گھوڑے ہوں وہ سرکش ہو گیا - مگر کوئی ایسا شخص نہیں پایا جاتا - پھر پوچھا : ایک سو گدھے کیسے ہیں ؟ کہنے لگی : رات کو گھر سے دور رہتے ہیں ، مجلس کی رسوائی ہیں نہ ان کا دودھ کام آئے کہ دوہا جائے اور نہ ان کی پشم ہے کہ کاٹ لی جائے - اگر گدھے کو باندھ

---

۱ - الصَّنیع : الفرس الذی أحسن القیام علیہ
۲ - التلیع : الطویل او الطویل الظهر او العنق
۳ - لسان العرب میں ہے : ویقال للفرس السدید الجری المُثیر للغبار مُلْهِب
۴ - الهیدب : هدب السحاب ماتدلی من من اسافله الی الارض قال : دانٍ مُسِفٌ فُوَیقَ الارض هیدبہ اور انعق المطر اذا سال لکثرتہ

کر رکھا جائے تو [1]عضو نکال لیتا ہے اور اگر [2]چھوڑ دیا جائے تو بھاگ جاتا ہے -

کسی نے پوچھا : تمھاری نگاہ میں عظیم ترین انسان کون ہے ؟

جواب دیا : جس کے ساتھ میری کوئی حاجت وابستہ ہے ، او پوری نہیں ہوئی - یہ بھی ابن الاعرابی ہی کی روایت ہے کہ کسی نے ابنۃ الخُس سے پوچھا : سب سے اچھی چیز کیا ہے ؟ اس نے کہا : رات کے بادل کے بعد صبح کا بادل جو ایسے اونچے [3]ٹیلے پر برسے جہاں کوئی نہ رہتا ہو -

ابن الاعرابی کہتا ہے : نبخاء کے معنی بلند زمین کے ہیں کیونکہ بلند زمین کی گھاس زیادہ اچھی ہوتی ہے - ابو علی قالی کی امالی میں اس کے سجع کے نمونے تحریر ہیں - اس کے اشعار بھی عمدہ ہیں -

اُن میں سے ایک آدھ یہ ہیں

أشَمّْ كَنَصْلِ السَّيْفِ جَعْدٌ مُرَجَّلٌ
شُغِفْتُ بِهِ لَوْكَانَ شَيْءٌ مُدَانِيَا

میں ایک بلند ناک والے ، تلوار کی نوک کی طرح تیز اور کنگھی کیے ہوئے گھنگھریالے بالوں والے پر فریفتہ ہوں کاش کہ یہ کوئی قریب آ جانے والی چیز ہوتی

وأقْسِمُ لَوْ خُيِّرْتُ بَيْنَ لِقَائِهِ
وَبَيْنَ أَبِي لَا خْتَرْتُ أَنْ لا أبَالِيَا

---

۱ - أدْلَى : لسان العرب میں ہے - أدْلَى و دَلَّى العَيْرُ : أخْرَجَ جُرْدَانَهُ ليبول او يضرب - اس قول کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب '' دلو '' وہاں أدْلَى کی جگہ دَلَّى تحریر ہے -

۲ - لسان العرب میں تَرَكَ کی جگہ أرْسَلْتَهُ لکھا ہے -

۳ - بلوغ الارب میں ہر جگہ بنخاء مرقوم ہے اسے نَبْخَاء (نون باء کے ساتھ) پڑھیں -

اس قسم کہا کر کہتی ہوں کہ اگر مجھ سے کہا جائے کہ یا اس کی ملاوات تو چن لو یا اپنے باپ کو تو میں ضرور یہی پسند کروں گی کہ میرا کوئی باپ نہ ہو

خُس - کی خاء معجمہ پر پیش اور سین مہملہ پر تشدید ہے - حابس کا بیٹا جو ایاد میں سے تھا -

قاموس میں ہے ۔ وہ خُس کی بیٹی ہند کا باپ ہے یا یہ کہ یہ عمالیق میں سے ہے اور جو انادیہ ہے وہ جمعہ بنت خاس ہے - یہ دونوں فصیح اللسان تھیں - قاموس کا بیان ختم ہؤا -

جوالیقی نے ایک عجیب بات کہی ہے - وہ کہتا ہے کہ اصمعی کا بیان ہے : میں نے کچھ لوگوں کو یہ ذکر کرتے سنا کہ ابنة الخس کچھ لڑکیوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ بھٹ تیتروں کی ایک ٹولی گزری جو ایک درے میں پانی پینے جا رہی تھی - اس نے کہا : کاش یہ بھٹ تیتر ہمارے ہوتے - پھر ان کے نصف کے برابر مزید ان میں ملا دیے جاتے اور ہمارے گھر کا ایک بھٹ تیتر بھی ان میں شامل کر دیا تو اس صورت میں ہمارے پاس کل ایک سو بھٹ تیتر ہو جاتے - ان بھٹ تیتروں کا پیچھا کیا گیا اور شمار کیا گیا تو وہ کل [۱] چھیاسٹھ تھے -

[۳۰۱] مگر صحیح بات یہ ہے کہ بھٹ تیتروں کے قصے کا تعلق زرقاء الیمامہ کے ساتھ ہے -

نابغہ ذبیانی نے اسی قصے کی طرف اشارہ اپنے اُن اشعار میں کیا ہے جن میں اس نے نعمان بن منذر کو مخاطب کر کے شکوہ کیا ہے اور اس تہمت کے متعلق اپنا عذر پیش کیا ہے جو اس پر لگائی گئی تھی :

فَاحكُمْ كَحُكمِ فَتاةِ الحَيِّ إذْ نَظَرَتْ
إلَى حَمَامٍ سِرَاعٍ وَارِدِ الثَّمَدِ

---

۱ - چھیاسٹھ کا نصف تینتیس ہوئے - تینتیس اور چھیاسٹھ ننانوے ہوئے - ایک گھر والا ملا دیا تو پورے سو ہو گئے -

تو میرے معاملے میں حکیمانہ طریقے پر فیصلہ دے جس طرح کہ قبیلے کی لڑکی نے کیا تھا جب اس نے ان کبوتروں کو دیکھا تھا جو پانی پر اتر رہے تھے

يَحُفُّهُ جَانِبَا نِيقٍ وَ تُتْبِعُهُ
مِثْلَ الزُّجَاجَةِ لَمْ تَكْحَلْ[۱] مِنَ الرَّمَدِ

ان کبوتروں کو پہاڑ کی چوٹی کی دونوں جہتیں گھیرے ہوئے تھیں ، اس کی شیشے جیسی آنکھیں ان کے پیچھے پیچھے جا رہی تھیں ، انھیں کبھی بھی آشوب چشم کی بیماری نہیں لگی کہ سرمہ لگانے کی ضرورت ہوتی

قَالَتْ أَلَا لَيْتَمَا هٰذَا الْحَمَامُ لَنَا
إِلَى حَمَامَتِنَا أَوْ نِصْفُهُ فَقَدِ

اس نے کہا : کاش یہ کبوتر ہمارے ہوتے اور ان کے ساتھ ہماری کبوتری بھی مل جاتی اور ان کا نصف بھی مل جاتا تو پھر وہ تعداد کافی ہوتی

فَحَسَّبُوهُ فَأَلْفَوْهُ كَمَا ذَكَرَتْ
تِسْعاً وَ تِسْعِيْنَ لَمْ تَنْقُصْ وَلَمْ تَزِدِ

انھوں نے حساب کیا بعینہٖ اسی طرح پایا جس طرح اس نے ذکر کیا تھا ۔ یہ ننانویں تھے نہ کم تھے اور نہ زیادہ

فَكَمَّلَتْ مِائَةً فِيهَا حَمَامَتُهَا
وَ أَسْرَعَتْ حِسْبَةً فِي ذٰلِكَ الْعَدَدِ

۱ - لم تکحل : مراد یہ ہے کہ اس کی آنکھیں کبھی دکھی ہی نہیں کہ سرمہ لگانے کی ضرورت محسوس ہوتی ۔ یہ اسی طرح ہے جس طرح اللہ تعالٰی نے فرمایا ہے : مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۔ یا جس طرح : لَا تَرَى الضَّبَّ بِهَا يَنْجَحِرُ اور جس طرح : وَ مُسْتَوْقَدٌ مَالَهُ قَابِسٌ ہے ۔

اس کی کبوتری کے ملانے سے ان کی تعداد پوری ایک سو ہو گئی
اس نے اس امر میں حساب بہت جلد لگا لیا

اس قصیدے کے شارحین لکھتے ہیں : اس کا قول ۔ " احکم کحکم " کے معنی یہ ہیں کہ تو بھی اس لڑکی کی طرح دانا بن ۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح محض نظر سے اس نے صحیح بات معلوم کر لی تھی تو بھی میرے معاملے کی تہ تک پہنچ جا اور فتاہ الحی سے اس کی مراد زرقاء الیمامہ سے ہے ۔

زمخشری (م ۵۳۸ھ) اپنی کتاب مستقصی الامثال میں کہتا ہے : ابصر من زرقاء الیمامۃ ; یہ زرقاء لقمان بن عاد کی بیٹیوں میں سے تھی ۔ یمامہ کی ملکہ تھی ۔ یمامہ دراصل اسی کا نام تھا پھر اس کے نام پر شہر کا نام بھی یمامہ پڑ گیا ۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عنشر تھا ۔ یہ نیلی آنکھوں والی تین عورتوں میں سے ایک ہے اور دوسری دو کے نام زبّاء اور بسوس ہیں ۔ یہ قبیلۂ جدیس میں سے تھی ۔ جب جدیس نے طسم کو ہلاک کر ڈالا تو قبیلہ طسم حسّان بن تبع کو اُبھار کر یمامہ کی طرف لائے جب وہ جوّ سے تین راتوں کی مسافت پر تھے تو زرقاء اس قلعے پر چڑھی جس کا نام " الکلب " ہے اور اس نے ان کی طرف دیکھا ۔ ان میں سے ہر آدمی نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے ایک درخت کی آڑ لے رکھی تھی اس وقت اس نے یہ شعر کہے :

أُقْسِمُ بِاللهِ لَقَدْ دَبَّ الشَّجَرْ
أَوْ حِمْيَرٌ قَدْ أَخَذَتْ شَيْئاً تَجُرّْ

[۳۴۲] میں اللہ کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ درخت رینگ رہے ہیں یا یہ بات ہے کہ حمیر نے کوئی چیز پکڑی ہوئی ہے جسے وہ گھسیٹتے لیے آ رہے ہیں

مگر اس کی قوم نے اس کی بات کو جھوٹ سمجھا ۔ اس نے پھر کہا : خدا کی قسم میں دیکھ رہی ہوں کہ ایک شخص اپنے اگلے دانتوں سے

گوشت کو کاٹ رہا ہے اور ایک شخص جوتے کو پیوند لگا رہا ہے مگر اس کی قوم نے کوئی تیاری نہ کی تاآنکہ فوج نے ان پر حملہ کر دیا ۔ جب حسان نے زرقاء کو گرفتار کر لیا تو پوچھا : تو کیا کھایا کرتی تھی ؟ اس نے جواب دیا : ہر روز میدے کے ساتھ ہڈیوں کا مغز ۔ پھر پوچھا : تو آنکھوں میں کیا لگایا کرتی تھی ؟ اس نے کہا : سرمہ ۔ اس کی آنکھیں چیری گئیں تو اس نے ان میں سرمہ کی وجہ سے سیاہ رگیں دیکھیں ۔ یہ پہلی عرب عورت ہے جس نے سرمہ لگایا ۔ بیان میں سے جس قدر لکھنا مقصود تھا ختم ہوا ۔

اور انھی میں سے

خُمعہ بنت حابس الایادی

ہے ۔ یہ عربوں کی دانا عورتوں میں سے تھی ۔ فصیح تھی تھی اور اور شیریں گفتار بھی ۔ قوت بیان اور جرب زبانی میں کوئی اس کا مقابلہ نہ کر سکتا تھا ۔ پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ ہند بنت الخس کی بہن تھی ۔ نیز یہ کہ یہ دونوں اپنے کسی جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے القلمّس کے پاس اپنا مقدمہ لے گئیں تھیں ۔ مصنف قاموس نے اور میدانی نے اس کا ذکر عربوں کی دانا عورتوں میں کیا ہے ۔ یہ بھی بیان کیا جا چکا ہے کہ خُمعَتہ ہند کی بہن نہیں ہے تاہم زیادہ مشہور پہلی بات ہے ۔

اور انھی میں سے

صُحر بنت لقمان

ہے ۔ یہ عربوں کی ان عورتوں میں سے تھی جو عقل ، کمال اور فصاحت کی وجہ سے مشہور تھیں ۔ عربوں میں جب کبھی نسب وغیرہ کا جھگڑا کھڑا ہوتا تو وہ فیصلہ کرانے کے لیے اس کے پاس آتے ۔ صُحر کا صاد اور حاء دونوں مہمل ہیں ۔ صحیح تر بات یہی ہے کہ اس کا باپ لقمان تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ لقمان کی بہن تھی ۔ واللہ اعلم

اور انھی میں سے

خصیلہ بنت عامر بن الظرب العدوانی

ہے ۔ خصیلہ عربوں کی دانا عورتوں میں سے تھی جیسا کہ قاموس اور مجمع الامثال میں مذکور ہے ۔ شاید یہ وہی لڑکی ہے جس سے اس کے باپ عامر نے کہا تھا :

مَتٰی سُخَیْلُ تَعْدُھَا اَوْ صَبِّحِی

(اے سخیل اب جس طرح چاہے کیا کر صبح کر دیا کر یا شام)
اسی بنا پر کہ اس کا نام سخیل بھی پڑ گیا ۔

میدانی اس مثال کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے :

[۳۴۴] سُخَیل عامر بن الظرب عدوانی کی لونڈی تھی ۔ عامر عربوں کا منصف تھا ۔ سخیل اس کی بھیڑ بکریاں چرانا کرتی تھی ۔ عامر اسے ان کے چرانے کے معاملے میں عتاب کیا کرتا تھا ۔ جب چرانے کو لے جانے لگی تو کہا : اے سُخیل تو نے دن چڑھا دیا ، جب شام کو واپس لائی تو کہا : اے سخیل تو نے شام کر دی ۔ عامر کے پاس ایک مقدمہ آیا جس کا فیصلہ کرنے کے ضمن میں وہ عاجز آ گیا اور مقدمہ ایک خنثیٰ کے بارے میں تھا ۔ جس کا جواب سوچتے سوچتے اسے کئی راتیں بیدار رہنا پڑا ۔ پھر اس لونڈی نے کہا : پیشابگاہ کو مد نظر رکھ کر فیصلہ دو ۔ دونوں جگہوں میں سے یہ خنثیٰ جس جگہ سے پیشاب کرے یہ اس کا شخص اس کے مطابق کر دے ۔ اس کا غم دور ہو گیا اور اس نے اس مقدمے کا فیصلہ اسی بنا پر کر دیا ۔ پھر کہا :

مَتٰی سُخَیْلُ یَعْدُھَا او صَبِّحِی

یعنی اس مسئلے کے جواب کے بعد اس کی مراد یہ تھی کہ جب تو نے مجھے اس دشوار سے نکالا ہے تو اب کسی کو مجھے ملامت کرنے کا حق نہیں ہے ۔ یہ مثال اس شخص کے لیے بیان کی جاتی ہے جو ایسا کام کرے جس میں کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ ہو ۔

اور انھی میں سے

حذام بنت الریان

ہے ۔ یہ قول اسی کا ہے :

لَو تُرِکَ القَطَا لَیۡلاً لَنَام

اگر بھٹ بیتر کو رات کے وقت چھیڑا نہ جائے تو وہ سو جائے گا

مفصل الضبی کہتا ہے کہ یہ کہاوت سب سے پہلے حذام بنت ریان کے منہ سے نکلی تھی ۔ واقعہ یوں ہوا کہ عاطس بن حلاّج نے حمیر، خثعم، [1] جُعۡفیّ اور ہمدان کے قبائل کو لے کر اس کے باپ کا رُخ کر لیا ۔ ریان چودہ یمنی قبائل کو لے کر ان کے مقابلے پر آیا ۔ گھمسان کا رن پڑا ۔ اس کے بعد انھوں نے جنگ بند کر دی ۔ ریان اور اس کے ساتھی راتوں رات بھاگ نکلے ۔ پھر وہ ایک دن اور ایک رات متواتر چلتے رہے اس کے بعد انھوں نے پڑاؤ کیا ۔ صبح ہوئی تو عاطس ان سے جنگ کرنے کو نکلا دیکھا تو زمین خالی پڑی تھی ۔ اس نے ان کے تعاقب میں گھوڑ سوار روانہ کیے جو رات کے وقت ریان کی لشکر کے پاس جا پہنچے ۔ جب قریب آئے تو انھوں نے بھٹ بیتروں کو اڑایا ۔ بھٹ تیتر ریان کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے ۔ ریّان کی بیٹی حذَامِ نکل کر قوم کے پاس آئی اور کہا :

أَلاَ یَاقَوۡمَنَا ارۡتَحِلُوۡا و سِیۡرُوۡا

فَلَوۡ تُرِکَ القَطَا لَیۡلاً لَنَامَا

اے ہماری قوم یہاں سے کوچ کر جاؤ اور روانہ ہو جاؤ کیونکہ اگر بھٹ تیتر کو رات کے وقت چھیڑا نہ جاتا تو وہ سویا رہتا

مراد یہ کہ اگر بھٹ تیتر کو رہنے دیا جاتا تو اس (رات کے وقت)

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : جُعۡفِیّ : ابو قبیلة من الیمن وھو جُعۡفی بن سعد العشیرة من مَذۡحِجٍ والنسبة الیہ کذلک

یہ اڑنا ۔ (ظاہر ہے کہ) دشمن کی قوم آ پہنچی ہے مگر انھوں نے اس کی بات کی طرف توجہ نہ دی اور چونکہ وہ تھک چکے تھے اس لیے بستروں پر پڑے رہے ۔ اس پر ۱ دیسم بن طارق نے اٹھ کر باواز بلند کہا :

إِذَا قَالَتْ حَذَامِ فَصَدِّقُوهَا
فَإِنَّ الْقَوْلَ مَا قَالَتْ حَذَامِ

جب حذام کوئی بات کہ دے تو اسے سچ جانو ، کیونکہ بات تو درحقیقت یہی ہے جو حذام نے کہی ۔

اس پر لوگ اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب ہی ایک وادی میں جا کر پناہ لے لی یہاں تک کہ صبح ہو گئی چنانچہ بچ گئے ۔

میدانی کا بیان ہے : میں کہتا ہوں کہ ابو عبید کی روایت ہے کہ یہ شعر لُجَیم بن صعب کا ہے جو اس نے اپنی بیوی حذام کے متعلق کہا [۳۴۳] تھا ۔ میں نے اس کا ذکر قاف کے باب میں کیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ یہ مثال اس شخص کے لیے دی جاتی ہے جسے اس کی مرضی کے خلاف کسی ناپسندیدہ بات پر مجبور کیا جائے ۔

یہ وہ بیان ہے جس کا اس سلسلے میں مجھے علم ہوا ہے ۔ اگر آپ کامل معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ان کتابوں کی طرف رجوع کریں جو اس موضوع پر لکھی گئیں ۔ جس قدر میں نے بیان کیا ہے وہ میرے مقصد کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے ۔ اور ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے لیے سہولت پیدا کر دے ۔ وہی کرم وجود والا ہے ۔

زمانۂ جاهلیت میں عربوں کی عیدوں اور خوشیوں کا بیان

یاد رکھیں کہ عید نام ہے اس اجتماع عام کا جو ایک معتاد طریقے پر بار بار آتا ہو خواہ یہ سال کے بعد لوٹے خواہ ہفتے کے بعد اور خواہ مہینے کے بعد یا اسی طرح کسی اور طریقے پر لٰہذا عید کا لفظ کئی ایک امور

---

۱ ۔ لسان العرب مادہ ح د م میں وسیم تحریر ہے ۔

پر شامل ہے - ان میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ایک لوٹ کر آنے والا دن ہے - مثلاً یوم الفطر اور یوم الجمعہ ، دوسرے اس دن کا اجتماع اور تیسرے وہ اعمال جو اس کے تابع ہوں - مثلاً عبادات اور عادات - بعض اوقات عید ایک معیّن جگہ کے ساتھ مخصوص ہوتی ہے اور کبھی عام ہوتی ہے ان میں سے ہر ایک کو عید کہا جاتا ہے - زمانے کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے :

إنَّ هٰذا يَوْمٌ جَعَلَهُ اللهُ لِلْمُسْلِمِيْنَ عِيْداً

اللہ نے اس دن کو مسلمانوں کے لیے عید بنایا ہے

آپ کی مراد جمعہ کے دن سے ہے اور اجتماع اور اعمال کی مثال ، ابن عباسؓ کا یہ قول ہے :

شهدت العيد مع رسول الله صلی الله عليه وسلم و ابی بکر و عمر و عثمان فکلهم کانوا يصلون قبل الخطبه

میں عید کے موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ، ابوبکر ، عمر اور عثمان کے ساتھ حاضر ہؤا ، یہ سب خطبے سے پہلے نماز پڑھا کرتے تھے -

جگہ کی مثال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے :

لاَ تَتَّخِذُوْا قَبْرِیْ عِيْداً

میری قبر کو عید نہ بنانا

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اس شخص کو جس نے یہ نذر مانی تھی کہ بُوانہ میں اونٹ ذبح کرے گا یہ پوچھنا : کیا وہاں مشرکین کے بتوں میں سے کوئی بت ہے ؟ یا کیا وہاں کوئی میلہ لگتا ہے ؟ اس شخص نے جواب دیا : نہیں - تو آپ نے فرمایا : اپنی نذر پوری کرو -

کبھی عید کا لفظ دن اور اس دن میں جو عمل کیے جاتے ہیں سب کے لیے بولا جاتا ہے اور بالعموم یہ لفظ انھی معنوں میں استعمال ہوتا ہے جن معنوں میں ایک حدیث رسول اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے :

اے ابو بکر ان دونوں کو رہنے دو کیونکہ ہر قوم کی (کوئی نہ کوئی) عید ہے اور یہ ہماری ہے -

جب تمھیں یہ معلوم ہو گیا تو یاد رکھو کہ جاہلیت کے زمانے میں عرب مختلف گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے تھے -

اس قتیبہ ادیان العرب میں کہتا ہے : مذہب نصرانیت ربیعہ ، غسان اور قضاعہ کے بعض لوگوں میں پایا جاتا تھا - یہودیت ، حِمْیَر ، بنی کنانہ ، بنی الحارث بن کعب اور کندہ میں تھی اور مجوسیت تمیم میں تھی - زرارہ بن عُدُس ُ تمیمی اور اس کا بیٹا حاجب بن زرارہ انھی میں سے تھا - اس نے اپنی بیٹی سے شادی کر لی تھی مگر بعد میں نادم ہؤا - انھی میں سے اقرع بن حابس تھا ، وہ بھی مجوسی تھا ، وکیع بن حسان کا دادا اسود بھی مجوسی تھا - قریش میں زندیقی مذہب تھا [۳۴۵] جو انھوں نے حیرہ سے لیا تھا - یہاں زندیقی مذہب سے مراد آخرت اور جزا پر ایمان نہ لانا ہے - اس کے اور معنی بھی ہیں - بنو حنیفہ نے جاہلیت میں حَیْس ٢ کا بت بنایا تھا - جس کی وہ ایک مدت تک عبادت کرتے رہے پھر جب بھوک کے شکار ہوئے تو اسی کو کھا گیا اس پر تمیم کے ایک آدمی نے کہا :

أَكَلَتْ رَبَّهَا حَنِيفَةُ مِنْ جُوْ
عٍ قَدِيْمٍ بِهَا وَ مِنْ إِعْوَازِ

بنو حنیفہ نے بھوک اور ناداری کی وجہ سے اپنے رب کو قدیم زمانے میں کھا لیا تھا

ایک اور کہتا ہے :

أَكَلَتْ حَنِيفَةُ رَبَّهَا
زَمَنَ التَّقَحُّمِ وَالْمَجَاعَةِ

بنو حنیفہ نے قحط اور گرسنگی کے زمانے میں اپنے رب کو کھا لیا

لَمْ يَحْذَرُوْا مِنْ رَبِّهِمْ
سُوْءَ الْعَوَاقِبِ وَالتَّبَاعَةِ

---

١ - مجوسیوں کے ہاں بہن اور بیٹی کے ساتھ نکاح کرنا جائز ہے
٢ - حیس کی تشریح آگے آتی ہے -

وہ برے انجام اور اپنے رب کی گرفت سے نہیں ڈرے

نقحم کے معنی قحط کے اور حَیْش کے معنی ملانے کے ہیں ۔ (یہ ایک کھانا ہے جو) کھجور ، گھی اور پنیر کو باہم ملا کر اور خوب گوندھ کر بنایا جاتا ہے ۔ اس میں سے گٹھلی نکل جاتی ہے ۔ کبھی اس میں ستّو بھی ڈال لیے جاتے ہیں ۔ انشاء اللہ اس کی تفصیل عنقریب آئے گی ۔

یہاں یہ ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ عربوں کا نہ تو ایک مذہب تھا اور نہ ہی مسلک اور مشرب کے معاملے میں متحد تھے ۔ اس میں کسی قسم کا کوئی شک نہیں کہ عیدیں دین کا ایک جزو اور عبادات کے لواحق میں سے ہیں ۔ مفسرین نے اللہ تعالیٰ کے فرمان :

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ

ہر امت کے یہاں عبادت کا ایک طریقہ ہے جس پر وہ چلتے ہیں

میں منسک کی تفسیر عید سے کی گئی ہے ۔ کیونکہ اس زمانے میں عرب جس طرح دین اور اعتقاد میں متفق نہ تھے اسی طرح عیدوں کے ضمن میں بھی متفق نہ تھے لہذا لازم ہو گیا کہ ہم مختصر طور پر ہر فرقے کی عیدوں اور میلوں کا ذکر کریں ۔ اگر ہر قبیلے کی عیدوں کا ذکر کرنے لگیں تو بات طول پکڑ جائے ۔ ہم اللہ ہی سے توفیق چاہتے ہیں اور اسی پر ہمارا بھروسہ ہے ۔

بت پرست مشرکوں کی عیدیں

جاہلیت کے زمانے میں عرب کے بت پرستوں کی بہت سی عیدیں تھیں ۔ بعض مکانی تھیں اور بعض زمانی ۔ مکانی عیدیں بہت سی ہیں اور نہ ان کے بتوں کی جگہیں اور ان کے طاغوتوں کے مکان تھے ۔ ان کے تین بڑے بت تھے جن کی خاطر سفر اختیار کرتے اور ان کے پاس حاضر ہو کر [۳۴۶] عید مناتے ۔ لات ، عُزّیٰ اور تیسرا مناۃ ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ فرمایا ہے :

أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ أَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْأُنْثَىٰ تِلْكَ إِذًا قِسْمَةٌ ضِيزَىٰ

کیا تم نے لات ، عزّیٰ اور ایک اور تیسرے مناۃ کو دیکھا ہے - کیا تمھارے لیے نرینہ اولاد ہو اور اس کے لیے مادہ ہو - یہ تو غیر منصفانہ تقسیم ہے

ان تینوں میں سے ہر بت کسی نہ کسی عربی شہر کے لیے تھا - وہ شہر جو حرم اور مقامات حج کی جہت میں تھے تین ہیں - مکہ ، مدینہ اور طائف - لات اہل طائف کا بت تھا - کہتے ہیں کہ دراصل یہ ایک نیک آدمی تھا جو حاجیوں کے لیے ستو بھگویا کرتا تھا - جب وہ مر گیا تو مدت تک عرب اس کی قبر پر مقیم رہے ، پھر انھوں نے اس کا بت بنایا اور پھر ایک عمارت کھڑی کر دی جس کا نام '' بیت الربہ '' رکھا -

عزّیٰ اہل مکہ کا بت تھا - یہ عرفات کے قریب تھا - وہاں ایک درخت تھا جس کے پاس اہل مکہ جانور ذبح کیا کرتے اور دعائیں مانگا کرتے تھے - نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکے کی فتح کے بعد خالد بن الولید کو بھیجا جس نے اسے وہاں سے اٹھا دیا - اس کا مال تقسیم کر دیا اور اس میں سے ایک شیطان عورت نکلی جس نے اپنے بال پھیلائے ہوئے تھے ، اس پر عزّیٰ کو آئندہ پوجے جانے سے مایوسی ہو گئی -

مناہ مدینے کے لوگوں کا بت تھا - اللہ کے ساتھ شرک کرتے ہوئے وہ اس کے لیے احرام باندھا کرتے تھے - یہ بت مکے اور مدینے کے درمیان ساحل کی جہت سے قدید پہاڑ کے بالمقابل تھا - ان تینوں بتوں کے پاس جمع ہونے کے لیے عربوں نے سال بھر میں مخصوص موسم مقرر کر رکھے تھے - ہر پہاڑی راستے سے عرب ان کا قصد کر کے آتے اور کعبے کی طرح ان کی تعظیم کیا کرتے تھے - ان کے پجاری اور دربان مقرر تھے - جس طرح کعبے کے لیے تحفے آیا کرتے تھے اس طرح ان کے لیے بھی آیا کرتے تھے - وہ ان کا طواف کرتے اور ان کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے - مگر ساتھ ہی وہ اس بات کے بھی معترف تھے کہ کعبہ

افضل ہے اور یہ اس لیے تھا کہ انہیں معلوم تھا کہ ان کے باپ ابراہیم خلیل علیہ السلام کا گھر اور ان کی مسجد ہے۔

ذوالخُلَصہ یمن میں خثعم اور بجیلہ کا گھر تھا جس میں بت تھے ، جن کی عرب پرستش کیا کرتے تھے اور وہاں سال میں ایک بار میلا لگا کرتا تھا۔ حدیث میں ہے :

"جاہلیت میں ایک گھر تھا جسے ذوالخُلَصہ ، کعبۂ یمانیہ اور کعبۂ شامیہ کہا جاتا تھا" ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جریرؓ سے فرمایا : کیا تو ذوالخُلَصہ کو تباہ کر کے میرے دل کو راحت نہ پہنچائے گا۔ جریر کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں ایک سو پچاس سواروں کو لے کر نکلا ، پھر ہم نے اسے توڑ ڈالا اور ان تمام لوگوں کو جو وہاں تھے قتل کر ڈالا۔ ازاں بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا اور آپ کو اس کی اطلاع دی تو آپ نے ہمارے لیے اور قریش کے لوگوں کے لیے دعا کی۔

[۳۴۷] دوسری روایت میں ہے کہ جریرؓ کے قاصد نے کہا : قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ رسول بنا کر بھیجا ہے جب تک میں نے اسے خارشتی اونٹ کی طرح نہیں کر دیا آپ کے پاس نہیں آیا۔ راوی کہتا ہے کہ اس پر آپ نے قریش کے ان سواروں اور آدمیوں کے حق میں پانچ بار دعا کی۔ یہ ذوالخُلَصہ وہ نہیں ہے جسے عمرو بن لحی نے مکے کی نچلی جانب نصب کیا تھا۔ عرب اس کے گلے میں ہار ڈالا کرتے۔ اس کے اوپر شتر مرغ کے انڈے رکھا کرتے اور اس کے پاس جانور ذبح کیا کرتے تھے۔

نجران کے لوگ ایک لمبی کھجور کی جو ان کے یہاں تھی عبادت کیا کرتے تھے اور ہر سال وہاں عید اور میلا لگا کرتا تھا۔ جب یہ عید آتی تو وہ اس پر ہر قسم کا خوب صورت کپڑا اور زیور ڈالتے۔ پھر نکل کر اس کے پاس آتے اور ایک دن اس کے پاس گزارتے۔ پھر فیمیون کو جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان لے آیا تھا نجران کے اشراف

میں سے کسی شخص نے خرید لیا اور صالح[1] کو کسی اور شخص نے خرید لیا ۔ رات کے وقت جب فیمیون اس مکان میں جو اس کے آقا نے اسے رہنے کو دیا تھا تہجد کی نماز کے لیے اٹھتا اور نماز پڑھتا تو گھر نور سے روشن ہو جاتا اور صبح تک اسی طرح رہتا ۔ اس کے آقا نے اس بات کو محسوس کر لیا اور اس کی جو کیفیت دیکھی اسے بہت پسند آئی ۔ لہٰذا اس نے اسے اس کے دین کے متعلق پوچھا ، فیمیون نے اسے بتا دیا ۔ پھر کہا : تم باطل پر ہو یہ کھجور کا درخت نہ کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے نہ فائدہ اور جس خدا کی میں عبادت کرتا ہوں اگر میں اسے پکاروں تو وہ اسے تباہ کر دے ۔ میرا خدا تو ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ۔

اس کے آقا نے کہا : (بد دعا) کرو اگر تم نے ایسا کر دکھایا تو ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں گے اور اپنے دین کو چھوڑ دیں گے ۔ اس پر فیمیون نے اٹھ کر وضو کیا ، پھر دو رکعت نماز ادا کی ۔ اس کے بعد اس درخت کے خلاف اللہ سے دعا کی ۔ اللہ نے ایک ہوا بھیجی جس نے اسے جڑ سے اکھیڑا اور گرا دیا ۔ اس پر نجران کے لوگ اس کے دین کے تابع ہوگئے ۔ اس نے انھیں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے دین پر چلنے کو کہا ۔ ازاں بعد ان کے ساتھ بھی وہی حوادث پیش آئے جو ان کے ہم مذہبوں پر ہر ملک میں پیش آئے تھے ۔ اسی طرح عرب کے علاقۂ نجران میں عسائیت پھیل گئی ۔

اب لیں ” رہانی “ عیدوں کو تو یہ ان کی خوشی اور تفریح کے دن ہوتے تھے جس کی وجہ یہ ہوتی کہ ان دنوں میں انھوں نے اپنے کسی دشمن پر غلبہ پایا ہوتا تھا یا اپنے مخالف اور جنگ کرنے والے پر فتح

---

۱ ۔ الوسی نے یہاں بہت سی عبارت چھوڑ دی ہے ۔ ابن ہشام (بر هامش الـروض الأنف : ۱ : ۳۰–۳۱) نے فیمیون اور صالح کا مفصل واقعہ نقل کیا ہے ۔ بلوغ الارب میں فیمون درج ہے اسے فیمیون یا فیمئون پڑھیں ۔

پائی ہوتی ۔ یہ عید ایک (مخصوص) قوم کی ہوتی تھی دوسری کسی کی نہ ہوتی تھی ۔ ایک (مخصوص) قبیلے کی ہوتی تھی اور دوسرے کی نہ ہوتی تھی ، چنانچہ یہ اتفاق بھی ہوتا تھا کہ ایک ہی دن ایک قوم کے لیے خوشی کا دن ہوتا اور دوسروں کے لیے غم اور بد بختی کا دن ہوتا ۔ اہل مدینہ کے یہاں دو دن تھے جن میں وہ کھیلا اور کودا کرتے ۔ پھر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو فرمایا :

اللہ تعالیٰ نے تمھیں ان کا نعم البدل عطا کر دیا ہے یعنی یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ ۔

یوم السبع جاہلیت میں عربوں کے کسی ایک قبیلے کے یہاں عید کا دن تھا اور وہ لوگ اس دن کو لہو و لعب میں بسر کر دیا کرتے تھے ۔ [۳۴۸]

اسی طرح یوم السبا سب بھی عہد جاہلیت میں ایک عرب قوم کا عید کا دن تھا ۔ نابغہ کہتا ہے :

رِقَاقُ النِّعَالِ طَيِّبٌ حُجُزَاتُهُمْ
يُحَيَّوْنَ بِالرَّيْحَانِ يَوْمَ السَّبَاسِبِ

ان کے جوتے پتلے اور ان کی تہمد باندھنے کی جگہ پاک ہے (پاک دامن ہیں) اور سباسب کے دن انھیں سلام کے ساتھ ریحان کا تحفہ دیا جاتا ہے

نابغہ کہتا ہے کہ یہ پاک دامن ہیں : اپنے تہمد کو زنا کے لیے نہیں کھولتے ۔ جب یہ لوگ ایک دوسرے کو سلام کرتے تھے تو سلام کے ساتھ ریحان کا تحفہ بھی پیش کیا کرتے تھے ۔ یہ معنی نہیں کہ وہ ریحان کے ساتھ سلام کیا کرتے تھے ۔ یہ رسم صرف اسی عید پر ادا کی جاتی تھی ۔ مگر بعض ادبا نے اسے عام قرار دیا ہے ۔

مجوسیوں کی عیدیں

مجوسی (عموماً) ایرانی ہیں ، البتہ کچھ لوگ عربوں اور دیگر لوگوں میں سے بھی مجوسی ہیں -

مجوسیوں کی عیدیں بہت سی ہیں یہاں تک کہ علی[1] بن حمزہ اصفہانی نے اس موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں اس نے بیان کیا ہے کہ ان لوگوں نے اس مذہب کو کیوں اختیار کیا - نیز یہ بیان کیا ہے کہ ان عیدوں کے موقع پر ان کے بادشاہوں کا کیا دستور تھا - میں نے اس ڈر سے کہ کہیں کتاب لمبی نہ ہو جائے اس کی پیروی نہیں کی - میں نے صرف ان عیدوں کے ذکر پر اکتفا کیا ہے جن کا ذکر شعرا بڑے ذوق و شوق کے ساتھ اور جن کا اہتمام امرا بطور خاص کیا کرتے ہیں اور وہ عیدیں نیروز (نوروز) مہر جان (مہر گان) اور سدق (سَدَہ[2]) ہیں -

نیروز ، نوروز کا مُعَرّب ہے اور یہ مجوسیوں کی سب سے بڑی عید ہے کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے جمشید نے یہ عید منائی - جمشید ایرانیوں کے طبقۂ اول کے بادشاہوں میں سے تھا اور یہ نام دراصل مرکب ہے جم[3] سے جس کے معنی چاند کے ہیں اور شاد سے جس کے معنی شعاع

---

۱ - اصفہانی جس نے مجوسیوں کی عیدوں پر کتاب لکھی وہ حمزہ بن حسن ہے اور علی بن حمزہ بصری ہے -

۲ - سَدَہ : غیاث اللغات میں ہے : سَدَہ بفتحتین در فارسی نام جشنے از جشنہائی مغاں کہ روز دہم ماہ بہمن باشد - و در سراج نوشتہ کہ سَدَہ بفتحتین نہم روز بہمن - چوں دریں روز عدد فرزنداں کیومرث عبارت ازاں است بعد د صد رسیدہ لہٰذا آنروز جشن مقرر شدہ - و لفظ صد در اصل سین مہملہ است کہ حالا بصاد مشہور شد -

۳ - فارسی لغتوں میں جم کے معنی سورج اور سید یا سیِد کے معنی چمک اور روشنی دیے گئے ہیں -

اور روسنی کے ہیں ۔ اس دن عید منانے کی وجہ یہ ہوئی کہ جب طہمورہ (طہمورث)مر گیا تو جمشید اس کا جانشین ہؤا چنانچہ جس دن وہ بادشاہ بنا تھا اس دن کا نام نوروز رکھ دیا گیا یعنی نیا دن ۔ بعض مجموعوں میں منقول ہے کہ جمشید سات اقلیموں اور جنوں اور انسانوں کا بادشاہ تھا ۔ جب اس کی حکومت کے تین سو سولہ سال گزر گئے تو وہ کانچ کی گاڑی پر سوار ہو کر آیا ۔ اس گاڑی کو اس کے لیے سیطانوں نے بنایا تھا اور اسے لے کر ایک ہی دن میں پہلے دبناوند (دماوند) اور پھر بابل میں جا پہنچا ، وہ جس طرف چاہتا اس گاڑی پر بیٹھ کر رواں رہتا ۔ جس دن اس گاڑی میں سوار ہؤا تھا وہ ماہ ''افرودریز[1] ماہ'' کا پہلا دن تھا ۔ اس نے اپنے تمام عہد حکومت میں رعایا کو اپنا چہرہ نہ دکھایا تھا ۔ اس گاڑی پر سوار ہو کر اس نے اپنا چہرہ ظاہر کر دیا ۔ جمسید نہایت خوبصورت انسان تھا ۔ رعایا نے اس دن کو جس دن انھوں نے بادشاہ کا دیدار کیا تھا عید بنا لیا اور اس کا نام نوروز رکھا ۔ اس قصے کی صحت کا بہتر علم اللہ ہی کو ہے ۔

[۳۴۹] ایرانی جمسید کے وہی اوصاف بیان کرتے ہیں جو سلیمان علیہ السلام کے بیان کیے جاتے ہیں ۔ نیز یہ کہ اس کی دعا مقبول ہوتی تھی اور یہ کہ اس نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اس کی رعایا سے موت اور بیماری کو دور کر دیا جائے چنانچہ مخلوق کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی یہاں تک کہ ان کی وجہ سے عرصۂ زمین تنگ ہو گیا ۔ اس پر اس نے اللہ سے زمین کو وسیع کرنے کی درخواست کی ۔ اللہ نے اسے کوہ البرز پر جانے کا حکم دیا اور یہ وہی کوہ قاف ہے جو زمین کو گھیرے ہوئے ہے اور فرمایا کہ وہ اسے حکم دے کہ زمین کا دور تین سو فرسنگ اور وسیع ہو جائے ۔ چنانچہ اسی طرح ہی ہؤا ۔ اس کے بعد جمشید سرکش اور ظالم بن گیا اور چمک دمک سب جاتی رہی اور وہ دنیا میں

---

۱ ۔ افرود ریز ماہ ۔ بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست لفظ '' فروردین '' ہے ۔

ایک سو سال تک مارا مارا پھرا ۔ ازاں بعد ضحاک نے اس پر فتح پائی اور اسے آرے سے چروا دیا ۔

بعض ایرانیوں کا خیال ہے کہ نوروز وہ دن ہے جس دن اللہ تعالی نے نور کو پیدا کیا تھا اور یہ کہ جمشید سے پہلے بھی اس دن کی تعظیم کی جاتی تھی ۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ وہ دن ہے جس دن آسمان نے گردش کرنا شروع کی تھی ۔

ایرانیوں کے یہاں یہ جشن چھ دن تک رہتا ہے ۔ فروردین کے جو سال کا پہلا مہینہ ہے پہلے دن سے شروع ہوتا ہے ۔ چھٹے دن کا نام نوروز کبیر رکھا جاتا ہے ۔ کیونکہ ان کے بادشاہ پہلے پانچ دن اپنے اپنے درجے کے مطابق لوگوں کی حاجت روائی کرتے اور اس کے بعد اپنے خواص کے ساتھ مجلس اس میں مشغول ہو جاتے ۔

ابن المقفع نے بیان کیا ہے کہ اس دن ان کی رسم تھی کہ ایک شخص رات کے وقت بادشاہ کے پاس آتا جو بادشاہ کے تمام افعال کو تاکتا رہتا ۔ اس شخص کا نام اور چہرہ خوبصورت ہوتا ۔ وہ تمام رات دروازے پر کھڑا رہتا تاآنکہ صبح ہو جاتی ۔ جب صبح ہوتی تو اجازت حاصل کیے بغیر بادشاہ کے پاس جاتا اور جا کر ایسی جگہ کھڑا ہو جاتا جہاں سے بادشاہ اسے دیکھ سکتا ۔ بادشاہ اس سے کہتا : تو کون ہے ؟ کہاں سے آیا ہے ؟ اور کہاں جانے کا ارادہ ہے ؟ کیوں آیا ہے ؟ تمہارے ساتھ کیا ہے ؟ وہ جواب دیتا : میں منصور ہوں اور میرا مبارک نام ہے ۔ میں اللہ کی طرف سے آیا ہوں ، سعادتمند بادشاہ کا ارادہ کر کے آیا ہوں ۔ آرام اور سلامتی لے کر وارد ہؤا ہوں ۔ میرے ساتھ نیا سال ہے ۔ اس کے بعد وہ بیٹھ جاتا ۔ پھر ایک اور شخص اندر آتا جس کے پاس چاندی کا ایک تھال ہوتا اور اس پر گیہوں ، جو ، ماش ، چنا ، تل اور چاول ہوتے ۔ ہر جنس میں سے سات سات خوشے اور سات سات دانے رکھے ہوتے ۔ شکر کا ایک ٹکڑا اور ایک نیا دینار اور ایک نیا درہم ہوتا اور وہ اس تھال کو بادشاہ کے سامنے رکھ دیتا ۔ اس کے بعد بادشاہ کے پاس تحفے لائے جاتے ۔ سب سے پہلے بادشاہ کا وزیر آتا ، پھر

صاحبِ خراج ، پھر صاحبِ خوراک ، اس کے بعد باقی لوگ اپنے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتے ۔ اس کے بعد ان غلوں کی بنی ہوئی ایک بڑی روٹی ٹوکرے میں رکھ کر بادشاہ کو پیش کی جاتی ۔ بادشاہ خود بھی اس میں سے کھاتا اور حاضرین کو بھی کھلاتا ۔ پھر کہتا: یہ نئے زمانے ، [۳۵۰] نئے سال ، اور نئے مہینے کا نیا دن ہے ۔ اسے اس بات کی ضرورت ہے کہ جن چیزوں کو زمانے نے پرانا کر دیا ہے انھیں ہم نیا بنا دیں ۔ لوگوں پر مہربانی اور احسان کرنے کا سب سے زیادہ حقدار قوم کا سردار ہوتا ہے اس لیے کہ اسے باقی اعضا پر فضیلت حاصل ہوتی ہے ۔ اس کے بعد بادشاہ رؤسا سلطنت کو خلعتیں عطا کرتا اور انعام دیتا اور جو تحفے اس کے پاس لائے گئے ہوتے انھیں تقسیم کر دیتا ۔

رہے عوام تو ان کی یہ عادت تھی کہ وہ اس رات آگ جلاتے اور صبح کو پانی چھڑکتے ۔ ان کا خیال تھا کہ آگ ان عفونتوں کو تحلیل کرنے کے لیے جلائی جاتی ہے جو موسم سرما کی وجہ سے ہوا میں باقی رہ جاتی ہیں ۔ بعض کہتے کہ وہ یہ کام محض اس دن کا نام بلند کرنے اور شہرت دینے کی غرض سے کرتے اور پانی چھڑکانے کے بارے میں یوں کہا گیا ہے کہ یہ ایک قسم کا ٹونا ہوتا جیسے بدن کو اس دھوئیں سے پاک کرنے کی غرض سے چھڑکایا جاتا جو اس رات انھیں آگ سے لگ جاتا تھا ۔

دیگر لوگوں کے نزدیک پانی چھڑکنے کی وجہ یہ ہے کہ جب فیروز بن یزد جرد نے " جیّ " اور قدیم اصفہان کی فصیل کی تعمیر کو مکمل کر لیا تو مسلسل سات سال اس کے عہد حکومت میں بارش نہ ہوئی ۔ پھر اس دن بارش ہوئی ۔ لوگ اس سے بہت خوش ہوئے اور اس بے حساب خوشی کے عالم میں اس بارش کا پانی اپنے بدلوں پر ڈال لیا اور پھر ہر سال اُس دن ان کے یہاں اسی طرح کرنے کا دستور ہو گیا ۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہؤا کہ لوگوں نے یہ طریقہ اس لیے اختیار کیا کہ یہ بجائے اس کے کہ خوشی لے کر آئے غمی لے کر آتا ۔

مصر میں ایک عید قبطیوں کی بھی ہے ، جسے وہ " نیروز " کہتے ہیں ۔ وہ اسے سال کی ابتدا میں مناتے ہیں ۔ شام کے عیسائی اسے " قلنداس " کہتے ہیں ۔ وہ اس دن ابتدائیوں سے کئی گنا زیادہ خوشی و سرور کا اظہار کرتے ہیں ۔ آگ جلاتے ہیں اور پانی بہاتے ہیں اور مسلمانوں میں سے بھی عام لوگ اس عید میں ان کے ساتھ شریک ہو جاتے ہیں ، مگر اہل مصر اس میں ان کا ساتھ دیتے ہوئے روزے کا بھی اضافہ کر لیتے ہیں ۔ کئی بار یوں بھی ہوا ہے کہ یہ لوگ شرم و حیا کو بالائے طاق رکھ کر کسی معتبر ہستی کی بے عزتی کر بیٹھتے ہیں ۔ اگر حکام انھیں روکے نہ رکھیں اور ان دنوں سے انھیں منع نہ کرتے رہیں تو لوگوں کے لیے راستے پر چلنا مشکل ہو جائے ۔ بنابریں جو شخص ان کے قابو آ جاتا ہے نہ اسے اس وقت تک نہیں چھوڑتے جب تک وہ ان کا منہ مانگا تاوان نہ ادا کر دے بعینہ اسی طرح جس طرح اس شخص کا تاوان ادا کیا جاتا ہے جو دشمن کے پاس گرفتار ہو گیا ہو ۔

کہا جاتا ہے کہ اسمود بن قبطم بن مریم نے جو قبطیوں کے ابتدائی بادشاہوں میں سے تھا سب سے پہلے نیروز کا دن منایا تھا ۔ عہد اسلام میں نیروز اور مہرجان کے دن تحفے دینے کی رسم کو سب سے پہلے حجاج بن یوسف (م ۹۵ھ) نے جاری کیا اور (اس رسم کو) سب سے پہلے عمر بن عبدالعزیز (م ۱۰۱ھ) نے بند کیا ۔ ازاں بعد معاملہ اسی طرح چلتا رہا تاآنکہ احمد بن یوسف الکاتب نے تحفے دینے کی رسم کو [۳۵۱] پھر سے جاری کر دیا ۔ اس نے اس دن مامون کو سونے کا ایک ٹوکرا دیا تھا جس میں ایک ہی لمبا اور چوڑا عود ہندی کا ایک ٹکڑا تھا ۔ ساتھ ہی لکھ بھیجا تھا کہ یہ وہ دن ہے جس میں یہ رسم کارفرما رہی ہے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں السطاع دیا ہے مگر اس سے کوئی مفہوم نہیں بنتا ۔ میں نے قِطَاع پڑھ کر ترجمہ کیا ہے : قطاع اور قِطاعۃ : عیسائیوں کے ہاں بعض مقررہ دنوں میں گوشت اور کچھ اور چیزیں نہ کھانا قطاعۃ کہلاتا ہے ۔

کہ آقا غلاموں پر عنایت کیا کرتے تھے ، (اسی کے بارے میں) میں نے یہ شعر کہا ہے :

عَلَى العَبْدِ حَقٌّ وَهُوَ لَا شَكَّ فَاعِلُهْ
وَإِنْ عَظُمَ المَوْلَى وَ جَلَّتْ فَوَاضِلُهْ

بندے پر یہ حق لازم آتا ہے جسے وہ یقیناً کر گزرنے والا ہے اگرچہ
آقا کتنا ہی بڑا ہو اور اس کی مہربانیاں کتنی ہی وسیع ہوں

سعید بن حمید نے نوروز کے دن اپنے ایک دوست کو رقعہ لکھا : یہ ہے وہ دن جس میں رسم و رواج نے غلاموں کے لیے بادشاہوں کو تحفہ دینا آسان کر دیا ہے ۔ چنانچہ ہر گروہ نے اپنی قدرت اور ہمت کے مطابق احسان کرنا شروع کر دیا ہے ۔ میرے پاس اس قدر نہ تھا کہ میں پورے طور پر آپ کا حق ادا کر سکوں ۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے حق میں میرا کوتاہی کرنا آپ کے حق کو پورے طور پر ادا کرنے سے زیادہ بلیغ ہے (ظاہر ہے کہ) جو شخص صرف اسی قدر ہدیہ دیتا ہے جس قدر اس کی طاقت ہے تو اس کی ہمت پر کسی قسم کا طعن نہیں کیا جا سکتا ۔

ایرانیوں کی رسم کے مطابق لوگ نوروز کے دن خراج جمع کرتے چلے آئے تاآنکہ دور زمانہ کے باعث کچھ خلل پڑ گیا ۔ چنانچہ انھوں نے اس دن کو پیچھے ہٹانا چاہا ۔ یہ ھشام بن عبدالملک (م ۱۲۵ ھ) کے زمانے کی بات ہے ۔ لوگوں نے اس کام کے لیے خالد بن عبداللہ القسری (م ۱۲٦ ھ) کو ایک لاکھ دینار دینے کا وعدہ کیا ۔ خالد نے اس سلسلے میں ھشام کو لکھا ۔ ھشام نے جواب دیا : مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں یہ وہی " نسئی " والی بات نہ ہو جائے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے :

إِنَّمَا النَّسِيْئُ زِيَادَةٌ فِي الكُفْرِ
مہینوں کو آگے پیچھے کرنے سے کفر میں اضافہ ہوتا ہے

اس پر خالد اس خیال سے باز آ گیا ۔ پھر جب رشید (م ۱۹۳ ھ) کے عہد میں یحییٰ بن خالد بن برمک (م ۱۹۰ ھ) سے درخواست کی گئی کہ نوروز کو دو ماہ پیچھے کر دیا جائے تو اس نے ایسا کرنے کا ارادہ کر

لیا مگر پھر اسے خبر ملی کہ کچھ لوگ یہ کہ رہے ہیں کہ اس نے مجوسیوں کی مدد کرنا چاہی ہے لٰہذا وہ بھی اس سے باز آ گیا ۔ ہوتے ہوتے متوکل (م ۲۴۷ھ) کا زمانہ آ گیا ۔ نوروز کے دن وہ شکار کو نکلا تو دیکھا کہ ابھی فصل میں سٹے نہیں پڑے ۔ اس نے کہا : مجھ سے خراج لینا شروع کرنے کی اجازت طلب کی گئی ہے حالانکہ کھیتوں میں ابھی سٹے نہیں پڑے اس پر ابراہیم بن عباس سوصلی (م ۲۴۳ھ) نے اسے بتایا کہ کسریٰ ہر ایک سو بیس سال کے بعد ایک ماہ کم کر دیا کرتے تھے اور سکندر کی وفات کے بعد رومی ہر چار سال کے بعد سوا دن کم کر دیا کرتے تھے ۔ وہ اس لیے ایسا کرتے کہ سورج ¼۳٦۰ دن میں آسمان کو طے کرتا ہے لٰہذا ہر چار سال کے بعد ایک دن جمع ہو جاتا اور اسے منفی کر دیا جاتا اور اسے سنہ الکبیسہ (leap year) کہا جاتا ۔ [۳۵۲] جب اسلام آیا تو انھوں نے ایرانیوں کے دفتروں کے مطابق عمل کیا مگر یہ دن منفی نہ کیا ۔ اس لیے متوکل نے حکم دیا کہ ان تمام سالوں کا حساب لگایا جائے جن میں وہ منفی کرتے رہے ہیں ۔ حساب لگانے پر معلوم ہؤا کہ ایرانیوں کے چلے جانے کے بعد جن سالوں میں ایک دن کا اضافہ نہیں کیا گیا کل دو سو پچاس سال بنتے ہیں ۔ لٰہذا انھوں نے ہر ایک سو بیس سالوں کے لیے ایک ماہ مقرر کیا ۔ اس طرح یہ دن سترہ حزیران[1] تھا ۔ متوکل نے حکم دیا کہ اس دن نوروز منایا جائے اور خراج لینا اسی دن سے شروع کیا جائے ۔ یہ ۲۴۲ھ کے آخر کی بات ہے پھر المعتضد (م ۲۸۹ھ) کے عہد میں پہلے حساب کو ٹھیک کرنے کی غرض سے اسے پہلے کرکے گیارہ حزیران کر دیا گیا ۔ اس کے بعد المطیع للہ (۳٦۳ھ میں معزول ہؤا) کے عہد میں ۳۵۰ھ خراجی کو منتقل کرکے ۳۵۱ھ بنا دیا گیا ۔

مہر جان ۔ یہ دن سریانیوں کے مہینوں کے مطابق ۲٦ تشرین[2] اول

۱ - حزیران انگریزی مہینے کے مطابق جون کا مہینہ بنتا ہے ۔
۲ - تشرین اول انگریزی مہینہ اکتوبر کے مطابق ہے ۔

کو واقع ہوتا ہے اور ایرانی مہینوں کے مطابق ١٦ مہر ماہ کو ، جب موسم خزاں کا وسط ہوتا ہے ، اسی لیے شاعر کہتا ہے :

أحِبُّ المِهْرجَانَ لِأنَّ فِيهِ
سُرُوراً لِلمُلُوكِ ذَوِي السَّنَاءِ

میں مہر جان کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ اس دن بلند مرتبہ بادشاہ خوشی مناتے ہیں

وَبَاباً لِلمَصِيرِ إلَى أوَانٍ
تُفَتَّحُ فِيهِ أبْوَابُ السَّمَاءِ

اور یہ دن ایسے زمانہ کی طرف جانے کا دروازہ ہوتا ہے جس میں آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں

یہ جشن چھ دن رہتا ہے، تیسرے دن کو "مہر جان اکبر" کہتے ہیں -

مسعودی کہتا ہے : کہ اس دن کا یہ نام اس لیے پڑا کہ ایرانی اپنے مہینوں کے نام اپنے بادشاہوں کے نام پر رکھتے تھے - ان کے ایک بادشاہ کا نام مہر تھا جس کے اخلاق میں سختی اور ظلم پایا جاتا تھا ، وہ مہر ماہ کی پندرہ تاریخ کو مر گیا - ماہ کے معنی چاند ہیں لہٰذا اس دن کا نام مہر جان رکھا گیا - اس کے معنی ہیں " مہر کی روح چلی گئی " کیونکہ ایرانی [1] مضاف الیہ کو مضاف سے پہلے لاتے ہیں برخلاف عربوں کے - یہ ابتدائی ایرانیوں کی زبان ہے جسے پہلوی زبان کہتے ہیں -

بعض کہتے ہیں کہ مہر کے معنی وفا کے اور جان بمعنی سلطان ، اس طرح معنی " سلطان الوفاء " کے ہوئے -

دیگر لوگوں کا خیال ہے کہ فارسی میں مہر بمعنی حفاظت کے ہیں اور جان بمعنی روح -

نیز کہا جاتا ہے کہ یہ جشن افریدون کے عہد میں ظاہر ہوا - اس

---

١ - بلکہ ایرانی مضاف پہلے لاتے ہیں - مثلاً غلامِ زید - قلمِ بکر وغیرہ - ہو سکتا ہے پہلوی زبان میں مضاف الیہ ہی پہلے آتا ہو -

کے معنی ہیں آگ کا پا لینا اور دین مجوسیت سے اس کا دور ہونا ۔ اس دن [۳۵۳] کے منانے کا سبب یہ ہوا کہ بیوراسپ یا ضحاک نے حسے از دھاق (اژدہا ت) بھی کہتے ہیں اور جس کے دو جسم تین منہ اور چھ آنکھیں تھیں اور جو فتنہ پرور خبیث اور سرکس تھا جب جمشید کو قتل کرکے ملک پر قبضہ کر لیا تو شیطان ایک خادم کی شکل میں اس کے پاس آیا اور اس نے اس کے دونوں کندھوں کو بوسہ دیا جہاں دو پھنسیاں ظاہر ہو گئیں جن سے اسے تکلیف ہوتی ۔ کسی نے اس کا علاج آدمیوں کا دماغ تجویز کیا چنانچہ یہ ہر روز ان کے لیے دو بچوں کو قتل کرتا ۔ بچوں کے قتل سے رعایا میں تباہی مچ گئی تو اصفہان کے ایک آدمی نے جس کا نام کابی[1] تھا ایک لیلے کے سم سے جھنڈا بنایا ۔ بعض شیر کی کھال کا بتاتے ہیں اور لوگوں کو ضحاک کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دی ۔ اس کے ساتھ بہت سی مخلوق جمع ہو گئی ۔ جب کابی نے ضحاک کا رُخ کیا ، تو ضحاک ڈر کے مارے بھاگ نکلا ۔ اس پر ایرانیوں نے مل کر کابی کو بادشاہ بنانا چاہا ۔ اس نے کہا : میں اس کا اہل نہیں ہوں مگر میرے ساتھ جمشید کی اولاد میں سے ایک بچہ ہے جس کا نام افریدون ہے تم اسے بادشاہ بنا لو اور حکومت کو اس کے اہل کی طرف لوٹا دو ۔ چنانچہ انہوں نے افریدون کو بادشاہ بنا لیا ۔ اس کے بعد فریدون ضحاک کی تلاش میں نکل پڑا اور وہ اسے مل گیا ، چنانچہ اسے پکڑ کر باندھا اور کوہِ دنباوند (دماوند) میں قید کر دیا ۔ فریدون نے اس دن کو عید کا دن بنایا اور مہر جان نام رکھا ۔

کہا جاتا ہے کہ یہ جھنڈا ایرانیوں کے پاس رہا اس پر انہوں نے زربفت چڑھا رکھی تھی اور اسے رنگا رنگ کے جواہر سے مرصع کر رکھا

---

۱ - ایرانیوں کے بیان کے مطابق اس کا نام کاوہ تھا ، وہ لوہار تھا ۔ کام کرتے وقت اپنی ٹانگوں پر شیر کی کھال رکھ لیتا اورگرم لوہے کے پڑنے کی وجہ سے کئی مقامات سے جل گیا تھا ۔ اس نے اسی کھال کو اپنا جھنڈا بنایا اور اسے ''درفس کاوہ'' کاوہ کا جھنڈا کہا گیا ۔ پھر '' درفشِ کاوان '' اور '' درفش کاویان '' کہا گیا ۔

تھا ، اس جھنڈے کو درفش کابی (درفش کاوہ) کہا جاتا تھا ۔ [1]درفش کے معنی '' قائم '' کے ہیں ۔ ایرانی بادشاہ اسے صرف جنگ کے دن تبرک کے طور پر نکالا کرتے تھے اور اسے اٹھایا بھی صرف بادشاہ یا ولی عہد ہی کے سر پر جاتا تھا ۔ یہ جھنڈا اسلام کے آنے تک ان کے پاس رہا ۔ [2]قادسیہ کی جنگ میں یہ رستم کے سر پر تھا ۔ جب ایرانیوں کو شکست ہوئی اور رستم مارا گیا تو یہ مالِ غنیمت کے طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا ۔ اس کی قیمت بائیس لاکھ بیس ہزار درہم معین ہوئی ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ [3]مدائن کی جنگ میں مسلمانوں کے ہاتھ آیا تھا ، بعض کہتے ہیں کہ یہ معاملہ [4]نہاوند کی فتح سے تعلق رکھتا ہے ۔

بعض ایرانیوں کا خیال ہے کہ ضحاک نمرود کا نام ہے اور افریدون وہی ابراہیم علیہ السلام ہیں ۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مہرجان وہ دن ہے جس دن خاندان ساسانیہ کے پہلے بادشاہ اردشیر بن بابک کے سر پر [۳۵۵] تاج رکھا گیا ۔ عبداللہ بن عبداللہ بن طاہر ، مہرجان کو نوروز پر ترجیح دیتے ہوئے کہتا ہے :

أَخَا الفُرْسِ إِنَّ الفُرسَ تعلم أنّه
لَأَطْيَبُ مِنْ نَيْرُوزِهَا مِهْرَجَانُهَا

اے ایرانی ! ایرانیوں کو معلوم ہے کہ ان کا مہرجان ان کے نوروز سے زیادہ عمدہ ہے

لِإِدْبَارِ أَيَّامٍ يَغُمُّ هَوَاؤُهَا
وَإِقبَالِ أَيَّامٍ يَسُرُّ زَمَانُهَا

کیونکہ اس دن وہ ایام پیٹھ دے کر چلے جاتے ہیں جن کی ہوا غمناک کرتی ہے اور ایسے دن آتے ہیں جن کا زمانہ خوش کن ہوتا ہے ۔

---

۱ ۔ درفش کے معنی '' جھنڈا '' کے ہیں ۔

۲ ۔ ۱۵ھ یا ۱۶ھ میں فتح ہوا ۔

۳ ۔ ۱۶ھ میں قادسیہ کی فتح کے دو ماہ بعد فتح ہوا ۔

۴ ۔ نہاوند ، ۲۲ھ میں فتح ہوا ۔

ایرانیوں کا دستور تھا کہ اس دن بادشاہ اور رعایا تبرکاً نان کا تیل لگایا کرتے اور بادشاہ ایک قسم کی چادر اور رنگین زربفت کا لباس پہنتا اور سر پر ایسا تاج رکھتا جس پر سورج کی شکل ہوتی اور اس کی گاڑی اس کے گرد چکر لگاتی دکھائی گئی ہوتی۔ سب سے پہلے [۱]موبدان ہاتھ میں ایک تھال لیے ہوئے آتا جس میں ایک نارنگی ، شکر کا ایک ٹکڑا ، بیر ، بہی ، عناب ، سیب ، سفید انگوروں کا گچھا اور آس کے سات گلدستے ہوتے اور وہ ان پر آہستہ آہستہ منتر پڑھتا ۔ اس کے بعد لوگ اسی طرز پر اپنے اپنے طبقے کے مطابق داخل ہوتے۔

مہرجان اور نوروز کے دن اردشیر اور انوشروان اپنے خزانوں سے قسم قسم کی پوشاک اور بچھونے نکلواتے اور لوگوں کے مرتبوں کے مطابق ان میں تقسیم کرتے اور کہتے : بادشاہ کو موسم سرما میں موسم گرما کی پوشاک کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی موسم گرما میں موسم سرما کی پوشاک کی ضرورت ہوتی ہے ۔ پوشاک کو شاہی خزانوں میں جمع کر رکھنا شاہی اخلاق کے منافی ہے ورنہ عام لوگ اور وہ برابر ہو جائیں گے ۔

مؤرخین کا خیال ہے کہ ایرانیوں نے نوروز کا دن مہرجان کے دن سے دو ہزار پانچ سو سال پہلے منانا شروع کیا تھا ۔ ان دونوں میں انہیں مشک ، عنبر اور عود ہندی تحفتاً دی جاتی تھی ۔ نوروز کے دن وہ زعفران کے بدلے میں کافور دیا کرتے تھے ۔

اب رہا سَدَہ تو یہ آیار ماہ کی گیارھویں رات کو منایا جاتا تھا ۔ ایرانی اس دن کو روز ابان کہتے ۔ ظاہر ہے کہ ایرانیوں کے یہاں مہینے کے ہر دن کا الگ نام ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس دن کے منانے کا سبب یہ ہوا کہ جب افراسیاب بادشاہ بنا تو وہ بابک کے علاقے میں گیا وہاں اس نے قتل و غارت کا بازار گرم کیا اور آباد علاقے کو ویران کر دیا ۔

---

۱ ۔ ایرانیوں کے مذہبی پیشوا اُن کے جج بھی ہوتے چنانچہ قاضی القضاۃ کو موبذ موبذان کہا جاتا تھا ۔

اس پر زفرب بن طہماز شب اس کے مقابلہ کی خاطر نکل کر آیا اور آخر اسے ایران سے نکال کر ترکوں کے علاقے کی طرف بھگا دیا ۔ یہ دن روز آبان تھا ، لہٰذا ایرانیوں نے اس دن عید منانی شروع کر دی اور اسے نوروز اور مہرجان کے بعد تیسری عید کا دن مقرر کر دیا ۔ جب وہ بادشاہ بنا تو اس نے رعایا کو سات سال کا خراج معاف کر دیا جس کی وجہ سے ملک پھر سے آباد ہو گیا ۔

ایک وجہ یہ بھی بیان کی جاتی ہے کہ پہلے باپ یعنی کیومرث کی اولاد کی تعداد جب سو تک پہنچ گئی تو اس نے لڑکوں کی شادی لڑکیوں سے کر دی اور ان کی بارات تیار کی جس میں خوب آگ جلائی [۳۵۶] گئی ۔ اتفاق سے وہ رات یہی رات تھی ۔ اس کے بعد ایرانیوں نے اس روز اسی طرح کرنے کا دستور بنا لیا ۔ چنانچہ وہ ہر قسم کے تیلوں سے آگ جلاتے ہیں ۔ اس سے ان کی فریفتگی اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ وہ اس آگ میں ہر قسم کا جانور ڈال دیتے ہیں ۔

مذکورہ بالا عیدوں کے علاوہ ایرانیوں کی اور عیدیں بھی ہیں ۔ ان میں سے ایک کا نام " تیرگاں " ہے ۔ ان کے خیال میں جب منوچہر اور افراسیاب ترک کے درمیان مصالحت ہو گئی اور یہ طے پایا کہ افراسیاب منوچہر کو سلطنت میں سے اس قدر علاقہ دے دے گا جہاں تک ایک تیر پرتاب پہنچ سکے تو اس کے لیے انھوں نے ایک آدمی کو منتخب کیا جسے ایس کہتے تھے ۔ اسے تیر اندازی میں بڑی قدرت حاصل تھی ، اس نے کمان پر تیر رکھ کر جو چلایا تو تیر طبرستان کے پہاڑوں سے چل کر طبرستان کے بالائی حصے تک جا پہنچا ۔ یہ جشن تیر ماہ کی تیرہ تاریخ کو ہوتا ہے ۔

فیروز جان کے دن : یہ عید پانچ دن رہتی ہے ، اس کی ابتدا چھبیس ماہ آبان سے ہوتی ہے ۔ آبان کے معنی " روح کی تربیت " کے ہیں اس لیے کہ ان دنوں میں وہ مردوں کی روحوں کے لیے کھانے اور پینے کی چیزیں تیار کیا کرتے تھے ۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مردے آ کر اس کھانے کو کھاتے ہیں ۔

" کوسہ کی سواری " : یہ جشن آذر ماہ کی ابتدا میں ہوتا تھا - اس دن اس کی رسم یہ ہوتی کہ ہر شہر میں ایک کوسہ سوار ہوتا - جو برتاؤ اس سے کیا جانے والا ہوتا اسے اسی کے لیے تیار کیا گیا ہوتا - وہ اس ماہ کے آنے سے کئی دن پہلے سے ہی گرم کھانے کھاتا ، خالص شراب پیتا ، اور جب یہ دن آ جاتا تو وہ ایک قسم کی قمیص پہنتا جسے صبوری کہتے ہیں - گدھے پر سوار ہوتا ، ہاتھ میں ایک کوا لے لیتا - لوگ اس کے پیچھے پیچھے آتے ، اس پر پانی پھینکتے ، اس کے چہرے پر برف مارتے، اسے پنکھا جھلتے اور وہ فارسی زبان میں " گرم گرم " پکارتا رہتا - سات دن تک اسی طرح کیا جاتا - شہر کے آوارہ لوگ اس کے ساتھ ہوتے ، جو سامان دکانوں پر پاتے اسے لوٹ لیتے ، ان کے ذمے بادشاہ کا مال بھی ہوتا - لیکن اگر انھیں ساتویں دن کی عصر کے بعد ایسا کرتے دیکھا جاتا تو ان کی مرمت کی جاتی اور انھیں قید خانے میں ڈال دیا جاتا - کہا جاتا ہے کہ یہ فعل صرف ایک ایسا گھرانا کیا کرتا تھا جس کا ہر فرد کوسہ ہوتا تھا -

زمخشری نے اپنی کتاب ربیع الابرار میں بیان کیا ہے کہ اس دن کے منائے جانے کا سبب یہ تھا کہ ایک کوسہ ان دنوں کے دوران شراب پیا بھی کرتا اور اپنے بدن پر تھی ملا کرتا تھا - ایرانیوں نے اسے جشن بنا لیا -

اسی " کوسہ سواری " کے متعلق شاعر کہتا ہے

قَدْ رَكِبَ الكَوْسَجُ يَا صَاحِ
فَالْتَذَّ بِالمِزْهَرِ وَالرَّاحِ

اے دوست کوسہ سوار ہؤا ہے لٰہذا تو ستار اور شراب سے لذت حاصل کر

وَانْعَمْ بِآذر ماه عيشاً
وخُذْ مِن لَذَّةٍ بِمِفْتَاحِ

آذرماہ میں مزے اڑا اور زندگانی کی لذت کی چابی ہاتھ میں لے لے

[۳۵۷] ایک جشن بہمنگاہ ہے - یہ جشن بہمن ماہ میں بروز بہمن

منایا جاتا ہے ۔ اس روز وہ لوگ بہمن سفید خالص دودھ کے ساتھ کھاتے ہیں کیونکہ یہ حافظے کو فائدہ پہنچاتا ہے اور خراسان کے لوگ اس دن دعوتیں کرتے ہیں جن میں ایسا کھانا پکایا جاتا ہے جس میں ہر قسم کا خوردنی اناج اور ہر قسم کے خوردنی جانور کا گوشت اور ہر وہ سبزی جو اس وقت میسر ہوتی شامل کر دی جاتی تھی ۔

قبطیوں اور عیسائیوں کی عیدیں

شیخ شہاب الدین[1] حموی اپنی کتاب " عجائب المخلوقات " میں کہتا ہے ۔ قبطیوں کی چودہ عیدیں ہیں ، سات کو وہ بڑی عیدیں کہتے ہیں اور سات کو چھوٹی ۔ بڑی یہ ہیں : " بشارت " ، اس سے ان کی مراد ان کےعقیدے کے مطابق غبریال یعنی جبرائیل علیہ السلام کی وہ بشارت ہے جو انھوں نے مریم علیہا السلام کو حضرت عیسیٰ کے پیدا ہونے کے متعلق دی تھی ۔ یہ عید قبطیوں کے مہینے برمہاہ کی انتیس تاریخ کو ہؤا کرتی تھی :

" زیتونہ " ، اور یہی عید الشعانین (Palm - Sunday) بھی ہے ۔ اس کے معنی تسبیح کے ہیں ۔ وہ اسے اپنے روزوں کی ساتویں اتوار کو مناتے تھے ۔ اس دن اُن کے یہاں رسم یہ تھی کہ کھجور کی ٹہنیاں لے کر گرجے سے نکلتے تھے ، یہ دن بیت المقدس میں مسیح کے گدھے پر سوار ہونے اور سواری کے عالم میں صیہور میں داخل ہونے کا دن ہے درآنحالیکہ لوگ مسیح کے آگے آگے تسبیح کہتے جاتے اور وہ لوگوں کو نیک کام کرنے کا حکم دیتے اور برے کاموں سے روکتے ۔

" فصح " ۔ یہ ان کی بڑی عید ہے ۔ ان کا کہنا ہے کہ سولی کے تین دن بعد مسیح دوبارہ زندہ ہو گئے اور بنی آدم کو دوزخ سے نجات دلا دی اور پھر چالیس دن زمین میں رہے ، آخری دن جمعرات کا دن تھا ۔

---

۱ ۔ شہاب الدین حموی : ابوالدر یاقوت بن عبداللہ الحموی ۔ شہاب دین اس کا لقب ہے ۔ ۵۷۴ھ میں پیدا ہؤا ۔ پہلے غلام تھا پھر آزاد ہو کر تجارت میں مشغول ہؤا اور علوم تاریخ میں مہارت حاصل کی ۔ ۶۲۶ھ میں وفات پائی ۔

اراں بعد آسماں پر چڑھ گئے ۔ قسطنطین کے عہد سے پہلے اُن کا فصح اور یہودیوں کا فصح[1] ایک ہی دن ہؤا کرتا تھا مگر جب قسطنطین اور اس نے عیسائیت اختیار کر لی اور اس وقت ان کے پادری امانت کو رکھنے کے لیے جمع ہوئے یعنی وہ امانت جس پر تمام عیسائی فرقوں کا عقیدہ ہے تو انہوں نے اتفاق رائے سے یہ فیصلہ بھی کیا کہ فصح کے منانے میں یہودیوں کی مخالفت کی جائے لٰہذا انہوں نے اسے پیچھے ہٹا کر اتوار کے دن رکھ دیا ۔

" خمس الاربعس " ۔ سامی اسے سُلا"ق کہتے ہیں ۔ یہ ان کے یہاں روزہ افطار کرنے کے بعد سں دن بعد ہوتا ہے ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ مسیح علیہ السلام دوبارہ زندہ ہونے کے بعد اپنے شاگردوں کے درمیان میں سے آسمان پر چڑھ گئے تھے اور انہوں نے ان سے فارقلیط یعنی روح القدس کو بھیجنے کا وعدہ کیا تھا ۔

[۳۵۸] " عید الخمسین " اور یہی عید العنصرہ (Whitsunday Pentacost) بھی ہے ۔ یہ دن ایسٹر سے پچاس دن بعد منایا جاتا ہے ۔ ان کے اعتقاد کے مطابق روح القدس (مسیح[ع] کے) شاگردوں میں سرایت کر گئی اور تمام لوگوں کی زبانیں ان میں پھیلا دی گئیں چنانچہ وہ تمام زبانیں بولنے لگ گئے اور ہر شخص اس ملک میں چلا گیا جس کی زبان وہ بولتا تھا تاکہ انہیں دین مسیح کی طرف آنے کی دعوت دی جائے ۔

" عید المیلاد " ۔ یہ وہ دن ہے جس دن مسیح علیہ السلام پیدا ہوئے تھے ۔ مسیحی کہتے ہیں کہ ان کی ولادت پیر کے دن ہوئی لٰہذا وہ اتوار کی شام کو میلاد کی رات مناتے ہیں ۔ اس رات وہ گرجوں میں چراغ جلاتے ہیں اور گرجوں کو مزیّن کرتے ہیں ۔ مسیح علیہ السلام کی پیدائش بیت اللحم میں ہوئی تھی جو فلسطین کے ضلع میں ایک گاؤں کا نام ہے ۔ یہ قبطیوں کے کمفکر مہینے کی انیس۲۹ تاریخ کو منایا جاتا ہے ۔ مسعودی کہتا ہے کہ یہ بدھ کے دن چھ کانون[2] ثانی کو منایا جاتا ہے ۔

---

۱ ۔ یہودیوں کا یوم فصح مصر سے نکلنے کی یاد میں منایا جاتا ہے ۔
۲ ۔ کانون ثانی انگریزی سال کے مطابق جنوری کا مہینہ ہوتا ہے ۔

ان کی پیدائش کے وقت مریم علیہا السلام کی عمر تیرہ سال تھی ۔

" غطاس " ۔ یہ ان کے یہاں طوبہ[1] کی گیارہویں تاریخ کو منایا جاتا ہے ۔ ان کے اعتقاد کے مطابق یوحنا یعنی یحییٰ بن زکریا علیہما السلام کو اس دن آبِ معمودیت میں ڈبویا گیا تھا اور اسی دن بحیرہ اردن میں عیسیٰ علیہ السلام کو غسل دیا گیا تھا ۔ ان کے عقیدے کے مطابق جب وہ نکلے تھے تو ان کا اتصال روح القدس سے جو اس وقت کبوتری کی شکل میں تھی ہو چکا تھا ۔ اس دن عیسائی اپنے بچوں کو پانی میں غوطہ دیتے ہیں حالانکہ یہ سخت سردی کا زمانہ ہوتا ہے ۔

میں نے کسی کتاب میں ان عیدوں کا بیان دیکھا ہے ۔ وہاں بیان کیا گیا ہے کہ اس دن مجوسی ظاہر ہوئے تھے اور انھوں نے مسیح کو آٹا ، لوبان اور کھجوریں ہدیۃً دیں تھیں ۔ وہ دن " یوم النجم " ہے ۔

اب رہی چھوٹی عیدیں تو ان میں سے ایک " ختان " ہے اور یہ بوونہ[2] کی چھٹی تاریخ کو منائی جاتی ہے ۔ ان کے اعتقاد میں اس دن مسیح کے ختنے کیے گئے ، یہ میلاد کا آٹھواں دن ہوتا ہے ۔

" اربعون " ۔ یہ ہیکل میں داخل ہونے کا جشن ہوتا ہے مسیحی کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو لے کر سمعان کاہن ہیکل میں داخل ہوا اور ان کے لیے برکت کی دعا کی ۔ یہ دن امشیر کی آٹھویں تاریخ کو منایا جاتا ہے ۔

" خمیس العہد " (Holy Thursday) ۔ یہ دن فطر سے تین دن پہلے منایا جاتا ہے اس دن ان کی رسم یہ ہوتی ہے کہ وہ ایک برتن پانی سے بھر لیتے ہیں اور پھر کچھ الفاظ آہستہ آہستہ پڑھتے ہیں پھر ان کا سب سے بڑا پادری (Patriarch) اس پانی سے لوگوں کے پاؤں دھوتا ہے ۔ ان کے عقیدے کے مطابق اس دن مسیح نے اپنے شاگردوں کے ساتھ

---

۱ ۔ طوبہ قبطی سال کا پہلا مہینہ ہے جو انگریزی سال کے مطابق جنوری کا مہینہ ہوتا ہے ۔

۲ ۔ بوونہ قبطی سال کا دسواں مہینہ ہے بالفاظ دیگر اکتوبر کا مہینہ ۔

ایسا کیا تھا تاکہ انھیں تواضع کرنا سکھائیں - انھوں نے ان سے عہد لیا تھا کہ وہ آپس میں اختلاف نہ کریں گے اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے تواضع کے ساتھ پیش آئیں گے - عام عیسائی اس جمعرات کو "خمیس القدس" کہتے ہیں کیونکہ وہ اس دن مختلف قسم کی دالیں پکاتے ہیں - اہل شام اسے " خمیس الرزوکات " کہتے ہیں اور اہل اندلس خمیس ابریل کہتے ہیں اور ابریل رومیوں کا ایک مہینہ ہے -

" سبت النور " (نور کا ہفتہ) - یہ ایسٹر سے ایک دن پہلے منایا جاتا ہے - ان کے عقیدے کے مطابق اس دن مسیح کے مقبرے پر نور ظاہر ہوتا ہے جس سے بیت المقدس کے کنیسۃ القیامت کے چراغ جل اٹھتے ہیں - مگر یہ محض وہ طلسمی تخیلات ہیں جو ان کے پادری استعمال کرتے ہیں تاکہ اس طرح وہ ضعیف العقل لوگوں کو اپنی طرف مائل کر سکیں - اس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ذبح کرنے کی جگہ (alter) پر چراغ لٹکا دیتے ہیں اور ان تک آگ لے جانے کے لیے وہ یہ حیلہ اختیار کرتے کہ ان تمام کے اوپر ایک نہایت باریک لوہے کا تار پھیلا دیتے ہیں اس تار کو بلسان اور جمبلی کے تیل سے تر کر دیا جاتا ہے - جب نماز پڑھ چکتے ہیں اور زوال کا وقت ہونے لگتا ہے تو مذبح کو کھول دیتے ہیں - جب لوگ اندر آتے ہیں تو وہ موم بتیوں کو روشن دیکھتے ہیں - بعض کارندے یوں کرتے ہیں کہ تار کی ایک طرف آگ لٹکا دیتے جو اس میں سرایت کر جاتی ہے اور پھر ایک ایک کر کے چراغ روشن ہوتے چلے جاتے ہیں کیونکہ بلسان کے تیل کا یہ خاصہ ہے کہ اسے ذرا سا بھی چھو لیا جائے تو آگ اس میں سرایت کر جاتی ہے مگر وہ ناقص العقل لوگ جو وہاں موجود ہوتے ہیں خیال کرتے ہیں کہ وہ آگ جس نے ان چراغوں کو جلایا ہے آسمان سے اتری ہے -

اسی طرح وہ ایک باریک تار تیار کرتے ہیں جسے اس تیل سے تر کر دیا جاتا ہے اور اسے گنبد کی اوپر کی طرف سے گاڑ کر اُس قندیل کی بتی تک لے جاتے ہیں جو گنبد کے وسط میں لٹکی ہوتی ہے - پھر اس تار کے ایک سرے کو آگ لگا دی جاتی ہے جو سرایت کر کے بتی تک

جا پہنچتی ہے اور وہ روشن ہو جاتی ہے -
شام کے ایوبیہ خاندان کے ایک بادشاہ نے اس رسم کو بند کرنا چاہا مگر جب کسی نے اسے یہ بتایا کہ مجھے اس کی وجہ سے ہر سال بہت سا مال حاصل ہوتا ہے تو وہ اس خیال سے باز آ گیا اور اسے اسی طرح رہنے دیا -

''احد الحدید'' (نئی اتوار) - یہ ایسٹر سے آٹھ دن بعد منایا جاتا ہے اور افطاری کے بعد پہلی اتوار کو ہوتا ہے اس لیے کہ اس سے پہلے جتنے اتوار آتے ہیں وہ روزے میں گزر جاتے ہیں - یہ لوگ اس روز اپنے پرانے اوزاروں ، گھر کے سامان اور لباس کی جگہ ساری نئی چیزیں اختیار کرتے ہیں وہ اپنے تمام معاملات ، ضمانتوں اور دیگر دنیاوی امور کا شمار و حساب اسی دن سے کرتے ہیں -

'' تجلی '' عیسائیوں کے اعتقاد کے مطابق مسیح علیہ السلام نے آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد اس دن اپنے ساگردوں کو اپنا جلوہ دکھایا تھا اور شاگردوں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ ایلیا اور موسیٰ علیہما السلام [۳٦۰] کو حاضر کریں چنانچہ انھوں نے ان کے سامنے بیت المقدس کی نمازگاہ میں ان دونوں کو حاضر کیا تھا - اس کے بعد مسیح تھی اور وہ بھی آسمان کی طرف چڑھ گئے - یہ دن مسری مہینے کی تیرھویں تاریخ کو منایا جاتا ہے -

'' عید الصلیب '' - عیسائیوں کا خیال ہے کہ قسطنطین بن ہیلانہ نے اس دن یونانی مذہب کو چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کیا تھا اور اس نے قسطنطنیہ کا بڑا گرجا اور شام کے دیگر گرجے تعمیر کرائے تھے۔ ان کے خیال میں اس کا سبب یہ تھا کہ وہ رومیوں (Romans) کے پڑوس میں رہتا تھا مگر وہ ان سے تنگ آ چکا تھا اس لیے کہ وہ اس کے ملک میں اکثر لوٹ مار کرتے رہتے تھے - اس نے انھیں رشوت دینی چاہی اور چاہا کہ ہر سال انھیں یہ کچھ خراج ادا کر دیا کرے تاکہ وہ غارت گری سے باز رہیں - اب اس نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ آسمان سے فرشتے نازل ہوئے ہیں جن کے پاس جھنڈیاں ہیں ، جھنڈیوں

پر صلیبیں (نقش) ہیں ۔ فرشتوں نے رومیوں سے جنگ کر کے ان کو شکست دی ۔ جب صبح ہوئی تو اس نے جھنڈیاں سوائیں اور ان میں صلیب کا نقش بھی بنوایا اور پھر رومیوں سے جنگ کر کے ان کو مار بھگایا ۔

بعض کہتے ہیں کہ اس نے دور آسمان میں صلیب دیکھی تھی اور ایک شخص کہہ رہا تھا کہ تم اپنے جھنڈوں کے سروں پر اس قسم کی صلیب بناؤ تو تمہیں فتح حاصل ہوگی ۔ جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی جھنڈیوں کے اوپر سونے کی صلیبیں بنانے کا حکم دیا پھر ان سے جنگ کر کے ان پر فتح حاصل کی ۔ اس نے اپنے ملک کے ان تاجروں سے جو دنیا کا چکر لگا چکے تھے دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ یہ عیسائیوں کا مذہب ہے اور علاقہ شام کے شہر حلیل[1] میں پایا جاتا ہے لہذا اس نے اپنی رعایا کو اپنا دین چھوڑ کر نصرانیت اختیار کرنے کا حکم دیا نیز یہ حکم دیا کہ وہ اپنے بالوں کو کٹوائیں اور داڑھیوں کو منڈوائیں ۔ انھوں نے یہ اس لیے کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام کے مبلغین اس سے پہلے بھی یہاں آ چکے تھے ، اس وقت انھوں نے یونانیوں کو نصرانیت اختیار کرنے کا حکم دیا تھا ۔ یونانیوں نے ان سے بے رحمی برتی تھی اور سزا کے طور پر انھیں اس طرح بد شکل بنا دیا تھا لہذا اب انھوں نے انھی کی اقتدا میں یہ اقدام کیا ۔

جب قسطنطین نے عیسائیت[2] اختیار کر لی تو اس کی والدہ ہیلانہ شام گئی ۔ وہاں گرجے تعمیر کیے اور پھر بیت المقدس جا کر اس نے اس لکڑی کو تلاش کیا جس پر عیسائیوں کے خیال کے مطابق مسیح کو سولی دی گئی تھی اور وہ لکڑی ایک بہت بڑے اصطبل میں مدفون تھی ۔ اسے وہاں سے نکالا گیا ۔ اس لکڑی میں سات میخوں کے نشان تھے ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں حلیل چھپا ہے اسے جلیل (Galilee) پڑھیں ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں إشْتَنصَرَ چھپا ہے اسے تَنَصَّرَ پڑھیں ۔

یہودیوں نے بیت المقدس میں یعقوب بن یوسف پر حملہ کر دیا تھا۔ عیسائیوں کے خیال کے مطابق یعقوب عیسائیت میں عیسیٰ کا بھائی تھا جسے یہودیوں نے گرجے کے اوپر سے نیچے پھینک دیا تھا اور وہ مر گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اپنے پرانے دین کی طرف واپس آنے سے انکار کر دیا تھا اور عیسائیت پر قائم رہا تھا۔ انھوں نے گرجے کو بھی منہدم کر کے سولی کی لکڑی اور ان دو چوروں کی لکڑی کو لے لیا تھا جو ان کے خیال میں حضرت عیسیٰ کے ساتھ ہی سولی پر چڑھائے گئے تھے اور لوگوں نے تینوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا تھا۔

[۳٦۱] ان عیدوں کے موقع پر وہ روزہ رکھا کرتے اور جب ان کا کوئی آدمی اپنے وطن یا کسی بستی میں ہوتا تو جب تک اس سولی کی پرستش[1] نہ کر لیتا سفر نہ کرتا تھا۔

جب یہ صلیب کی لکڑی ہیلانہ کے پاس لائی گئی تو اس نے اس پر سونے کا غلاف چڑھایا اور لے کر بیٹے کے پاس آئی۔ اس نے ان میخوں سے اپنے گھوڑے کی لگام بنوائی اور سونے کی صلیب بنوا کر اسے اپنے ماتھے پر رکھا۔ اس کی ماں نے اسی صلیب کو جس دن دیکھا تھا اسے روز عید کی طرح منانا شروع کر دیا۔ یہ ۱۴ ایلول[2] کا دن تھا اور یہ قبطی سال توت[3] کے مہینے کی سترھویں رات ہوتی ہے۔

مسعودی کہتا ہے: مسیح کی ولادت اور اس دن کے درمیان جس دن یہ لکڑی ملی تین سو اٹھائیس (۳۲۸) سال کا وقفہ ہے۔

---

۱ - بلوغ الارب میں لایرتحل حتی یعبد لکھا ہے مگر اس سے کوئی واضح معنی نہیں نکلتے ، میں اسے درست نہیں کر سکا۔ حتی یعبد پڑھ کر ترجمہ کر دیا ہے۔

۲ - ایلول آب اور تشرین اول کا درمیانی مہینہ ہے۔ انگریزی سال کے مطابق ستمبر کا مہینہ ہوتا ہے۔

۳ - یہ قبطیوں کا پہلا مہینہ ہوتا ہے۔

یہودیوں کی عیدیں

حموی کے بیان کے مطابق یہ بھی پانچ ہیں جن کا ذکر ان کے خیال کے مطابق توراہ میں آیا ہے اور وہ یہ ہیں :

" عید رأس السنہ " (نئے سال کی عید) ۔ یہودی اسے سال کے شروع میں مناتے ہیں ۔ وہ اس عید کو عید رأس ھشنا بھی کہتے ہیں یعنی مہینے کے شروع کی عید ۔ یہ تشرین کی پہلی تاریخ کو منائی جاتی ہے ۔ ان کے یہاں اس دن کی وہی حیثیت ہے جو ہمارے یہاں عیدالاضحیٰ کی ۔ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم کو اپنے بیٹے اسحاق کو ذبح کرنے کا حکم فرمایا تھا اور پھر ان کے فدیے میں ایک بہت بڑا ذبیحہ دیا تھا ۔

عید صوماریا جسے الکبور بھی کہتے ہیں ۔ یہ ان کے یہاں بہت بڑا روزہ ہے جس کا رکھنا ان پر فرض کیا گیا ہے ۔ اس روزے کی میعاد پچیس گھنٹے ہے اس روزے کی ابتدا نو (۹) تسرین کو سورج غروب ہونے سے پہلے ہوتی ہے اور یہ دسویں دن سورج غروب ہونے کے ایک گھنٹہ بعد ختم ہو جاتا ہے ۔ اسی لیے اسے بعض اوقات عاشور بھی کہا جاتا ہے ۔ روزے کی افطاری کے وقت میں ستاروں کا دکھائی دینا ضروری ہے ۔ ان کے نزدیک اس دن موسیٰ علیہ السلام کے روزوں کا تیسرا اربعین مکمل ہوتا ہے ۔ یہ دن ان کے یہاں نہ اتوار کو ہو سکتا ہے نہ منگل کو اور نہ جمعہ کو ۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس دن اللہ تعالیٰ ان کے تمام گناہ بخش دیتا ہے مگر تین گناہ نہیں بخشتا شادی شدہ عورت سے زنا ، بھائی پر ظلم اور اللہ تعالیٰ کی ربوبیت سے انکار ۔

' عید المظال ' ۔ یہ آٹھ دن رہتی ہے ۔ اس کی ابتدا پندرہ تشرین سے ہوتی ہے اور یہ تمام کے تمام دن ان کی عید کے ہوتے ہیں ۔ آخری دن کو عراب کہا جاتا ہے جس کے معنی درخت خلاف (بید) کے ہیں ۔ یہ یہودیوں کا حج بھی ہے ۔ وہ ان دنوں میں کھجور کی ٹہنیوں، زیتون اور بید کی ٹہنیوں اور دیگر ان درختوں کے سایے میں بیٹھتے ہیں جن کے پتے زمین [۳۶۲] پر نہیں بکھرتے ۔ ان کے خیال میں یہ اس سایے کی یادگار ہے

جو اللہ نے تیشہ میں بادلوں سے ان پر کیا تھا ۔ ان سایوں کو بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وہ شخص جسے قدرت ہو اپنے گھر میں سرکنڈوں کا ایک کمرہ بناتا ہے جس کی چھت کھجور کی سبز ٹہنیوں اور پتوں کی ہوتی ہے ۔ اس کے اندر توراہ کے اجزاء رکھے جاتے ہیں ۔ بعض لوگ اسے مخمل سے مضبوط کر لیتے ہیں ۔ اگر کوئی ٹہنی نکل جائے اور سورج کی شعاع اس مکعب مکان میں داخل ہو جائے تو اس شخص کی عید فاسد ہو جاتی ہے ۔ یہ ظُلّہ (سائبان) کھلے میدان میں اتنا ہی اونچا بنایا جاتا ہے جتنا گھر ۔ ان آٹھ دنوں کے پہلے دن ہر شخص مٹھی بھر چنبیلی لیتا ہے جس میں تین لکڑیاں ہوتی ہیں جو ایک دوسرے سے چھوٹی بڑی ہوتی ہیں ۔ ہر ٹہنی میں تین پتے ہوتے ہیں جن کے درمیان کھجور کی ٹہنی کا اندرونی نرم حصہ رکھا ہوتا ہے جو سیدھا اور لمبائی میں تین مٹھی بھر ہوتا ہے ۔ نیز بید کے درخت کی لکڑی ہوتی ہے اور ایک نارنگی جو ہر قسم کی حراس اور تعفن سے پاک ہوتی ہے ۔ ان سب چیزوں کو گرجا میں لے جا کر پادری[1] کے پاس جمع کرا دیا جاتا ہے ۔ جب ان آٹھ دنوں کے شروع ہونے میں ایک دن رہ جائے تو یہ لوگ گرجے میں جا کر نماز ادا کرتے ہیں ۔ گرجے کا منتظم ان میں سے ہر شخص کے دائیں ہاتھ پر مٹھی بھر غلّہ رکھ دیتا ہے اور بائیں ہاتھ میں نارنگی ، یہ سب افراد ان چیزوں کو ہاتھ میں لیے کھڑے رہتے ہیں ۔ قسّم انھیں زبور کا ایک باب[2] پڑھ کر سناتا ہے ۔ جب وہ زبور پڑھ چکتا ہے تو ختران یعنی معلّم انھیں سلام کرتا ہے اور پھر توراۃ میں سے کچھ پڑھ کر سناتا ہے ۔ توراہ پڑھنے سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ ظہر کے قریب دوسری نماز ادا کرتا ہے ۔ بعض لوگ وقت کو ٹھنڈا کرنے کے لیے عصر کے وقت تک گھر ہی میں رہتے ہیں اور بعض قسّم کو اطلاع دے کر چلے آتے ہیں ۔

---

۱ - اصل کتاب میں قمص دیا ہے اسے قاف پر پیش اور میم پر تشدید قُمّص پڑھیں ۔ قمص قبطیوں کے پادری کو کہتے ہیں ۔

۲ - اصل کتاب میں مزمور کا لفظ ہے جس کے معنی زبور کے ایک باب (Psalms) کے ہیں ۔

" عید الفطیر "۔ اسے فصح بھی کہتے ہیں یہ نیسان کی پندرہ تاریخ کو ہوتی ہے اور سات دن تک رہتی ہے ۔ یہ لوگ ان دنوں میں فطیری روٹی کھاتے ہیں اور خمیری روٹی سے پرہیز کرتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک یہ وہ دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہاتھ سے نجات دلائی تھی اور خود فرعون کو غرق کر دیا تھا ۔ پھر یہ بیشہ کی طرف نکل گئے تھے ۔ وہاں گوشت اور فطیری روٹی کھاتے تھے ، اور اس (حالت) پر خوش تھے ۔ فرعون ان دنوں کے آخری دن غرق ہوا تھا ۔ اتفاق سے اس دن چاند کی روشنی کامل تھی لہٰذا انھیں اس دن کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا اور وہ ان دنوں میں چاندنی کے مکمل ہونے کے منتظر رہتے ہیں ۔

" عید الاسابیع "۔ یہ وہ ہفتے ہیں جن میں فرائض عائد کیے گئے تھے اور دین مکمل ہوا تھا ۔ ان دنوں میں ان کا لمبا حساب کتاب ہوتا ہے اور اس ضمن میں وہ انتہا پسند ہو گئے ہیں ، اسے عید العنصرہ اور عید الخطاب بھی کہا جاتا ہے ۔ یہ عید ، عید الفطیر کے سات ہفتے بعد ہوتی ہے ۔ ان کے اعتقاد کے مطابق یہ وہ دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے طور سینا سے بنی اسرائیل کو خطاب کیا تھا ۔ اس خطاب میں دس احکام (Ten Commandments) بھی شامل تھے ۔ یہ وہ احکام ہیں جن میں امر و نہی اور نوفیق پائی جاتی ہے ۔ یہ زمانہ ان کے حجوں میں سے ایک حج کا زمانہ ہے ۔ ان کے ہاں تین حج ہیں : اسابیع ، فطیر ، اور مظال ۔ یہودی اس عید کی بڑی ہی تعظیم کرتے ہیں ۔ اس دن مٹھائیاں کھاتے ہیں اور طرح طرح کی مٹھائیاں تیار کرتے ہیں ۔ وہ ان مٹھائیوں کو اس "مَنّ و سلویٰ" کا بدل خیال کرتے ہیں جو ان کے خیال کے مطابق اس دن ان پر اتارا گیا تھا ۔ یہ عید چھ سیوان کو منائی جاتی ہے ۔ اسے عشرتا بھی کہتے ہیں جو اجتماع سے ماخوذ ہے ۔

" عید الفور " یہ ایک ایسی عید ہے جو ان کی تازہ ایجاد ہے ، اسے " فوریم " بھی کہتے ہیں ۔ اس عید کا سبب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب بخت نصر نے یہودیوں کو بیت المقدس سے نکال کر عراق عجم

کی طرف بھیج دیا تو انھیں[1] '' جتی '' میں آباد کیا اور جتّی اصفہان کے دو شہروں میں سے ایک شہر ہے - پھر کلدانیوں کا عہد گزر گیا اور قدیم اور پچھلے ایرانیوں کی حکومت شروع ہوئی - پھر ارد شیر بن بابک بادشاہ بنا - یہودیوں نے عبرانی میں اس کا نام '' احشویرش '' رکھا ہؤا ہے - اس کا ایک وزیر تھا جسے ان کی زبان میں ہامان کہا جاتا تھا - اس زمانے میں یہودیوں کا ایک عالم تھا جسے وہ اپنی زبان میں ' مردخای ' کہتے تھے - ارد شیر کو خبر ملی کہ ' مردخای ' کی ایک چچا زاد بہن ہے جو اپنے زمانے کی خوبصورت ترین اور کامل ترین عقل والی عورت ہے - ارد شیر نے اس سے اس لڑکی کے ساتھ شادی کرنے کا مطالبہ کیا اور وہ مان گیا - وہ ارد شیر کی چہیتی بیوی بن گئی جس کی وجہ سے 'مردخای' بھی اس کا مقرب بن گیا - اس پر ہامان نے حسد کی وجہ سے اسے ذلیل و حقیر کرنا چاہا اور ان تمام یہودیوں کو جو ارد شیر کی سلطنت کے اندر رہتے تھے قتل کرنے کا ارادہ کر لیا - چنانچہ اس نے بادشاہ کے تمام نائبوں کے ساتھ یہ بات طے کر لی کہ وہ اپنے اپنے ضلع کے یہودیوں کو قتل کر دیں گے اور اس کام کے لیے آذار[1] کی پندرہ تاریخ مقرر کر دی - اس نے یہ دن خاص طور پر اس لیے مقرر کیا کہ یہودیوں کے خیال کے مطابق موسیٰ (علیہ السلام) کی ولادت اسی دن ہوئی تھی اور وفات بھی اسی دن - اس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ ان کے عذاب میں اضافہ کیا جائے تاکہ ان کی اپنی تباہی اور موسیٰ کی وفات کی وجہ سے ان کا غم دگنا تگنا ہو جائے - 'مردخای' کو ہامان کے ایک خاص دوست کے ذریعے اس امر کا پتا چل گیا - اس نے اپنی عمزاد بہن کو اطلاع دی کہ ہامان یہودیوں کے ساتھ ایسا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے - اس سے کہا کہ وہ بادشاہ کو اطلاع دے دے - اسے اس بات پر اُکسایا کہ وہ اپنی ذات اور اپنی قوم کو بچانے کی تدبیر کرے - اس لڑکی نے بادشاہ کو اس امر کی اطلاع دے دی اور بتا دیا کہ اس (کینے)

---

۱ - آذار انگریزی مہینوں کے مطابق مارچ کا مہینہ ہوتا ہے -

کا سبب صرف یہ ہے کہ ہم تمھارے قریب ہو گئے ہیں اور تمھارے خیر خواہ ہیں ۔ اس پر اردشیر نے ہامان اور اس کے اہل و عیال کو قتل کر دینے کا حکم دے دیا ، یہ بھی حکم دیا کہ یہودیوں کے لیے امان نامہ لکھ دیا جائے اور اس دن ان کے ساتھ نیک اور اچھا برتاؤ کیا جائے لہٰذا یہودیوں نے اس دن عید منانا شروع کر دی ۔ یہودی اس سے تین دن پہلے روزہ رکھتے ہیں ۔ یہ عید ان کے ہاں خوشی ، لہو و لعب اور بے حیائی کی عید ہوتی ہے ۔ وہ اس دن ایک دوسرے کو تحفے پیش کرتے ہیں ۔ ہامان کا کاغذی بت بنا کر اس کے اندر بھوسی اور نمک بھر دیتے ہیں ، پھر اسے آگ میں ڈال دیتے ہیں یہاں تک کہ وہ جل جاتا ہے ۔ اور اس سے اپنے بچوں کو دھوکا[1] دیتے ہیں (کہ ان کے ایک حقیقی دشمن کو بھسم کر دیا گیا ہے)

” عید الحنکہ “ ۔ یہ عید بھی انھی کی ایجاد ہے ۔ یہ آٹھ دن تک رہتی ہے اور ” کسلا “ مہینے کی پچیس تاریخ سے شروع ہوتی ہے ۔ پہلی رات ہر شخص اپنے اپنے دروازے پر ایک چراغ جلاتا ہے ، دوسری رات دو ، اسی طرح تیسری رات تین اور آخری رات آٹھ چراغ جلاتا ہے ۔ اس عید کے منانے کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک ظالم بادشاہ بیت المقدس پر قابض ہو گیا ، اس نے بنی اسرائیل کو قتل کیا اور کنواری لڑکیوں کی بے حرمتی کی ۔ یہ دیکھ کر ان کے کاہن کے بیٹوں نے جن کی تعداد آٹھ تھی اس پر حملہ کر دیا اور سب سے چھوٹے نے اسے قتل کر دیا ۔ یہودیوں نے ہیکل کی آگ جلانے کے لیے تیل تلاش کیا مگر انھیں صرف تھوڑا سا ملا جسے انھوں نے ان تمام چراغوں میں جنھیں وہ اپنے دروازوں پر آٹھ راتوں تک ہر رات جلایا کرتے تھے تقسیم کر دیا ۔ اس طرح انھوں نے ان دنوں کو عید بنا لیا ۔ اور اس کا نام ” حنکہ “ رکھا جس کے معنی پاک کرنے کے ہیں ، اس لیے کہ اس دن انھوں نے ہیکل

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں یحدعون بذلک صبیانھم دیا ہے ، میں اس کا صحیح مفہوم نہیں سمجھ سکا ۔

کو ظالم کے گروہ کی پلیدی سے پاک کیا تھا ۔ بعض لوگ اسے " عید التبریک " کہتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ عید التبریک میں توراۃ کے نازل ہونے کی تکمیل ہوئی تھی اور ہیکل میں رکھے جانے کے لیے ان کے اماموں کے سپرد کر دی گئی تھی ۔ اس دن یہودی تورات نکالتے ہیں اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں ۔

مسلمانوں کی عیدوں کا بیان

جب بات چلتے چلتے[1] دیگر امتوں کی اکثر اور مشہور عیدوں ، ان کی عادات اور میلوں میں ان کی رسوم پر آ پہنچی تاکہ ان کا مکمل ذکر ہو سکے تو ضروری ہو گیا کہ ہم مسلمانوں کی مشہور عیدوں کا بھی مختصر سا ذکر کر دیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ علما نے ان کا مفصل ذکر کر دیا ہے ۔ بہر حال ہم عرض کرتے ہیں کہ ہمارے سابق قول کے مطابق ہر قوم میں ایک نہ ایک ایسا دن ہوتا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو آراستہ کرتی ہے اور پھر خوب سج کر شہر سے باہر جاتی ہے اور یہ ایک ایسی رسم ہے جس سے کوئی قوم بھی خالی نہیں خواہ عربی ہو خواہ عجمی ۔

جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو مدینہ والوں کے یہاں دو دن ایسے تھے جن میں وہ کھیلا کرتے ۔ آپ ؐ نے دریافت کیا : یہ کیسے دن ہیں ؟ انھوں نے کہا : ہم جاہلیت میں ان میں کھیلا کرتے تھے ۔ آپ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ نے ان کے عوض تم کو دو بہتر دن دے دیے ہیں اور وہ یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر ہیں ۔ کہا گیا ہے کہ مدینے والوں کے کھیل کود کے وہ دو دن نوروز اور مہرجان کے دن تھے ۔ ان دونوں دنوں کو اس لیے بدل دیا گیا کہ لوگوں کے [۳۶۵] ہاں جو بھی عید ہے اس کے منانے کا سبب یا کسی دینی شعار کو بلند کرنا ہے یا ائمہ مذہب کے ساتھ موافقت کرنا ہے یا اسی قسم کی کوئی اور بات ۔ لٰہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خطرہ محسوس

---

۱ - بلوغ الارب میں انجز الکلام چھپا ہے اسے انشحّر الکلام پڑھیں ۔

کیا کہ اگر آپ نے انھیں ان کی عادات پر چھوڑ دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ جاہلیت کے شعائر کی تشہیر ہوتی رہے یا وہ لوگ اپنے اسلاف کی رسموں کو رواج دیتے رہیں لہٰذا آپ ؐ نے انھیں بدل کر ایسے دو دن عطا کیے جن میں ملت حنیفیہ کے شعائر کو بلند کیا جائے ۔ آپ نے زینت و آرائش کے ساتھ ساتھ ایک اور بات کا اضافہ بھی کر دیا یعنی اللہ کا ذکر اور کچھ عبادت کی باتیں تاکہ مسلمانوں کا اجتماع محض لہو و لعب کے لیے نہ ہو ۔ (آپ ؐ چاہتے تھے کہ) ان کا کوئی اجتماع بھی اعلاء کلمۃ اللہ سے خالی نہ ہو ۔

ایک دن دو روزوں کی افطاری اور ایک قسم کی زکٰوۃ کی ادائی کا ہے ، لہٰذا اس میں دونوں قسم کی فرحتیں شامل ہو گئیں طبعی اور عقلی ۔ طبعی اس طرح کہ وہ ایک ایسے حکم سے فارغ ہو گئے ہیں جو ان کو دشوار معلوم ہوتا تھا ، چنانچہ محتاج آدمی ان کا صدقہ لیتا ہے اور عقلی اس طرح کہ انھیں اس بات کی خوشی ہوتی ہے کہ اللہ نے ان پر اپنا کرم کیا ہے کہ انھیں اس حکم کے بجا لانے کی توفیق دی ہے جو ان پر فرض کیا گیا تھا اور آئندہ سال تک ان کے اہل و عیال کی جانیں بچا کر ان پر اپنا کرم کیا ہے ۔

دوسرا دن ابراہیم علیہ السلام کا اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا دن ہے اور اللہ کا ان دونوں پر یہ انعام کرنے کا دن ہے کہ اللہ نے ان کے فدیے میں ایک عظیم ذبیحہ عطا کیا ۔ کیونکہ اس میں ملت حنیفہ کے ائمہ کے حال کی یاد (مضمر) ہے اور اللہ کی اطاعت میں جان دینے اور مال خرچ کرنے کے معاملے میں ان کی مثال سے عبرت اور صبر کی طاقت حاصل کرنا مقصود ہے ۔ مزید برآں اس میں حاجیوں سے بھی مشابہت پائی جاتی ہے ۔ ان کے نام کو بلند کیا جاتا ہے اور جن اعمال میں وہ لگے ہوئے ہیں ان کے کرنے کا شوق دلایا جاتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ان دنوں میں تکبیر کہنا سنت ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ[۸]

تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو کیونکہ اس نے تمھیں سیدھی راہ بتائی ہے

مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ نے تمھیں روزے رکھنے کی توفیق دی ہے اس لیے تم اس کا شکریہ ادا کرو ، اسی لیے تو قربانی دینا اور ایام تشریق میں بلند آواز سے تکبیر کہنا سنت قرار دیا گیا ہے اور جو شخص قربانی دینے کا ارادہ رکھتا ہو اس کے لیے اس عرصے کے اندر بال نہ منڈوانا مستحب قرار دیا ۔ اور نماز ادا کرنا اور خطبہ پڑھنا بھی سنت قرار پایا تاکہ مسلمانوں کا کوئی اجتماع بھی اللہ کے ذکر اور شعائر دین (کی پابندی) سے خالی نہ ہو ۔ اس کے ساتھ شریعت کے مقاصد میں سے ایک اور مقصد کا اضافہ کر دیا گیا اور وہ یہ ہے کہ ہر مذہب والوں کا کوئی نہ کوئی میدان ہوتا ہے جہاں وہ اپنی شان و شوکت کے اظہار اور کثرت تعداد کے جتانے کے لیے اکٹھے ہوتے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ عید کے موقع پر تمام مسلمانوں کا یہاں تک کہ بچوں ، عورتوں ، پردہ نشینوں اور حائضہ عورتوں کا بھی نکلنا مستحب قرار دیا گیا ، مگر حائضہ عورتیں نماز گاہ سے الگ رہیں گی اور دعا میں شامل ہوں گی ۔ اسی لیے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جس راستے سے جاتے تھے اس راستے سے واپس نہ آتے تھے تاکہ ان دونوں راستوں کے مکینوں کو مسلمانوں کی شوکت کا پتا چل جائے ۔

اور چونکہ عید کا اصل مقصد زینت ہے لہٰذا خوبصورت لباس پہننا ، دفیں بجانا ، راستہ بدل کر واپس آنا اور نماز گاہ کی طرف (گھروں سے) نکل کر جانا مستحب قرار پایا ۔ عیدین کی نماز کا سنت طریقہ یہ ہے کہ پہلے اذان اور اقامت کے بغیر نماز ادا کرے ۔ نماز میں قراءت بلند آواز سے پڑھی جائے ۔ اگر ہلکی نماز پڑھنا چاہتا ہو تو : سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الأَعْلَی اور هَلْ أتاكَ پڑھے اور اگر کامل پڑھنا چاہتا ہو تو : قَ اور إقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ پڑھے ۔ پہلی رکعت میں قراءت سے پہلے سات بار [۳۶۶] تکبیر کہے اور دوسری میں قراءت سے پہلے پانچ بار تکبیر کہے ۔ کوفیوں کا عمل اس پر ہے کہ پہلی رکعت میں نماز جنازہ کی طرح چار بار

قراءت سے پہلے تکبیر کہے اور دوسری میں قراءت کے بعد ۔ یہ دو رکعتیں سنت ہیں ۔ پھر حال ترجیح اہل حرم کے عمل کو دی جائے گی ۔ اس کے بعد امام خطبہ دے جس میں تقویٰ اللہ کا حکم دے اور وعظ و نصیحت کرے اور عید الفطر میں خاص طور پر چند کھجوریں کھائے بغیر گھر سے نہ نکلے ۔ ان کھجوروں کی تعداد طاق ہونی چاہیے ۔ نیز یہ کہ زکوٰۃ فطر ادا کرکے چلے تاکہ ایسے دن میں محتاج لوگوں کے پاس کچھ مال ہو اور وہ بے فکر ہو کر نماز میں شامل ہوں ۔ نیز اس لیے بھی کہ جب وہ ماہ صیام کے گزر جانے کا اعلان کرے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ روزہ رکھنے کی عادت کے خلاف کرنے کا مستحق ہو جائے ۔ خاص طور پر عید الاضحیٰ میں واپس آنے تک کچھ نہ کھانا چاہیے ۔ پھر اپنے قربانی کے جانور میں سے کچھ حصہ کھائے تاکہ قربانی کی اہمیت اور اس کی رغبت ثابت ہو اور اسے برکت حاصل ہو ۔ نماز سے پہلے قربانی کے جانور کو ذبح نہ کرے کیونکہ جانور کا ذبح کرنا صرف اس وقت قربت الٰہی کا سبب ہو سکتا ہے جب اس میں حاجیوں سے مشابہت پائی جائے اور یہ مشابہت صرف نماز کے لیے جمع ہونے کے باعث ممکن ہے ۔

قربانی کرنا سنت ہے ۔ ہر گھر میں سے ایک بکری یا جوان دنبہ ۔ قربانی کا قیاس ہدی[1] پر کیا گیا ہے لہٰذا گائے کو سات آدمیوں کی طرف سے اور اونٹنی کو بھی سات آدمیوں کی طرف سے ہدی کے قائم مقام قرار دیا گیا ہے اور چونکہ قربانی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کے زمرے میں آتی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

ان جانوروں کا نہ گوشت اللہ کو پہنچتا ہے اور نہ خون مگر صرف تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے

---

۱ ۔ ہدی : قربانی کا وہ جانور جسے حاجی اپنے ساتھ لے جاتا ہے تاکہ مکے میں ذبح کرے ۔

اس لیے جانور کو موٹا کرنا اور عمدہ جانور منتخب کرنا مستحب ہے کیونکہ اس سے اللہ کی راہ میں اس کی صحیح رغبت و محبت کا پتا چلتا ہے - اسی لیے تو چار قسم کے جانوروں کی قربانی نہیں دینی چاہیے : ایسا لنگڑا جس کا لنگڑا پن نمایاں ہو - ایسا کانا جس کا کانا پن واضح ہو ، ایسا مریض جس کا مرض واضح ہو ، ایسا دبلا جانور جو موٹا نہ ہو سکے - کٹے ہوئے کان اور ٹوٹے ہوئے سینگ[1] والے جانور کی قربانی دینا بھی منع ہے - آنکھ اور کان کو اس لیے غور سے دیکھنا کہ کہیں ان میں کوئی عیب تو نہیں سنت ہے - مقابلہ ، مدابرہ ، شرقاء اور خرقاء کا ذبح کرنا بھی منع ہے - مقابلہ وہ جانور ہے جس کا کان آگے کی طرف سے کاٹا جائے (اور پھر اسی طرح لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے) اور مدابرہ وہ جانور ہے جس کا کان پچھلی طرف سے کاٹ کر لٹکتا ہوا چھوڑ دیا جائے - شرقاء وہ جانور جس کا کان پھٹا ہوا ہو - خرقاء وہ جانور ہے جس کا کان گول دائرہ میں کٹا ہوا ہو - نر اور سینگوں والا جانور جو سیاہی میں دیکھتا ہو یعنی جس کی آنکھیں سیاہ ہوں اور جو سیاہی میں بیٹھتا ہو یعنی جس کا سینہ اور پیٹ سیاہ ہو اور سیاہی میں چلتا ہو یعنی اس کی ٹانگیں سیاہ ہوں ذبح کرنا سنت ہے کیونکہ ان امور سے بکرے کی جوانی کی تکمیل کا پتا چلتا ہے -

قربانی کرتے وقت یہ دعا پڑھی جاتی ہے :

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ الخ

میں اپنا چہرہ اس ذات کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا

اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَإِلَيْكَ وَلَكَ مِنَ اللهِ وَاللهُ اَكبر

خدایا یہ تمھارا ہی دیا ہوا ہے ، تمھاری طرف ہی بھیجا جا رہا ہے اور تمھاری خاطر ہی اسے ذبح کیا جا رہا ہے - سب اللہ کی طرف سے ہے اور اللہ بہت بڑا ہے

مکانی ، زمانی اور اجتماعی عیدوں پر مکمل بحث نیز ان عیدوں پر

بحث جو اسلامی عہد میں ظہور پزیر ہوئیں ان کی تفصیل شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کی اقتضاء الصراط المستقیم میں موجود ہے۔

عرب اپنی عیدوں اور میلوں میں کیا کیا کرتے تھے

[۳۶۷] عرب اپنی جشنوں اور میلوں میں بہترین کپڑوں ، فاخرہ لباس ، قیمتی دو شالوں اور جوسما چادروں کو زیب تن کیا کرتے تھے ، گھوڑ سوار ، گھوڑوں پر سوار ہو کر دوڑ لگایا کرتے ، سحی جؤا کھیلا کرتے ، بچے مخصوص قسم کے کھیل کھیلا کرتے ، جن کا مفصل ذکر قاموس کے مصنف نے کیا ہے۔ وہ دفیں اور باجے وغیرہ بجاتے۔ رجز کے اشعار اور دیگر وہ اشعار گاتے جو انھوں نے جشنوں کے بارے میں کہے ہوتے مثلاً اشعار کی جنگ۔ ان کے ہاں سب سے مقدم فن فنِ شعر گوئی تھا جس میں اپنے کلام کو مساوی اجزا سے مرکب کرتے جن میں متحرک اور ساکن حروف کی تعداد میں خاص مناسبت رکھی ہوتی اور ان اجزا میں بات واضح طور پر ادا کی جاتی ، اس طرح کہ ہر جزو معنٰی کے ادا کرنے میں مستقل ہوتا اور اس کا انحصار کسی دوسرے پر نہ ہوتا۔ اور وہ اس کا نام بیت رکھتے۔ چنانچہ یہ اول تو تجربے کے اعتبار سے طبیعت کے موافق ہوتا ہے پھر اس اعتبار سے کہ اجزا میں ابتدا اور انتہا کی رُو سے تناسب پایا جاتا ہے ، پھر اس لیے کہ معنیٔ مقصود ادا ہو گیا ہے اور الفاظ و معانی میں مطابقت پائی گئی ہے لہٰذا انھیں اس فن سے دلبستگی ہو گئی اور یہ فن اس بلند مرتبے کی وجہ سے جو کسی اور فن کو حاصل نہیں امتیازی حیثیت حاصل کر گیا کیونکہ اس قسم کا تناسب بالخصوص اسی فن میں پایا جاتا ہے۔ چنانچہ عربوں نے فن شعر کو اپنے واقعات ، دانائی کی باتوں اور شرف کے لیے دیوان بنا لیا۔ نیز صحیح معانی کے ادا کرنے اور اسلوب کو عمدہ بنانے میں انھوں نے اسے اپنی طبیعتوں کے لیے کسوٹی مقرر کر دیا اور اس پر بدستور چلتے آئے۔ یہ تناسب جو اجزا اور متحرک اور ساکن حروف کی وجہ سے ظہور میں آتا ہے تناسب اصوات کے سمندر میں محض ایک قطرے کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ موسیقی

کی کتابوں میں واضح کیا گیا ہے مگر انھیں اس فن کے سوا کسی اور فن کا شعور نہ ہو سکا کیونکہ اس زمانے میں ان کو نہ تو کسی علم کے ساتھ کوئی سبب تھی اور نہ ہی انھیں کسی صناعت کا علم تھا ۔ لوگوں کا اکثر و بیشتر طریق (حیات) بدوی تھا ۔ اس کے بعد حُدی[۱] خوانوں نے اونٹوں کے لیے حُدی خوانی شروع کر دی اور نوجوانوں نے اپنی خلوت کی محفلوں میں حُدی گائی اور آواز میں ترنم پیدا کیا ۔ بدویت اور جاہلیت کے دور تک ان کا یہی حال رہا ۔ جب اسلام آیا تو عرب دنیا کے ملکوں پر قابض ہو گئے ۔ انھوں نے ایرانیوں کے ملک کو اپنی لسٹ میں لے لیا اور ان پر غالب آ گئے ۔ تجھے معلوم ہے کہ پہلے وہ جس بدویت اور ذلت کی حالت میں رہتے تھے اس کے مقابلے میں دین کی فارغ البالی اور اس کا کاہلی اور بیکاری سے بڑی شدت کے ساتھ منع کرنا اور ان چیزوں کو جن کا نہ دین میں کوئی فائدہ ہو نہ معاش میں ترک کر دینے کا حکم دینا جب ان کے پیش نظر ہؤا تو انھوں نے اس فن کو کسی قدر چھوڑ دیا ۔ ان کے [۳٦۸] نزدیک لذت اسی میں تھی کہ قرآن کو لَے کے ساتھ پڑھا جائے اور شعر کو ترنم سے گایا جائے ۔ یہ ان کی ایک طرح سے عادت بن چکی تھی ۔ مگر جب ناز و نعمت کی زندگی آ گئی اور دیگر اقوام کے ان غنیمت کے مالوں کی وجہ سے جو انھیں حاصل ہوئے ان میں آرام طلبی نے دخل پا لیا تو انھوں نے آرام کی زندگی ، ناز و نعمت اور فارغ البالی کی لذّت کو اختیار کر لیا چنانچہ ایرانی اور رومی مُغنّنی اپنے ملکوں کو خیرباد کہہ کر حجاز آ گئے اور عربوں کے موالی بن گئے ۔ یہ لوگ ستار ، طنبورہ ،

---

۱ ۔ مُضر بن نزار بن معد نے سب سے پہلے حُدی خوانی کا طریقہ جاری کیا ۔ اس کا سبب یہ ہؤا کہ یہ اونٹ پر سے گر پڑا اور اس کے ہاتھ کی ہڈی کا جوڑ ہل گیا ۔ مُضر کی آواز نہایت سُریلی تھی ۔ یہ اونٹوں کے پیچھے پیچھے وا یدَاہ وایداہ گاتا گیا ۔ اس پر اونٹ تیز چلنے لگ گئے اور ان کی تکان جاتی رہی ۔ عربوں کے یہاں یہ حُدی کی ابتدا تھی (الروض الانف : ۱ : ٦۰)

سارنگی اور بانسری بجایا کرتے تھے ، عربوں نے ان کی آوازوں کے زیر و بم کو سنا اور اپنے اشعار کو ان کے طرز پر گانے لگے ۔ مدینے میں نشیط فارسی ، طُوَیس (م ۹۲ھ) اور [1] سائب خاثر مولی عبیداللہ بن جعفر نمودار ہوئے ۔ انھوں نے عربوں کے اشعار کو سن کر ان میں دُھنیں پیدا کیں ، انھیں نکھارا اور اس ضمن میں خوب شہرت حاصل کی ۔ اس کے بعد اُن سے معبد ، اور اس کے طبقے کے لوگوں نے اور پھر ابن سُرَیج وغیرہ نے یہ فن سیکھا ۔ اب فن موسیقی بتدریج ترقی کرنے لگا تاآنکہ بنی عباس کے عہد میں ابراہیم بن مہدی (م ۲۲۴ھ) ، ابراہیم موصلی (م ۱۸۷ھ) ، اس کے بیٹے اسحٰق (م ۲۳۵ھ) اور اس کے بیٹے حمّاد کے ہاں اس فن کی تکمیل ہوئی ۔ ان کے عہد حکومت میں بغداد کے اندر فن موسیقی کا اس قدر رواج ہو گیا کہ نوجوانوں نے اس فن کا اور مجالس غناء کا مدت مدید تک پیچھا کیا ، وہ لہو و لعب میں غرق ہو گئے ، رقص کے آلات تیار کر لیے ، (مخصوص) لباس پہن کر اور کمانیں (ہاتھ میں لے کر) ان اشعار پر گایا جانے لگا ۔ اس چیز کو بذات خود ایک علٰحدہ صنف بنا دیا گیا ۔ اسی طرح دیگر آلات رقص بھی تیار کیے گئے جنھیں کُرَّج (ٹاٹو یا گھوڑا) کہا جاتا ہے ۔

یہ لکڑی کے بنے ہوئے گھوڑوں کے مجسمے تھے جن پر زین ڈال دی جاتی تھی اور انھیں ان قباؤں کے ساتھ لٹکا دیا جاتا جنھیں زیب تن کرکے عورتیں گھوڑ سواروں کی نقل اتارتی ہیں ۔ اس کے بعد وہ حملہ کرتے ، بھاگتے اور ہتھیاروں سے کھیلتے ، اسی قسم کی دیگر لہو و لعب کی باتیں خودعوتوں ، بیاہ شادیوں ، عید کے ایام اور فراغت اور تماشے کی مجلسوں کے لیے تیار کی جاتیں ، یہ تمام باتیں بغداد اور عراق کے شہروں میں بکثرت ہونے لگیں ، وہاں سے دوسرے شہروں میں بھی پھیل گئیں ۔

---

۱ - بلوغ الارب میں سائب و حائر لکھا ہے ، مقدمہ ابن خلدون میں سائب بن جابر مرقوم ہے مگر یہ غلط ہیں ۔ درست سائب خاثر ہے جیسا کہ اوپر درج کیا گیا ہے ۔

اہل موصل کا ایک لڑکا تھا جس کا نام [۱]زریاب تھا اس نے بغدادیوں سے گانا سیکھا اور اس میں مزید خوبی پیدا کی ۔ بغدادیوں نے غیرت اور حسد کی وجہ سے اسے مغرب کی طرف بھیج دیا ۔ وہ جا کے امیر اندلس [۲]الحکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل کی خدمت میں حاضر ہو گیا ۔ اس نے اس کی حد سے زیادہ تعظیم کی ، خود سوار ہو کر اس کے استقبال کے لیے نکلا ، اسے [۳]قیمتی انعامات دیے ، جاگیریں بخشیں ، وظیفے مقرر کر دیے اور اسے بزم حکومت و مجلس ندما میں اعلیٰ مرتبہ عطا کیا ۔ اس نے اندلس میں موسیقی کی صنعت کو اس قدر فروغ دیا کہ یہاں کے لوگ طوائف الملوکی کے عہد تک اسے ایک دوسرے سے حاصل کرتے چلے گئے ۔ اشبیلیہ میں تو یہ فن ایک بحر متّواج کی طغیانی سی گیا ۔ یہاں کی فارغ البالی کے ختم ہو جانے کے بعد یہ فن افریقہ کے ساحل اور اہل مغرب کے

---

۱ ۔ زریاب اسحاق موصلی کا شاگرد تھا ۔

۲ ۔ الحکم بن ہشام بن عبدالرحمٰن الداخل ۔ بلوغ الارب اور مقدمہ ابن خلدون میں اسی طرح لکھا ہے ۔ الوسی نے چونکہ یہ تمام عبارت مقدمہ ابن خلدون سے لی ہے اس لیے جو غلطی وہاں تھی یہاں بھی موجود ہے ۔ میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ الوسی نے عبارات کو محض نقل کرنے پر زور صرف کیا ہے ان کی تصحیح کی طرف نہ دھیان دیا ہے اور نہ مفہوم سمجھا ہے ۔ یہ بھی احساس نہیں کیا کہ عبارت غلط ہے ۔ عبدالرحمٰن الداخل ۱۳۸ھ میں داخل ہوا اور باسٹھ برس کی عمر میں ۱۷۲ھ میں مرا ۔ اس نے کل چونتیس سال حکومت کی ۔ زریاب اسحاق موصلی کا شاگرد تھا ، اسحاق نے ۲۳۵ھ میں وفات پائی ۔ لہٰذا یہاں پر عبدالرحمٰن الداخل مراد نہیں لیا جا سکتا ۔ یہاں پر عبدالرحمٰن بن الحکم بن ہشام ابن الداخل ہونا چاہیے ۔ ابن الداخل نے بتیس سال حکومت کی اور ساٹھ سال سے اوپر عمر پائی اور ۲۳۸ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات : ۲ : ۹۰)

۳ ۔ بلوغ الارب میں ” اثنی “ لکھا ہے اسے اَسنٰی پڑھیں

پاس چلا گیا اور وہاں کے شہروں میں پھیل گیا[۱] - فن موسیقی ایک ایسی صنعت ہے جو آباد ملکوں میں سب سے آخر میں پہنچتی ہے اس لیے کہ یہ کمالی صنعت ہے جو فراغت اور مسرت (کی گھڑیوں) کے سوا کسی کام کی نہیں ، جب آبادی (کی چہل پہل) منقطع ہو جائے یا اس میں خلل و زوال در آئے تو یہ فن خود بخود ختم ہو جاتا ہے -

عربوں کی حدی خوانی ، موسیقی اور حمد و مناجات

تَغَنَّ بِالشِّعْرِ اِنْ مَا کُنْتَ قَائِلَهٗ
اِنَّ الغِنَاءَ لِهٰذَا الشِّعْرِ مِضْمَارٌ

اگر تو شعر کہتا ہے تو اسے گا کر پڑھ کیونکہ غنا اس شعر کے لیے جولاں گاہ کا کام دیتا ہے

جب کوئی شخص کسی مرد یا عورت کے متعلق شعر کہے تو کہتے ہیں فُلَانٌ یَتَغَنّٰی بِفُلَانٍ اوفُلَانۃٍ - ذوالرمہ[۲] کہتا ہے

۱ - آلوسی نے نقل کرتے ہوئے ایک جملہ درمیان میں سے چھوڑ دیا ہے : مقدمہ ابن خلدون میں اس کے بعد یہ جملہ لکھا ہے : وبھا الآن منھا صُبَابَۃٌ علی تراجع عمرا نھاو تناقص دُوَلِھا - (باوجود اس کے کہ سلطنت جاتی رہی ہے اور آبادی کم ہو گئی ہے پھر بھی وہاں موسیقی کا تھوڑا سا حصہ باقی ہے) -

۲ - ذوالرمہ : لقب ہے - یہ لقب اس کے ان اشعار سے پڑا :

لَمْ یَبْقَ غَیْرُ مُثَّلٍ رُکُودٍ
وَغَیْرُ مَرْضُوخِ القَفَا مَوْتُودٍ
اَشْعَثَ بَاقِی رُمَّۃِ التَّقْلِیدِ

بعض کہتے ہیں کہ یہ لقب اس کی محبوبہ مَیّ بنت عاصم نے دیا تھا - مَیّ کی کنیت ام نوراء تھی - ذوالرمہ کا اصلی نام غیلان بن عُقبہ ہے - ابوالحارث کنیت - اسلامی عہد کا شاعر ہے -

أحِبُّ الْمَكَانَ الْقَفْرَ مِنْ أَجْلِ أَنَّنِي
بِهِ اتَغَنّٰى بِاسْمِهَا غَيْرَ مُعْجَمِ

میں ویران جگہ کو اس لیے پسند کرتا ہوں کہ وہاں اپنی محبوبہ کا نام لے کر وضاحت کے ساتھ شعر کہہ سکتا ہوں

اسی طرح حَدَا بہ کا محاورہ ہے جس کے معنی ہیں کہ فلاں نے فلاں کے متعلق شعر کہے ۔ مَرّار اسدی کہتا ہے

[1]وَلَوْ أَنِّي حَدَوْتُ بِهِ ارْفَأَدَّتْ
نَعَامَتُهُ وَأَبْصَرَ مَا يَقُولُ

اگر میں اس کے متعلق شعر کہہ ڈالتا تو اس کی جہالت مدھم پڑ جاتی اور جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اسے سمجھ جاتا

عربوں کے ہاں غناء کی تین قسمیں ہیں : نصب ، سناد ، اور ہزج

نصب : نصب سواروں اور بہادروں کا گانا ہے ۔ اسحاق بن ابراہیم موصلی کہتا ہے: یہ غنا وہی ہے جسے مراثی کہا جاتا ہے اور اسی کو غناء جنّابی بھی کہا جاتا ہے ۔ اسے بنی کلب کے ایک آدمی جس کا نام جناب بن عبداللہ بن ہبل تھا گھڑا تھا لہٰذا اسی کی طرف منسوب ہوگیا اور ہر قسم کی حدی کی اصل یہی ہے ۔ یہ غناء علم عروض میں بحر طویل سے نکلتا ہے

سناد : سناد غناء ہے جو ثقیل ہو اور مختلف سروں والا ، اس میں کئی نغمے ہوں اور آواز کو کئی بار بلند کیا جاتا ہو ، یہ چھ طرح کا ہوتا ہے۔ جس کا اول[1] حصہ ثقیل ہو ۔ اول[2] حصہ خفیف ہو۔ ثانی[3] ثقیل ہو ۔ ثانی[4] خفیف ہو اور رمل[5] اور خفیف[6]

هزج : ایسا خفیف جس پر رقص کیا جاتا ہو جس کے ساتھ دف اور

۱۔ لسان العرب میں یہ شعر یوں دیا ہے :
وَلَوْ أَنِّي حَدَوْتُ بِهِ ارْفَأَنَّتْ
نَعَامَتُهُ وَ أَبْغَضَ مَا أَقُولُ

باجے لے کر چلا جائے وہ ہزج ہے۔ یہ طرب اور نشاط آور ہوتا ہے۔
اسحٰق کہتا ہے کہ عربوں کا یہی گانا تھا تا آنکہ اسلام آ گیا ۔ پھر عراق کے فتح ہونے سے عراق اور روم سے رقیق قسم کا غناء داخل کیا گیا چنانچہ عربوں نے مجرءً گایا جو فارسیت اور رومیت کے امتزاج سے بنتا ہے۔ یہ تمام راگ ستار ، طنبورہ ، سارنگی اور بانسری کے ساتھ گائے جاتے تھے۔

جاحظ کہتا ہے : عرب موزوں الحانوں کے ٹکڑے ٹکڑے کرتے ہیں مگر عجمی ان کو حروف لمبا کرتے ہیں اور انھیں سکیڑتے ہیں ، پھر پھیلا دیتے ہیں ، تا آنکہ وزن میں راگ پیدا ہو جائے تب جا کر وہ موزوں کو غیر موزوں پر رکھ دیتے ہیں

کہا جاتا ہے کہ پہلا شخص جس کے بار بار آواز بلند کرنے سے حدی کی دھن نکالی گئی وہ مضر بن نزار بن معد بن عدنان تھا ۔ وہ اونٹ پر سے گر پڑا اور اس کا بازو ٹوٹ گیا ۔ جب اسے اٹھا کر لایا گیا تو وہ وایداہ وایداہ کہ رہا تھا ۔ مضر کی آواز بھی اور جسم بھی نہایت خوبصورت تھا ۔ اونٹوں نے اس کی آواز کو غور سے سنا اور تیز چلنے لگ گئے [۳۷۰] لٰہذا عربوں نے اس کے ہایداہ ہایداہ کہنے کی مثال سامنے رکھ کر اونٹوں کے لیے گانا تیار کیا ۔ اس کا ذکر عبدالکریم نے اپنی کتاب میں کیا ہے ۔

قبیلہ مضر کے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جس شخص نے سب سے پہلے حدی خوانی کی وہ انھی کے قبیلے کا ایک فرد تھا۔ ہؤا یوں کہ ربیع کے موسم میں جب وہ اپنے اونٹوں کے گلے میں تھا اس نے اپنے ایک نوکر کو کوئی کام کہا ۔ نوکر نے دیر کر دی تو اُس نے اسے لاٹھی سے مارا ۔ نوکر نے اونٹوں کے گلے میں دوڑنا اور وایداہ وایداہ کہنا شروع کر دیا ، آقا نے کہا : اسے جاری رکھو اسے جاری رکھو ، لوگوں نے اسی سے حُدٰی کی ابتدا کرلی ۔

ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ لوگوں نے اس بات کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کیا ۔ ایک مرفوع حدیث میں زبیر بن بکار نے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات جب مکے کے

راستے میں غناء کے حدی خوان کو سنا تو آپ اس طرف کو ہو لیے اور ان سے کہا تمھارا باپ مضر اپنے کسی چرواہے کے پاس گیا تو دیکھا کہ اس کے اونٹ منتشر ہو گئے ہیں تو اس نے لاٹھی لے کر نوکر کے ہاتھ پر ماری - نوکر وادی میں دوڑے اور ساتھ ہی وایداہ وایداہ پکارنے لگا - اونٹ اس آواز کو سن کر اس کے پاس واپس چلے آئے - یہ دیکھ کر مضر نے کہا اگر میں اس سے اس قسم کی آواز نکال لوں تو اونٹوں کو اس سے فائدہ ہوگا لہٰذا اس نے حدی نکالی -

تغبیر[1] - تغبیر اللہ کی تسبیح و تہلیل کرنا یا قراءت وغیرہ کو مکرر آواز کے ساتھ پڑھنا ہے - اس کا ذکر ابن درید نے کیا ہے -

ابو اسحاق الزجاج[2] نے بیان کیا ہے کہ مجھ سے ایک رئیس نے دریافت کیا کہ تغبیر کو تغبیر کیوں کہا گیا ہے - میں نے جواب دیا اس لیے کہ یہ غابر یعنی باقی ، مطلب یہ کہ جنت کی نعمتوں اور ان باتوں کی رغبت دلاتا ہے جو آخرت کے لیے کی جائیں - دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ اسے تغبیر اس لیے کہا گیا کہ جو کچھ منہ سے نکلتا ہے وہ بمنزلہ غبار کے ہے - پھر ہم دونوں کے جواب ابوالعباس[3] ثعلب کے سامنے پیش کیے گئے تو انھوں نے میرے جواب کو پسند کیا -

---

۱- لسان العرب میں ہے : غَبَّرَ الرجل : هَلَّلَ و رَدَّدَ صوتہ بالغناء او غیرہ - والمُغَبِّرون قوم یغبّرون بذکرالله تعالی بدعاء وتضرع قال الازهری : وقد سمّوا مایطربون فیہ من الشعر فی ذکرالله تغبیرا کانهم اذاتناشدوا بالالحان طربوافرقصوا وارهجوا فسموا مغبّرہ لهذا المعنی - وقیل : سموا معبرین لتزهیدهم النّاس فی‌الفانیہ و هی الدنیا و ترغیبهم فی الآخرہ الباقیہ

۲- ابواسحٰق ابراہیم بن محمد بن السری الزجاج - ثعلب اور مبرد کا شاگرد تھا . ۳۱۰ھ میں وفات پائی -

۳- ابوالعباس ثعلب : علامہ ادیب احمد بن یحیٰی بن یزید الشیبانی البغدادی - لغت اور عربیت کا شیخ تھا - ۲۹۱ھ میں وفات پائی -

اور جو شخص گانے والے کے ساتھ مل کر آواز نکالتا ہے اسے مُستَالی کہا جاتا ہے - اس لفظ کو غلام۔ ثعلب نے بیان کیا ہے - ولتی۔ توفیق۔ تو اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے -

کھانے اور پینے کے ضمن میں جاہلی عربوں کی عادات کا بیان

یاد رکھیں کہ تمام صحت مند ملکوں کے رہنے والوں کا کھانے، پینے، اٹھنے، بیٹھنے اور دیگر پیشوں اور حالات کے بارے میں خاص خاص آداب کا لحاظ رکھنے پر اتفاق ہے - جب انسان کا مزاج تندرست ہو اور کسی نوع کے افراد کے اجتماع کے وقت اس نوع کے تقاضوں کا ظہور ہو اور لوگ ایک دوسرے سے دکھاوا کرنا چاہتے ہوں تو کھانے کے آداب کا خیال رکھنا انسان کے لیے ایک فطری بات ہوتی ہے - اس بارے میں ان کے کئی طریقے تھے ، بعض لوگ تو ان آداب کو حکمت طبعی کے قانون کے مطابق اختیار کرتے تھے لہٰذا وہ ہر اس چیز کو اختیار کرتے جس کے ساتھ از روئے طب و تجربہ نفع کی امید وابستہ ہوتی تھی اور ضرر کا کوئی ڈر نہ ہوتا تھا - بعض لوگ انہیں اچھائی کے قوانین کے مطابق [۳۷۱] اختیار کرتے جیسے بھی یہ آداب انہیں اپنی ملت سے مل جاتے ، بعض لوگ اپنے بادشاہوں اپنے حکماء اور اپنے راہبوں کی نقالی کرنا چاہتے ہیں ، بعض انہیں کسی اور طریقے پر اختیار کرتے ہیں مگر ان آداب میں جو عربوں کی عادت تھی اس میں سادہ روی پائی جاتی تھی اور وہ عجمیوں کی طرح کھانے پینے میں تکلف سے کام نہ لیتے تھے - اس ضمن میں ان کی عادات اچھی تھیں اور وہ ایسی باتوں سے مالوف ہو گئے تھے جنھیں عقلمند مقبولیت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں - ان میں سے ایک عادت یہ ہے کہ وہ صبح کا کھانا کھانے میں جلدی کرتے تھے - یہ طریقہ ان کے خیال میں بدن کے آرام اور صحت کے لیے زیادہ موزوں تھا - کسی نے ابن هُبَیرہ (م ۱۰٦ھ) سے سویرے کھانے کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب

دیا : اس میں تین خصوصیتیں پائی جاتی ہیں - پہلی یہ کہ یہ پتے کو خشک کرتا ہے ، دوسرے یہ کہ منہ کو خوشبودار کرتا ہے اور تیسرے یہ کہ مروت کا معاون ہے - کسی نے سوال کیا کہ یہ مروت کا کیسے معاون ہے ؟ جواب دیا : جب میں گھر سے صبح کا کھانا کھا کے نکلوں تو کسی کے کھانے پر نگاہ نہ ڈالوں گا -

عرب رات کا کھانا دیر سے کھایا کرتے تھے اس معاملے میں ان کی خواہش یہ ہوتی تھی کہ اگر کوئی مہمان آنے والا ہو تو آ جائے نیز اس لیے کہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے بعد اور چراگاہ سے واپس آنے اور غارت گری سے لوٹنے کے بعد سب کھانے والے جمع ہو جائیں (تو باہم مل کر کھانا کھایا جائے) نیز اس لیے بھی کہ ان کا ملک ایک گرم ملک ہے لہٰذا رات کی ٹھنڈک کی وجہ سے جس قدر گرمی کی شدت کم ہو جائے ، اسی قدر کھانا زیادہ اچھی طرح سے ہضم ہوتا ہے اور کھانے کی بیشتر خواہش پیدا ہوتی ہے مگر سب سے بڑی وجہ تو مہمانوں کی نگہداشت تھی کیونکہ وہ مہمانوں کے بارے میں بڑا اہتمام کیا کرتے تھے جیسا کہ ان کے حالات اور اشعار سے پتا چلتا ہے - کسی نے کہا ہے :

إِنِّيْ إِذَا خَفِيَتْ نَارٌ لِمُرْمِلَةٍ
أُلْفٰى بِأَرْفَعِ تَلٍّ رَافِعاً نَارِيْ

جب نادار لوگوں کی آگ اوجھل ہو جاتی ہے تو اس وقت لوگ دیکھتے ہیں کہ میری آگ بلند ٹیلے پر جل رہی ہوتی ہے

ذَاكَ وَإِنِّيْ عَلٰى جَارِيْ لَذُوْ حَدَبٍ
أَحْنُوْ عَلَيْهِ بِمَا يُحْنٰى عَلَى الْجَارِ

بات اسی طرح ہے - اس کے علاوہ میں اپنے پڑوسی پر مہربان ہوں اور ان چیزوں کے ذریعے اس پر مہربان ہوتا ہوں جن کے ذریعے ایک پڑوسی کو دوسرے پڑوسی پر ہونا چاہیے

المُرْمِلة : وہ لوگ جن کا زاد راہ ختم ہو چکا ہو - رَجُلٌ مُرْمِلٌ : وہ شخص جس کے پاس کچھ نہ ہو یعنی نادار - یہ لفظ رمل سے

نکلا ہے گویا اس کے پاس ریت کے سوا کچھ بھی نہیں ۔ جس طرح جب کوئی شخص محتاج ہو جائے تو کہتے ہیں ۔ تَرِبَ الرجل ۔ اسی طرح جب کسی کا زاد راہ ختم ہو جائے اور وہ محتاج ہو جائے تو کہتے ہیں : اَرْمَلَ الرَّجُلُ اس سے اسم فاعل مُرْمِل ہوگا ، غیر قیاسی طور پر اَرْمَلُ بھی آیا ہے ، اس کی جمع اَرَامِلُ ہے ۔ نیز محاورہ ہے : اَرْمَلَتِ المرأہ ۔ یہ اس عورت کے لیے استعمال ہوتاہے جس کا خاوند نہ ہو کیونکہ اسے ایسے شخص کی ضرورت ہوتی ہے جو اس پر خرچ کرے ۔

[۱] ازہری کہتا ہے کہ عورت کو صرف اس وقت اَرْمَلَۃٌ کہا جائے گا جب وہ محتاج ہو اور اگر وہ مالدار ہو تو اسے ارملہ نہ کہا جائے گا اس کی جمع اَرَامِلُ آتی ہے ۔

[۲۷۳] دل : ٹیلہ : بلند جگہ پر آگ جلانا سخیوں کی عادت تھی تا کہ تاریک رات میں مہمان راہ پا کر ادھر آ جائے۔ شاعر کہتا ہے : جب اور لوگوں کی آگ اوجھل ہو جائے کہ قحط کے زمانے میں جلائی ہی نہ جاتی ہو تو میں ان دنوں میں بھی آگ جلائے رکھتا ہوں تاکہ مہمان میری طرف آنے کا راستہ معلوم کر سکیں ۔ وہ کھانا مانگنے والوں کے لیے اپنی سخاوت اور ہاتھ کی فراخی کا ذکر کرتا ہے ۔

[۲] احوص کہتا ہے :

عَوَّدْتُ قَوْمِيْ إِذَا مَا الضَّيْفُ نَبَّهَنِيْ
عَقْرَ العِشَارِ عَلَى عُسْرِيْ وَ اَيْسَارِيْ

---

۱ ۔ ازہری : ابو منصور محمد بن احمد الازہری مصنف تہذیب اللغۃ ۳۷۰ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ احوص : احوص بن محمد ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کا نام عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عاصم بن ثابت ہے ۔ عاصم انصاری صحابی ہیں جو حَمِيُّ الدبر کے نام سے مشہور ہیں ۔ چنانچہ اس کے متعلق احوص کہتا ہے :

وَأَنَا ابْنُ الَّذِيْ حَمَتْ لَحْمَہ الدَّبْرُ قَتِيلُ اللَّحْيَانِ يَوْمَ الرَّجِيعِ

میں نے اپنی قوم کو اس بات کا عادی بنا رکھا ہے کہ جب کوئی مہمان مجھے اپنے آنے سے آگاہ کرتا ہے تو میں خواہ تنگ دست ہوں خواہ مالدار گابھن اونٹنیوں (تک) کو ذبح کر ڈالتا ہوں۔

تَبَشَّهتی کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ رات کے وقت آ کر مجھے بیدار کرتا ہے۔ عقر یہ ہے کہ اونٹ کی ٹانگوں پر تلوار سے مارا جائے۔ عقر کا لفظ ٹانگوں کے علاوہ کسی اور (حصۂ بدن) کو مارنے کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔ بعض اوقات عقر کا لفظ ذبح کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ عشار عشراء کی جمع ہے اور عشراء اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس کے حمل کو دس ماہ ہو چکے ہوں۔ عربوں کے نزدیک یہ نہایت عزیز جانور ہوتا ہے لہٰذا مہمان کے لیے ایسے جانور کا ذبح کرنا انتہائی درجے کی سخاوت ہے اور خود مہمان کے لیے انتہائی درجے کی عزت۔ اس کا کہنا: علی عسری و ایساری اس کا مطلب یہ ہے کہ میں ہر حالت میں اونٹ ذبح کرتا ہوں خواہ تنگ دست ہوں خواہ مالدار۔ اونٹنیوں کے ذبح کرنے میں آگ کا جلانا بھی آ جاتا ہے اور اس سے اس امر کا پتا چل جاتا ہے کہ گویا وہ کہہ رہا ہے کہ میں نے اپنی قوم کو عادی بنا رکھا ہے کہ میں رات کے وقت آنے والے کے لیے آگ جلاتا ہوں۔ حُرَیث بن عَتّاب طائی کہتا ہے:

عَوَی ثُمَّ نَادَی هَلْ أَحَسَّتُمْ قَلَائِصاً
وُسِمْنَ عَلَی الْأَفْخَاذِ بِالْأَمْسِ أَرْبَعَا

وہ بھونکا اور اس نے پکار کر کہا کیا تم نے ان چار اونٹنیوں کو دیکھا ہے جنھیں کل رانوں پر داغ لگائے گئے تھے

غُلَامٌ قُلَیْشِعِیٌّ یَتحُفُ سِبتًا لَہُ
وَلِحَشْیہِ طَارَتْ شَعَاعاً مُقَتَّرَعَا[۱]

۱۔ محمد بہجہ اثری نے مقرّع کے معنی ”مقتول“ یعنی بٹی ہوئی کے

باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۴ پر

وہ ایک ایسا غلام ہے جو اپنی مونچھوں کو کاٹ ڈالتا ہے اور اس کی داڑھی کے مختلف ٹکڑے ادھر اُدھر بکھرے ہوئے ہیں

غُلَامٌ أَصَابَتْهُ السُّبُوحُ فَلَمْ يَتَجِدْ
اِسْمَارَيْشَ حَبَشٍ وَالشَّهَبَاءُ أَجْمَعَا

یہ ایک ایسا نوجوان تھا جو لوگوں کے شور مچانے کی وجہ سے راستہ گم کر چکا تھا اور اسے تمام حبشی اور ہباء کے درمیان

أَتَانَا سِوَانَا ۲فَاسْتَمَانَا فَلَاتَرَى
أَحَدًا دَلَجٍ أَهْدَى سَبْلٍ وَأَسْمَعَا

صفحہ ۲۰۳ کا بقیہ حاشیہ

نے ہیں اور دوسرے مصراع کے یوں معنی کیے ہیں : اس کی داڑھی بڑا اور اولوں کی وجہ سے بکھری ہوئی اور بتیوں کی طرح نئی ہوئی ہے ۔ دراصل قرع کے معنی ہیں " کچھ بال کاٹنا اور کچھ نہ کاٹنا " قرع کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ بچے کے سر کے بال کچھ تو مونڈے جائیں اور کچھ نہ مونڈے جائیں ۔ شریعت نے اس سے منع کیا ہے ۔ پھر ہونے ہونے ہر بکھری ہوئی اور ٹکڑے ٹکڑے چیز کو کہا جانے لگا ۔ اور رجل مُقَرَّعٌ اسے کہتے ہیں جس کے سر کے بال کم ہوں اور بکھرے ہوئے ہوں ، صرف چند بال دکھائی دیتے ہوں اور وہ بھی بکھرے ہوئے ہوں اور ہوا کے ساتھ اڑتے ہوں ۔ یہاں یہی معنی داڑھی کے لیے استعمال ہوئے ہیں ۔

۱ ۔ لسان العرب میں ہبا کی بجائے لہ تحریر ہے اور وہی درست ہے ۔ ملاحظہ ہو لسان مادہ سمہی ۔

۲ ۔ محمد نعجہ اثری نے اسمانا کے معنی تصیدنا کیے ہیں مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے یہاں اسمی کے معنی ہیں " شکاری کا شکار کے وجود کو متعین کرکے اس کی تلاش میں جانا " لسان العرب

باقی حاشیہ صفحہ ۲۰۵ پر

ہمارے سوا کوئی اور لوگ نہ ملے لٰہذا اس نے غور سے دیکھ کر ہمیں پہچان لیا اور نو کسی شخص کو جو رات کے آخری حصے میں حل رہا ہو اُس سے زیادہ راہ پانے والا اور سننے والا نہ پائے گا

فَقُلْتُ أَجِيرًا[1] نَاقَةَ الضَّيْفِ إِنَّنِي
جَدِيرٌ بِأَنْ يُلْفَى إِنَائِيَ مُتْرَعَا

پھر میں نے کہا مہمان کی اونٹنی کی مہار چھوڑ دو تاکہ وہ آسودگی سے چر سکے کیونکہ میں اس بات کا مستحق ہوں کہ میرا برتن بھرا ہؤا پایا جائے

فَمَا[2] بَرِحَتْ سَجْوَاءَ حَتَّى كَأَنَّمَا
تُغَادِرُ بِالزِّيزَاءِ بُرْساً مُقَطَّعَا

صفحہ ۲۰۴ کا بقیہ حاشیہ

میں ہے : الصائد یسموا لوَحْشَ ويسميها : تَتَعَيَّشُ شُخُوصَهَا ويَطْلُبُهَا اگرچہ لسان العرب میں اس شعر میں اسمی بمعنی تصید لکھے ہیں مگر مجھے اس سے اختلاف ہے ۔ مزید برآں اس شعر میں میں نے " فلا یری " لکھا ہے اور یہ لسان العرب کی روایت ہے ۔ بلوغ الارب میں فَلَمْ يَرَى ہے ، حالانکہ لم کے آنے سے آخر میں " ی " نہیں ہونی چاہیے ۔

۱ ۔ أجيرًا : يقال أجَرَّه : ترک الجرير علی عنقه و الجرير حبل مفتول من أدم يكون في اعناق الابل ۔ بلوغ الارب میں تلقی تاء اور واؤ کے ساتھ درج ہے اسے یاں یُلفیٰ پڑھیں ۔

۲ ۔ شرح امالی (صفحہ ۲۰۶) میں سَجْوَاءُ (ہمزہ پر ضمہ) دیا ہے اسے سَجْوَاءَ پڑھیں ۔ مزید برآں وہاں تُغَادِرُ کی جگہ تُسَاقِطُ لکھا ہے ۔ سجواء : وہ اونٹنی جو دودھ دوہنے وقت اطمینان و سکون سے کھڑی رہے ۔ برس (باء پر پیش اور زبر دونوں طرح پڑھا جاتا ہے) ، رُوئی

[۳۷۳] جب تک اس کا دودھ دوہا جاتا رہا یہ اطمینان سے کھڑی رہی (اور دودھ کی جھاگ کی وجہ سے) یوں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ سب میں تر روٹی کے ٹکڑے چھوڑ رہی ہے

۱ کَیلا وَبَارِیتُها تُفْصِلُ الکَتَفُ بِصَفَتَه
کَجِلدِ الحُبَارٰی رِیشُهُ قَد تَنَزَّعَا

اس اونٹنی کے دونوں اگلے تھن ایسے تڑے تھے کہ پچھلی اس کے آدھے حصے کو چھوڑ دیتی تھی (اور وہ تھن یوں معلوم ہوتا تھا) جیسے ٹڈی کی کھال سے پر اڑ گئے ہوں

۲ دَفَعتُ إِلَیهِ رِسلَ کَومَاءَ جَلْدَهٍ
وأَغْضَیتُ عَنهُ الطَّرْفَ حَتّٰی تَضَلَّعَا

میں نے اسے بڑی کوہان والی طاقتور اونٹنی کا دودھ دیا اور اپنی آنکھیں اس سے ہٹا لیں تاآنکہ وہ خوب سیر ہو گیا

إذَا قَالَ : قَطْنِی قُلْتُ آلَیتُ حِلْفَةً
لَتُغْنِیَ عَنِّی ذَا إِنَاءِکَ أَجْمَعَا

جب وہ کہتا ہے : بس کافی ہے تو میں کہتا ہوں کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ تو ضرور اس برتن کا سارا دودھ پیے گا

---

۱ - بلوغ الارب میں یفصل مکتوب ہے اسے تفضل پڑھیں - لسان العرب (مادہ ذبح اور فصل) میں کجلد بجائے کجلد لکھا ہے اور یہی بہتر روایت ہے - مشہور ہے کہ ٹڈی کے پر جھڑ جانے کے بعد پھر دیر سے اگتے ہیں - أَفْضَلَ فُلاَنٌ من الطعام وغیرہ اذا ترک شیئاً منہ والفادسان و الفادمان االخیلفان المتقدمان من اخلاف الناقه و انما یقال فادقان لکل ما کان لہ آخران

۲ - ناقہ جلدہ : سیدرار عن ثعلب و المعروف انها الصلبه الشدیدۃ - و اعضی عنہ طرفہ : سَدَّہٗ او صَدَّہٗ

۳ - محاورہ ہے : أَغْنِ عَنِّک ای کُفَّاك

یُدَافِعُ حَیزُومَیهِ سُخنُ صَرِیحِہَا
وَحَلقاً تَرَاہُ لِلثُّمَالَۃِ مُقنِعَا

اس اونٹنی کے دودھ کی گرمائش اس کے سینے کی دونوں جانبوں سے مزاحمت کر رہی ہے اور اس حلق سے مزاحمت کر رہی ہے جسے جھاگ کی وجہ سے تو اوپر کو اٹھا ہؤا پاتا ہے

[1] إِذَا غَمَّ خِرشَاءُ الثُّمَالَۃِ أَنفَہُ
تَقَاصَرَ مِنہَا لِلصَّرِیحِ وَأَقنَعَا

---

۱ - اس شعر کے کہنے والے کے بارے میں بڑا اختلاف پایا جاتا ہے ۔ امالی (۱ : ۱۸ ، ۱۹) میں یہ شعر مُزَرِّد بن ضرار کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔ شرح امالی (صفحہ ۸۳) میں ہے :

قال أحد هجاة الضیفان قال یذکر ضیفا ضافہ :

حَلَبنَا لَہُ مِن أَربَعٍ کُنَّ عِندَنَا
ثَلاثاً وَ غُزرٰی لِقحَتَیِ أُمَّ أَصمَعَا
فَلَمَّا رَأَینَا ذَاکَ لَم یُغنِ نَقرَۃً
صَبَبنَا لہ ذا وَطبِ عَوبَسَ أَجمَعَا
إِذَا مَسَّ خِرشَاءُ الثُّمَالَۃَ أَنفَہُ
ثَنَی مِشفَرَیہِ لِلصَّرِیحِ فَاَقنَعَا

لسان العرب میں بھی (ما د ہ ق م ع) تقاصر منہا کی بجائے ثنی مشفریہ ہی لکھا ہے ۔ بلوغ الارب میں عم عین مہملہ کے ساتھ تحریر ہے اسے غَمَّ غین معجمہ کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ لسان العرب (ما د ہ ق م ع) میں مرقوم ہے ۔ لسان العرب (ما د ہ ث م ل) میں غَمَّ کی بجائے مَسَّ دیا ہے ۔ غَمَّ الشئی یَغُمُّہُ : عَلاہُ : قَصَرَ عن الامر یقصُرُ قصوراً و اقصر و قَصَّرَ و تَقَاصَرَ کُلّہ : انتھی...وقیل لقاصر ھا من القِصَرِ ای قَصُرَ عُنُقُہُ عَنہَا قمع ما فی الاناء و اقتمعہ سربہ و اخذہ و یقال خذ ھذا فاقمعہ فی فیہ و القَمعُ و الاِ قمَاعُ : ان یَمُرَّ الشَرَابُ فی الحلق مراً بغیر جَرعٍ۔

جب جھاگ کی جھلی اس کی ناک کو ڈھانپ لیتی ہے تو یہ خالص
دودھ کے لیے پیچھے ہٹ جاتا ہے اور پھر سب پی جاتا ہے

ان اشعار کی تشریح لمبی ہے ۔ شاعر کا مقصد یہ ہے کہ اس لڑکے کی چار اونٹنیاں بھاگ گئیں ۔ وہ ان کی تلاش میں نکلا یہاں تک کہ رات تاریک ہو گئی اور وہ راستے سے بھٹک گیا پھر بھونکا اور کتے اس کی آواز سن کر بھونکے ۔ کتوں کے بھونکنے سے اسے ہماری طرف آنے کے راستے کا پتا چل گیا اور اس نے اپنی اونٹنیوں کے متعلق دریافت کیا ۔

عربوں کا خیال ہے کہ جب کوئی شخص رات کے وقت سفر کر رہا ہو اور چلتے چلتے اندھیرا ہو جائے اور اسے راستے کا پتا چل نہ سکے اور اسے یہ بھی معلوم نہ ہو کہ لوگ کہاں اترے ہوئے ہیں تو وہ اپنا چہرہ زمین [۳۷۳] پر رکھ کر کتے کی طرح بھونکتا ہے تاکہ اگر قبیلہ قریب ہی ہو تو کتے اس کی آواز سن کر اس کا جواب دیں اور وہ ان گھروں کی طرف چلا آئے ۔ فرزدق کہتا ہے :

وَدَاعٍ بِلَحْنِ الكَلْبِ يَدْعُو وَ دُونَهُ
مِنَ اللَّيْلِ سِجْفَا ظُلْمَةٍ وَ غُيُومُهَا

کتے کی آواز میں پکارنے والوں میں کوئی پکارتا ہے درآنحالیکہ اس کے سامنے رات کی تاریکی کے دو پردے اور ابر چھائے ہوتے ہیں

دَعَـا وَهُوَ يَرْجُو أَنْ يُنَبِّهَ إِذْ دَعَـا
فَتًى مِثْلَ ابْنِ لَيْلَى حِينَ غَارَتْ نُجُومُهَا

اس نے اس امید سے پکارا کہ جب وہ پکارے گا تو باوجود اس کے کہ رات کے سارے غروب ہو چکے ہیں وہ ابن لیلٰی یعنی فرزدق جیسے سخی کو بیدار کر دے گا

بَعَثْتُ لَهُ دَهْمَاءَ لَيْسَتْ بِلِقْحَةٍ
تَدُرُّ إِذَا مَا هَبَّ نَحْسًا عَقِيمُهَا

میں نے اس کی خاطر ایک سیاہ رنگ کی ہنڈیا کو اٹھا کر چولھے پر

رکھ دیا - یہ ہنڈیا در حقیقت دودھ دینے والی اونٹنی نہ تھی مگر جب بانجھ اور ٹھنڈی (قحط سالی کی) ہوائیں چلیں تو یہ دودھ دیتی ہے

[۱] ابن ہرمہ نے کیا خوب کہا ہے :

وَمُسْتَنْبِحٍ يَسْتَكْشِطُ الرِّيحُ ثَوْبَهُ
لِيَسْقُطَ عَنْهُ وَهْوَ بِالثَّوْبِ مُعْتَصِمُ

کتے کی طرح بھونکنے والوں میں سے ایک تھا جس کے کپڑوں کو ہوا اتار کر پھینک رہی تھی تاکہ وہ اس کے بدن سے گر جائیں اور وہ کپڑے کو مضبوط پکڑے ہوئے تھا

عَوَى فِي سَوَادِ اللَّيْلِ بَعْدَ اعْتِسَافِهِ
لِيَنْبَحَ كَلْبٌ أَوْ لِيَفْزَعَ نُوَّمُ

رات کی تاریکی میں راستہ بھٹک جانے کے بعد بھونکا تاکہ کوئی بھونکے یا کوئی سویا ہوا جاگ اٹھے

فَجَاوَبَهُ مُسْتَسْمِعُ الصَّوْتِ لِلْقِرَى
لَهُ مَعَ إِتْيَانِ الْمُهِبِّينَ [۳] مَطْعَمُ

۱- ابن ہرمہ : سیرہ ابن ھشام (علی ھامش الروض : ۱ : ۱۹۹) میں اس کا نام ابراہیم بن عبداللہ لکھا ہے مگر سہیلی (حوالہ مذکور) نے ابراہیم بن علی بن ہرمہ لکھا ہے - یہ خلج قریش میں سے تھا اور خلج کا اصلی نام قیس بن الحارث بن فہر ہے۔ ان کا خلج نام پڑنے کی وجہ کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے یہ متقدمین میں سے ہے اور اس نے بنو امیہ اور بنو عباس دونوں کا زمانہ پایا (شرح امالی : ۳۹۸ اور الروض الانف : ۱ : ۱۹۹) یہ اشعار شرح امالی صفحہ ۵۰۰ پر دیے ہیں -

۲- فَزِع من نومه : هَبَّ

۳- بلوغ الارب میں المحبین چھپا ہے اسے المُهِبِّيْنَ پڑھیں -

آواز کو غور سے سننے والے (کتے) نے اپنے مہمان کی طرف آنے کو کہا کیونکہ ان مہمانوں کے آنے سے جو سوئے ہوؤں کو بیدار کرتے ہیں اسے بھی کھانا مل جاتا ہے

يَكَادُ إِذَا مَا أَبْصَرَ الضَّيْفَ مُقْبِلاً
يُكَلِّمُهُ مِنْ حُبِّهِ وَهْوَ أَعْجَمُ

یہ کتا جب کسی مہمان کو آتے دیکھ لیتا ہے تو اس مہمان کی محبت کی وجہ سے یوں معلوم ہوتا ہے جیسے اس سے کلام کرنے کو ہے حالانکہ یہ بے زبان ہے

کہا جاتا ہے فزع[1] لفلان جب تو اس کی فریاد رسی کرے اور مُسھبِتُون وہ لوگ جو اسے اور اس کے گھر والوں کو بیدار کریں یعنی مہمان ۔ اس لیے کہ ان مہمانوں کے ساتھ کھانا اس لیے ملا کہ میزبان مہمانوں کے لیے جانور ذبح کرتا ہے جس میں سے اسے بھی حصہ مل جاتا ہے اور یکلمہ من حبہ الخ سے مراد کتے کا دم ہلانا ہے ۔ اسی قسم کا ابن ہرمہ کا یہ شعر ہے

وَإِذَا أَتَانَا طَارِقٌ مُتَنَوِّرٌ
نَبَحَتْ فَدَلَّتْهُ عَلَيَّ كِلَابِي

جب کوئی رات کے وقت آنے والا آگ کو دیکھنے والا ہماری طرف آتا ہے تو میرے کتے بھونک کر اسے میرا پتا دے دیتے ہیں

وَفَرِحْنَ إِذْ أَبْصَرْنَهُ يَسْتَشْرِفْنَهُ
مِنْ أُنْسِهَا بِتَشَرُّرِ الْأَذْنَابِ

اور جب یہ کتے اسے دیکھ لیتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور اسے مانوس کرنے کے لیے اپنی دموں کے سرے سے مارتے ہیں ۔ جب کتا دم مارے

۱۔ الوسی نے غلط سمجھا ہے کیونکہ یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے صحیح فَزَعَ من نومہ ۔ هَبَّ (نیند سے بیدار ہونا) ہے

اور اس کی وجہ سے اسے حرکت دے دو کہتے ہیں شترٌ شترّ الکلب؁

رہا اخطل کا یہ شعر

دَعَانِي بِصَوتَيَّ وَاحِدٍ فَاَجَابَهُ
مُنَادٍ بِلَا صَوْتٍ وَآخَرُ صَيِّتُ

اس نے مجھے ایک آدمی کی دو آوازوں سے پکارا تو اسے ایک تو بغیر آواز کے پکارنے والے نے اور دوسرے بلند آواز سے پکارنے والے نے جواب دیا

اس شعر کے معنی یہ ہیں کہ ایک مہمان رات کے وقت بھونکا - پہاڑ میں سے گونج اس کا جواب دے رہی تھی بصوتیّ واحد سے یہی مراد ہے اس کا فاجابہ مناد بلاصوت کہنا - اس سے مراد وہ آگ ہے جس کے شعلے اس نے بلند کیے اور وہ اس کی روشی کو دیکھ کر ادھر آ گیا اور " آخرصیت " سے مراد کتا ہے کیونکہ اس نے اس کے بھونکنے کا جواب دیا ہے

ان ابیات کے یہاں ذکر کرنے سے ہمارا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ عرب مہمان کا کس قدر خیال رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ رات کے وقت آگ جلائے رکھتے تھے- کتے پال رکھے ہوتے تھے تا کہ جس شخص کو ان [۳۷۵] کی فرود گاہوں کا پتا نہ ہو اسے راستے کا پتا چل جائے - ان کی قابل تعریف عادات اور اچھے افعال میں سے ایک بات یہ بھی تھی کہ اگر کسی کے یہاں مہمان آ جاتا تو اس کے چہرے پر بشاشت کے آثار ظاہر ہوتے، وہ مہمان کو خوش آمدید کہتا ، اس کی عزت کرنا گویا مہمان کے جملہ آداب بجا لائے جاتے کیونکہ جونہی مہمان آرام سے بیٹھ جاتا وہ دوڑ کر اپنے گھر والوں کے پاس جاتا کہ اس کے لیے کھانا لے کر اس طرح پوشیدہ طور پر آئے کہ کسی کو اس کا پتا نہ چلے - یہ میزبان اور اہل خانہ کی

۵- یہاں بھی الوسی نے غلطی کھائی ہے کیونکہ شتّر شتّر الکلب فعل ہے اور یہاں اسم تحریر ہے درست شراشر الذنب : ذباذبہ (دم کا کنارہ)

شرافت کی علامت ہے کہ وہ یوں چپکے سے جائے کہ مہمان کو پتا بھی نہ چلے تا نہ اسے یہ ناگوار نہ گزرے اور وہ شرمندہ نہ ہو۔ اسے اس وقت پتا چلے جب وہ کھانا لے کر آ جائے بر خلاف اس شخص کے جو مہمان کو یہ سنا کر کہتا ہے یا خود اس سے کہتا ہے یا کسی اور شخص کو جو وہاں موجود ہو یہ کہتا ہے کہ ٹھہرو میں ابھی کھانا لے کر آتا ہوں یا اسی قسم کی کوئی اور بات جو مہمان کے لیے شرم و حیا کا سبب بنے۔ انھوں نے یہ طریقے اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام سے سیکھے ہیں۔ وہ پہلے شخص تھے جنھوں نے مہمانوں کی ضیافت کی۔ ذرا غور کریں کہ اللہ تعالی نے مہمان کی عزت کرنے پر آپ کی تعریف کی ہے۔

چنانچہ فرماتا ہے:

هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ
إِذْ دَخَلُوا عَلَيْهِ فَقَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَامٌ قَوْمٌ
مُنْكَرُونَ فَرَاغَ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَجَاءَ بِعِجْلٍ سَمِينٍ
فَقَرَّبَهُ إِلَيْهِمْ قَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ

(کیا ابراهیم علیہ‌السلام کے معزز مہمان کے واقعہ کی خبر آپ کو نہیں ملی ، جب انھوں نے آ کر سلام کہا۔ آپ نے بھی سلام کہا اور فرمایا یہ اجنبی لوگ ہیں ، پھر چپکے سے گھر والوں کے پاس گئے ، موٹا بچھڑا لے آئے اور ان کے سامنے رکھ دیا اور فرمایا: تم کھاتے کیوں نہیں ہو ؟)

اس فرمان ایزدی میں کئی لحاظ سے ابراهیم علیہ السلام کی تعریف پائی جاتی ہے۔ ایک یہ کہ مہمان کی تعظیم کرنے کے متعلق فرمایا کہ وہ مُکرم ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ نے ان کی عزت کی دوسرے یہ کہ اللہ تعالی نے اذدخلوا علیہ فرمایا ہے مگر اذن طلب کرنے کا کہیں ذکر نہیں کیا۔ اس میں اس بات کی دلیل پائی جاتی ہے کہ ابراهیم علیہ السلام لوگوں میں مہمان کی عزت کرنے اور ان کی ضیافت کرنے کے معاملے میں مشہور تھے لٰہذا میزبان کا گھر ہر آنے والے کے لیے

کھلا رہتا اور اجازت لینے کی کوئی ضرورت نہ ہوتی بلکہ اس کا داخل ہو جانا خود داخل ہونے کی اجازت ہے اور یہ انتہائی شرافت ہے۔

تیسرے یہ کہ ابراھیم علیہ السلام نے انھیں "سَلامٌ" (پیش کے ساتھ کہا اور انھوں نے سلاماً کہا تھا اور سلامٌ کہنا زیادہ پُر معنی ہے کیونکہ یہ جملہ اسمیہ پر دلالت کرتا ہے جو پائیداری اور تجدد کے معنی ادا کرتا ہے۔ لہٰذا ابراھیم علیہ السلام نے ان کے سلام کا جواب بہتر پیرائے میں دیا اس لیے کہ ان کے " سلاماً " کہنے کے معنی ہیں سَلَّمْنَا سَلَاماً (ہم سلام کہتے ہیں) اور سَلَامٌ کہنے کا مطلب ہے تم پر سلامتی ہو۔

چوتھے یہ کہ " قوم منکرون " کہا۔ اس میں مبتدا محذوف ہے کیونکہ جب ابراھیم علیہ السلام نے انھیں پہچانا نہیں تو انھیں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہوئے شرم محسوس ہوئی جس سے مہمان کے دل میں نفرت پیدا ہو لہٰذا یوں نہیں کہا : انتم قوم منکرون ، اسی لیے یہاں مبتدا کو حذف کرنے میں خاص لطف پایا گیا۔

پانچویں یہ کہ جب مہمانوں کے لیے کھانا لانے کے لیے گئے تو اس کے لیے "راغ الی اھلہ" کے الفاظ استعمال کیے۔ "روغان" کے معنی ہیں اس طرح چپکے سے چلے جانا کہ کسی کو معلوم ہی نہ ہو۔ اس سے میزبان کی شرافت کا پتا چلتا ہے جیسا کہ بیان ہو چکا۔

[۳۷۶] چھٹے یہ کہ اپنے گھر جا کر کھانا لائے۔ جس سے یہ پتا چلتا ہے کہ کھانا پہلے سے ہی مہمان کے لیے تیار کر رکھا تھا۔ انھیں کسی اور کے ہاں مثلاً پڑوسی وغیرہ کے ہاں جانے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ آپ خریدتے یا قرض لیتے۔

ساتویں یہ کہ " جاء بعجل سمین " کہہ کر یہ بتایا ہے کہ آپ بذاتِ خود مہمان کی خدمت کیا کرتے تھے۔ یوں نہیں فرمایا کہ حکم دیا بلکہ خود گئے اور خود لیکر آئے ، کسی خادم کے ہاتھ نہیں بھیجا۔ اس بات سے مہمان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔

آٹھویں یہ کہ وہ سالم بچھڑا لے کر آئے اس کا کچھ حصہ لے کر نہیں آئے اور یہ کمال سخاوت ہے ۔

نویں یہ کہ موٹا بچھڑا تھا دبلا نہ تھا اور یہ معلوم ہی ہے کہ موٹا جانور ان کا قیمتی مال ہوتا ہے ۔ اس قسم کا جانور ذخیرہ کرنے اور پالنے کے لیے بچا رکھا ہوتا ہے مگر آپ نے اسے مہمانوں کی خدمت میں پیش کرنا پسند فرمایا ۔

دسویں یہ کہ انھوں نے بذات خود پیش کیا اور پیش کرنے کے لیے خادم سے نہیں کہا ۔

گیارھویں یہ کہ انھوں نے کھانا ان کے قریب لا کر رکھا ، انھیں قریب آ جانے کو نہیں کہا ۔ اس طرح مہمان کی مزید عزت افزائی ہوتی ہے کہ مہمان کو بٹھا کر کھانا اس کے قریب اور اس کے سامنے لا کر رکھا جائے ، یہ نہیں کہ کھانا ایک طرف لگا دیا جائے اور پھر مہمان سے کہا جائے کہ قریب آئے اور کھائے ۔

بارھویں یہ کہ ابراھیم علیہ السلام نے یوں فرمایا : " ألا تاكلون " (کیا آپ نہیں کھائیں گے) یہ ایک قسم کی درخواست ہے اور نرمیٔ گفتار ـــــ یہ " کُلُوا " (کھاؤ) یا مُدُّوا أيديكُم (ہاتھ بڑھاؤ) یا اسی قسم کے دیگر الفاظ استعمال کرنے سے بہتر ہے ۔ یہ ایسی بات ہے جس کی خوبی اور لطف کو لوگ محض عقل سے سمجھ سکتے ہیں اسی واسطے کھانا (شروع کرتے وقت) بسم اللہ یا " ألا تتصدق " (کیا آپ مجھ پر کرم نہ کریں گے) یا " ألا تجبر " (کیا آپ میری دلجوئی نہ کریں گے) وغیرہ الفاظ بولتے ہیں ۔

تیرھویں یہ کہ انھوں نے جب دیکھا کہ وہ کھانا نہیں کھاتے تو پھر خود کھانا پیش کیا حالانکہ آپ کے یہاں مہمانوں کو کھانا کھانے کے لیے اذن لینے کی ضرورت نہ ہوتی تھی ۔ جب کھانا پیش کر دیا جاتا تو تو مہمان خود بخود کھانے لگ جاتے ۔ مگر جب مہمانوں نے کھانا نہ کھایا تو انھوں نے " ألا تاكلون " فرمایا ۔ اسی سے تو انھیں مہمانوں

کے ضمن میں خدشہ سا محسوس ہؤا مگر اسے ظاہر نہیں کیا ۔

اس آیت کے اندر ضیافت کے تمام اعلیٰ آداب جمع ہو گئے ہیں ان کے علاوہ جو تکلفات ہیں وہ ہیں بناوٹی قسمیں کھانا اور محض باتیں بنانا ــــ ظاہر ہے کہ لوگوں کے اپنے اپنے طریقے اور عادات ہیں مگر جو شرف اور فخر مذکورہ بالا آداب میں پایا جاتا ہے وہ کافی ہے ۔ جو شخص عربوں کے حالات اور ان کے اشعار کا بغور مطالعہ کرے گا اسے معلوم ہو جائے گا کہ ان میں ضیافت کے یہ آداب پائے جاتے تھے ۔ اسے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ انھوں نے زمانۂ دراز اور صدیاں گزر جانے کے باوجود ان آداب میں سے کسی ایک کو بھی نہ بدلا تھا یہاں تک کہ جو حاجی مکے آیا کرتے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہوتی یہ ان کا ہر طرح کا انتظام کیا کرتے تھے ۔ جب حج کا موسم آتا تو ہاشم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اجداد میں سے تھے کھڑے ہو کر قریش سے یوں خطاب کیا کرتے :

اے قوم قریش تم اللہ کے پڑوسی ہو اور اس کے گھر والے ۔ یہ حاجی اللہ کے مہمان ہیں ۔ جو اللہ کا مہمان ہو وہ سب سے زیادہ عزت کیے جانے [۳۷۷] کا حقدار ہے لہٰذا تم ان کے لیے اس قدر رقم اکٹھی کرو جس سے ان تمام دنوں کے لیے جن میں ان کا مکے میں رہنا ضروری ہے ، ان کے لیے کھانا تیار کیا جا سکے کیونکہ اللہ کی قسم اگر میرے مال میں اتنی گنجائش ہوتی تو میں تمھیں اس کی تکلیف نہ دیتا ۔ چنانچہ قریش اپنے مال میں سے کچھ نہ کچھ رقم نکالتے ۔ ہر شخص اپنی قدرت اور طاقت کے مطابق دے دیتا ۔ پھر ہاشم حاجیوں کے ایسے کھانے کا اہتمام کیے جاتے تا آنکہ وہ واپس چلے جاتے ۔ یہ وہی " رفادہ " ہے جسے قُصَیّ نے رائج کیا تھا جیسا کہ مذکور ہو چکا ۔ ہاشم ہی وہ شخص ہیں جنھوں نے مکے میں اپنی قوم کو ثرید بنا کر کھلایا ۔ ان کا اصلی نام عمرو تھا جیسا کہ شاعر کے اس شعر سے پتا چلتا ہے:

اعَمْرُو الّذِی هَشَمَ الثَّرِیْدَ لِقَوْمِہٖ
ورِجَالُ مَکَّةَ مُسْنِتُوْنَ عِجَافُ

۱- پہلے شعر میں '' عجافُ '' آیا ہے اور دوسرے میں '' الاضیافِ '' لٰہذا یہاں '' اقواء '' ہؤا - پہلا شعر لسان العرب میں بھی دو جگہ اسی طرح دیا ہے - صرف '' عمروالذی'' کی بجائے عمرو العلاَ لکھا ہے مگر سیرہ ابن ہشام (بر ہامس الروض الانف : ۱ : ۹۵) اور الروض الانف (۱ : ۹۴) میں یوں مرقوم ہے :

عَمْرُو العُلٰی ھَشَمَ الثرید لقومہ
قوم بمکة مُسْنِتِیْنَ عِجَافِ

اس صورت میں اقواء نہیں رہتا - سہیلی نے اس شعر کو عبداللہ بن الزبَعْرٰی کی طرف منسوب کیا - بیں شعر اور بھی دیے ہیں پھر لکھا ہے کہ ابن الزبعرٰی جو بنی سہم میں سے ہے بنی عبد مناف کی تعریف کرے - نہ کیسے ہو سکتا ہے پھر اُس مدح کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھے ہیں کہ ابن الزبعریٰ نے قصی کی ہجو میں ایک قصیدہ لکھ کر کعبے کے پردوں پر لٹکا دیا تھا - اس قصیدے کا مطلع یہ ہے

اَلْھٰی قُصَیّاً عَنِ الْمَجْدِ الاَسَاطِیْرُ
وَ مِشْیَةٌ مِثْلُ مَا تَمْشِی الشَّفَارِیْرُ

بنو عبد مناف نے بنی سہم سے فریاد کی تو انھوں نے ابن الزبعریٰ کو پکڑ کر ان کے حوالے کر دیا - انھوں نے اسے مارا ، اس کے بال مونڈ دیے اور ایک چٹان کے ساتھ باندھ دیا - ابن زبَعریٰ نے اپنی قوم سے فریاد کی مگر انھوں نے کوئی مدد نہ کی - اس پر اس نے قصی کی مدح کہنی شروع کر دی تاکہ وہ خوش ہو جائیں چنانچہ بنو عبد مناف نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی عزت کی - اس وقت اس نے اس قصیدے میں بنو عبد مناف کی مدح کہی - اس نے ان کے علاوہ ان کی مدح میں اور اشعار بھی کہے ہیں جن کا ذکر ابن اسحٰق نے یونس کی روایت میں کیا ہے -

عمرو وہ شخص ہے جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید تیار کیا جبکہ
مکے کے لوگ قحط زدہ تھے اور لاغر ہو رہے تھے

سُنَّتْ إِلَيْهِ الرِّحْلَتَانِ كِلَاهُمَا
سَفَرُ الشِّتَاءِ وَرِحْلَةُ الْأَصْيَافِ

اس کی طرف دو سفر رائج کیے گئے ایک موسم سرما کا ایک موسم
گرما کا

اس نے دوسرے شعر میں سرما اور گرما کے سفروں کی طرف اشارہ کیا ہے اور ہاشم پہلے شخص ہیں جنھوں نے قریش کے لیے ان سفروں کو رائج کیا ۔

کھانے پینے میں ان کی عادت یہ ہے کہ وہ کم کھاتے ہیں اور کہتے ہیں : البِطْنَةُ تُذْهِبُ الفِطْنَةَ (پیٹ بھر کر کھانے سے سمجھ جاتی رہتی ہے) یعنی جو شخص اپنا پیٹ کھانے سے بھر لیتا ہے اس کی سمجھ بوجھ جاتی رہتی ہے ۔ ان کے ہاں پیٹو اور حریص انسان کو برا سمجھا جاتا تھا چنانچہ شَنْفَرَی کہتا ہے :

إِذَا مُدَّتِ الْأَيْدِي إِلَى الزَّادِ لَمْ أَكُنْ
بِأَعْجَلِهِمْ إِذْ أَجْشَعُ الْقَوْمِ أَعْجَلُ

جب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھائے جائیں تو میں سب سے پہلے کھانا
شروع نہیں کرتا جب کہ قوم کے حریص لوگ پہل کر جاتے ہیں

حارث بن کلدہ زمانۂ جاہلیت میں عربوں کا طبیب تھا ۔ کسی نے اس سے دریافت کیا کہ بہترین دوا کون سی ہے ؟ اس نے جواب دیا : اَلأَزْمُ (رک جانا) اس کی مراد کم کھانے سے تھی ۔ ایک حکیم کا قول ہے : بیٹا ! کوئی خاص ہی وجہ ہے کہ اہل ہند کی عمریں لمبی ہوتی ہیں اور عربوں کے بدن درست رہتے ہیں ۔

ابن کلدہ کی کیا بات ہے کیونکہ اس نے کہا ہے کہ اگر کوئی دوا ہے تو اَزْم ، سب بیماریاں فالتو کھانے سے پیدا ہوتی ہیں لٰہذا تو ایسی بات کی طرف کیوں راغب نہیں ہوتا جس میں تیرے لیے صحت بدن ،

ذکاء ذہن ، دین و دنیا کی بہبودی اور ملائکہ کی زندگی کے ساتھ مماثلت پائی جائے۔ اے بیٹا گوہ کی عمر کیوں سب سے زیادہ لمبی ہوتی ہے ؟ اس لیے کہ وہ کم کھاتی ہے۔ بیٹا ! میری عمر نوے سال کی ہو گئی ہے مگر میرا نہ کوئی دانت کم ہوا ہے اور نہ کوئی پٹھا پھیلا ہے ، نہ ناک بہی ہے اور نہ آنکھوں سے پانی بہا ہے اور نہ سلسل البول کی شکایت ہوئی [۳۷۸] ہے۔ اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے اور وہ ہے کم کھانا۔ اگر تو زندگی چاہتا ہے تو زندگی کا یہی طریقہ ہے اگر تو موت چاہتا ہے تو خدا تیرے سوا کسی کو ہلاک نہ کرے۔ بیان ختم ہوا۔

اصمعی کہتا ہے : عرب بہت کھانے والے کو بَرَم قَرُون کہتے ہیں۔ [1] بَرَم اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کے ساتھ مل کر کھاتا ہے مگر اس میں خود کچھ نہیں ڈالتا اور قَرُون اس شخص کو کہتے ہیں جو دو دو کھجوریں ملا کر کھائے اور اس کے ساتھی ایک ایک کھائیں۔

مختصر یہ کہ سیر ہو کر کھانا عقل اور نقل دونوں میں مذموم ہے اور اس کے کئی نقصانات ہیں۔ اس سے انسان سنگدل ہو جاتا ہے برخلاف بھوک کے کہ اس سے دل رقیق اور صاف رہتا ہے لہٰذا مناجات کی لذت حاصل کرے اور ذکر سے متاثر ہونے کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ اسی سبب سے کئی ذاکر ایسے ہیں کہ حضور دل کے ساتھ زبان پر تو جاری ہوتے ہیں مگر دل ان سے متاثر نہیں ہوتا یہاں تک کہ یوں معلوم ہونے لگتا ہے گویا دونوں کے درمیان حجاب ہے ، اس کی وجہ قساوت قلبی ہوتی ہے جو شکم سیری سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے کسی عارف نے کہا تھا : انسان کا [illegible] رہتا [illegible] صاف اور رقیق ہو جاتا ہے اور جب سیر ہو جائے تو [illegible] ۔

پر خوری کے نقصانات میں سے ایک یہ ہے کہ یہ ذہن کو خراب کر

---

۱ ۔ مگر لسان العرب میں یوں لکھا ہے : البرم الذی لا یدخل مع القوم فی المیسر پھر آگے چل کر لکھتے ہیں : وھو فی الاصل الذی لا یدخل مع القوم فی المیسر ولا یُخرج معھم فیہ شیئاً

دیتی ہے کیونکہ اس سے بخارات کثرت سے پیدا ہوتے ہیں جن سے انسان کند ذہن ہو جاتا ہے یہاں تک کہ اگر کوئی شخص زیادہ کھانا رہے تو اس کی قوتِ حافظہ باطل ہو جاتی ہے اور ذہن فاسد ہو جاتا ہے اور وہ باتوں کو دیر میں سمجھنے لگتا ہے ۔ ایک نقصان یہ بھی ہے کہ پُر خوری سے باطنی قوتیں ، معانی کاملہ اور علوم فاضلہ کو سمجھنے اور معرفت کی باتوں کو معلوم کرنے اور اللہ کے عطیوں سے لذت حاصل کرنے سے معطل ہو جاتی ہیں ۔

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا : بیٹا ! جب معدہ پُر ہو جاتا ہے تو قوت فکر سو جاتی ہے ، حکمت گنگ ہو جاتی ہے اور اعضا عبادت کرنے سے عاجز آ جاتے ہیں ۔

ایک نقصان یہ ہے کہ یہ اعضا کو معصیت پر آمادہ کرتی ہے اس لیے کہ معصیت کی تمام باتوں کا منبع شہوات اور قُویٰ ہیں ، ان دونوں خواص کا مادہ یقینی طور پر یہی کھانے ہیں لہٰذا ان کے کم کرنے سے شہوات اور قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں اور ان کے زیادہ کرنے سے قوی ہو جاتے ہیں اور جب یہ دونوں طاقتور ہو گئے تو معاصی پیدا ہوں گے ۔ پُر خوری کی مذمت کئی ایک احادیث میں آئی ہیں ۔ ان میں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہ فرمان ہے :

اَلْمُؤْمِنُ يَأْكُلُ فِي مِعًى وَاحِدٍ وَالْكَافِرُ يَأْكُلُ فِي سَبْعَةِ أَمْعَاءٍ

مؤمن ایک آنت میں کھاتا ہے اور کافر سات میں

یعنی وہ مومن سے سات گنا کھاتا ہے یا یہ کہ اس کی اشتہا مومن کی اشتہا سے سات گنا ہوتی ہے ۔ امعاء سے کنایتاً اشتہا مراد لی ہے کیونکہ اشتہا کھانے کو اسی طرح قبول کرتی اور لیتی ہے جس طرح آنتیں ۔ اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کافر کی آنتیں مومن کے مقابلے میں زیادہ ہوتی ہیں ۔ نیز یہ فرمان :

حسبُ ابن آدم لُقیمات یُقِمن صلبَه و إن کان لابد من التجاوز عما ذکر فلتکن اثلاثاً فثلث للطعام وثلث للشراب و ثلث للنفس (ابن آدم کے لیے چند لقمے کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا کھڑا رکھیں اور اگر لازماً اس سے تجاوز کرنا پڑے تو پھر تین حصے کر لینے چاہییں ، تہائی کھانے کے لیے تہائی پینے کے لیے اور تہائی سانس لینے کے لیے)

خدا عربوں کا بھلا کرے کہ انھوں نے اپنی خوراک میں ان دقائق اور اسرار کا لحاظ رکھا ہے حالانکہ وہ زمانہ جاہلیت میں (بسر کر رہے) تھے ۔

عربوں کے یہاں بسیار خوری کے خواص کی تفصیل اور ترتیب

[۳۰۹] ظاہر ہے کہ عربوں کے نزدیک بسیار خوری معیوب سمجھی گئی ہے مگر اس کی ایک جیسی صورتیں نہیں ہوئیں ، اس کے مدارج مختلف ہوتے ہیں جیسا کہ ان کی زبان سے پتا چلتا ہے ۔ چنانچہ جب کوئی شخص کھانے کے معاملے میں حریص ہو تو وہ اس کے لیے نَہِیم و شَرِہ کے الفاظ استعمال کرتے ہیں ۔ جب بہت زیادہ حریص ہو جائے اور بے تحاشا کھائے تو اسے [۱] جَشِع کہیں گے ۔ جب کسی کو گوشت کھانے کی مسلسل خواہش رہے اور وہ بہت زیادہ گوشت کھائے تو اسے [۲] جَعِم کہیں گے ۔ جو کھانے کو حریص اور للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتا ہو اسے [۳] لَعْوس اور لَعْوَس کہتے ہیں ۔ جو کوئی شخص وسیع پیٹ والا اور

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : والجشع أشد الحرص وقیل : هو اشد الحرص علی الاکل وغیره

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : جَعِمَ الی اللحم جَعَماً فهو جَعِم : قَرِمَ وهو مع ذلک اکول

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : والمُتَلَعْوِس : الشدید الاکل واللَّعْوَس : الأکول الحریص وقیل : اللَّعْوَس بالغین معجمة وهو من صفات الذئب واللَّعْوَس بسکون العین الخفیف فی الاکل وغیره کأنه الشره ومنه قیل للذئب لَعْوس و لَغْوَس و اللَّعْوَس من الناس الذی یتبع الحلاوة کالذباب

بسیار خور ہو اسے [1]عَیصوم کہتے ہیں - جو بہت کھانے والا اور بڑے بڑے لقمے لینے والا اور فراخ گلے والا ہو تو وہ [2]ھیبِلّع ہے - جو خوب کھانے کے ساتھ ساتھ موٹے جسم والا بھی ہو تو اسے [3]جعظری کہتے ہیں ، جو مچھلی کی طرح کھاتا ہو اور نگلتا ہو تو اسے ہِلقَام ، بِلقَامہ اور جُرَاصِم کہتے ہیں - جو اوروں کے کھانے کو خوب کھاتا ہو اسے [4]مُجلَنّح کہتے ہیں - جو کھانے میں سے کچھ بھی باقی نہ چھوڑے وہ [5]قحطی کہلاتا ہے - اس لفظ کو شہری لوگ استعمال کرتے ہیں بدوی نہیں - ازہری کہتا ہے کہ میرے خیال میں یہ لفظ اس شخص کی بسیار خوری کی وجہ سے [6]قحط کی طرف منسوب ہے گویا کہ وہ قحط سے نجات پا گیا ہے اور جب وہ اس خیال سے کہ اوروں سے پہلے ہی کھا جائے

---

۱ - لسان العرب میں ہے : العیصوم الکثیر الاکل الذکر و الانثی فیہ سواء...ویروی عیضوم بالضاد قال الازهری : العیصوم من النساء الکثیره الاکل الطویلة النوم المُدَمدِمہ اذا انتبهت و رجل عیصوم و عَیصام اذا کان اکولا

۲ - لسان العرب میں ہے : الهیبلّع مثال الدِرّهم و الهبلاع : الواسع الحجور العظیم اللّقم الا کول

۳ - لسان العرب میں ہے : الجعظری : القصیر الرجلین العظیم الجسم مع قوه و شده اکل...الازهری : الجعظری الطویل الجسم الاکول الشروب البطر الکافر

۴ - لسان العرب میں ہے : المجلح : الکثیر الاکل - وفی الصحاح : الرجل الکثیر الاکل

۵ - القحطی من الرجال الذی لا یُبقی من الطعام شیئاً و هذا من کلام اهل العراق وقال الازهری : هو من کلام اهل الحاضره دون اهل البادیه و اظنہ نسب الی القحط لکثرة الاکل کأنہ نجا من القحط فلذلک کثر اکلہ

۶ - بلوغ الارب میں التقحط چھپا ہے اسے القحط پڑھیں -

بڑے بڑے لقمے لیتا ہو تو اسے [۱]مدھمل کہتے ہیں اور اگر اس کی بھوک ختم ہی نہ ہو یا وہ یہ خیال کرتا رہے کہ وہ مسلسل بھوکا ہے تو اسے [۲]مُسْتَجِيع ، مستحدّان اور لہسم کہتے ہیں -

جو کھانے کے لالچ میں کھانے کو سونگھے اسے آرشم کہتے ہیں - جو کھانے کی خواہش رکھتا ہو اور کھانے کا حریص ہو اسے لعشمظ اور لُعشُموظ کہتے ہیں - جو شخص لوگوں کو کھاتا دیکھے اور یہ بن بلائے چلا جائے وہ وارش کہلاتا ہے - جو بن بلائے جائے اور لوگ کچھ ہی رہے ہوں تو اسے واسِل کہتے ہیں اور اگر کسی مہمان کے ساتھ چلا جائے تو اسے ضَیْفَن کہتے ہیں -

جاحظ کھانا کھانے کے عیوب بیان کرتے ہوئے کہتا ہے :

رَقّاق اس شخص کو کہتے ہیں جس کے منہ میں لقمہ ہو اور ابھی نگلا نہ ہو کہ دوسرے کے لیے ہاتھ بڑھائے اسے زاق الفرخ بھی کہتے ہیں اور [۳]مُسْلَغِم اس شخص کو کہتے ہیں جس کے منہ میں لقمہ ہو اور اسے ابھی نگلا نہ ہو کہ جلدی سے ایک اور لقمہ ڈال لے اور مُسْحَلْجِل وہ شخص ہے جو آبخورے کو لے کر اسے ہلائے تاکہ مصالحہ جمع ہو جائے پھر سادہ نمک چھڑک کر دہی سب کھا جائے - مُعَرْبِل وہ شخص ہے جو بارہ کھجوروں اور بادام وغیرہ کے تھال کو ہلا کر اس میں سے عمدہ

---

۱ - لسان العرب میں ہے : دَهْمَلَ : اذا كَبَّرَ اللُّقَمَ لیُسْتابِق فی الاكل

۲ - لسان العرب میں ہے : رجل المستجیع : لا تراه ابداً إلاّ تری انه جائع - قال ابو سعید : المستجیع الذی یاکل كل ساعة الشئی بعدالشئ المستحداں : الجائع پھر لکھا ہے کہ یہ ستحدّا لجوعُ معدته ضرّبهت و سوّاها علی الطعام و احدّها سے لیا گیا ہے - لَهْشَمَ ماعلی المائده : اكَلَه، اجشمع

۳ - لسان العرب میں ہے : الشَلْغَم : الرجل الكثیر الاكل الشدید اللقم للطعام و المیم زائده

عمدہ نکال کر کھا جائے اور مُقَبِّب اس سخص کو کہتے ہیں جو روٹی پر بوٹیاں یوں اکٹھی کر لیتا ہے جیسے کوئی گنبد ہو ، ساتھیوں کے لیے کوئی بوٹی نہیں رہنے دیتا اور مُشْعِل اس سخص کو کہتے ہیں جو اتنا بڑا لقمہ لے کہ منہ میں نہ آ سکے لہذا وہ یا تو اتنا ہاتھ اس کے نیچے رکھتا ہے یا کوئی روٹی کا ٹکڑا۔اور مُعَلِّق وہ سخص ہے جو منہ میں ایک لقمہ لیتا ہے اور دونوں ہاتھوں میں دو اور ہوتے ہیں ۔

عربوں کے مشہور کھانے

[۳۸۰] عربوں کی خوراک بالعموم سکار کا گوست ، ستو اور مختلف قسم کے دودھ پر مستمل تھی ۔ بعض اوقات وہ [۱]رَیْتَح یا قیصوم یا شیح ہی چبا لیتے یا [۲]یربوع اور گوہ کا شکار کرتے یا ہرن اور خرگوس کا سکار کر لیتے ۔ بادیہ نشینوں میں سے اکثر لوگ کسی قسم کی کھانے کی چیز سے نفرت نہ کرتے تھے کیونکہ ان کے ہاں کھانے کی چیزوں کی کمی تھی ۔ ان میں سے بعض لوگ گندی چیزیں کھانے سے نفرت کرتے اور ہر رینگنے والے جانور کے کھانے سے پرہیز کرتے ۔ ان کے نزدیک اونٹ کا گوست بہترین گوشت سمجھا جاتا تھا ۔ وہ کسی دوسرے گوشت کو اس پر ترجیح نہ دیتے تھے ۔ بعض عرب گوہ کو بہت پسند کرتے تھے ۔

چنانچہ ان[۳] کا ایک شاعر کہتا ہے :

---

۱ - ریتح ، قیصوم اور شیح خوشبودار بوٹیاں ہیں ۔ قیصوم کڑوی ہوتی ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں ۔ نر جسے انگریزی میں -Southern wood کہتے ہیں اور مادہ جسے Santonin کہتے ہیں ۔

۲ - ایک قسم کا چوہا ہے ۔

۳ - یہ ابو الہندی کے اشعار ہیں : ابو الہندی کا نام عبدالمومن بن عبدالقدوس ہے۔ شراب خوب پیتا تھا ۔ اس کی وفات سجستان میں واقع ہوئی ۔ ابو عبید بکری نے سرح امالی کے صفحہ ۱۶۸ پر اس کا نام عبدالملک بن عبدالقدوس دیا ہے مگر پھر صفحہ ۲۰۸ پر عبدالمؤمن بن عبدالقدوس دیا ہے ۔ ابو الفرج نے اس کا نام غالب بن عبدالقدوس دیا ہے ۔ یہ عہد اسلامی کا شاعر ہے اور عہد عباسی کے ابتدائی زمانے تک زندہ رہا ۔ قیس بن ابو الولید کنانی اس کا ہم پیالہ و نوالہ تھا ۔

أكَلْتُ الضِّبَابَ فَمَا عِفْتُهَا
وَإِنِّي اشْتَهَيْتُ قَدِيدَ الغَنَمْ

میں نے گوہ کھائی ، مجھے اس سے نفرت نہیں ہوئی ، میں نے بھیڑ بکری کا سوکھا ہوا گوشت کھانے کی بھی خواہش کی

وَلَحْمُ الخَرُوفِ حَنِيذاً وَقَدْ
أتِيتُ بِهِ فَاتِراً فِي الشَّبَمْ

میر لیلے کا بھنا ہوا گوشت جو سردی کے موسم میں نیم گرم میرے پاس لایا گیا ہو

وَأَمَّا البَهَطُ وَحِيتَانُكُمْ
فَمَا زِلْتُ مِنْهَا كَثِيراً السَّقَمْ

رہی کھیر اور تمہاری مچھلیاں تو ان کے کھانے کی وجہ سے مجھے بہت سی بیماریاں لگ گئی ہیں

وَقَدْ نِلْتُ مِنْهُ كَمَا نِلْتُمُ
فَلَمْ أَرَ فِيهَا كَضَبٍّ هَرِمْ

میں نے کھجور ، سکمی ، کھدر (کھایا) یہ عمدہ کھانا اور عمدہ سالن ہے

وَقَدْ نِلْتُ مِنْهَا كَمَا نِلْتُمُ
فَلَمْ أَرَ فِيهَا كَضَبٍّ هَرِمْ

---

۱ - پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ الوسی نے عبارتوں کو سمجھنے اور ان کی تصحیح کرنے کے بغیر ہی اندھا دھند نقل کرنے کی کی ہے ۔ چنانچہ ان اشعار میں بہت سی اغلاط پائی جاتی ہیں ۔ الوسی نے اس لفظ کو بھی لکھا ہے اور نیچے تشریح کرتے ہوئے بھی اسی طرح درج کیا ہے حالانکہ درست بهط ہے جیسا کہ لسان العرب مادہ ب ھ ط میں درج کیا ہے ۔ محمد بہجہ اثری ان اغلاط پر خاموشی کے ساتھ گزر گیا ہے ۔

جس طرح ہم نے یہ چیزیں کھائی ہیں میں نے بھی کھائی ہیں مگر میں نے ان میں بوڑھی گوہ جیسا کسی چیز کو نہیں پایا

وَمَافِی التَّیُوسِ[۱] کَبَیْضِ الدَّجَاجِ
وَبَیْضُ الدَّجَاجِ شِفَاءُ القَرَمْ[۵]

بکروں میں مرغی کے انڈوں جیسی کوئی چیز نہیں اور مرغی کے انڈے گوشت کھانے کی خواہش کو شفا بخشتے ہیں

وَمَکْنُ الضِّبَابِ طَعَامُ العُرَیْبِ[۲]
وَلَا تَشْتَهِیْهَا نُفُوسُ العَجَمْ[۸]

گوہ کے انڈے عربوں کا کھانا ہے مگر ایرانی اسے پسند نہیں کرتے

حَنِیْذ : بھنا ہؤا گوشت ، مَاءُ الشم[۳] : سن اور باء موحدہ دونوں پر زبر : دانتوں کی چمک ۔ [۴]بھض بائے موحدہ کے نیچے زیر ھاء پر زبر اور ضاد معجمہ ۔ چاولوں میں ملا ہؤا دودھ القَرِم[۵] قاف پر زبر اور راء کے نیچے زیر وہ شخص جسے گوشت کھانے کی خواہش ہو ۔

---

۱ ۔ لسان العرب (ما د ہ ع ر ب) میں تیوس کی جگہ بُیُوض دیا ہے اور وہی درست ہے کیونکہ تیوس پڑھنے سے معنی نکالنے میں تکلف کرنا پڑتا ہے ۔ اب معنی یوں ہوں گے " انڈوں میں مرغی کے انڈوں جیسی کوئی چیز نہیں " لسان العرب میں بیض الدجاج کی جگہ بیض الجراد دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں یہ شعر سراسر غلط مرقوم ہے ۔ وہاں یوں ہے : ومکن الضباب طعام العرب وکاشیہ منھا رؤس العجم تصحیح ازروی لسان العرب ما د ہ ع ر ب کی گئی ہے ۔ عُرَیْب تصغیر ہے عَرَب کی اور یہاں یہ تصغیر تحقیر کے طور پر لائی گئی ہے ۔

۳ ۔ اشعار میں یہ ترکیب کہیں بھی نہیں آئی ۔ معلوم ہوتا ہے الوسی سوئے ہوئے ہیں ۔

۴ ۔ یہ لفظ بھط ہے جسے الوسی بھض بنا رہے ہیں ۔

۵ ۔ میں نے اسے قَرَم ۔ بفتحتین ۔ دیا ہے یعنی مصدر بنایا ہے ۔ مجھے الوسی سے اتفاق نہیں ہے ۔

مَکْن۔ میم پر زبر کاف ساکن اور آخر میں نون۔ گوہ کے انڈے۔
کُشیہ، جمع کُشیٰ ۔ کاف پر پیش اور شین معجمہ ساکن ۔ گوہ کے پیٹ کی چربی یا اس کی دم کی جڑ۔

[۳۸۱] رہا شکار تو یہ عربوں کی عادت اور اسلوب زندگی بن چکا تھا یہاں تک کہ گویا یہ ایک قسم کا پیشہ بن گیا تھا جس پر ان کی زندگی کا دار و مدار تھا ۔ ان کو کھانے پینے کے معاملات کی طرف توجہ دینے کے لیے فراغت ہی نہ ملتی تھی کیونکہ اغلب اوقات وہ اپنے جانوروں کو چرانے کے لیے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے پر مجبور رہتے تھے نیز اس لیے بھی کہ وہ جنگوں میں اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنے میں لگے رہتے تھے ۔ عرب ان عمدہ کھانوں اور لذیذ قسم کے سالنوں کو جنھیں دیگر اقوام استعمال کرتی ہیں جانتے ہی نہ تھے نہ ان کے ذہنوں میں ان کا خیال ہی گزرتا تھا یہاں تک کہ عبداللہ بن جُدعان باوجود اس کے کہ وہ قریش کا سردار اور صاحب شرف آدمی تھا جب ایکبار کسریٰ[2] کے پاس

۱۔ الوسی بظاہر یہاں تسامح کر رہے ہیں کیونکہ کُشیٰ کا لفظ مذکورہ بالا اشعار میں کہیں نہیں آیا البتہ الوسی نے "کاشیہ" کا لفظ دیا ہے مگر وہ کشیہ کی جمع نہیں بن سکتا ۔

۲۔ الوسی نے عبداللہ بن جدعان کے فالودہ کی جو وجہ بیان کی ہے وہ دوسرے علما کے بیان سے مختلف ہے چنانچہ ابو عبید بکری (شرح امالی : ۳۶۲ - ۳۶۳) اور سہیلی (الروض الانف : ۱ : ۹۲) لکھتے ہیں کہ عبداللہ بن جُدعان مکے میں لوگوں کو کھانا کھلایا کرتا تھا ۔ امیہ بن ابی الصلت شام گیا اور وہاں عبد المدان بن الدیان کے ہاں ٹھہرا اور انھوں نے اسے من جملہ اور کھانوں کے خبیص اور فالودہ بھی کھلایا ۔ عبداللہ بن جدعان کے کھانے میں کھجور ، اور ستو ہوا کرتے تھے ۔ امیہ نے عبدالمدان کی تعریف میں یہ شعر کہے :

باقی حاشیہ صفحہ ۲۲۷ پر

گیا اور وہاں اس نے فالودہ کھایا تو اسے بہت پسند آیا ۔ اس نے اس کی حقیقت دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ یہ گندم کا مغز ہے جسے شہد کے ساتھ ملا کر کھایا جاتا ہے چنانچہ اس نے کسریٰ سے ایک غلام خریدا جو فالودہ بنانا جانتا تھا ۔ اسے مکے لے آیا ۔ اس نے یہاں آ کر فالودہ تیار کیا ۔ عبداللہ بن جدعان نے بطحائے مکہ میں مسجد کے دروازے کی جانب دسترخوان بچھائے پھر منادی کر دی کہ جو شخص فالودہ کھانا چاہتا ہو آ جائے ۔ حاضرین میں امیہ بن ابی الصلت بھی تھا چنانچہ اس نے عبداللہ بن جدعان کی مدح میں یہ شعر کہے

لِكُلِّ قَبِيلَةٍ رَأْسٌ وَهَادِي
وَأَنْتَ الرَّأْسُ تَقْدُمُ[1] كُلَّ هَادِي

صفحہ ۲۲۶ کا بقیہ حاشیہ

وَلَقَدْ رَأَيْتُ الْبَاذِلِينَ وَفِعْلَهُمْ
فَرَأَيْتُ أَكْثَرَهُمْ بَنِي الدَّيَّانِ
وَرَأَيْتُ مِنْ عَبْدِ الْمَدَانِ خَلَائِقًا
فَضَلَ الْأَنَامَ بِهِنَّ عَبْدُ مَدَانِ
الْبُرُّ يُلْبَكُ بِالشِّهَادِ طَعَامُهُ
لَا مَا يُعَلِّلُنَا بَنُو جُدْعَانِ

جب یہ اشعار ابن جدعان تک پہنچے تو اس نے شام سے شہد منگوایا اور پھر لوگوں کو خبیص اور فالودہ کھلایا۔ مکے میں یہ پہلا شخص تھا جس نے لوگوں کو فالودہ کھلایا اور امیہ کو انعام و اکرام دیا ۔ اس پر امیہ بن ابی الصلت نے یہ شعر کہے ۔ امیہ بن ابی الصلت ثقفی جاہلی شاعر تھا ۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا مگر کفر کی حالت میں مرا ۔ امیہ کی کنیت ابو عثمان ہے۔

۱- لسان میں ہے : قَدَمَهُم يَقْدُمُهُم قَدْمًا وَقُدُومًا : صَارَ أَمَامَهُم ۔

ہر قبیلے کا (کوئی) سردار اور ہادی ہوتا ہے اور تُو ایسا سردار ہے جو ہر ہادی کے آگے آگے ہوتا ہے

لَهُ دَاعٍ بِمَكَّةَ مُشْمَعِلٌّ
وَآخَرُ فَوْقَ دَارَتِهِ[1] يُنَادِي

اس کا ایک دعوت دینے والا لڑی بیری سے لوگوں کو مکے میں بلاتا ہے اور دوسرا اس کے گھر پر کھڑا ہو کر پکارتا ہے

إِلَى رُدُحٍ مِنَ الشِّيزَى مِلَاءٍ
لُبَابَ الْبُرِّ يُلْبَكُ بِالشِّهَادِ

(کہ لوگو آؤ) ان شیری لکڑی کے بنے ہوئے پیالوں کی طرف جو گندم کے مغز سے بھرے ہوئے ہیں اور اس کے ساتھ شہد ملا ہؤا ہے۔

عربوں کے کئی مشہور کھانے ایسے تھے جنھیں وہ گوشت ، غلے اور دودھ وغیرہ سے تیار کیا کرتے تھے ۔ ان میں سے ایک "سخینہ" ہے ۔ یہ آٹے سے تیار کیا جاتا تھا ۔ یہ عصیدہ[2] سے کم اور حساء[3] سے زیادہ پتلا ہوتا تھا ۔ سخینہ تنگی اور مہنگائی کے زمانے میں اور اونٹوں کے دبلا ہو جانے کے وقت کھایا جاتا تھا ۔ یہی وہ کھانا ہے جس کا طعنہ قریش کو دیا جاتا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ معاویہؓ نے احنف بن قیس سے کہا: دھاری دار چادر میں لپٹی ہوئی چیز کیا ہے ؟ احنف نے جواب دیا : سخینہ ۔ معاویہ کی مراد شاعر[4] کا یہ شعر تھا

إِذَا مَا مَاتَ مَيْتٌ مِنْ تَمِيمٍ
فَسَرَّكَ أَنْ يَعِيشَ فَجِئْ بِزَادِ

۱۔ لسان : يقال للدار دارة۔
۲۔ آٹے اور گھی کو ملا کر پکایا جاتا ہے ۔
۳۔ آٹے اور پانی سے بنایا جاتا ہے ۔
۴۔ بکری نے ان اشعار کو ابوالمہوّس الاسدی کی طرف منسوب کیا ہے۔ دیگر اختلافات کے لیے ملاحظہ ہو شرح امالی : ۸۶۳ ۔

جب قبیلۂ تمیم میں سے کوئی شخص مر جائے اور تُو یہ چاہے کہ
وہ زندہ ہو جائے تو کھانا لے آ

[۳۸۲] بِخُبْزٍ أو بِتَمْرٍ أَوْ بِسَمْنٍ
أَوِ الشَّيءِ[۱] المُلَفَّفِ فی البِجَادِ

روٹی یا کھجور یا گھی یا کوئی اور چیز جو دھاری دار چادر میں
لپٹی ہوئی ہو

تَرَاهُ يَطُوفُ فی الآفَاقِ حِرصاً
لِيَأكُلَ رَأسَ لُقمَانَ بنِ عَادِ

تو اسے دیکھے گا کہ حرص کی وجہ سے وہ دنیا کا چکر لگا رہا ہے
تا کہ لقمان بن عاد کا سر کھائے ۔

احنف بنی تمیم میں سے تھا ۔ سخینہ کہنے سے احنف کی مراد یہ تھی
کہ معاویہ کی قوم کو بخل کا طعنہ دے کیونکہ وہ مہنگائی کے زمانے
میں صرف اسی کھانے پر اکتفا کرتے تھے یہاں تک کہ یہ لفظ قریش کا
لقب اور نام بن گیا ۔ حسّان[۲] کہتے ہیں :

زَعَمَتْ سَخِينَةُ أَنْ سَتَغلِبُ رَبَّهَا
وَلَيُغلَبَنَّ مُغَالِبُ الغَلَّابِ

قوم قریش کا خیال ہے کہ وہ عنقریب اپنے رب پر غالب آ جائے گی
خدائے غَلّاب (بہت غلبہ پانے والا) کا مقابلہ کرنے والا یقیناً
مغلوب ہوگا ۔

۱- چادر میں لپٹی ہوئی چیز سے مراد دودھ کی مشک ہے ۔ ملاحظہ ہو
شرح امالی حوالۂ مذکور ۔ لسان العرب (مادہ س ح ن) میں ہے :
الملفف فی البجاد : وطب اللبن يُلَفُّ فيه يَحمَى ويُدرِكُ ۔

۲- اس شعر کو یہاں حسّان کی طرف منسوب کیا پھر چند سطریں بعد
اسی شعر کو بادنی تغیر کعب کی طرف منسوب کیا ہے

روایت ہے کہ جنگ احد میں کعب نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
ں زرہ پہنی - یہ زرد رنگ کی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی
زہ پہن لی - (اس جنگ میں) کعب کو گیارہ زخم لگے اور جب کعب
بن مالک) نے یہ شعر کہا :

جاءت سخینۃ کی تغالب ربّھا
ولیغلبن مغالب الغلاب

قوم قریش اپنے رب سے غلبہ پانے کے معاملے میں مقابلہ کرنے آئی
حالانکہ ظاہر ہے خدائے غلاب کا مقابلہ کرنے والا مغلوب ہوگا
تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : اے کعب ! اس شعر کے
کہنے پر اللہ نے تمہارا شکریہ ادا کیا ہے -

[۳۸۳] انہی میں سے '' حریرہ '' ہے - یہ آٹے کو تازہ دودھ
پر ڈال کر پکا لیا جاتا ہے - یہ سخینہ سے زیادہ گاڑھا ہوتا ہے - جب
سختی کا زمانہ آ جائے تو عیالدار اس سے اپنے عیال کو بچاتا ہے -

انہی میں سے سخیرنہ ہے - یہ دودھ ہے جسے جوش دے کر اس
پر آٹا دھول دیتے ہیں -

انہی میں سے ایک '' عذیرہ '' ہے اس کے بنانے کا طریقہ یہ ہے
آٹے کے اوپر دودھ ڈوبا جاتا ہے پھر گرم پتھروں سے اسے گرم کر لیا جاتا ہے -

۱- لسان العرب میں ہے : الحریرۃ : الماء یُغلی ثم یذر علیہ الدقیق
فیلتعق و هو اعند من الحساء و انما یستعملونہ فی شدۃ الدهر و غلاء
السعر و عجف المال و کلب الزمان -

۲ - بلوغ الارب میں عذیرہ - عین مہملہ کے ساتھ چھپا ہے - اسے غذیرہ
پڑھیں - لسان العرب میں ہے : الغذیرۃ دقیق یحلب علیہ لبن ثم
یحمی الرضف

۳ - بلوغ الارب میں الرمف چھپا ہے اسے بالرضف پڑھیں - جیسا کہ
لسان العرب میں ہے الرضف : الحجارۃ التی حمیت بالشمس او
النار واحدتها رضفۃ : غیرہ : الرضف الحجارۃ المحماۃ یوغر بها
اللبن واحدتها رضفۃ

انھی میں سے ایک " ۱عکیسہ " ہے - دودھ جس پر پگھلی ہوئی چربی ڈالی جائے -

انھی میں سے " ۲فریقہ " ہے - یہ دودھ کھجور اور میتھی ملا کر بنایا جاتا ہے اور مریض اور زچہ کو دیا جاتا ہے -

انھی میں سے " آصیّہ " ہے - یہ آٹے میں دودھ اور کھجور کو ملا کر بنایا جاتا ہے -

انھی میں سے " رَهیّہ " ہے : گندم کو دو پتھروں کے درمیان پیس کر اوپر سے دودھ ڈال دیتے ہیں جب کوئی شخص یہ کھانا تیار کرے تو کہتے ہیں : إرْتَهَى الرَّجُلُ

انھی میں سے " ولیقہ " ہے - یہ ایک قسم کا کھانا ہے جسے آٹے ، گھی اور دودھ سے تیار کیا جاتا ہے -

انھی میں سے " لَوِیْقَہ "۳ ہے - وہ کھانا جسے نرم کر لیا جائے عبادہ (بن صامت) کی حدیث میں ہے: ولا آکُلُ إلاّ ما لُوِّیَ۴ (میں وہی کھانا کھاتا ہوں جسے نرم کر لیا گیا ہو)

انھی میں سے " اَلُوقَہ " ہے - یہ بھی ایک قسم کا نرم کھانا ہے

---

۱ - بلوغ الأرب میں اسی طرح دیا ہے مگر لسان العرب میں عکیس دیا ہے - العکیس من اللبن : الحلیب تُصبّ علیہ الاٴهالة و المرق ثم یشرب وقیل : هو الدقیق یصب علیه الماء ثم یشرب

۲ - بلوغ الارب میں " الغریسہ " عین کے ساتھ چھپا ہے اسے فریقہ فاء کے ساتھ پڑھیں - لسان : الفریقه : اشیاء تخلط للنفساء من بر و تمر و حلبة وقیل : هو تمر یطبخ بحلبه للنفساء

۳ - لسان : اللّوق : کُلّ شئ لین من طعام وغیره

۴ - لسان : اراد عبادة بقوله لُوِّقَ لیَ ای لُیِّنَ لی من الطعام حتی یکون کالزُّبد فی لینه واصله من اللّوقه وهي الزبد

مگر لتو یثقنہ زیادہ[1] نرم ہوتا ہے -

انھی میں سے ''حریقہ[2]'' ہے : پگھلائی ہوئی چربی کے اوپر پہلے پانی پھر آٹا ڈال کر یکجاں کر لیا جاتا ہے اور بہ اطباء کے نزدیک تین چیزیں ہوتی ہیں - روٹی ، شکر اور گھی مگر ان میں بڑا فرق ہے -

انھی میں سے '' رغیغہ '' ہے - یہ ایک[3] قسم کا شیرہ ہوتا ہے جو پانی اور آٹے کو ملا کر تیار کیا جاتا ہے مگر یہ سخینہ جیسا پتلا نہیں ہوتا -

اور انھی میں سے '' تلبینہ '' ہے - یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو گندم ، کھجور اور گھی سے تیار کیا جاتا ہے - اسی سے یہ مثال ہے : غتر[4]ثان فار تکسوا لہ (دیکھو) اس کے لیے رمکہ تیار کرو) -

اور تلشیشہ : یہ آٹے یا آٹے کی بھوسی اور شہد سے تیار کیا جاتا ہے - اسے تلبینہ اس کے سفید رنگ کی وجہ سے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ سفید رنگ اور پتلا ہونے کی وجہ سے دودھ سے مشابہت رکھتا ہے - حدیث میں ہے : تم تلشیشہ کھایا کرو اور جب گھر میں کوئی بیمار پڑ جاتا تو ہنڈیا ہر وقت چولھے پر رکھی رہتی یہاں تک کہ بیمار کی ایک نہ ایک صورت نظر آ جاتی یعنی یا تو وہ تندرست ہو جاتا یا مر جاتا - ان کو دو طرف اس لیے بتایا گیا کہ بیمار کی انتہا انھی دو طرفوں پر ہوتی ہے -

---

۱ - بلوغ الارب میں اللبن چھپا ہے اسے اَلثِّیَنُ پڑھیں - لسان : والأ لوقہ تصلح بالزبد ..الأ لوقہ ھو الزبد بالرطب و فیہ لغتان اَلوقہ و لُوقہ

۲ - لسان العرب میں حزیقہ نہیں دیا ; خذیعہ دیا ہے جس کے متعلق لکھا ہے : طعام یتخذ من اللحم بالشام

۳ - مگر لسان العرب میں ہے : الرغیغہ طعام مثل الحسا یصنع بالتمر... وقیل : لبن یغلی ویذر علیہ دقیق یتخذ للنفساء وقیل : طعام یتخذ للنفساء

اور وَشِيقَہ[1] ہے - یہ اس طرح تیار کیا جاتا ہے کہ گوشت کو جوش دے کر اتار لیا جائے - اس سے فعل یوں آتا ہے : وَشِقْتُ أَشِقُ وَشْقاً - حسن بن ہانی[2] کہتا ہے :

حَتّٰی رَفَعْنَا قِدْرَنَا بِصِيرَائِهَا
وَاللَّحْمُ بَيْنَ مُوَرَّمٍ وَ مُوَشَّقِ

[۳۸۴] یہاں تک کہ ہم نے ہنڈیا کو مع ایندھن کے اٹھا لیا کچھ گوشت کٹا ہوا تھا اور کچھ کا وشیقہ بنا ہوا تھا

اور عَشِيمَہ[3] ہے - عین مہملہ کے ساتھ - ایک کھانا ہے جس میں مکڑی ڈالی جاتی ہے اسے عیمہ بھی کہتے ہیں -

نَعِيثٌ[2] اور غَلِيثٌ : وہ کھانا جس میں جَو ملے ہوئے ہوں - اگر اس میں زُوَان[3] بھی ملے ہوں تو اسے معلوب کہتے ہیں -

اسی طرح عَرِيقَہ ہے یہ ایک چیز ہے جو دودھ سے تیار کی جاتی ہے -

---

۱ - لسان العرب میں ہے : الوسیق و الوشیقۃ : لحم یغلی فی ماء ملح ثم یرفع .....وقیل یُقَدَّد و یحملُ فی الأسفار وھی أبقٰی قدید - اور اس میں اور اقوال بھی دیے ہیں -

۲ - حسن بن ہانی : ابو نواس الحسن بن ھانئی الحکمی - شاعر عراق - ابن عُیَیْنہ نے اسے اشعر الناس کہا ہے - جاحظ کہتا ہے کہ میں نے اسے بہتر لغت دان نہیں دیکھا - اس کا باپ سپاہی تھا - اس نے اہواز کی ایک عورت سے شادی کر لی جس سے ابو نواس پیدا ہوا - بڑا ہو کر ابو اسامہ شاعر کی صحبت میں رہا اور وہ اسے لے کر بغداد آ گیا اور یہ شعر و شاعری میں خوب چمکا۔ اس کا شمار مولدین کے طبقہ اول میں ہوتا ہے ۱۹۶ھ میں مرا (شذرات : الذہب : ۱ : ۳۴۵)

۲ - لسان العرب : لَغِيث : الطعام المخلوط بغس بالشعیر کالَّلغِيثِ ان البعیث و اللعیث سیان - و لسان العرب (غ ل ث) الغَلِيثُ : الطعام المخلوط بالشعیرفان کان فیہ مَدَرٌ او زُوَانٌ فھو المغلوث

۳ - الزُوَان : یہ ایک غلہ ہوتا ہے جو گندم کے کھیت میں ہوتا ہے اور اس کے دانے گندم جیسے مگر اس سے چھوٹے ہوتے ہیں - ان کے کھانے سے نیند آتی ہے -

بَكِيْلَة : گھی جس میں پنیر ملایا گیا ہو ۔ راجز نے اپنے ان اشعار میں یہی مراد لی ہے :

لا كُلْتَهُ مِن أَقِطٍ وَسَمْنِ،
اَللَّيْنُ مَسَّا فِي حَوَايَا الْبَطْنِ،
مِنْ يَثْرِبَ بِيَابٍ قَدْ ادْخُشْنِ،

پنیر اور گھی کا ایک لقمہ بھی پیٹ میں چھلے ہوئے اور کھردرے بیروں سے زیادہ نرم محسوس ہوتا ہے

ابو زید کہتا ہے : بکیلہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ آٹے کو ستّو کے ساتھ ملایا جاتا ہے پھر پانی یا گھی یا دبل سے تر کر لیتے ہیں ۔

کلابی کہتا ہے : یہ پسا[1] ہوا پنیر ہوتا ہے جس میں پانی ملایا جاتا ہے جیسے کہ آٹا گوندھتے وقت کیا جاتا ہے ۔

ابن السکیت کہتا ہے : یہ ستو اور کھجور کو پانی میں بھگو کر بنایا جاتا ہے ۔

عَبِيْثَة : پنیر ، گھی اور کھجور کو ملا کر بنتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ تازہ پنیر میں خشک کھجوریں ملائی جاتی ہیں ۔

حَيْس : پنیر گھی اور کھجور سے بنتا ہے ۔

لَتِيْئَة : دودھ کے ساتھ کھجوریں ملا کر بنتا ہے ۔ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلوی تھا ۔

بَسِيْسَة : ہر اس چیز کو کہتے ہیں جسے کسی اور چیز کے ساتھ ملایا جائے مثلاً ستّو کو پنیر کے ساتھ اور پھر اسے گھی یا تیل کے ساتھ ملایا جائے یا جیسے اونٹوں کے لیے جَو کو گٹھلیوں کے ساتھ ملایا جائے اس کا ماضی اور مضارع یوں آتا ہے : بَسَسْتُهُ أَبُسُّهُ بَسّاً ۔

صِنَاب : رائی کو مویز منقّٰی کے ساتھ ملا کر بنتا ہے ۔

بَرِيْك : تازہ کھجوریں اور مکھن

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں مصحون چھپا ہے اسے مطحون پڑھیں ۔

خَبِيْشَط : دہی اور تازہ دودھ
خَلِيط : گھی اور چربی
نَخِيْشَتَہ : بھیڑ کا دودھ جسے بکری کے دودھ کے ساتھ ملایا گیا ہو۔
مُرِضَّہ : میٹھے دودھ کے ساتھ ترش دودھ ملا ہؤا ہو ۔
[1] وَطِيئَۃ : نرم اور تر و تازہ عصیدہ ہے ۔
نَفِيْثَہ : عصیدہ اگر گاڑھا ہو جائے تو نفیثہ بن جاتا ہے ۔
لَفِيْتَہ : جب نفیثہ تھوڑا سا اور گاڑھا ہو جائے تو لفیتہ بن جاتا ہے ۔ جب جم کر گوند کی طرح ہو جائے تو یہ عصیدہ ہوتا ہے ۔

[۳۸۵] خَزِيْرَۃ[2] : گوشت کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرکے بہت سا پانی ڈال در ہنڈیا کو چولھے پر رکھ دیا جائے ۔ جب پک جائے تو اس پر آٹا ڈال دیا جائے ۔ اگر اس میں گوشت نہ ہو تو یہی عصیدہ ہوگا ۔ سوید بن ھرمی نے سب سے پہلے خزیرہ تیار کیا تھا ۔ اسی وجہ سے ان کے شاعر نے بنی مخزوم سے یوں کہا ہے :

وَعُلِّمْتُمْ أَكْلَ الخَزِيْرِ وَأَنْتُمْ
عَلَى عُدَوَاءِ[3] الدَّهْرِ صُمٌّ صِلَابُ

تم نے خزیرہ کھانا سیکھا اور تم زمانے کی گردش کے باوجود ٹھوس اور سخت ہو

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : الوطیئۃ : تمر یخرج نواہ و یعجن بلبن...... الأقط بالسکر...وفی الصحاح : الوطیئہ ضرب من الطعام ۔ تہذیب : الوطیئۃ طعام للعرب یتخذ من التمر ..المفضل : الوطئی و الوطیئہ : العصیدۃ الناعمہ فاذا ثخنت فھی النفیتۃ فاذا زادت قلیلا فھی النفیثۃ بالثاء فاذا زادت فھی اللفیتۃ فاذا تعلکت فھی العصیدہ

۲ ۔ بلوغ الارب میں " حزیرہ " ۔ حاء مہملہ کے ساتھ چھپا ہے ۔ اسے خَزِیْرَہ خاء معجمہ کے ساتھ پڑھیں ۔

۳ ۔ عُدَواء : گردش اور تغیر زمانہ ۔ محمد بہجہ اثری نے جو معنی دیے ہیں وہ یہاں مراد نہیں ہیں ۔

جو شخص لغت یا اسی قسم کی دیگر کتابوں میں تلاش کرے گا اسے ان مذکورہ کھانوں کے علاوہ اسی قسم کے اور کھانے ملیں گے ۔ ہمارے لیے ممکن نہیں کہ ہم ان سب کا یہاں ذکر کریں ۔

عربوں کی مشہور دعوتیں

ولائم ولیمہ کی جمع ہے ۔ ولیمہ ہر اس کھانے کو کہتے ہیں جو شادی وغیرہ کے لیے تیار کیا جائے اور جس سے لوگوں کی ضیافت کی جائے ۔ امام شافعی (م ۲۰۴ھ) اور ان کے شاگرد فرماتے ہیں : ولیمہ کا لفظ ہر اس دعوت کے لیے استعمال ہوتا ہے جو کسی خوشی کے موقع پر تیار کی گئی ہو ۔ مثلاً شادی یا ختنہ وغیرہ مگر جب اس لفظ کو مطلق طور پر (یعنی بلا قید) استعمال کیا جائے تو مشہور یہی ہے کہ اسے شادی کے موقع کے لیے بولا جاتا ہے ۔ اگر کسی اور تقریب کے لیے بولیں گے تو لفظ ولیمہ کو اس تقریب کے ساتھ مقید کرنا پڑے گا جیسے کہیں گے ختنہ وغیرہ کا ولیمہ ۔

ازہری کہتا ہے : ولیمہ کا لفظ وَلْم سے لیا گیا ہے جس کے معنی بھی اور وزن بھی وہی ہے جو لفظ جمع کا ہے کیونکہ اس موقع پر دولہا اور دلہن اکٹھے ہوتے ہیں ۔

ابن الاعرابی کہتا ہے : اس کے اصلی معنی کسی بات کی تکمیل اور اجتماع کے ہیں ۔

اہل لغت کی اکثریت اس طرف مائل ہے کہ ولیمہ کا لفظ شادی کے کھانے کے لیے مخصوص ہے اور یہی معنی خلیل بن احمد (م ۱۷۰ھ) اور ثعلب (م ۲۹۱ھ) وغیرہ سے منقول ہیں ۔ جوہری (م ۳۹۳ھ) اور ابن الاثیر (م ۶۳۰ھ) نے بھی یہی فیصلہ دیا ہے ۔ محکم[1] کا مصنف کہتا ہے : ولیمہ

---

۱ - محکم کا مصنف ابو الحسن بن سیدہ علی بن اسماعیل المرسی ہے ۔ یہ خود بھی اندھا تھا اور اس کا باپ بھی اندھا تھا ۔ انھوں نے کئی

باقی حاشیہ صفحہ ۲۳۷ پر

شادی اور نکاح کی دعوت ہے ۔ ماوردی[1] اور قرطبی[2] نے قطعی فیصلہ دیا ہے کہ یہ لفظ قرینے کے بغیر شادی کی دعوت کے علاوہ کسی اور معنوں میں مستعمل نہیں ۔ رہا دعوت کا لفظ تو یہ ولیمہ سے زیادہ عام ہے اور مشہور یہی ہے کہ اس کی دال پر زبر پڑھی جاتی ہے ۔ قطرب[3] نے اپنی مثلثات میں اس پر پیش بھی دی ہے اور نووی (یحییٰ بن شرف م ۶۷۶ھ) کے بیان کے مطابق علما نے قطرب کے اس قول کو غلط قرار دیا ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ اگر نسب میں یہ لفظ استعمال کیا جائے تو دال کے نیچے زیر پڑھیں گے ۔ مگر بنی تیم الرباب اس کے برعکس دعوہ النسب کی دال پر زبر اور دعوت الطعام کی دال کے نیچے زیر پڑھتے ہیں ۔ بیان ختم ہوا ۔ اور جو قول بنی تیم الرباب کی طرف منسوب کیا گیا ہے اسے مصنف صحاح اور محکم نے عدی الرباب کی طرف منسوب کیا ہے ۔ واللہ اعلم [۳۸٦]

عربوں کی دعوتیں سولہ ہیں : پہلی " خُرس " ہے ۔ خاء معجمہ پر

صفحہ ۲۳٦ کا بقیہ حاشیہ

ایک کتابیں تصنیف کیں جن میں المحکم اور المخصص زیادہ مشہور ہیں ۔ ۴۵۸ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات الذہب : ۳:۳۰۵) سہیلی نے ابن سیدہ پر سخت جرح کی ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی فاش قسم کی غلطیاں کیا کرتا تھا اور اس کی چند مثالیں بھی دی ہیں ملاحظہ ہو الروض الانف : ۱ : ۲۳۲ - ۲۳۳

۱ - ابو الحسن علی بن محمد الماوردی ۴۵۰ھ میں وفات پائی ۔

۲ - شاید یہاں قرطبی سے مراد ابو عبداللہ بن محمد بن عمر المقرئی المالکی ہیں ۔ یہ عربیت میں امام مانے جاتے تھے ۔ ۶۳۱ھ میں وفات پائی ۔

۳ - قطرب : قطرب لقب ہے ۔ اس کا اصلی نام محمد بن المستنیر البصری ہے ۔ اس کے استاد سیبویہ نے یہ لقب اسے دیا تھا ۔ ۲۰٦ھ میں وفات پائی (شذرات : ۲ : ۱۵)

پیس اور راء سا لن - یہ وہ کھانا ہے جو [1]رحم کے لیے تیار کیا جاتا ہے اس حال سے کہ وہ درد رہ سے خ لی نہ -

دوسری دعوت عقیقہ ہے - یہ وہ دعوت ہے جو بچے کی ولادت کے بعد دی جاتی ہے اور یہ خاص طور پر ساتویں دن دی جاتی ہے -

تیسری : إعدار ہے - یہ ختنے کے موقع پر دی جاتی ہے -

چوتھی دوالحداق[2] ہے - یہ وہ دعوت ہے جو حافظ قرآن کے لیے دی جاتی ہے - یہ دعوت اسلام کے آنے کے بعد شروع ہوئی - بعض کہتے ہیں کہ یہ وہ دعوت ہے جو اس وقت دی جاتی ہے جب بچہ قرآن ختم کرے - ابن الصباح نے اپنی کتاب ''شامل'' میں اس کا ذکر کیا ہے -

پانچویں ملاک ہے یہ منگنی کے موقع پر دی جاتی ہے اسے املاک بھی کہتے ہیں اور کھانے کو شندخ[3] کہتے ہیں - شین معجمہ پر پیش - نون ساکن اور دال پر زبر - پیش بھی پڑھ لیتے ہیں اور آخر میں خاء معجمہ ہے - یہ لفظ فرس شندخ سے لیا گیا ہے جس کے معنی اس گھوڑے کے ہیں جو اور گھوڑوں سے آگے نکل جائے - منگنی کے کھانے کو شندخ اس لیے کہا گیا کہ یہ باضابطہ ملاقات سے پہلے دیا جاتا ہے -

---

۱ - یہاں الوسی دعوتوں کے نام گنوا رہے ہیں لہذا انھیں کہنا چاہیے تھا '' وہ دعوت جو زچہ کے بچ جانے پر دی جاتی ہے '' - مزید برآں جو کھانا زچہ کو دیا جاتا ہے اسے بھی خُرس اور خُرسہ کہا جاتا ہے -

۲- لسان العرب میں ذوالحداق کا لفظ نہیں دیا - یوں دیا ہے : ابوزید : حَذَقَ الغــلام القــرآن والعمــل يحذق حذقاً وحَذقاً و حِذاقاً وحِذَاقَةً وحَذَاقاً : مهرفيه - - - - والاسم الحذقة - - - - ويقال لليوم الذى يختم فيه القرآن هذايَوْمُ حِذَاقِه -

۳- مگر لسان العرب میں یوں دیا ہے : السدخ والشُندخی : ضرب من الطعام امراء : الشُداحی الطعام يجعله الرجل اذا ابتنى داراً اوعمل بيتاً -

چھٹی ولیمۃ العرس - یہ وہ دعوت ہے جو بیوی کے پاس جانے کے موقع پر دی جاتی ہے -

ساتویں وَضِیمہ ہے جو میت کے گھر والوں کے لیے دی جاتی ہے۔

آٹھویں وَکِیرہ ہے جو مکان بنانے کے لیے دی جاتی ہے یعنی نیا مکان بنانے کے لیے یہ لفظ ''وکر'' سے لیا گیا ہے جس کے معنی مکان اور قرار گاہ کے ہیں -

نویں عَقِیرہ ہے - عین مہملہ اور قاف کے ساتھ - یہ دعوت رجب کا ہلال دیکھنے پر دی جاتی ہے -

دسویں تحفہ ہے - یہ ملاقات کے لیے آنے والے کے اعزاز میں دی جاتی ہے -

گیارھویں شندخ ہے - شین معجمہ اور دال مہملہ ، دونوں پر پیش آخر میں خاء معجمہ - یہ کسی گم ہوئی چیز کے مل جانے پر دی جاتی ہے - پہلے بیان ہو چکا ہے یہ لفظ منگنی کے موقع پر دی جانے والی دعوت کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے -

بارھویں نقیعہ[1] ہے - قاف اور عین مہملہ کے ساتھ - سفر سے آنے پر دی جاتی ہے - بعض کہتے ہیں کہ جو دعوت آنے والا دے وہ نقیعہ ہے اور جو دعوت اس کے آنے کے اعزاز میں دی جائے وہ تحفہ ہے -

تیرھویں قِیریٰ ہے جو مہمان کے لیے تیار کی جائے -

چودھویں مأدبہ ہے (جس کا مذکورہ بالا امور میں سے) کوئی سبب نہ ہو -

پندرھویں جَفَلیٰ ہے - جیم اور فاء پر زبر - یہ دعوت عام ہے -

۱- لسان العرب میں ہے: النقیعہ طعام یصنع للقادم من السفر وفی التھذیب النقیعۃ ما صنعہ الرجل عند قدومہ من السفر - - - طعام الرجل لیلۃ املاکہ ویقال: کل جزور جزر تھا للضیافۃ فھی نقیعۃ و انشد ابن بری :

کل الطعام تشتھی ربیعہ الخُرس والاعذار والنقیعہ -

سولھویں نَقَرَیٰ ہے ۔ نون اور قاف پر زبر ۔ یہ دعوت خاص ہے ۔
طرفہ کہتا ہے ۔

نَحْنُ فِی الْمَشْتَاةِ نَدْعُوا الْجَفَلٰی
لَاتَرَی الْآدِبَ مِنَّا یَنْتَقِرْ

ہم قحط کے زمانےمیں عام دعوت دیتےہیں۔ ہم میں سےکوئی دسترخوان
پھیلانے والا خاص دعوت نہیں دیتا

[۲۸۷] اس شعر میں طرفہ نے اپنی قوم کی تعریف کی ہے کہ وہ
سخی ہیں اور یہ کہ جب وہ دعوت کرتے ہیں تو عام دعوت دیتے ہیں
خاص نہیں دیتے ۔ موسم سرما کا اختصاص اس لیےکیا گیا کہ اس زمانے میں
اشیا کی قلت کا گمان ہوتا ہے اور مدعو لوگوں کو اس زمانے میں زیادہ
احتیاج ہوتی ہے۔ آدِب اسم فاعل کے وزن پر ہے یہ لفظ مأدبہ (دسترخوان)
سے لیا گیا ہے (یعنی دسترخوان بچھانے والا) اور ینتقر نقری سے لیا
گیا ہے ۔

عربوں کے برتن جن کے مخصوص نام ہوتے ہیں تاکہ دوسرے برتنوں سے امتیاز ہو سکے

جب ہم عربوں کے کھانے کی عادات کی طرف اشارہ کرنے سے فارغ
ہوئے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان کے برتنوں کا ذکر کریں اور
وہ یہ ہیں :

دَسِیْعَۃٌ ۔ سین اور عین دونوں مہملہ ۔ بروزن کریمہ ، جَفْنَۃ ،
قَصْعَۃ ، مِکْتَلَۃ ، فَیْحَۃ ، فاء پر زبر اور حاء معجمہ کے ساتھ ۔ اسے
مِکْثَرُجہ۔ سین مہملہ اور کاف پر پیش ، راء مشدد" اور جیم کے ساتھ بھی
کہتے ہیں ۔ ایک چھوٹا سا برتن ہوتا ہے جس سے ایک آدمی بھی سیر
نہیں ہو سکتا ۔

۱۔ بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے اسے نیا پڑھیں جیسا کہ لسان
العرب مادہ ج ف ل اور ن ق ر میں دیا ہے ۔

صَحْفَةَ : جس سے ایک آدمی سیر ہو جائے ۔ مکتلہ : جس سے دو یا تین آدمی سیر ہوں ۔ قَصعَۃ : جس سے چار یا پانچ آدمی سیر ہوں اور جَفنَۃ جس سے دو یا تین آدمی سیر ہو سکیں اور دسیعہ سب سے بڑا ہوتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ جفنہ سب سے بڑا ہوتا ہے ۔ شعرا بالعموم[1] اس کا اپنے اشعار میں ذکر کرتے ہیں مثلاً شاعر[2] کا یہ شعر

لَنَا الجَفَنَاتُ الغُرُّ یَلمَعنَ بِالضُّحیٰ
وَأَسیَافُنَا یَقطُرنَ مِن نَجدَۃٍ دَمَا

ہمارے روشن پیالے چاشت کے وقت چمکتے ہیں اور ہماری تلواریں ہماری بہادری کی وجہ سے خون ٹپکاتی ہیں

خنساء نے اس شعر پر تنقید کی ہے جیسا کہ مفتاح[3] میں منقول ہے ۔ وہ کہتی ہے یہ کونسی فخر کی بات ہے کہ اس کے اور اس کے قبیلے کے پاس اور ان لوگوں کے پاس جو ان کے ساتھ شامل ہیں زیادہ سے زیادہ دس پیالے ہوں اور اتنی ہی تلواریں ہوں ۔ اس نے جمع کثرت کا لفظ کیوں نہ استعمال کیا اور جفان اور سیوف کیوں نہ کہا ۔ پھر اس میں کونسی فخر کی بات ہے کہ چاشت کے وقت ان کے پیالے چمک رہے ہوں حالانکہ یہ وقت کھانا کھانے کا وقت ہے ' ایسے تو کسی فروخت کنندہ کے پیالے ہوتے ہیں ، کیا یوں معلوم نہیں ہوتا کہ اس نے اپنے قبیلے کو چند

۱۔ دسیعہ کا ذکر بھی اکثر اشعار میں آتا ہے چنانچہ شاعر کہتا ہے :

کَثُمْ فِی بَنِی سعد بن بکر سید
ضخمِ الدَّسِیعۃِ ماجِدٍ نَفَّاعِ

۲۔ یہ شعر حسّان بن ثابت کا ہے کتاب کی ابتدا میں گزر چکا ہے ۔ ملاحظہ ہو بلوغ الارب صفحہ ۲۵ ، ۲۶ ۔

۳۔ مفتاح : مفتاح کا مصنف یوسف بن ابی بکر السکاکی ہے ۔ یہ حنفی تھا۔ امام تھا علم معانی ، عروض ، نحو اور شعر میں مہارت تامہ رکھتا تھا ۔ ۶۲۶ھ میں وفات پائی (شذرات : ۵ : ۱۲۲)۔

پیالوں کا فروخت کنندہ بنا دیا ہے - پھر اسپاما یقطرن کہا گیا یہ الفاظ کسی کی بہادری کی تعریف کرنے میں مبالغے کے لیے مناسب ہو سکتے ہیں - کیا اس کے لیے یہ ضروری نہ تھا کہ ان الفاظ کو چھوڑ کر یتسیلش یا یتمیصش یا اسی قسم کا کوئی اور لفظ استعمال کرتا -

مشروبات کے ضمن میں عربوں کی عادات

یاد رکھیں کہ پینے کے آداب کے ضمن میں عربوں کی عادات ایسی ہیں جن میں سے بہت سی عادات کا حکم شریعت نے بھی دیا ہے - یہ بات اس موضوع کی کتابوں میں مذکور ہے - ان میں سے ایک یہ ہے : بیٹھ کر [۳۸۸] پانی پینا - کہتے ہیں کہ کھڑے ہو کر پینے میں کئی ایک نقصانات ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ کھڑے ہو کر پینے سے پورے طور پر سیری نہیں ہوتی اور یہ کہ ابھی پانی معدے میں گیا ہی ہوتا ہے کہ جگر اسے اعضا میں تقسیم کر دیتا ہے اور بہت جلدی اور تیزی سے معدے میں جا اترتا ہے جس سے معدے کی حرارت کے ٹھنڈا ہونے اور اس میں کثر بڑ پڑنے کا ڈر ہوتا ہے اور یوں اس کے کہ پانی بدن کے نچلے حصے میں تدریج جانے جلدی سے چلا جاتا ہے اور یہ تمام امور پینے والے کے لیے ضرر رساں ہیں - ہاں اگر کبھی نادر طور پر یا کسی ضرورت کی وجہ سے ایسا کیا ہو تو نقصان نہیں پہنچاتا - اس پر ان لوگوں کے فعل سے اعتراض وارد نہیں ہوتا جنھوں نے اس کی عادت ڈال رکھی ہوتی ہے - کیونکہ عادت طبیعت ثانیہ ہوتی ہے اور اس کے احکام بھی مختلف ہیں اور اس کا معاملہ[1] خارج از قیاس امور کی طرح ہوتا ہے -

پینے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ پیتے وقت تین بار پینا منقطع کرنا چاہیے کیونکہ اس سے سیری زیادہ ہوتی ہے اور مشروب زیادہ ہاضم اور زیادہ صحت مند ہوتا ہے - اروی سے مراد زیادہ سیر کرنے والا ، زیادہ اثر کرنے والا اور زیادہ مفید ہے - امرأ نمرہ سے لیا گیا ہے - جس

---

۱ - مثلاً یہ کہ کسی نے افیون یا سنکھیا کھانے کی عادت ڈال رکھی ہو اور وہ ان سے مرتا نہیں حالانکہ یہ دونوں چیزیں قاتل ہیں -

کے معنی شفا کے ہیں یعنی چونکہ پانی تھوڑ کرکے ہوئے معدے پر کئی بار
آتا ہے اس لیے یہ پیاس کی شدت کو اور پیاس کی سدب کی بیماری کے لیے
بہت زیادہ شفا بخش ہوتا ہے ۔ چنانچہ جو پیاس پہلی بار پینے سے ساکن
نہیں ہوتی وہ دوسری بار پینے سے ساکن ہو جائے گی اور تیسری بار پینے
سے وہ پیاس بجھ جائے گی جیسے دوسری بار بجھا نہیں سکی تھی ۔ نیز یہ
کہ اس طرح معدے کی حرارت زیادہ سلامت اور قائم رہتی ہے نہ بسبب اس
کے کہ ٹھنڈا پانی ایک ہی بار اور ایک ہی گھونٹ میں اس پر وارد ہو
جائے ۔ مزید برآں ایک بارگی پینے سے انسان سیر نہیں ہوتا کیونکہ پانی
پیاس کی حرارت پر ایک لمحے کے لیے پڑتا ہے اور ابھی اس کی تیزی اور
شدت ٹوٹی نہیں ہوتی کہ پانی پڑنا بند ہو جاتا ہے اور اگر ٹوٹ بھی گئی
ہو تو کلیتاً ختم نہیں ہوئی ہوتی برخلاف اس کے کہ اسے بتدریج توڑا جائے۔
نیز یہ کہ آہستہ آہستہ پینے کا انجام زیادہ سلامتی کا حامل ہوتا ہے ۔ جو
نقصان یکبارگی پینے سے ممکن ہوتا ہے اس سے اور بھی زیادہ امن میں رکھتا
ہے کیونکہ یکبارگی پینے سے پانی کی شدید ٹھنڈک اور کمیت کی زیادتی کے
باعث حرارت غریزیہ کے بجھ جانے کا خطرہ ہوتا ہے یا اسے کمزور کر
دینے کا جس سے معدے اور جگر کی خرابی اور دوسرے ردی امراض پیدا
ہو جاتے ہیں ۔ بالخصوص گرم علاقوں میں رہنے والوں میں مثلاً عراق ،
حجاز اور یمن وغیرہ اور گرم موسم میں بھی (یہی امراض پیدا ہونے کا
خطرہ ہوتا ہے) جیسے شدید موسم گرما کیونکہ ان لوگوں کے لیے
یکبارگی پینے میں خطرہ ہے ۔ اس لیے کہ ان علاقوں کے رہنے والوں میں
اور گرم موسموں کے باعث ان کی حرارت غریزی ان کے اندر کمزور ہو
چکی ہوتی ہے ۔

اب رہا یہ کہ (تین بار پینا) زیادہ ہاضم ہوتا ہے ۔ یہ لفظ مَرِیٔ
الطعام و الشراب فی بدنہ سے لیا گیا ہے ۔ جب کھانا بدن میں داخل ہو
کر آسانی اور لذت کے ساتھ جسم کے ساتھ مل جائے اور مفید ہو ۔ قرآن
مجید میں ہے : فَکُلُوہُ ھَنِیْئاً مَّرِیْئاً (اسے کھاؤ ، وہ تمہارے لیے
خوشگوار اور زود ہضم ہوگا) ۔ اسی سے لیا گیا ہے یعنی انجام اس کا

خوشگوار ہوگا ذائقہ دار ہوگا ، زود ہضم ہوگا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ " مری " سے بہت جلد اترنے والا ہے کیونکہ یہ سہل اور خفیف ہے برخلاف کثیر کے کہ یہ مری سے بآسانی نیچے نہیں اترتا ۔

یکبارگی پینے کے نقصانات میں سے ایک نقصان یہ ہے کہ اس سے اُچھُوں آنے کا خطرہ ہوتا ہے ، اس طرح کہ بہت سا پانی پڑنے کی وجہ سے پانی کا راستہ بند ہو جاتا ہے تو اس سے اُچھُوں آ جاتا ہے اور اگر ذرا سا دم لے کر پیا جائے تو اچھو سے بچا جا سکتا ہے ۔

[۳۸۹] تین بار کرکے پینے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ جب پینے والا پہلی بار پیتا ہے تو ٹھنڈا پانی پڑنے کی وجہ سے دل اور جگر سے گرم دخانی بخارات اٹھتے ہیں اور طبیعت ان بخارات کو ان دونوں[۱] سے نکال دیتی ہے اور جب یکبارگی پیتا ہے تو ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک وقت ادھر سے ٹھنڈا پانی اترتا ہے اور ادھر سے بخارات اٹھتے ہیں لہٰذا دونوں ایک دوسرے کو دھکیلتے اور زور لگاتے ہیں جس سے اُچھوں آ جاتا ہے اور پینے والے کے لیے پانی نہ خوشگوار ہوتا ہے اور نہ مزے دار[۲] اور نہ اسے پورے طور پر سیری حاصل ہوتی ہے ۔

حدیث میں آیا ہے : جب تم پانی پینے لگو تو تھوڑا تھوڑا کرکے پیا کرو ، یکبارگی نہ پیا کرو کیونکہ اس سے کباد[۳] (جگر) کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور کُباد کے کاف پر پیش اور باء مخفف ہے ۔ اس کے معنی دردِ جگر کے ہیں ۔ تجربے سے معلوم ہو چکا ہے کہ جگر پر یکبارگی پانی پڑنے سے جگر کو تکلیف ہوتی ہے اور اس کی حرارت کمزور ہو جاتی ہے ۔ اس کی وجہ جگر کی حرارت اور پانی کی ٹھنڈک اور پانی کی وہ مقدار ہے جو اس پر پڑتی ہے اور ان دونوں کا ایک دوسرے کی ضد ہونا ہے اور اگر پانی

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عنہا چھپا ہے اسے عنہما پڑھیں ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں لا یمریہ دیا ہے اسے لا یمر یہ پڑھیں ۔
۳ ۔ بلوغ الارب میں فانہ من الکباد دیا ہے اسے فان الکباد من العب پڑھیں ۔

بتدریج اور تھوڑا تھوڑا کرکے پڑتا تو نہ یہ جگر کی حرارت کی مخالفت کرتا اور نہ اسے کمزور کرتا ۔

حدیث میں یوں بھی آیا ہے کہ ایک ہی گھونٹ میں نہ پی جایا کرو جس طرح اونٹ پیتا ہے بلکہ دو بار یا تین بار کرکے پیا کرو اور جب پیو تو بسم اللہ کہو اور جب پی چکو تو اللہ کی حمد بیان کرو ۔

پینے کے آداب میں سے ایک ادب یہ ہے کہ پیتے وقت سانس روک لیا جائے کیونکہ اگر پینے والا پیالے میں سانس لے گا اور اس کا سانس پانی میں مل جائے گا تو وہ گندا ہو جائے گا ۔ بعض اوقات ناک سے کوئی چیز پانی میں گر جاتی ہے جس سے کراہت پیدا ہوتی ہے ۔ اس سے بیماری بھی پیدا ہو جاتی ہے ۔ بعض اوقات سانس لینے والے کے منہ میں بدبو ہوتی ہے جس کی وجہ سے دوسرا شخص اس پانی سے نفرت کرتا ہے وغیرہ وغیرہ نقصانات ۔

عرب اس مقام سے پانی پینا پسند نہیں کرتے تھے جہاں سے برتن ٹوٹا ہؤا ہوتا ہے ۔ یہ ان آداب میں سے ہے جن سے پینے والے کی مصلحت کی تکمیل ہوتی ہے کیونکہ اس جگہ سے پینے میں جہاں سے پیالہ ٹوٹا ہؤا ہو کئی خرابیاں ہیں ۔ ایک یہ کہ پانی کی سطح پر جو تنکا وغیرہ ہوتا ہے وہ ٹوٹی ہوئی جگہ پر جمع ہو جاتا ہے اور صحیح و سالم جگہ پر اکٹھا نہیں ہوتا ۔ دوسرے یہ کہ ٹوٹی ہوئی جگہ پینے والے کے دل میں تشویش ڈال دیتی ہے اور وہ اس جگہ سے اطمینان سے نہیں پی سکتا ۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ میل کچیل اور چکناہٹ ٹوٹی ہوئی جگہ پر جمع ہو جاتی ہے اور وہ جگہ درست جگہ کی طرح دُھل نہیں سکتی ۔ چوتھی یہ کہ ٹوٹی ہوئی جگہ پیالے کی معیوب جگہ ہے اور یہ اس برتن کی ردی ترین جگہ ہے لہٰذا اس سے پرہیز کرنا چاہیے اور درست جگہ کا قصد کرنا چاہیے کیونکہ ردی چیز خواہ کسی قسم کی ہو اس میں خیر اور بھلائی نہیں ہوتی ۔ اسلاف میں سے ایک شخص نے کسی آدمی کو کوئی ردی چیز خریدتے دیکھا تو فرمایا : ایسے نہ خرید کیونکہ اللہ تعالٰی نے ہر ردی چیز سے برکت نکال دی ہے ۔ پانچویں یہ کہ بعض اوقات ٹوٹی ہوئی جگہ میں شق

پڑا ہوتا ہے یا وہ جگہ تیز ہوتی ہے جس سے پینے والے کا ہونٹ زخمی ہو جاتا ہے ۔

عرب مشکیزے کے منہ سے پانی پینا نا پسند کرتے تھے کیونکہ پینے والے کے بار بار سانس لینے سے اس میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ [۳۹۰] سے لوگ نفرت کرنے لگ جاتے ہیں ۔ بعض اوقات اس قدر پانی اس کے پیٹ میں چلا جاتا ہے کہ اس سے اسے ضرر پہنچتا ہے ۔ بعض اوقات اس میں کوئی جانور ہوتا ہے جس کا اسے علم نہیں ہوتا اور وہ ایذا پہنچاتا ہے ۔ بعض اوقات پانی میں کوئی گندگی یا کوئی اور ایسی چیز ہوتی ہے جسے وہ پیتے ہوئے دیکھ نہیں سکتا اور وہ اس کے پیٹ میں چلی جاتی ہے ۔

عرب برتنوں کے ڈھانپنے پر زور دیا کرتے تھے کیونکہ برتن کے کھلا رہنے میں وہ خطرات پائے جاتے ہیں جو کسی پر مخفی نہیں ہیں ۔ حدیث میں آتا ہے :

عَطِّشُوا الإِنَاءَ وَأَوْكُوا السِّقَاءَ

برتن کو ڈھانک کر رکھو اور مشکیزے کا منہ باندھ کر رکھو

عربوں کے ہاں کن امور کی بنا پر پانی کو اچھا خیال کیا جاتا تھا

پانی کی عمدگی کا اعتبار دس طریقوں سے حاصل ہوتا تھا ، ایک رنگ سے کہ پانی کا رنگ صاف ہو ، دوسرے بُو سے کہ پانی میں کسی قسم کی بُو نہ ہو ، تیسرے ذائقے سے کہ پانی میٹھا ہو جیسے نیل اور فرات وغیرہ کا پانی ، چوتھے وزن سے کہ پانی ہلکا ہو اور اس کا قوام پتلا ہو ، پانچویں : جاری ہونے کی جگہ سے کہ اس کے بہنے یا چلنے کا راستہ پاک ہو ، چھٹے منبع سے کہ منبع دور ہو ، ساتویں یہ کہ اسے دھوپ اور ہوا پہنچتی ہو یعنی یہ کہ زمین کے نیچے چھپا ہؤا نہ ہو نہ سورج اور ہوا اسے صاف نہ کر سکیں ، آٹھویں حرکت سے کہ پانی تیزی سے بہتا اور حرکت کرتا ہو ، نویں اس کی کثرت سے یعنی پانی اس قدر بہتات میں ہو

کہ ملاوٹ کو روک سکے ، دسویں بہنے کی جہت سے کہ پانی شمال سے جنوب کی طرف یا مشرق سے مغرب کو بہتا ہو ۔

اگر تُو ان تمام امور پر غور کرے تو ان اوصاف کو صرف دریائے نیل فرات ، سیحون ، جیحون وغیرہ دریاؤں میں پائے گا ۔

پانی کے ہلکے پن کا اعتبار تین باتوں سے حاصل کیا جاتا ہے ۔ ایک یہ کہ وہ گرمی اور سردی کو جلدی قبول کرے ۔ دوسرے ترازو کے ذریعے اور تیسرے اس طرح کہ دو مساوی الوزن روئی کے ٹکڑے لیے جائیں اور انہیں دو مختلف قسم کے پانیوں سے بھگو لیا جائے پھر دونوں کو اچھی طرح سکھا لیا جائے اور پھر تول لیا جائے ۔ جس کا وزن ہلکا ہوگا اسی کا پانی بھی ہلکا ہوگا ۔

پانی اگرچہ در اصل ٹھنڈا اور تر ہے مگر ان اسباب کی وجہ سے جو اسے لاحق ہو جاتے ہیں اور جن کی وجہ سے اس کے لیے اپنی اصلی حالت سے منتقل ہونا ضروری ہو جاتا ہے اس کی قوت منتقل اور متغیر ہو جاتی ہے کیونکہ جو پانی شمال کی طرف سے کھلا ہؤا ہو اور دوسری جہتوں سے چھپا ہؤا ہو ، ٹھنڈا ہوگا ـــــ اس میں خشکی ہوگی جو باد شمال سے حاصل کی گئی ہوگی ۔ یہی حکم دوسری جہتوں کا ہے ۔

اور جو پانی معدنوں سے نکلتا ہو اس میں اُس کان کی خاصیت پائی جائے گی اور اسی قسم کی تاثیر بدن میں کرے گا ۔

[۳۹۱] میٹھا پانی مریضوں اور تندرستوں دونوں کے لیے مفید ہے اور جو پانی میٹھا اور ٹھنڈا ہو وہ زیادہ مفید اور زیادہ لذیذ ہوگا ۔ کہتے ہیں کہ خالی معدہ اور جماع کے بعد پانی نہیں پینا چاہیے ، نہ نیند سے بیدار ہوتے ہی اور نہ پھل کھانے کے بعد ۔ اگر ضرورت پڑ جائے تو کھانا کھانے کے بعد پانی پینے سے کوئی حرج نہیں بلکہ پی لینا چاہیے مگر زیادہ نہیں پینا چاہیے ۔ چوس چوس کر پینا چاہیے کیونکہ اس طرح معدے کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچے گا ، اُلٹا اسے تقویت حاصل ہوگی ، کھانے کی خواہش ہوگی اور پیاس دور ہوگی ۔

نیم گرم پانی نفخ پیدا کرتا ہے اور اس کا فعل ٹھنڈے پانی کے برعکس ہوتا ہے۔ باسی پانی تازہ پانی سے بہتر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ٹھنڈا پانی اندرونی طور پر استعمال کرنے سے بمقابلہ بیرونی کے زیادہ مفید ہوتا ہے اور گرم پانی کا اثر اس کے برعکس ہے۔ خون کی عفونت اور سر سے بخارات کے اٹھنے کے لیے ٹھنڈا پانی مفید ہے۔ یہ عفونتوں کو دور کرتا ہے، تمام مزاجوں، عمروں، زمانوں اور گرم ملکوں کے لیے موافق ہوتا ہے اور ہر اس حالت کو ضرر پہنچاتا ہے جس میں نضج اور تحلیل کی ضرورت ہو مثلاً زکام اور ورم۔ سخت ٹھنڈا پانی دانتوں کے لیے مضر ہے اور ہمیشہ ٹھنڈا پانی پیتے رہنے سے انفجار الدم نزلہ اور سینے کا درد پیدا ہوتا ہے۔ نہایت ٹھنڈا اور نہایت گرم پانی دونوں پٹھوں اور اکثر اعضا کے لیے مضر ہیں کیونکہ گرم پانی مُحلِّل (تحلیل کرنے والا) اور ٹھنڈا مکثّف (کثافت پیدا کرنے والا) ہے۔ گرم پانی تیز اخلاط کی تیزی کو کم کرتا ہے، تحلیل کرتا ہے اور مادے کو پکاتا ہے اور بے کار مادے کو نکالتا ہے۔ جسم میں رطوبت پیدا کرتا ہے اور گرم کرتا ہے۔ گرم پانی پینے سے ہاضمہ خراب ہوتا ہے اور اس سے کھانا اٹھ کر معدے کے بالائی حصے میں آ جاتا ہے۔ معدے کو ڈھیلا کر دیتا ہے اور پیاس کو جلدی تسکین نہیں دیتا۔ بدن کو لاغر کرتا ہے۔ ردی امراض کا سبب بنتا ہے اور اکثر امراض میں نقصان دیتا ہے مگر بوڑھوں، مرگی کے مریضوں اور ان لوگوں کے لیے مفید ہے جو صداع بارد اور آشوب چشم کے مریض ہوں۔ اس کا بیرونی استعمال اندرونی استعمال کے مقابلے میں زیادہ مفید ہے۔ سخت گرم پانی گردوں کی چربی کو پگھلاتا ہے۔ بہر صورت ٹھنڈا پانی زیادہ مفید ہے بالخصوص جب اس میں اسے میٹھا بنا دینے والی چیز ڈال دی جائے مثلاً شہد، منقیٰ اور شکر وغیرہ، کیونکہ یہ چیزیں اُن چیزوں کے مقابلے میں جو بدن میں داخل ہو کر اس کی صحت کو محفوظ کرتی ہیں زیادہ مفید ہیں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پینے کی چیزوں میں سے ٹھنڈا اور میٹھا پانی زیادہ محبوب تھا۔

اور چونکہ باسی پانی اس پانی کے مقابلے میں جسے نکالنے کے فوراً

بعد پی لیاجائے زیادہ مفید ہے - یہی وجہ تھی کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابوالهیثم بن تیہان کے باغ میں داخل ہوئے تو فرمایا : کیا کچھ پانی ہے جو رات بھر مشکیزے میں رہا ہو - ابوالهیثم لے آیا اور آپ نے پیا - کیونکہ باسی پانی خمیر کیے ہوئے آٹے کی طرح ہے اور جسے فوراً ہی لیا جائے وہ بمنزلہ فطیر کے ہے نیز اس لیے تھی کہ رات گزر جانے پر ارضی اور تیزابی اجزا اس سے الگ ہو جاتے ہیں اور وہ پانی جو مشکیزے یا پرانے اور چھوٹے مشکیزے میں ہو وہ اس پانی کے مقابلے میں زیادہ لذیذ ہوتا ہے جو ٹھیکری یا پتھر وغیرہ کے برتن میں ہو - خاص طور پر وہ پانی جو [۳۹۲] چمڑے کے مشکیزے میں ہو - اس لیے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ پانی مانگا تھا جو رات بھر مشکیزے میں رہا ہو - کسی اور برتن کا پانی نہیں مانگا - جب پانی پرانے مشکیزے میں رکھا جائے تو اس میں ایک لطیف خاصیت محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس میں کھلے ہوئے سوراخ ہوتے ہیں جن سے پانی ٹپکتا رہتا ہے اس لیے تو جس ٹھیکری کے برتن کا پانی ٹپکتا ہو وہ اس برتن کے پانی سے زیادہ لذیذ اور ٹھنڈا ہوتا ہے جو نہ ٹپکتا ہو -

عربوں کے مشہور پانی

ان میں سے ایک غیث (بارش) کا پانی ہے - عربوں کے کانوں میں یہ نام رس گھول دیتا ہے اور خود مُستَغشی یعنی بارش کے لیے بھی لذت بخش ہے اور بدن کے لیے بھی - ان کے کان اس کے ذکر سے اور دل اس کے نازل ہونے سے مسرور ہو جاتے ہیں - بارش کا پانی سب سے زیادہ لطیف ، افضل ، مفید ترین ، اور با برکت ترین ہوتا ہے - بالخصوص جب یہ گرجنے والے بادلوں سے نازل ہو کر پہاڑی علاقوں کے تالابوں میں جمع ہو جائے - یہ پانی دیگر پانیوں کے مقابلے میں زیادہ مرطوب ہوتا ہے اس لیے کہ اسے زمین پر آئے ہوئے ابھی کوئی زیادہ مدت نہیں گزری ہوتی کہ زمین کی خشکی کا اثر اس میں آ جائے اور نہ ہی کوئی خشک جوہر ابھی تک اس میں ملا ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ پانی اپنی

لطافت اور جلدی اثر قبول کرنے کی وجہ سے جلدی متغیر اور متعفن ہو جاتا ہے۔

کیا موسم بہار کی بارش موسم سرما کی بارش کے مقابلے میں زیادہ لطیف ہوتی ہے یا موسم سرما کی موسم بہار کی بارش سے ؟

اس ضمن میں دو قول ہیں ۔ جو لوگ موسم سرما کی بارش کو ترجیح دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس زمانے میں سورج کی حرارت کم ہوتی ہے لٰہذا سمندر کے پانی سے صرف لطیف اجزا ہی جذب کرتی ہے اور فضا بھی صاف ہوتی ہے اور وہ پانی میں ملنے والے دخانی بخارات اور گرد سے خالی ہوتی ہے ۔ یہ تمام امور اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ یہ پانی لطیف ، صاف اور آمیزش سے پاک ہو ۔

جو لوگ موسم ربیع کی بارش کو ترجیح دیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حرارت سے غلیظ بخارات کی تحلیل ہو جاتی ہے ۔ ہوا رقیق اور لطیف ہو جاتی ہے ، اس سے پانی ہلکا ہو جاتا ہے اور اس کے اجزائے ارضی کم ہوجاتے ہیں لٰہذا اسے اتفاق سے وہ وقت مل جاتا ہے جو نباتات اور درختوں کی زندگی کا وقت ہوتا ہے اور ہوا عمدہ ہوتی ہے ۔

ابھی میں سے برف ، اولوں اور یخ کا پانی ہے ۔ اس قسم کا پانی ان کے ہاں بہت کم ہوتا ہے اس لیے کہ ان کے علاقے میں حرارت کا غلبہ ہے۔ چونکہ یہ پانی ان کے نزدیک مفید ترین اور صاف ترین پانی ہوتا ہے اس لیے حدیث میں وارد ہوا ہے :

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثلج والبَرَدِ

خدایا ! تو برف اور اولوں کے پانی کے ساتھ مجھے خطاؤں سے دھو ڈال ۔

برف کی کیفیت کی قسم ، سرد اور دخانی ہوتی ہے لٰہذا اس کا پانی بھی اسی قسم کا ہوتا ہے ۔ برف کے پانی کے ساتھ خطاؤں سے دھونے کا مطالبہ کرنے میں حکمت یہ ہے کہ دل کو ٹھنڈک حاصل ہو ، وہ ٹھوس ہو جائے اور اسے تقویت حاصل ہو ۔ اس اصل سے بدن اور دلوں کے علاج

کا طریقہ اخذ ہوتا ہے اور یہ پتا چلتا ہے کہ بیماری کا علاج بالضد کیا جاتا ہے -

اولوں کا پانی برف کے پانی کے مقابلے میں زیادہ لطیف اور زیادہ لذیذ ہوتا ہے -

رہا جمے ہوئے یخ کا پانی تو اس کی خاصیت اپنی اصل کے مطابق ہوتی ہے -

برف عمدہ اور ردی ہونے میں ان پہاڑوں اور زمینوں کی کیفیت حاصل کر لیتی ہے جن پر یہ گرتی ہے - گرم پانی سے نہانے کے بعد ، [۲۹۳] خلوت صحیحہ کے بعد ، ریاضت کرنے اور گرم کھانا کھانے کے بعد برف کا پانی پینے سے پرہیز کرنا چاہیے - نیز ان لوگوں کو بھی برف کا پانی پینے سے پرہیز کرنا چاہیے جو کھانسی کے مریض ہوں یا جنھیں سینے میں درد ہو ، ضعف جگر کی شکایت ہو اور ٹھنڈے مزاج والے ہوں -

الھی میں سے کنوؤں ، نہروں اور چشموں کا پانی ہے - عربوں کے بالعموم یہی پانی ہیں - متقدمین ادبا میں سے کسی نے ایک لطیف رسالے میں عربوں کے تمام پانیوں کا ذکر کیا ہے اور عہد جاہلیت و اسلام میں جو لوگ ان پانیوں کے مالک تھے ان کا بھی ذکر کیا ہے - ساتھ ہی ان اشعار کا بھی ذکر کیا ہے جو اس سلسلے میں کہے گئے - ان تمام باتوں کا بیان لمبا ہے -

کنوؤں کا پانی کم لطیف ہوتا ہے اور اس کاریز کا پانی جو زمین کے نیچے مدفون ہو ثقیل ہوتا ہے اس لیے کہ کنوئیں کا پانی رواں نہیں ہوتا ، لہٰذا تعفن سے پاک نہیں ہو سکتا (ظاہر ہے کہ) زمین دوز نہر کے پانی کو ہوا نہیں لگتی لہٰذا اسے جب تک ہوا نہ لگ جائے اور باہر نکالے ایک رات نہ ہو جائے فوراً نہیں پینا چاہیے - ردی ترین پانی وہ پانی ہے جو سکے کے اوپر سے بہتا ہو یا غیر مستعمل کنواں ہو ، بالخصوص جب اس کی مٹی بھی ردی ہو - ایسا پانی نہایت کم درجے کا اور غیر صحت مند ہوتا ہے -

رہا زمزم کا پانی تو یہ عہد جاہلیت میں بھی اور عہد اسلام میں بھی عربوں کے پانیوں کا سردار ، زیادہ با شرف اور زیادہ با قدر و منزلت ہے - یہ لوگوں کو سب سے زیادہ محبوب ہے - وہ اسے سب سے زیادہ قیمتی اور نفیس جانتے ہیں - یہ پانی جبرئیل کے ایڑی[1] لگنے سے پیدا ہؤا ، اور یہ اسماعیل علیہ السلام کی مشروب گاہ (کہلاتی) ہے -

صحیح حدیث کی رو سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کعبے اور اس کے پردوں کے درمیان چالیس دن اور چالیس راتیں مقیم رہے اور زمزم کے سوا آپ کی کوئی خوراک نہ تھی تو آپ نے ابوذرؓ سے فرمایا :

إنَّهَا طَعَامُ[2] طُعْمٍ و شِفَاءُ سُقْمٍ

یہ کھانے کی خوراک اور بیماری کی شفا ہے

ایک اور حدیث میں ہے :

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَہ (زمزم کا پانی جس نیت اور غرض سے پیا جائے اسی کے لیے مفید ہوتا ہے) اور لوگوں نے زمزم کے پانی سے علاج کرنے کے ضمن میں عجیب عجیب تجربے کیے - یہ بھی مشاہدہ کیا گیا ہے کہ کئی لوگوں نے کئی دنوں تک یعنی تقریباً ایک ماہ تک اسی پانی کو غذا بنائے رکھا مگر انھیں کسی قسم کی بھوک نہ لگی اور دوسرے لوگوں کے ساتھ بالکل انھی کی طرح طواف کرتے رہے -

رہے چشموں کے پانی تو یہ بالعموم ثقیل ہوتے ہیں - یہی حال اکثر

۱- ھزمہ : لسان العرب میں ہے: الہزمۃ : وھوالمتطأ من من الارض - - - وجاء فی الحدیث فی زمزم : انھا ھَزمۃ جبریل علیہ السلام ای ضرب برجلہ فا نخفض المکان فنبع الماء وقیل معناہ انہ ھَزَمَ الارض ای کَسَرَ و جھھا عن عَیْنِھَا حتی فاضت بالماء الرواء -

۲- لسان العرب میں اس کی تشریح یوں کی ہے : ای یشبع الانسانُ اذا شَرِب مائھا کما یشبع من الطعام -

کنؤوں کے پانی کا ہے۔ اصمعی نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں اس نے عربوں کے معتبر کنؤوں کے ناموں کا ذکر کیا ہے اور کنؤوں کی قسموں اور آلات کا بھی ذکر کیا ہے - یہ اپنے موضوع پر ایک لاثانی رسالہ ہے - جب ہم عربوں کے علوم پر بحث کریں گے تو بیان کریں گے کہ عربوں کو پانی نکالنے اور ان کو جاری کرنے میں کس قدر مہارت تھی اور ان کی ایک قسم ایسی ہے جنھیں قصّاصون کہا جاتا ہے - یہ لوگ زمین پر کان رکھکر معلوم کر لیتے ہیں کہ اس زمین میں پانی کس گہرائی پر ملے گا -

عربوں کے ہاں پانی کے برتنوں کے نام

جس طرح کھانے کے برتنوں کے مخصوص نام ہیں اسی طرح پینے کے برتنوں کے بھی نام ہیں جو ایک کو دوسرے سے ممیز کرتے ہیں - ابن [۳۹۴] فارس اور دیگر لوگوں نے ان سب کا ذکر فقہ اللغۃ کی کتابوں میں کیا ہے -

ان میں سے ایک " ۱ تبیثن " ہے [تاء کے نیچے زیر بھی پڑھی جاتی ہے اور زبر بھی] قاموس میں ہے : یہ ایک پیالہ جو بیس آدمیوں کو سیر کر سکتا ہے -

ان میں سے ایک " صحن " ہے - یہ بڑا پیالہ ہے - ایک عُس ہے :

---

۱ - تبن : لسان العرب میں ہے : التِبن بکسرالتاء و سکون الباء اعظم الأقداح یکاد یروی العشرین - وقیل هو العلیط الذی لم یُتَنَوَّق فی صَنْعَتِه ، قال ابن بری : ترتیب الأقداح الغُمَر ثم القعب یروی الرجل ثم القدَح یروی الرجلین ثم العُس یروی الثلاثة والأربعة ثم الرِّفد ثم الصحن مقارب التِبن - قال ابن بری : و ذکر حمزه الأصبهانی بعد الصّحن ثم المِعلَق ثم العُلبة ثم الجَنبَة ثم التِبن قال : وهی اکبرها [اکبرها ؟] قال : ونسب هذه الفروق الی الأصمعی و فی حدیث عمرو بن معدیکرب : اشرب التِبنَ مِن اللبَن -

یہ بھی بڑا پیالہ ہے ۔ کہا جاتا ہے کہ اس سے تین تا چار آدمی سیر ہو سکتے ہیں ۔ ان میں سے ایک قَدَح ہے ۔ قاف اور دال دونوں پر زبر ۔ قاموس میں ہے کہ یہ ایسا برتن ہے جس سے دو آدمی سیر ہو سکتے ہیں ۔ انھی میں سے ایک قَعْب ہے ۔ قاف پر زبر اور عین ساکن ۔ قاموس میں ہے کہ وہ ایک بڑا اور بے ڈھنگا پیالہ ہوتا ہے یا چھوٹا پیالہ ہے جس سے صرف ایک آدمی سیر ہو سکتا ہے ۔ انھی میں سے ایک غُمَر ہے [غین معجمہ پر پیش اور میم پر زبر] یہ ایک چھوٹا یا سب سے چھوٹا پیالہ ہے جب کوئی اس پیالے سے کچھ پیے تو کہتے ہیں تَغَمَّرَ الرَّجُلُ

عرب پیتے وقت دائیں جانب کو مقدم سمجھتے ہیں

زمانۂ جاہلیت کے بادشاہوں اور سرداروں کے یہاں یہ عام عادت تھی کہ پیتے وقت دائیں جانب کو مقدم رکھا جاتا تھا ۔ اپنے بادشاہوں کی اقتدا کرتے ہوئے عربوں کا بھی یہی دستور بن گیا کہ خواہ کسی بھی قسم کی پینے کی چیز ہو وہ دائیں طرف سے سلسلہ وار چلتے تھے ۔ اسی بات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے عمرو بن کلثوم نے اپنے معلقہ میں کہا ہے :

صَدَدْتِ الْكَأْسَ عَنَّا أُمَّ عَمْرٍو
وَكَانَ الْكَأْسُ مَجْرَاهَا الْيَمِيْنَا

اے ام عمرو تو نے پیالے کو ہم سے پھیر کر دوسری طرف کر دیا حالانکہ دائیں طرف سے پیالے کا دور چلا کرتا تھا

چونکہ دائیں جانب کو بائیں جانب پر افضلیت حاصل ہے اس لیے شریعت نے بھی اسی عادت کو برقرار رکھا ۔ شراب پینے میں عربوں کے خاص آداب و عادات ہیں جن کا ذکر ”مساوی الخمرہ“ میں کیا گیا ۔ اسی طرح ان کے اوقات کے نام بھی دیے ہیں مثلاً صَبُوح (صبح کی شراب) غَبُوق (شام کی شراب) وغیرہ ۔ اسی طرح دودھ پینے کے متعلق بھی ذکر موجود ہے مگر یہ بات لمبی ہے ۔

اونٹوں کو پانی پلانے کے معاملے میں عربوں کی عادات اور ان کے نام

یاد رکھیں کہ اپنے اونٹوں کو پانی پلانے میں عربوں کی مختلف عادتیں ہیں اور ہر ایک کا ایک مخصوص نام ہے ۔ چنانچہ جب وہ روزانہ اونٹوں کو پانی پلانے کے لیے لاتے تو کہتے : ¹سَقَيْنَاهَا رِفْهًا یعنی ہر روز

---

۱ ۔ الوسی نے صرف رِفہ ، ربع اور عِشر کا ذکر کیا ہے درمیانی درجوں کا ذکر نہیں کیا ۔ انھوں نے اونٹوں کو گھاٹ پر لانے کے لیے گزشتہ دن جس میں وہ گھاٹ پر آئے تھے اور پھر اب جب دوبارہ گھاٹ پر آئے ہیں دونوں کو شمار کر لیا ہے ۔ اسی اعتبار سے دنوں کو شمار کرکے نام رکھے ہیں ۔ چنانچہ ہر روز پانی پر آنے کے لیے رِفہ اور ایک دن وقفہ ڈال کر آنے کے لیے غِبّ نام رکھا، اسے ثِلث نہیں کہا ۔ اب درمیان میں دو دن کا وقفہ ہو تو رِبْعٌ ، تین دن کا وقفہ ہو تو خِمْسٌ ، چار دن کا ہو تو سِدْسٌ ، پانچ دن کا ہو تو سِبْعٌ چھ دن کا ہو تو ثِمْنٌ ، سات دن کا ہو تو تِسْعٌ اور آٹھ دن کا ہو تو عِشْرٌ اور اونٹوں کو عَوَاشِرُ ، تَوَاسِعُ ، ثَوَامِنُ ، سَوَابِعُ ، سَوَادِسُ ، خَوَامِسُ اور رَوَابِعُ کہا جائے گا ۔ لسان العرب میں اس کے بعد لیث اور خلیل کا سوال و جواب دیا ہے : قال الليث : قلت للخليل ما معنى العشرين ؟ قال : جماعة عِشْرقلت : فالعِشر كم يكون ؟ قال : تسعة ايام ـ قلت : فالعِشْرُون إنّما هُوَ عِشْرَانِ و يومان قال : لمَّا كان من العِشر الثالث يومان جمعه بالعِشْرِيْنَ قلت : و ان لم يستوعب الجزء الثالث ؟ قال : نعم ـ ألاَ تَرَى قول ابى حنيفة : إذا طلّقها تطليقتين و عُشْرَ تَطْلِيْقَةٍ فانه يجعلها ثلاثاً و انما من الطلقة الثالثة فيه جزء فالعِشْرُون هٰذا قياسه ـ قلت : لا يُشْبِهُ العِشْرُ التطليقة لاَن بعض التطليقة تامة ولا تكون نِصف العِشْر عشراً كاملاً (لسان العرب : مادہ ع ش ر)

جب ایک دن پانی پلانے کے لیے لاتے اور ایک دن چراگاہ میں چھوڑ دیتے تو کہتے : سَقَیْتَاھَا غِبّاً ۔ جب پانی پینے کے دن کے بعد دو دن چراگاہ میں ٹھہرتے اور تیسرے روز پانی پلانے لاتے تو کہتے : سَقَیْتَاھَا رِبْعاً ۔ ثِلْثاً ہرگز نہیں کہتے ۔ کیونکہ وہ چراگاہ میں قیام کے دونوں دنوں کو پانی پینے کے دن کے ساتھ ملا کر شمار کرتے ہیں ، لہٰذا انھیں چار دن گنے ہیں ۔ اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عرب اس بخار کو جو ایک دن چڑھتا ہے اور پھر دو دن اترا رہتا ہے اور پھر تیسرے دن چڑھ جاتا ہے حُمّی الرِبْع کہتے ہیں ۔ بالعموم اونٹوں کی زیادہ سے زیادہ مدت جس میں وہ [۱]پانی پر نہیں آتے آٹھ دن ہے ۔ پھر جب نوویں دن پانی پر لاتے [۳۹۵] ہیں اور وہ سابقہ دن کے حساب سے جس دن پہلے پانی پیا تھا دسواں دن بنتا ہے تو کہتے ہیں : سَقَیْتَاھَا عِشْراً [عین کی زیر کے ساتھ] لہٰذا عِشر ہمیشہ نو دن کے ہیں کیونکہ گزشتہ پینے کا دن تو سابقہ دس دنوں میں شمار ہو چکا ہے نہ کہ ان دس دنوں میں سے ۔ جب دس دن سے زیادہ عرصہ ہو جائے تو کہتے ہیں : اَوْرَدْنَاھَا رِفْھاً بَعْدَ عِشْرٍ

[۲]لیث کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ انھوں نے [۳]خلیل سے کہا : آپ کے خیال میں عِشرونَ عِشْرٌ کی جمع ہے حالانکہ عِشر تو دن بنتے ہیں لہٰذا عِشروں ستائیس ہونے چاہییں تاکہ بیس مکمل ہو جائیں ۔

خلیل نے جواب دیا : اٹھارہ دن دو عِشر بنتے ہیں جس کے ساتھ میں

---

۱ ۔ ظِمْئاً بالکسر : مابین الشُربَتَیْنِ و الوِرْدَیْنِ ۔ زاد غیرہ : فی وِرْد الابل و ھو حَبْسُ الابل عن الماء الی غایۃ الوِرْد الجمع أظْمَاء

۲ ۔ لیث : یہاں لیث سے مراد لیث بن سعدالفہمی سے ہے ۔ یہ فقیہ عربی دان اور علمائے نحو میں سے تھے ۔ ۱۷۵ھ میں وفات پائی ۔

۳ ۔ خلیل بن احمد فراہیدی عربی نحو اور لغت کے ابوالاعلی ۔ کتاب العین انھی کی تصنیف ہے ۔ ۱۷۰ھ یا ۱۷۵ھ میں وفات پائی ۔

نے تیسرے عیشر میں سے دو دن ملا دے اس اعتبار میں نے اس کی جمع بنا دی ۔

میں نے کہا : کیا دو درہموں کے ساتھ دو دانگ ملا کر انھیں تین درہم کہہ سکتے ہیں ۔

خلیل نے جواب دیا : میں اس پر قیاس نہیں کرتا میں تو ابو حنیفہ کے قول پر قیاس کرتا ہوں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اپنی بیوی کو دو طلاقیں اور تیسری طلاق کا دسواں حصہ طلاق دی تو اس سے تین طلاقیں واقع ہوں گی لہٰذا جس طرح اس کے لیے یہ جائز ہے کہ طلاق کے دسویں کو حساب میں لا کر اسے ایک کامل طلاق بنا دے تو میرے لیے بھی جائز ہے کہ میں عیسر کے دو دنوں کا اعتبار کروں اور انھیں مکمل عیشر گنوں ۔

پانی کی غذائیت کے بارے میں اختلاف

اطبائے عرب کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیا پانی بدن کو غذائیت پہنچاتا ہے یا نہیں ۔ ایک گروہ غذائیت کو ثابت کرتا ہے اس بنا پر کہ یہ بات مشاہدے میں آ چکی ہے کہ پانی سے بدن میں نمو ، افزائش اور قوت پیدا ہوتی ہے بالخصوص جب کہ پانی کی سخت ضرورت ہو ۔ وہ کہتے ہیں کہ حیوانات اور نباتات کے درمیان کئی اعتبار سے مشترک باتیں پائی جاتی ہیں جن میں سے نمو ، غذا حاصل کرنا اور اعتدال بھی ہیں ۔ نباتات میں اس قدر قوت حس و حرکت پائی جاتی ہے جس قدر اس کے لیے مناسب ہے اسی لیے تو نباتات کو (صرف) پانی کی غذا دی جاتی ہے ، چنانچہ اس بات کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حیوان کو بھی پانی سے ایک قسم کی غذا حاصل ہوتی ہے یا یہ کہ پانی اس کی مکمل غذا کا ایک جزو ہے ۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم اس بات سے انکار نہیں کرتے کہ قوت غذا اور اس کا بیشتر حصہ طعام میں پایا جاتا ہے ہم تو صرف اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ پانی میں سرے سے غذائیت ہے ہی نہیں ۔ وہ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ کھانا اپنی اس مائیت کی وجہ سے غذائیت دیتا ہے جو اس میں پائی جاتی

ہے اگر یہ مائیت نہ ہو تو غذائیت بھی حاصل نہ ہو ۔ ان کا بیان ہے : ایک بات یہ بھی ہے کہ پانی حیوان اور نباتات کی حیات کا مادہ ہے ۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جو چیز کسی چیز سے زیادہ قریب ہو اس سے غذائیت حاصل ہوتی ہے چہ جائیکہ وہ چیز اس کا اصلی مادہ ہی ہو لہٰذا جو چیز مطلق طور پر مادۂ حیات ٹھہری اس سے غذائیت حاصل ہونے سے کیسے انکار ہو سکتا ہے ۔ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا ہے کہ جب کوئی پیاسا ٹھنڈے پانی سے سیر ہو جاتا ہے تو اس کے قویٰ اور اس کی نشاط و [۳۹۶] حرکت اس کی طرف لوٹ آتی ہے اور وہ کھانا نہ کھانے کے معاملے میں صبر کر سکتا ہے ۔ وہ کھانے کی تھوڑی سی مقدار سے بھی فائدہ حاصل کر لیتا ہے ۔ مگر ہم پیاسے کو دیکھتے ہیں کہ کھانے کی بہت سی مقدار سے بھی اسے فائدہ حاصل نہیں ہوتا ۔ نہ اس میں اس سے طاقت آتی ہے ، نہ غذائیت ۔ ہمیں اس سے بھی انکار نہیں کہ پانی غذا کو اجزائے بدن اور تمام اعضا تک پہنچاتا ہے اور پانی کے بغیر غذا کی بات مکمل ہی نہیں ہوتی ۔ ہم تو ان لوگوں کی بات کا انکار کرتے ہیں جو اس بات کی بالکل نفی کر دیتے ہیں کہ پانی میں غذائیت کی قوت ہے ۔ ہمارے نزدیک ان کا یہ قول امور وجدانیہ کے انکار میں داخل ہے ۔

ایک اور گروہ پانی سے غذائیت کے حاصل ہونے کا منکر ہے ۔ انھوں نے چند باتوں کو دلیل کے طور پر پیش کیا ہے جن کا ماحصل یہ ہے کہ ہم صرف پانی پر اکتفا نہیں کر سکتے اور یہ کہ پانی طعام کا قائم مقام نہیں ہو سکتا نیز یہ کہ پانی اعضا کی نشو و نما میں اضافہ نہیں کرتا اور نہ ہی جن چیزوں کو حرارت تحلیل کرتی ہے پانی ان کے عوض کوئی چیز دے سکتا ہے وغیرہ وغیرہ وہ امور ہیں جن سے وہ لوگ بھی انکار نہیں کر سکتے جو پانی کی غذائیت کے قائل ہیں کیونکہ وہ پانی کی غذائیت کو اس کے جوہر ، لطافت اور رقت کے تناسب سے مقرر کرتے ہیں ۔ ہر چیز کی غذائیت اس کی اپنی ذات کے مطابق ہوتی ہے۔ یہ بھی مشاہدے میں آیا ہے کہ مرطوب ، ٹھنڈی ، نرم اور لذیذ ہوا انھی امور کے مطابق غذائیت دیتی

ہے ۔ اور عمدہ خوشبو بھی ایک قسم کی غذائیت دیتی ہے لہٰذا پانی کی غذائیت اس سے بھی زیادہ واضح ہے ۔

جن طریقوں سے پانی کے نقصانات کا علاج کیا جاتا ہے

جب ان میں سے کسی کو مجبوراً سمندر کا پانی پینا پڑتا تو اس کے ضرر کو دور کرنے کے لیے ان کے یہاں کئی قسم کے طریق علاج تھے ۔ ان طریقوں میں سے ایک طریقہ یہ تھا کہ سمندر کا پانی ہنڈیا میں ڈال دیا جاتا ، پھر ہنڈیا کے اوپر سرکنڈے رکھ دیے جاتے جن کے اوپر نئی دھنی ہوئی پشم رکھ دی جاتی اور ہنڈیا کے نیچے آگ جلا دی جاتی تاکہ بخارات اٹھ کر پشم کی طرف جائیں جب بخارات زیادہ ہو جاتے تو اسی پشم کو نچوڑ لیا جاتا ۔ یہ عمل جاری رکھتے تاآنکہ جتنا پانی درکار ہوتا جمع ہو جاتا ۔ ظاہر ہے کہ پشم میں میٹھے بخارات (حمم) ہو جاتے اور ہنڈیا میں سخت کھاری پانی باقی رہ جاتا ۔

ایک طریقہ یہ ہے کہ سمندر کے ساحل پر ایک وسیع گڑھا کھودا جاتا جس میں سمندر کا پانی بھر کر آ جاتا پھر اس گڑھے کے قریب ایک اور گڑھا کھودا جاتا جس میں نتھر کر پہلے گڑھے کا پانی آ جاتا پھر تیسرا گڑھا کھودا جاتا تاآنکہ پانی میٹھا ہو جاتا ۔

عربوں کے یہاں پانی کو صاف کرنے اور اس کے گدلے پن کو دور کرنے کے لیے کئی ایک حیلے ہیں ۔ اس کا طریقہ یہ تھا کہ جب انھیں مجبوراً گدلا پانی پینا پڑ جاتا تو وہ گدلے پانی میں ساگوان کی لکڑی کا ٹکڑا ڈال دیتے یا جلتے ہوئے انگارے جو اس پانی میں بجھ جاتے یا طین ارمنی (ارمنی مٹی) ڈال دیتے یا گندم کے ستو کیونکہ ان چیزوں سے پانی کی مٹی نیچے بیٹھ جاتی ہے ۔

عہد جاہلیت میں عربوں کے بیاہ شادی کی رسومات کے بارے میں گفتگو

[۲ : ۳] عہد جاہلیت میں عربوں کے یہاں نکاح کے کئی طریقے مروج تھے ۔ ایک نکاح تو اسی طرح کا تھا جس طرح کا آج کل لوگوں میں مروج ہے ۔ ایک شخص کسی دوسرے شخص کے پاس آ کر رشتے کے لیے درخواست کرتا کہ وہ اس لڑکی کے ساتھ جس کا وہ ولی ہے یا خود اپنی بیٹی کے ساتھ اس کی شادی کر دے اور پھر مہر کے تعیین کے بعد عقد نکاح ہو جاتا ۔ عربوں کے یہاں کسی لڑکی کے رشتے کی خاطر یا اُس کے باپ سے التماس کی جاتی تھی یا اس کے بھائی یا اس کے چچا یا چچا کے بیٹوں میں سے کسی ایک سے ۔ رشتہ طلب کرنے والا آ کر ۱اَنْعِمُوا صباحاً (صبح بخیر) کہتا ۔ ازاں بعد گفتگو کرتا ' ہم آپ کے کفو اور برابر کے لوگ ہیں ، اگر آپ رشتہ دے دیں گے تو ہمیں بھی ہماری مراد حاصل ہو جائے گی اور آپ کو بھی اور ہم شکریہ آپ کے قرابت دار بن جائیں گے اور اگر آپ کسی ایسے سبب کی وجہ سے جس کا ہمیں علم ہو انکار کر دیں گے تو ہم آپ کو معذور سمجھتے ہوئے واپس چلے جائیں گے'' ۔

پھر اگر رشتہ طلب کرنے والا ان کی اپنی قوم میں سے ہوتا اور ہوتا بھی قریبی رشتہ دار تو لڑکی کی رخصتی کے وقت لڑکی کا والد یا بھائی کہتا :

خدا کرے تجھے بچے کی پیدائش میں ۲آسانی ہو ، تو ۳نرینہ اولاد

---

۱ - اصل کتاب میں اصبتمونا لکھا ہے ۔ میرے خیال میں یہ لفظ اصبتموھا چاہیے اور میں نے اسی طرح پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۲ - یہ اَیْسَرْتِ کا ترجمہ ہے ۔ محاورہ ہے ولدت المرأہ وَلَداً بِسَرا ای فی سھولة وقداَیْسَرَتْ ۔

۳ - یہ اذکرتِ کا ترجمہ ہے محاورہ ہے اَذْکَرَتْ ای اَتَتْ بِذَکَرٍ ۔

جنے ، مادہ نہ جنے ، خدا تیری وجہ سے تعداد بڑھائے ، عزت بخشے اور (گھر کو) خُلد کا نمونہ بنائے ، اپنے اخلاق اچھے رکھنا ، اپنے خاوند کی عزت کرنا اور پانی سے کستوری کا کام لینا ۔

اور اگر لڑکی اجنبیوں میں بیاہی جاتی تو یوں کہتا :

خدا کرے تجھے بچے کی پیدائش میں آسانی نہ ہو اور نہ ہی تو نرینہ اولاد جنے کیونکہ اس طرح تُو دور کے لوگوں کو قریب کر دے گی یا جو بچے پیدا ہوں گے وہ ہمارے دشمن ہوں گے ۔ اپنے اخلاق اچھے رکھنا اور خاوند کے بھائیوں سے محبت کے ساتھ پیش آنا ، اُن کی نگاہیں تمھاری طرف لگی ہوں گی ، ان کے کان تمھاری باتوں کو غور سے سنیں گے ۔ دعا ہے کہ پانی تجھے کستوری کا کام دے ۔

قریش اور بہت سے عرب قبائل کے یہاں نکاح کا یہی طریقہ رائج تھا ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت رکھی ہے کہ وہ پاکیزہ ترین نکاح سے ہیں ۔ خدا نے آپ کو آلودہ فاحشات ہونے سے بچائے رکھا ہے ، آپ کو پاک پشتوں سے منتقل کر کے پاک رحموں میں ودیعت کیا ، آپ کو شریف ترین حسب میں سے منتخب کیا ، مضبوط ترین قرابت داری سے آپ کی مدد کی تاکہ آپ کے نسب کو ہر [۲ : ۴] قسم کی نکتہ چینی سے اور آپ کے منصب کو ہر قسم کی حرج سے محفوظ رکھا جائے ۔ (یہ اس لیے کیا کہ) لوگوں کے جی آپ کی بیشتر تعظیم کریں اور ان کے دل آپ کی طرف بیشتر مائل ہوں ۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ لوگ آپ کی بات کو قبول کرنے کے معاملے میں جلدی کرتے اور آپ کے حکم کے زیادہ سے زیادہ مطیع ہوتے ۔

نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا وہ یہ کہ ایک شخص اپنی بیوی سے کہتا کہ جب تو حیض سے پاک ہو جائے تو فلاں کو بلا بھیجنا اور

---

۴ ۔ اصل کتاب میں أنث چھپا ہے اسے آنثت پڑھیں ۔ محاورہ ہے آنثتِ المرأہ ۔ وَلَدَتِ الاِناثَ اور اگر عورت صرف لڑکیاں ہی جنتی ہو تو اسے مئناث کہتے ہیں ۔ مرد کے لیے بھی یہی لفظ استعمال ہوگا کیونکہ مفعال کا وزن مذکر مؤنث دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے ۔

اس سے ہم آغوشی کی درخواست کرنا تاکہ تجھے اس سے حمل قرار پا جائے۔ إسْتَبْضِعِی کے معنی اطلبی منہ الجماع (اس سے ہم آغوشی کرنے کی درخواست کرنا) کے ہیں اور مُبَاضَعَۃ کے معنی ہم آغوش کے ہیں۔ یہ لفظ بُضع سے لیا گیا ہے جس کے معنی شرمگاہ ہیں۔ (اس عرصے میں) خاوند اپنی بیوی سے الگ رہتا اور جب تک اس شخص کی توجہ کے باعث حمل ظاہر نہ ہو جاتا خاوند بیوی کے قریب نہ جاتا۔ حمل کے ظاہر ہو جانے کے بعد خاوند جب بھی چاہتا بیوی کے پاس چلا جاتا۔ خاوند یہ حرکت صرف اس لیے کرتا کہ بچہ نجیب پیدا ہو بالفاظ دیگر اس لیے کہ اسے اصیل نسل کا پانی حاصل ہو جائے۔ اس کی وجہ یہ بھی کہ عرب اپنے اکابر اور ان لوگوں سے جو شجاعت اور سخاوت وغیرہ میں سردار مانے جاتے تھے، اس قسم کی درخواست کرتے تھے۔ حیض سے پاک ہونے کے فوراً بعد اس قسم کا مطالبہ کرنے میں یہ راز تھا کہ عورت جلد حاملہ ہو جائے۔ اس نکاح کو نکاح الاستضاع کہا جاتا تھا۔

نکاح کا ایک طریقہ اور بھی تھا، وہ یہ کہ کچھ لوگ جن کی تعداد دس سے کم ہوتی ایک عورت کے پاس جاتے اور سب کے سب اس سے ہمکنار ہوتے۔ یہ اس عورت کی رضامندی اور ان لوگوں کی باہمی مفاہمت سے ہوتا۔ جب اسے حمل قرار پا جاتا اور وہ بچہ جنتی تو وضع حمل کے بعد چند راتیں گزر جانے پر اُن سب کو بلا بھیجتی۔ کسی کو مجال نہ تھی کہ نہ آئے۔ جب سب آ جاتے تو عورت کہتی :

جو معاملہ بھی ہؤا تھا، تم سب کو معلوم ہے۔ اب یہ بچہ پیدا ہؤا ہے۔ ازاں بعد وہ جسے پسند کرتی اس کا نام لے کر کہتی کہ یہ تمھارا بیٹا ہے، چنانچہ اس بیٹے کا الحاق اس شخص کے ساتھ ہو جاتا۔ اس شخص کی مجال نہ تھی کہ انکار کرے۔

کہتے ہیں کہ یہ فقط اس صورت میں ہوتا تھا جب لڑکا پیدا ہوتا، ورنہ یہ جانتے ہوئے کہ عرب لڑکی کو پسند نہیں کرتے وہ عورت ایسا نہ کرتی تھی۔ عربوں میں بعض لوگ ایسے بھی تھے جو اپنی حقیقی بیٹی کو مار ڈالتے تھے چہ جائیکہ اس طریقے سے پیدا ہونے والی کو گوارا کرتے۔

نکاح کا ایک طریقہ یہ بھی تھا کہ بہت سے لوگ اکٹھے ہو کر ایک عورت کے پاس جاتے ، وہ کسی کو آنے سے نہ روکتی تھی ۔ یہ عربوں کی طوائفیں تھیں ۔ انھوں نے اپنے دروازوں پر علامت کے طور پر جھنڈیاں نصب کر رکھی ہوتی تھیں ۔ جو چاہتا ان کے پاس چلا جاتا ، اگر عورت حاملہ ہو جاتی اور بچہ جنتی تو یہ سب لوگ اکٹھے ہوتے ، قیافہ شناسوں کو بلایا جاتا ، پھر جس شخص کے متعلق ان قیافہ شناسوں [۲ : ۵] کی رائے قرار پا جاتی کہ بچہ اس کا ہے تو بچے کو اسی کے نسب کے ساتھ ملا دیا جاتا اور وہ اسی شخص کا بیٹا کہلاتا ۔ اس کی مجال نہ تھی کہ انکار کر دے ۔

[۱] ہشام ابن الکلبی نے کتاب المثالب میں ان عورتوں کے جو جاہلیت میں ''جھنڈیوں والی'' (طوائف) تھیں نام گنوائے ہیں ۔ چنانچہ اس نے [۲] دس سے زائد مشہور عورتوں کے نام گنوائے ہیں ۔ ان میں سے ایک عورت

---

۱ - ہشام بن الکلبی : ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب بن بشر الکلبی ۔ کوفے میں نشو و نما پائی ۔ نسب دان تھا ۔ عربوں کے حالات سے آگاہ تھا ۔ ان کی جنگوں ، ان کی کمزوریوں اور واقعات کا عالم تھا ۔ اس نے یہ علم اپنے باپ محمد بن السائب سے لیا تھا ۔ اس کا باپ تفسیر اور تاریخ کا عالم تھا ۔ اس کی وفات ۱۴۶ھ میں کوفے میں ہوئی ۔ اس کی صرف ایک کتاب ہے تفسیر القرآن ۔ اس کے بیٹے ہشام نے تقریباً ایک سو کتابیں بطور یادگار چھوڑیں ۔ جن میں سے جمہرۃ الانساب اور کتاب الاصنام زیادہ مشہور ہیں ۔ ۲۰۴ھ میں وفات پائی ۔

۲ - الوسی نے صرف ایک نام دیا ہے ، محمد بہجہ اثری نے اور نام بھی دیئے ہیں وہ یہ ہیں : '' عناق '' جاہلیت میں اس کا '' مرثد '' کے ساتھ یارانہ تھا - مرثد بہت قوی انسان تھا اور اسے دلدل کہا جاتا تھا ۔ مرثد کے اسلام لے آنے کے بعد عناق اس سے ملی اور ملاقات کی

باقی حاشیہ صفحہ ۲۶۴ پر

کا نام ام مَہزُول تھا ۔ یہ عہد جاہلیت میں بدکاری کیا کرتی تھی ۔ ایک صحابی نے اس سے شادی کرنا چاہی تو اللہ تعالی نے :

الزَّانِيَةُ لَا يَنكِحُهَا إِلَّا زَانٍ أَوْ مُشْرِكٌ

(زنا کار عورت کے ساتھ یا تو زنا کار شادی کرتا ہے یا مشرک)

فرما کر اس سے منع فرما دیا ۔

ایک نکاح '' نکاح الخیدن'' تھا ۔ اللہ تعالی کے اس فرمان میں اسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ۔

مُحْصَنَاتٍ غَيْرَ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مُتَّخِذَاتِ أَخْدَانٍ

'' انھیں عقد میں لا کر (اپنے پاس رکھو) ، نہ زنا کاری کی نیت سے اور نہ یارانے کی غرض سے ۔

عرب کہا کرتے تھے کہ جو (زنا) چھپا رہے اس میں حرج کوئی نہیں (البتہ) اگر ظاہر ہو جائے تو قابل ملامت ہے ۔

صفحہ ۲۶۳ کا بقیہ حاشیہ

دعوت دی مگر انھوں نے فرمایا : اللہ نے زنا حرام قرار دے دیا ہے ۔ سُرَیفہ[۲] زمعہ بن الاسود کی لونڈی فرسہ[۳] ہشام بن ربیعہ کی لونڈی ۔ اُم عُلَیط[۴] صفوان بن امیہ کی لونڈی ، حنتہ قبطیہ[۵] العاصی بن وائل کی لونڈی ، مریہ[۶] مالک بن عمیلہ بن السباق بن عبدالدار کی لونڈی، حلالہ[۷] سہیل بن عمرو کی لونڈی ، ام[۸] سُوید عمرو بن عثمان المخزومی کی لونڈی ، قُریبا[۹] ھلال بن انس بن جابر بن نمر بن غالب بن فہر کی لونڈی ۔ بہجۃ اثری لکھتے ہیں کہ یہ طوائفیں نہ تو قریش میں سے تھیں اور نہ ہی خالص عربوں میں سے ، بلکہ سب کی سب لونڈیاں تھیں اسی لیے تو قرآن نے

لَا تُكْرِهُوا فَتَيَاتِكُمْ عَلَى الْبِغَاءِ

فرمایا ہے ۔ محمد بہجہ اثری نے ابن الکلبی کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے ۔

ایک نکاح "نکاح المتعہ" تھا یعنی ایک مدت مقررہ کے لیے عورت کے ساتھ شادی کرنا ۔ اس مقررہ مدت کے گزر جانے پر دونوں میں جدائی ہو جاتی تھی ۔

ایک نکاح " نکاح البدل " تھا ۔ اس کی صورت یہ ہوتی کہ ایک شخص دوسرے شخص سے کہتا کہ تو میرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہو جا اور میں تیرے حق میں اپنی بیوی سے دست بردار ہوتا ہوں ۔

ایک نکاح " نکاح الشغار " تھا ۔ یہ اس طرح ہوتا کہ ایک شخص اپنی بیٹی کی شادی کسی شخص کے ساتھ اس شرط پر کرتا کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی کی شادی اس سے کر دے گا ۔ ان کا مہر نہ ہوتا تھا ۔ اسی طریقے پر بیٹیوں کے علاوہ بہنوں اور بھتیجیوں وغیرہ کے نکاح بھی عمل میں آتے ، لٰہذا اس نکاح کا ذکر کرتے ہوئے بیٹی کا نام صرف مثال کے طور پر لیا گیا ہے ۔

شادی کے ساتھ عربوں کے کیا کیا مقاصد وابستہ ہوتے تھے

[۲ : ۹] عرب بیاہ شادی کے ذریعے اجنبیوں کو اپنی طرف مائل کرتے اور دشمنوں کے ساتھ محبت کا تعلق قائم کر لیتے تھے تاکہ نفرت کرنے والا اُنس کرنے لگے اور دشمن دوست بن جائے ۔ شادی کی بدولت دو قبیلوں کے مابین الفت اور دوستی پیدا ہو جایا کرتی تھی ۔ شادی باہمی الفت کا سبب اس لیے بنتی کہ دو قبیلوں کے درمیان میل ملاپ پیدا ہو جاتا اور مناسب طریقے پر ایسا اختلاط رونما ہو پڑتا جو جانبین کی خواہش اور رضا سے صادر ہوا ہوتا ۔ جانبین کے درمیان بھلائی اور ایثار کی بنا پر معاہدہ ہو جاتا لٰہذا اس میں الفت کے اسباب اور باہمی رشتہ داری کا مواد اکٹھا ہو جاتا ۔

خالد بن یزید[1] کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ اس نے کہا تھا :

[۲ : ۷]''میرے دل میں جس قدر آل زبیر کے خلاف بغض تھا اس قدر کسی کے خلاف نہ تھا ، حتیٰ کہ میں نے انھی کی ایک دوشیزہ رملہ سے شادی کر لی چنانچہ آل زبیر میرے لیے محبوب ترین لوگ بن گئے ۔ اس رملہ کے متعلق خالد کہتا ہے :

أحِبُّ بَنِی العَوَّامِ طُرًّا لِأجْلِهَا
و مِنْ أجْلِهَا أحْبَبْتُ أخْوالَهَا كَلْبَا

میں رملہ کی خاطر تمام بنی عوام سے محبت کرتا ہوں اور اسی کی خاطر اس کے خالوؤں یعنی بنی کلاب سے بھی محبت کرتا ہوں

[2]فَإنْ تُسْلِمِي نُسْلِمْ وَإنْ تَتَنَصَّرِي
يَحُطُّ رِجَالٌ بَيْنَ أعْيُنِهِمْ صُلُبَا

---

۱ ۔ خالد بن یزید ۔ خالد بن یزید بن معاویہ بن ابی سفیان ۔ سخاوت اور فصاحت میں قریش کے اکابر میں سے تھا ۔ مگر کیمیا گری کی طرف لگ گیا ۔ اسی میں عمر ختم کر دی اور اپنے آپ کو گرا لیا ۔ ابن زبیر رض کے قتل کے بعد خالد حج کے لیے گیا اور اس نے رملہ بنت زبیر بن عوام سے شادی کرلی ۔ خالد کو رملہ سے بڑی محبت تھی ۔ خالد کی وفات ۸۵ھ میں ہوئی ۔

۲ ۔ محمد بہجہ اثری بحوالہ اغانی (جلد ۱۶ ، صفحہ ۸۳ الخ) لکھتے ہیں کہ لوگوں نے اپنی طرف سے اس شعر کا اضافہ کر دیا تھا اور جب عبدالملک نے یہ شعر سن کر خالد سے دریافت کیا : کیا تو عیسائی ہو گیا ہے ؟ تو خالد نے کہا : تم کیا کہہ رہے ہو ؟ اس پر عبدالملک نے یہ شعر پڑھا تو خالد نے کہا : خدا اس شخص پر بھی لعنت کرے جس نے یہ شعر کہا ہے اور اس شخص پر بھی جس نے اسے میری طرف منسوب کیا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو الکامل للمبرد ؛ ۱ : ۲۰۴ - ۲۰۵

اے رملہ اگر تو مسلمان ہوگی تو ہم بھی مسلمان ہوں گے اور اگر
تو عیسائی بن جائے گی تو لوگ اپنی آنکھوں کے درمیان صلیبیں لٹکا
لیں گے

اسی لیے کہتے ہیں کہ انسان اپنی بیوی کے دین پر ہوتا ہے کیونکہ بیوی کی طرف مرد کا میلان اس بات کا متقاضی ہے کہ مرد بیوی کی متابعت کرے ، بیوی کی محبت مرد کو اس کے ساتھ موافقت کرنے کی طرف مائل کرتی ہے لٰہذا مرد کو بیوی کی مخالفت کرنے کی کوئی راہ نہیں ملتی نہ ہی اس سے علٰحدگی اختیار کرنے یا عدم موافقت کرنے کا کوئی طریقہ نظر آتا ہے ۔ چونکہ نکاح سے باہمی الفت حاصل ہوتی ہے لٰہذا عربوں کی کئی کئی بیویاں ہؤا کرتی تھیں ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نو بیویاں تھیں ۔ اہل علم کے یہاں نو بیویاں رکھنے کی حکمت میں دس وجوہ بیان کی جاتی ہیں[1] :

۱ ۔ تاکہ بہت سے لوگ آپ کے باطنی حالات کا مشاہدہ کریں ، جس کا نتیجہ یہ ہو کہ مشرکین کے اس خیال کی نفی ہو جائے کہ آپ جادوگر وغیرہ ہیں ۔

۲ ۔ تاکہ عرب قبائل کو آپ کے ساتھ رشتہ قائم ہو جانے کی وجہ سے شرف بخشا جائے ۔

۳ ۔ تاکہ اس طرح ان کے ساتھ الفت بڑھے ۔

۴ ۔ تاکہ آپ کے فرائض میں اضافہ ہو کیونکہ آپ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ان عورتوں کی محبت آپ کو احکام خداوندی پہنچانے میں پورا زور دینے سے ہٹا کر کہیں اپنی طرف مشغول نہ کر لے ۔

۵ ۔ تاکہ ان عورتوں کی وجہ سے آپ کا خاندان بڑھے اور پھر جو لوگ آپ سے جنگ کریں ان کے خلاف آپ کے معاونوں کی تعداد بڑھے ۔

۶ ۔ تاکہ ان احکام کو لوگوں تک پہنچایا جائے جن کی خبر مردوں

---

۱ ۔ نیز ملاحظہ ہو الجواب الفسیح لِمَا لَفَّقَہ' عبدالمسیح طبع لاہور صفحہ ۱۵۷ تا ۱٦۲ اور ۱۷۲ - ۱۷۳

کو نہیں ہو سکتی کیونکہ بیشتر وہ امور جو میاں اور بیوی کے درمیان واقع ہوتے ہیں وہ بالعموم لوگوں سے مخفی رہتے ہیں ۔

۷ ۔ تاکہ آپ کے باطنی اخلاق کی خوبیاں معلوم ہوں چنانچہ آپ نے ام حبیبہؓ سے اس وقت شادی کی تھی جب اُن کا باپ آپ کا دشمن تھا ۔ نیز صفیہؓ سے اس وقت شادی کی تھی جب ان کا باپ ، چچا اور خاوند قتل ہو چکے تھے ، اگر آپ کے اخلاق تمام خلق کے مقابلے میں زیادہ کمال کو نہ پہنچے ہوتے تو یہ عورتیں آپ سے متنفر ہو جاتیں بلکہ حقیقت الامر یہ ہے کہ ان عورتوں کو اپنے گھر والوں کے مقابلے میں آپ زیادہ محبوب تھے ۔

۸ ۔ باوجود کم کھانے اور کم پینے کے اور باوجود کثرت سے اور متواتر روزے رکھنے کے کثرت مباشرت میں ایک خارق عادت امر پیش کرکے کمال معجزہ کا اظہار مقصود تھا ۔ حالانکہ آپ نے اس شخص کو جو نکاح کے اخراجات برداشت نہ کر سکتا ہو روزے رکھنے کا حکم دیا ہے اور آپ نے فرمایا ہے کہ کثرت سے روزے رکھنے سے ہوس مباشرت کم ہو جاتی ہے مگر آپ کی ذات (کے نمونے) سے یہ دستور بھی ٹوٹ جاتا ہے ۔

۹ ۔ یہ کہ لوگوں کو آپ کے کامل بشر ہونے کا علم ہو جائے ۔ کیونکہ عرب کثرت نکاح کو مرد کے لیے لائق ثنا وصف جانتے تھے ، کیونکہ اس لیے کہ اس سے مرد کے مردانہ پن کا اظہار ہوتا تھا ۔

۱۰ ۔ کثرت ازواج کی وجہ سے آپ کو انھیں پاک دامن رکھنے ، ان کے حقوق ادا کرنے ، ان کے لیے روزی کمانے اور ان کی راہنمائی کے لیے اور بھی زیادہ عبادت کرنی پڑتی تھی ۔ [۲ : ۸]

جن لوگوں نے آپ پر کثرت ازواج کی وجہ سے نکتہ چینی کی ہے انھوں نے انصاف نہیں کیا ۔ آپ کوئی پہلے رسول نہ تھے کہ ایسی بات کی ہو ۔ شادی کرنا نبوت کے منافی نہیں ہے اور آپ سے پہلے بہت سے رسولوں نے بہت سی بیویوں کو بیک وقت اپنے پاس رکھا ہے ۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس تین سو منکوحہ بیویاں اور سات سو لونڈیاں تھیں ۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی ایک سو بیویاں تھیں ۔

عربوں کا شادی سے ایک مقصد یہ بھی ہوتا تھا کہ عورت تدبیر منزل کا کام اپنے ہاتھ میں لے لے ۔ تدبیر منزل کا کام اگرچہ خاص طور پر عورتوں کے کرنے کا ہوتا ہے پھر بھی اس کام کا سر انجام دینا بیویوں کے لیے زیادہ ضروری نہیں کیونکہ ان کے بجائے کوئی اور عورت بھی اس کام کو سر انجام دے سکتی ہے اسی لیے تو کہا جاتا ہے : عورت تو ایک گلدستہ ہے گھر کی منتظم نہیں ۔ اس قسم کا مقصد مدنظر رکھنے سے نہ تو دین پر کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ مروت ہی پر طعن لازم آتا ہے ۔ اس مقصد کے لیے بہتر یہی ہوتا ہے کہ زیادہ عمر والی ، تجربہ کار اور ایسی عورتوں کو تلاش کیا جائے جنھیں گھر کے انتظام کا تجربہ ہو اور مردوں کی عادات کو جانتی ہوں ، ایسی عورتیں اس کام کو بہتر طریق پر سر انجام دے سکتی ہیں ۔

شادی کرنے سے بعض لوگوں کی غرض محض لذت و حظ اٹھانا ہوتا ہے مگر یہ قابل مذمت صورت ہے کیونکہ اس میں انسان اپنے بہیمی اخلاق اور مذموم ہوس کا تابع اور مطیع ہو جاتا ہے ۔ الحارث بن المصر الازدی کہتا ہے :

” بدترین شادی وہ شادی ہے جو شہوانی خواہشات کے لیے کی گئی ہو “ ۔

البتہ یہ صورت اس وقت مذموم نہ کہلائے گی جب ہوس کو توڑنے اور کمزور بنا کر اسے مغلوب کرنے کی غرض سے کی گئی ہو یا نفس کی کھینچا تانی کے وقت نفس کی تسکین کے لیے کی گئی ہو تا کہ آنکھ زنا کی طرف نہ اٹھے اور نہ نفس کھینچ کر بدکاری کی طرف لے جائے لہٰذا ان صورتوں میں اس کا یہ فعل نہ مذموم کہلائے گا اور نہ اس سے اس پر کوئی عار لازم آئے گی بلکہ یہ فعل زیادہ قابل تعریف اور ثنا کا زیادہ حقدار ہوگا ۔ اور اگر ایسی حالت میں وہ شریف زادیوں سے لونڈیوں کا سا برتاؤ کرنے سے بچتا رہے گا تو یہ بات اس کے لیے کمال مروت سمجھی جانے کی اور اس کی عزت کے بچاؤ کے لیے زیادہ کارگر ہوگی ۔ یہ ایسی کیفیت ہے جس کا دار و مدار نفوس کی ہوس پر ہے ، اس ضمن میں کسی ایک امر کو

دوسرے پر ترجیح دینا ممکن نہیں ۔ یہ حالت منکوحہ کے لیے نہایت حطرناک ہوتی ہے کیونکہ ایک حد تک پہنچنے کے بعد ہوس ختم ہو جاتی ہے اور اس کے زائل ہو جانے سے وہ تمام امور بھی زائل ہو جاتے ہیں جن کا اس سے تعلق ہوتا ہے لہذا ابتدا میں ہوس ہوگی اور آخر میں نفرت ۔ اسی لیے عرب جاہلیت میں لڑکیوں کو ناپسند کرتے تھے اور ان پر شفقت کی عرض سے اور اس حمیت اور غیرت کے باعث کہ کہیں کوئی کمینہ انسان اس حالت میں انہیں ذلیل نہ کر دے انہیں زندہ دفن کر دیتے تھے ۔ جو عرب لڑکیوں پر رحم کھانے اور محبت کی وجہ سے انہیں [۲ : ۹] قتل کرنے سے پرہیز کرتے تھے ان کے نزدیک بھی لڑکی کا مر جانا زیادہ محبوب اور افضل تھا ۔ جب [۱] عقیل بن عُلّیفہ سے اس کی بیٹی حرباء کا رشتہ مانگا گیا تو اس نے کہا :

میرے نزدیک قبر محبوب ترین داماد ہوگی (بنسبت اس کے کہ میں اس کی شادی کسی سے کروں) خواہ مجھے ایک ہزار درہم ، غلام اور اونٹوں کے دس [۲] ذود ہی کیوں نہ بطور مہر دیے جائیں ۔

عبداللہ بن طاہر کہتا ہے .

لِکُلِّ أَبِی بِنْتٍ یُرَاعِی شُؤُونَهَا
ثَلَاثَةُ أَصْهَارٍ إِذَا حُمِدَ الصِّهْرُ

جب دامادی کے رشتے کی تعریف کی جائے تو ہر بیٹی کے باپ کے لیے جو اس کے حالات کی نگہداشت کرتا ہو تین ہی داماد ہو سکتے ہیں

فَبَعْلٌ یُرَاعِیهَا وَخِدْرٌ یُکِنُّهَا
وَقَبْرٌ یُوَارِیهَا وَأَفْضَلُهَا الْقَبْرُ

ایک خاوند ہے جو اس کی نگہداشت کرے ، دوسرا خیمہ جس کے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عقیل بن علقمہ ہے اسے عقیل بن عُلّیفہ پڑھیں ۔
۲ ۔ ذَوْد اونٹنیاں جن کی تعداد تین اور دس کے درمیان ہو لہذا دس ذود میں زیادہ سے زیادہ ایک سو اونٹنیاں ہوں گی ۔

اندر وہ چھپی رہے ، تیسری قبر جو اسے ڈھانپ لے ، اور حق یہ ہے
کہ قبر بہترین داماد ہے

نکاح کے مقاصد میں سے عربوں کا ایک مقصد نسل اور اولاد پیدا کرنا بھی تھا ۔ عرب اولاد حاصل کرنے کی خاطر بھی شادی کے خواہاں ہوتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ جو شخص اولاد پیدا نہیں کرتا اے کاش وہ پیدا ہی نہ ہوتا ۔ اسی لیے وہ کم عمر کی اور باکرہ لڑکیاں تلاش کیا کرتے تھے اس لیے کہ کنواری لڑکیاں اولاد پیدا کرنے کے ضمن میں خصوصیت کی مالک ہوتی ہیں ۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :

تم باکرہ لڑکیوں کے ساتھ شادی کیا کرو کیونکہ وہ زیادہ شیریں دہن ، زیادہ اولاد پیدا کرنے والی اور تھوڑی سی چیز پر زیادہ راضی ہو جانے والی ہوتی ہیں ۔

" اَنْتَقُ ارحاماً " کے معنی " زیادہ اولاد پیدا کرنےوالیاں " ہیں ۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں : تم باکرہ لڑکیوں سے شادی کیا کرو کیونکہ وہ محبت زیادہ کرتی ہیں اور بکواس کم ۔

یہی صورت (نکاح کی) بہترین صورت ہے کیونکہ شادی اسی بات کے لیے ضروری قرار دی گئی ہے اور یہی امر شریعت میں وارد ہؤا ہے چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا :

سَوْدَاءُ وَلُودٌ خَيْرٌ مِن حَسْنَاءَ عَاقِرٍ

کالے رنگ کی بچے پیدا کرنے والی عورت خوبصورت بانجھ عورت سے بہتر ہے

عرب اسی قسم کی باتوں کے باعث دور کے لوگوں اور اجنبیوں سے اپنی لڑکیوں کی شادی کرنا پسند کرتے تھے ۔ ان کے خیال میں اس طرح کی شادی سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے وہ زیادہ نجیب ہوتا ہے اور بچے کی خلقت بھی زیادہ خوشنما ہوتی ہے ۔ وہ اپنے کنبے میں اور رشتہ داروں سے

شادی کرنے سے پرہیز کیا کرتے تھے ، ان کے خیال میں یہ بات بچے کی خلقت کے لیے مضر اور نجابت سے بعید تھی ۔ وہ کہا کرتے تھے کہ غیرت [۲ : ۱۰] مند عورت کی اولاد نجیب نہیں ہوتی اور جو عورت مرد سے بغض رکھتی ہو اس کی اولاد سب سے زیادہ نجیب ہوتی ہے کیونکہ جب اسے مرد کی خواہش نہیں ہوتی تو مرد (اولاد کو) اپنے سے مشابہ کرنے کے معاملے میں عورت پر غالب آ جاتا ہے ۔

عربوں کا خیال ہے کہ اونٹوں میں قریب النسب ہونا قابل تعریف سمجھا جاتا ہے کیونکہ ایسا صرف کریم النسل اونٹوں میں ہوتا ہے اور ان کی نوع کی حفاظت کی غرض سے بعض اونٹوں کو بعض پر سوار کیا جاتا ہے مگر انسانوں میں قریب النسب ہونا قابل مذمت ہے اس لیے کہ اس سے نسل میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے ۔

[1]حدیث میں ہے :

اِغْتَرِبُوا وَلَا تُضْوُوا[1]

تم اجنبیوں سے شادی کیا کرو (اور قریبی رشتہ داروں سے شادی کرکے) اولاد کو کمزور نہ کیا کرو

مطلب یہ ہے کہ قرابت داروں میں شادی کرنے سے کمزور اولاد پیدا ہوتی ہے ۔ ضَوَی ۔ ضاد معجمہ کے ساتھ ۔ بروزن هَوٰی ، ضَوِی ۔ واؤ کے نیچے زیر ۔ یَضْوٰی زبر کے ساتھ ۔ کا مصدر ہے جس کے معنی کمزوری اور لاغری کے ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ عرب اس کے خلاف عمل (یعنی اجنبیوں میں شادی کرنے) کی تعریف کرتے ہیں ۔ جیسا کہ ایک رجز گو نے کہا ہے :

۱ ۔ آلوسی نے ان الفاظ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے مگر ابن عبد ربہ (العقد الفرید : ۷ : ۱۱۰) لکھتا ہے : والعرب تقول : اغتربوا ولا تضووا ای انکحوا فی الغرائب فان الغرائب یضوین البنین ۔

إنَّ بِلالاً لَمْ تَشِنْهُ أُمُّهُ
لَمْ يَتَنَاسَبْ خَالُهُ وَ عَمُّهُ

بلال کی والدہ نے بلال کو عیب ناک نہیں کیا کیونکہ نہ تو اس کا خالو اس کا ہم نسب تھا اور نہ چچا

ایک اور شاعر کہتا ہے :

فَتًی لَمْ تَلِدْهُ بِنْتُ عَمٍّ قَرِيبَةٌ
فَيَضْوَى وَقَدْ يَضْوِي رَذِيلُ الاَقَارِبِ

یہ ایک ایسا جوان ہے جسے کسی قریبی یعنی چچا زاد لڑکی نے نہیں جنا کہ وہ لاغر ہوتا کیونکہ رذیل قرابت والا کمزور ہؤا کرتا ہے

ایک اور کہتا ہے :

تَجَاوَزْتُ بِنْتَ العَمِّ وَهْيَ حَبِيبَةٌ
مَخَافَةَ أَنْ يَضْوَى عَلَيَّ سَلِيلِي

میں نے اپنے چچا کی بیٹی کو باوجود اس کے کہ وہ مجھے محبوب تھی چھوڑ کر کسی اور سے شادی کر لی اس خوف سے کہ کہیں میری اولاد لاغر و کمزور نہ پیدا ہو

اسی طرح عربوں سے متعلق یہ بات بھی بیان کی جاتی ہے کہ تہجین اونٹوں میں تو ممدوح امر ہے مگر انسانوں[1] میں مذموم ہے۔ کیونکہ جہاں تک اونٹوں کا تعلق ہے تہجین کے معنی یہ ہیں کہ ماں اور باپ دونوں

---

۱ - ایک شاعر کہتا ہے :

إنَّ أَوْلَادَ السَّرَارِي
كَثُرُوا يَا رَبِّ فِينَا
رَبِّ أَنْزِلْنِي بِلَاداً
لَا أَرَى فِيهَا هَجِينَا

اے میرے رب ہم میں لونڈیوں کی اولاد کی کثرت ہو گئی ہے ۔ تو مجھے ایسے ملک میں آباد کر جہاں میں کسی دوغلے کو نہ دیکھوں ۔

اصیل ہوں اور انسانوں میں تہجین کے معنی یہ ہیں کہ باپ عربی النسل ہو اور والدہ لونڈی ہو۔ اسی سے رَجُلٌ ھَجِینٌ کا محاورہ لیا گیا ہے اور اگر معاملہ برعکس ہو (یعنی ماں اصیل ہو اور باپ غلام) تو رَجُلٌ مُقْرِفٌ و فَلَنْقَسٌ کہتے ہیں [فَلَنْقَس بروزن سَفَرْجل - پہلا حرف فاء ہے اور چوتھا قاف]

رجز گو کہتا ہے :

اَلْعَبْدُ وَالْھَجِینُ وَ الْفَلَنْقَسُ
ثَلاثَةٌ فَاَیَّھُمْ تَلْتَمِسُ

غلام ، لونڈی کا بیٹا اور غلام کا بیٹا یہ تین ہیں - ان میں سے تم کسے چاہتے ہو

ایک اور شاعر کہتا ہے :

کَمْ بِجُودٍ مُقْرِفٌ نَالَ الغینیٰ[1]
وکریمٍ بُخْلُهُ قَدْ وَضَعَهْ

کئی کم اصل لوگوں نے سخاوت کے ذریعے بلندی حاصل کر لی اور کئی شریف الاصل لوگوں کو بخل نے رذیل بنا دیا

عرب کہتے ہیں کہ جب عورت خوفزدہ ہو اور مرد اسے مباشرت پر مجبور کرے تو اس مباشرت سے وجود میں آنے والی نرینہ اولاد نجیب ہوتی ہے :

ابو کبیر[2] ہُذلی کہتا ہے :

---

۱ - الغینیٰ : اصل کتاب میں اسی طرح درج ہے مگر اس طرح پڑھنے سے کوئی واضح معنی نہیں بنتے - میرے خیال میں یہ لفظ العُلیٰ ہے اور میں نے یہی پڑھ کر ترجمہ کیا ہے -

۲ - ابو کبیر الھذلی : ابو کبیر کا نام بقول بعض عامر بن حلیس تھا اور بقول بعض عُوَیمر بن حلیس - یہ بنی سعد بن ہذیل میں سے تھا۔ ان اشعار کا قصہ یہ ہے کہ ابو کبیر نے تأبط شراً کی والدہ سے شادی

باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۵ پر

صفحہ ۲۷۴ کا بقیہ حاشیہ
کر لی ۔ اس وقت تأبط شراً ابھی بچہ ہی تھا ۔ جب تأبط شراً نے
ابو کبیر کو اپنی والدہ کے پاس کثرت سے جاتے دیکھا تو اس نے
برا مانا ۔ ابو کبیر بھی اس کے چہرے کو دیکھ کر بھانپ گیا ۔ ہوتے
ہوتے تأبط شراً جوان ہوگیا ۔ ابوکبیر نے اس کی والدہ سے کہا کہ
مجھے تو اس بچے سے ڈر لگتا ہے لہٰذا اب میں تمھارے پاس نہ آؤں گا ۔
اس نے کہا : اسے کسی طرح چلتا کرو چنانچہ ایک دن ابو کبیر
نے کہا کیا کسی قوم پر چڑھائی کرو گے ۔ تابط شراً نے جواب
دیا میرا تو کام ہی یہ ہے ۔ دونوں جنگ کے ارادے سے روانہ
ہوگئے مگر کوئی زاد راہ ساتھ نہ لیا ۔ ایک رات اور ایک دن
چلنے کے بعد ابو کبیر ان لوگوں کے پاس پہنچا جو تأبط شراً کے
دشمن تھے اور انھوں نے آگ جلا رکھی تھی ۔ ابو کبیر نے
تأبط شراً سے کہا : وہاں جا اور کھانے کے لیے کچھ لے آ ۔
یہ آگ بد ترین ڈاکوؤں نے راہ گیروں کو دھوکا دینے کے لیے
جلا رکھی تھی ۔ تأبط شراً کو دیکھتے ہی انھوں نے اس پر
حملہ کر دیا ۔ یہ پیچھے کو دوڑا ۔ انھوں نے اس کا پیچھا کیا ۔
جب ایک ان میں سے اس کے قریب ہؤا تو اس نے اسے قتل کر
دیا ۔ پھر دوسرے کی طرف آ کر اسے بھی قتل کر ڈالا ۔ اس کے
بعد آگ کی طرف آیا وہاں سے روٹیاں لیں اور لا کر ابو کبیر کو
دیں خود کچھ نہ کھایا ۔ جب ابو کبیر نے ڈاکوؤں کے قتل کا
قصہ سنا تو اس کا خوف اور بڑھ گیا ۔ پھر چل پڑے ۔ راستے میں
کچھ اونٹ لوٹ لیے ۔ اس کے بعد تین راتیں اور گزاریں ۔ ان میں
ابو کبیر رات کے پہلے حصے میں سو جاتا اور تأبط شراً پہرہ دیتا ۔
رات کے دوسرے حصے میں تأبط شراً کے سونے کی باری ہوتی مگر
ابو کبیر بھی سو جاتا اور پہرہ نہ دیتا ۔ جب چوتھی رات ہوئی تو
ابو کبیر رات کے پہلے حصے میں سو گیا اور تأبط شراً پہرہ دیتا رہا ۔

باقی حاشیہ صفحہ ۲۷۶ پر

وَلَقَدْ سَرَيْتُ عَلَى الظَّلامِ بِمِغْشَمٍ
جَلْدٍ مِنَ الفِتْيَانِ غَيْرِ مُثَقَّلِ

میں نے رات کی تاریکیوں میں ایک ایسے شخص کے ساتھ سفر کیا جو ہر کام بے سوچے سمجھے کر گزرتا ہے ، جو قوی ہو کر بھی جی کے لیے بوجھ معلوم نہیں ہوتا ۔

صفحہ ۲۷۵ کا بقیہ حاشیہ

پھر جب تأبط شراً سویا تو ابو کبیر نے سمجھا کہ اب یہ گہری نیند سو گیا ہے لیکن یہ معلوم کرنے کے لیے کہ آیا وہ سویا ہے یا نہیں اس نے ایک کنکر پھینکا ۔ تابط شراً فوراً اٹھ کھڑا ہوا اور پوچھا یہ کیسی آواز تھی ؟ ابو کبیر نے جواب دیا : مجھے معلوم نہیں ۔ تأبط شراً ادھر اُدھر گھومنے کے بعد پھر سو گیا ۔ ابوکبیر نے پھر خیال کیا کہ اب سو گیا ہوگا لٰهذا اس نے پہلے سے بھی چھوٹا کنکر لےکر پھینکا ۔ تأبط شراً پہلےکی طرح پھر اٹھ کھڑا ہوا اور ادھر اُدھر گھوما ، پھر کہا مجھے تم پر شک گزرتا ہے ۔ اللہ کی قسم اگر اب کسی قسم کی آواز آئی تو تمھیں مار ڈالوں گا ۔ ابو کبیر کہتا ہے کہ میں رات بھر پہرہ دیتا رہا اور ڈرتا رہا کہ کہیں کوئی اونٹ آواز نہ نکالے اور یہ مجھے مار نہ ڈالے ۔ واپس آ کر کہا کہ میں اس شخص کی والدہ کے پاس نہ جاؤں گا لٰهذا اسے طلاق دے دی اور یہ اشعار کہے (تبریزی : ۱ : ۴۵) ۔

۱ - تبریزی (شرح حماسہ : ۱ : ۴۲) کہتا ہے کہ جب کوئی شخص کسی فعل کا آلہ بنے تو مِفْعَلٌ کا وزن استعمال ہوتا ہے مثلاً مغشم ، محرب ، مرجم وغیرہ اور جب کسی فعل پر قدرت رکھتا ہو تو فَعُول کا وزن آتا ہے جیسے صبور ، قتول اور شکور وغیرہ اور جب وقتاً فوقتاً کوئی کام کرتا ہو تو فعّالَ کا وزن آتا ہے جیسے صبّار اور علاّم وغیرہ اور جب کسی فعل کے کرنے کی عادت بن چکی ہو تو مفعال کا وزن آتا ہے جیسے رحل مِغوار ، معطاء ، مِهدارٌ وغیرہ ۔

مِمَّنْ حَمَلْنَ بِهٖ وَ هُنَّ عَوَاقِدٌ
[1]حُبُكَ النِّطَاقِ فَشَبَّ غَيْرُ [2]مُهَبَّلٖ

یہ نوجوان ان لوگوں میں سے ہے جن کا حمل اس حالت میں قرار پایا ہو کہ ان کی ماؤں نے کمر بند کی پیٹیاں باندھ رکھی ہوں لہٰذا جب وہ جوان ہؤا ہو تو بھاری بھرکم جسم والا نہ ہو۔

حَمَلَتْ بِهٖ فِيْ لَيْلَةٍ [3]مَزْؤُوْدَةٍ
كُرْهاً وَ عَقْدُ نِطَاقِهَا لَمْ يُحْلَلٖ

اس کی والدہ کو اس کا حمل اس رات قرار پایا تھا جس رات وہ خوفزدہ تھی اور اس کے والد نے کمر بند کی گرہ کو کھولے بغیر ہی جبراً اس سے مباشرت کر لی تھی۔

---

۱ - تبریزی (شرح حماسہ : ۱ : ۴۲)کہتا ہے : روایت حبک الثیاب ہے کیونکہ نطاق کے حُبُک نہیں ہوتے اور حبک کے معنی طرائق کے ہیں مگر فیضی (شرح حماسہ : ۱ : ۲۴ - طبع سنگ) کہتا ہے حُبُک حُبکۃ کی جمع ہے وہ رسی جو کمر میں باندھی جاتی ہے۔

۲ - تبریزی کہتا ہے کہ '' فشب غیر مُهَبَّل '' کے معنی فنشأ محموداً مرضیاً لم یدع علیه با لهبل والثکل (اس نے قابل تعریف اور پسندیدہ طریقے پر نشو و نما پائی لہٰذا کسی نے اسے یہ کہہ کر کہ تو مرے بد دعا نہیں دی) ۔ مگر فیضی کہتا ہے کہ المُهَبَّلُ هَبَّلَهٗ سے لیا گیا ہے اور یہ اس وقت بولا جاتا ہے جب کوئی شخص زیادہ گوشت کی وجہ سے بھاری بھر کم ہو گیا ہو ۔ اسی معنی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ قول ہے : وَكَانَتِ النِّسَاءُ لَمْ يُهَبِّلْهُنَّ ا للَّحْمُ فیضی کی تائید مبرد (کامل : ۱ : ۷۹) نے کی ہے چنانچہ مبرد کہتا ہے المُهبّل : الکثیر اللّحم ۔

۳ - مبرد (کامل : ۱ : ۷۹ طبع مصر ۱۳۶۵ھ) مزؤودة : ذات زؤد وهو الفزع فمن نصب مزؤدہً فانما اراد المرأہ و من خفض فانه ارادالليلة وجعل الليل ذات مرع لانه يفزع فيها قال الله عزوجل : بل مکرالليل والنهار و المعنی بل مکر کم فی الليل والنهار ۔

فَأَتَتْ بِهِ حُوشَ الفُؤَادِ مُبَطَّنًا
سُهُدًا إِذَا مَا نَامَ لَيْلُ الهَوْجَلِ

لہذا جب اس کی والدہ نے اسے جنا تو یہ تیز ذہن اور ہلکے پیٹ والا تھا ۔ راتوں کو بیدار رہنے والا تھا درآنحالیکہ بھاری بھر کم اور کاہل وجود والا شخص نیند کی آغوش میں جا چکا ہو

وَمُبَرَّأً مِنْ كُلِّ غُبَّرِ حَيْضَةٍ
وَفَسَادِ مُرْضِعَةٍ وَدَاءٍ مُغْيِلِ

(اس کی والدہ نے ایسے نوجوان کو جنا) جو اس بات سے مبرّا تھا کہ اس کا حمل حیض کے باقی دنوں میں قرار پایا ہو نیز اس بات سے مبرّا تھا کہ دودھ پلانے والی کے دودھ میں خرابی پیدا ہوئی ہو اور اس بیماری سے بھی جو اس صورت میں پیدا ہوتی ہے جب عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو اور خاوند اپنا شوق پورا کرتا رہتا ہو

وَإِذَا نَبَذْتَ لَهُ الحَصَاةَ رَأَيْتَهُ
يَنْزُو لِوَقْعَتِهَا طُمُورَ الأَخْيَلِ

جب تو اس کی طرف کنکر پھینکے گا تو تُو دیکھے گا کہ کنکر کے گرتے ہی یہ شکرے کی طرح لپکتا ہے

وَإِذَا يَهُبُّ مِنَ المَنَامِ رَأَيْتَهُ
كَرُتُوبِ كَعْبِ السَّاقِ لَيْسَ بِزُمَّلِ

جب یہ خواب سے بیدار ہوتا ہے تو تُو دیکھے گا کہ یہ پنڈلی کی اس ہڈی کی طرح اٹھتا ہے جو کمزور نہ ہو

مَا إِنْ يَمَسُّ الأَرْضَ إِلَّا مَنْكِبٌ
مِنْهُ وَحَرْفُ السَّاقِ طَيَّ المِحْمَلِ

---

۱ - عربوں کے خیال میں جب عورت بچے کو دودھ پلاتی ہو اور خاوند مباشرت کرے تو اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے اور ایسا بچہ گھوڑے کی پیٹھ پر مضبوطی سے بیٹھ نہیں سکتا گر پڑتا ہے ۔

(جب یہ سوتا ہے تو) اسی کا صرف ایک کندھا اور پنڈلی کا ایک کنارہ زمین کو چھوتا ہے اور ایسا پتلا دبلا ہے جیسے تلوار کی پٹی ہو

وَإِذَا رَمَيْتَ بِهِ الفِجَاجَ رَأَيْتَهُ
يَهْوِي مَخَارِمَهَا هُوِيَّ الأَجْدَلِ

اور جب تو اسے پہاڑی دروں کو رواں کرے گا تو تُو دیکھے گا کہ یہ پہاڑ کی چوٹیوں پر شاہین کی طرح چڑھ رہا ہے

وَإِذَا نَظَرْتَ إِلَى أَسِرَّةِ وَجْهِهِ
بَرَقَتْ كَبَرْقِ العَارِضِ المُتَهَلِّلِ

اور جب تو اس کے چہرے کے نقوش کو دیکھے گا تو یہ چمکدار بادل کی طرح چمکتے ہوئے دکھائی دیں گے

[۱۲-۲] يَحْمِي الصِحَابَ إِذَا تَكُونُ كَرِيهَةٌ
وَإِذَا هُمُ نَزَلُوا فَمَأْوَى العُيَّلِ

جب جنگ ہو تو یہ اپنے ساتھیوں کو بچاتا ہے اور جب کسی مقام پر اترتے ہیں تو وہ محتاجوں کے لیے جائے پناہ ہوتا ہے

تبریزی نے شرح حماسہ میں ان اشعار کا قصہ اور الفاظ کی تشریح بیان کی ہے ۔ ہُذَلی اپنے سوتیلے بیٹے تابط شراً کی تعریف میں یہ کہنا چاہتا ہے کہ اس میں وہ تمام اوصاف محمودہ پائے جاتے ہیں جو مردوں میں پائے جانے چاہییں ۔

ہُذَلی کے مِمَّنْ حملن به الخ کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان نوجوانوں میں سے ہے جن کا استقرار حمل ایسی حالت میں ہؤا ہو جب ان کی والدہ آمادہ نہ تھیں ، پھر ان کا نشو و نما قابل تعریف اور پسندیدہ حالت میں ہؤا لہٰذا کوئی ان کے مر جانے کی دعا نہیں کرتا ۔

---

۱ ۔ هُوِی (ہاء پر پیش) اوپر کو چڑھنا اور هَوِی (ہاء پر زبر) نیچے کو اترنا ۔

ایک عرب سے یہ بھی منقول ہے کہ جب تو یہ چاہے کہ عورت کے ہاں نجیب اولاد پیدا ہو تو ہم آغوشی کے وقت اسے ناراض کر دے ۔ اسی لیے کہا جاتا ہے کہ جس عورت سے اس وقت ہمکنار ہوا جائے جس وقت وہ خوفزدہ ہو تو جو بچہ اس سے پیدا ہوگا اس کے مقابلے کی کوئی شخص بھی تاب نہ لا سکے گا ۔

شاعر کہتا ہے :

تَسَنَّمْتُهَا غَضْبَىٰ فَجَاءَ مُسَهَّداً
وَ اَنْفَعُ اَوْلَادِ الرِّجَالِ المُسَهَّدُ[1]

میں (اس کی والدہ کی سمت پر) اس وقت لپکا جب وہ غصے کی حالت میں بھی لہٰذا جو بچہ پیدا ہؤا وہ کم سونے والا تھا ۔ انسان کے لیے سب سے زیادہ فائدہ مند اولاد وہی ہوتی ہے جو کم سونے والی ہو ۔

مبرد نے کامل[2] میں کہا ہے : نجیب ترین اولاد وہ ہوتی ہے جو اس عورت سے پیدا ہو جو مرد سے بغض رکھتی ہو ۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ عورت کو خاوند سے بغض ہوتا ہے لہٰذا خاوند کا پانی غالب آ جاتا ہے جس کی وجہ سے بچہ والد کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے اور نرینہ اولاد پیدا ہوتی ہے ۔

عربوں کے کسی دانا نے کہا ہے : جب تو یہ چاہے کہ تیری بیوی نجیب اولاد پیدا کرے تو تو اسے پہلے ناراض کر لے پھر اس کے ساتھ ہم آغوش ہو ۔ اس طرح تمہارا پانی غالب رہے گا ۔ یہی حال خوفزدہ عورت کا ہے جیسا کہ ابو کبیر نے کہا ہے اور مذکورہ بالا دو شعر[3]

---

۱ - مبرد (کامل طبع مطبعہ حجازی ۱۳۶۵ھ : ۱ : ۷۷) نے یہ شعر یوں دیا ہے :

فَجَاءَتْ بِهِ حُوْشَ الفُؤَادِ مُسَهَّداً
وَ اَفْضَلُ اَوْلَادِ الرِجَالِ المُسَهَّدُ

۲ - ملاحظہ ہو کامل طبع مطبعہ حجازی ۱۳۶۵ھ : ۱ : ۷۹ ۔

۳ - ایک میں حملن به آلبیت اور دوسرا حملت به فی لیلة مزؤودة البیت ۔

پیش کئے ہیں -

اور نِطَاق - نون کے نیچے زیر - کپڑے کا ایک ٹکڑا ہوتا ہے جسے عورتیں پہنتی ہیں - عورتیں اسے درمیان میں سے باندھ لیتی ہیں پھر اوپر والے حصے کو نچلے حصے پر گھٹنے تک لٹکا دیتی ہیں ، اوپر کا حصہ زمین پر گھسیٹتا ہوا چلا آتا ہے -

اور " حملت بہ فی لیلۃ مزؤودۃ " کے الفاظ میں لیلۃ مَزْؤُوْدَۃٌ سے مراد لَیْلَۃٍ ذاتِ زُؤْدٍ ہے اور زُؤْد کے معنی گھبراہٹ اور خوف کے ہیں اور خوف کے مارے عورت ہمکناری کی طرف مائل نہیں ہوتی کیونکہ ایسے عالم میں اس کی شہوت کی تیزی جا چکی ہوتی ہے لہٰذا (اس حالت میں) جو اولاد پیدا ہوگی اس میں عورت کا پورا حصہ نہ ہوگا [۱۳:۲] اور والد کا " اشتیاق " پورے طور پر ہوگا لہٰذا بچہ مردمیت کے تمام اوصاف حاصل کر لے گا - رات کا ذکر کرنے سے فائدہ یہ ہے کہ اس کے حمل کی ابتدا رات کو ہوئی - یہ امر بچے کے نجیب ہونے میں مُمِد ہوتا ہے اور ایسا بچہ بہادر ہوتا ہے - یہ بات ان کے ہاں ایک تحقیق شدہ بات ہو گئی لہٰذا رات کے حمل کو انھوں نے اس قدر اہمیت دی کہ انھوں نے اپنا نسب رات کے ساتھ ملا دیا -

شاعر کہتا ہے :

أَنَا ابْنُ عَمِّ اللَّيْلِ وَ ابْنُ خَالِه
إِذَا دَجَى دَخَلْتُ فِي سِرْبَالِه
لَسْتُ كَمَنْ يَفْرَقُ مِنْ خَيَالِه

میں رات کے چچا اور خالو کا بیٹا ہوں - جب رات تاریک ہو جاتی ہے تو میں اس کی قمیص کے اندر گھس جاتا ہوں - میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو رات کے تخیل سے ہی گھبرا جاتے ہیں

یہاں سے معلوم ہو گیا کہ شادی کرنے سے عربوں کی غرض و غایت نسل اور اولاد پیدا کرنا ہوتی نہ کہ حیوانی شوق پورا کرنا ، اسی لیے تو انھوں نے ان اسباب کی جستجو کی جن کی وجہ سے ان کی اولاد نجیب ہو -

جسمانی ساخت اور خلق کے اعتبار سے عورت کے ان اوصاف کا بیان جو عربوں کے یہاں پسندیدہ ہیں

یاد رکھیں کہ عرب غایت درجے کے حسن کو نا پسند کرتے تھے یا تو اس لیے کہ اس سے (عورت میں) بہت ہی زیادہ ناز نخرہ پیدا ہو جاتا ہے اور عربوں کا قول ہے کہ جسے ناز و ادا سے خوشی حاصل ہوگی اسے ذلت اٹھانے کی وجہ سے غم بھی حاصل ہوگا یا اس لیے کہ اس میں مرد کو یہ خوف ہوتا ہے کہ کہیں وہ عورت کی طرف رغبت اور اس کے اشتیاق کی مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص نے کسی دانا سے شادی کرنے کے متعلق مشورہ کیا تو دانا نے کہا: شادی کرو مگر جو عورت بہت ہی خوبصورت ہو اس سے بچنا کیونکہ یہ خوشنما چراگاہ ہے۔ اس شخص نے پوچھا: یہ کیونکر؟ دانا نے جواب دیا: جیسا کہ ایک قدیم شاعر نے کہا ہے:

وَلَنْ تُصَادِفَ مَرْعیً مُمْرِعاً أَبَداً
إِلاَّ وَجَدْتَ بِهِ آثارَ مُنْتَجِعِ

جو سرسبز و شاداب چراگاہ تمھیں ملے گی تمھیں وہاں گھاس تلاش کرنے والوں کے آثار قدم ملیں گے

یا اس لیے کہ دانشمند انسان کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ کہیں وہ عورت پر بہت زیادہ فریفتہ نہ ہوجائے اور عقلمند فریفتگی کے برے انجام سے بچتا ہے۔

عمرؓ بن الخطاب نے ایک عورت کو یہ شعر پڑھتے ہوئے سنا:

إِنَّ النِّسَاءَ رَيَاحِينٌ خُلِقْنَ لَكُمْ
وَكُلُّكُمْ يَشْتَهِي شَمَّ الرَّيَاحِينِ

عورتیں گلدستے کے مانند ہیں اور تمھارے ہی لیے پیدا کی گئی ہیں اور عالم یہ ہے کہ تم میں سے ہر شخص گلدستے کو سونگھنا چاہتا ہے

اس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے فرمایا:

إنَّ النِّسَاءَ شَيَاطِيْنٌ خُلِقْنَ لَنَا
نَعُوْذُ بِاللهِ مِن شَرِّ الشَّيَاطِيْنِ

عورتیں شیاطین ہیں جو ہمارے لیے پیدا کی گئی ہیں - ہم اللہ کے حضور ان شیاطین کے شر سے پناہ ڈھونڈتے ہیں

اور اگر کسی عورت سے شادی کرنے کی وجہ اس کی خوبصورتی کی کشش ہو تو اس سے (مرد و عورت کے مابین) مال کے مقابلے میں زیادہ الفت قائم رہتی ہے اس لیے کہ جمال ایک ایسی صفت ہے جو عورت کے ساتھ [۱۳:۲] رہتی ہے اور مال زائل ہو جانے والی صفت ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ (انسان کے لیے) پہلی سعادت مندی حسن صورت ہے - حدیث میں آیا ہے :

سب سے زیادہ برکت والی عورت وہ ہے جو سب سے زیادہ خوبرو ہو اور سب سے کم مہر والی ہو

لٰہذا اگر ان دونوں کے حالات ایسے ناز و ادا سے بچے رہیں جو ایک دوسرے سے اکتا جانے کا سبب بنیں تو ان دونوں کی باہمی الفت ہمیشہ قائم رہے گی - ان کے باہمی تعلقات مستحکم رہیں گے -

عورت کی جسمانی خوبیاں یہ ہیں

عورت جوان ہو ، جسم کی ساخت خوبصورت ہو ، چہرہ خوبصورت ہو ، جسم کے وہ اعضا جو ننگے ہوں اور قد دونوں خوبصورت ہوں ، اس کے ہاتھوں[1] کی انگلیاں نرم و نازک ہوں ، اس پر گوشت پر گوشت نہ چڑھا ہؤا ہو ، پتلے پیٹ والی ہو ، دونوں نہی گاہ پتلے ہوں ، باریک کمر ہو ، لمبا قد اور لمبی گردن ہو مگر (لمبائی) اعتدال اور خوبصورتی کے ساتھ ہو ، کولھے اور چوتڑ بڑے ہوں ، بازو اور پنڈلیاں پر گوشت ہو ، کھال پتلی ہو ، جسم کا ظاہری حصہ نرم و نازک ہو ، یوں معلوم ہوتا ہو کہ اس کے چہرے میں رونق ساری ہے ، بُو اچھی ہو ، منہ خوشبودار

---

۱ - قَصَبْ : قاف اور صاد دونوں پر زبر - ہاتھ اور پاؤں کی ہڈیاں یہاں مراد ہاتھ کی انگلیاں ہیں -

ہو ، خلوت میں اچھی ہو ، کھیلنے والی اور ہنس مکھ ہو ، بال بھرپور ہوں ، کہنیاں بڑی نہ ہوں ۔

عورت کے محاسن اخلاق یہ ھیں

باحیا ہو ، دھیمی آواز والی ہو ، اپنے خاوند سے محبت رکھتی ہو ، محبت سے پیش آتی ہو ، بدکاری سے نفرت کرتی ہو ، گندگی سے پرہیز کرتی ہو ، دونوں ہاتھوں سے کام کرنے والی ہو ، کام میں چست ہو اور بچے پیدا کرنے والی ہو ۔

[1]ابو دُرید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ ہمیں عبدالرحمٰن نے اپنے چچا (اصمعی) سے روایت کرتے ہوئے بتایا کہ ایک بدوی نے عورتوں کی تعریف میں یوں کہا :

منہ[2] پر ڈھاٹھ باندھتی ہیں ، گردن[3] میں ہار ڈالتی ہیں ، چوتڑوں[4] پر چادر باندھتی ہیں ، تخت پر چڑھ کر بیٹھتی ہیں ، قالینوں پر مٹک کر چلتی ہیں ، جب مسکراتی ہیں تو شگوفوں جیسے دانت ظاہر کرکے بجلی

---

۱ ۔ اصل کتاب میں ابو دُرید ہی درج ہے ۔ ابن درید ہونا چاہیے کیونکہ ابوبکر محمد بن الحسن بن درید اصمعی کے بھتیجے عبدالرحمٰن کا شاگرد تھا ۔ ابن درید نے ۳۲۱ھ میں وفات پائی ۔ اس کی پیدائش ۲۲۳ھ میں ہوئی ۔ نحوی اور لغوی تھا ۔

۲ ۔ سبائک : سبیکۃ کی جمع ہے ۔ جمہرہ ابن درید (۱ : ۲۸۷) میں ہے ۔ السبیکۃ القطعۃ من الفضۃ وغیرھا اذا استطالت (چاندی وغیرہ کا لمبوترا ٹکڑا) مراد چاندی جیسے دانت ہیں پھر منہ مراد لی ہے ۔

۳ ۔ لیازک جمع لیزک کی ۔ چھوٹا نیزہ مراد گردن ۔

۴ ۔ عوانک جمع ہے عانک کی ریت کا ٹیلہ ۔ عرب عورت کے چوتڑوں کو ریت کے ٹیلے سے تشبیہ دیتے ہیں ۔

چمکاتی ہیں ، جوانی کے دیوانہ پن کی طرف مائل اور بیہودہ گوئی سے متنفر[1] ہوتی ہیں ۔

[2]ابو درید سے اس کی اپنی سند سے جو ابو عمرو بن العلاء پر ختم ہوتی ہے مروی ہے کہ [3]ابو عمرو بن العلاء کہتا ہے کہ کسی حمیری رئیس کے دو بیٹے تھے ایک کا نام عمرو اور دوسرے کا ربیعہ تھا اور [۲:۱۵] دونوں نے علم و ادب میں کمال حاصل کیا تھا ۔ جب وہ رئیس اپنی انتہائی عمر کو پہنچا اور مرنے کے قریب ہوا تو اس نے دونوں بیٹوں کو بلایا تاکہ وہ ان کی عقلوں کا امتحان کرے اور یہ معلوم کرے کہ ان کا علم کہاں تک پہنچا ہے ۔ جب دونوں آئے تو اس نے ان سے چند امور کے متعلق دریافت کیا اور دونوں نے ان کے خوب جواب دیے ۔ ہم اس کتاب کی مناسب بحثوں اور مطالب میں ان سوالات اور جوابات کا ذکر کریں گے ۔

منجملہ ان سوالات کے ایک سوال عورتوں کے متعلق تھا ۔ چنانچہ اس نے عمرو سے کہا : یہ بتاؤ کہ تمھیں کس قسم کی عورت زیادہ محبوب ہے ؟ ـ اُس نے جواب دیا :

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں نَور ۔ نون کی زبر کے ساتھ دیا ہے اسے نُور ۔ نون کی پیش کے ساتھ پڑھیں ۔ جمہرہ میں ہے : نَارَت الوحشیة وغیرھا تَنُور نواراً وھی نَوّارٌ و نَوُورٌ اذا نفرت من فزع و به سمیت المرأة نواراً تاج العروس (۳ : ۵۹۸) میں ہے : النَّوُورُ المرأة النَفُورُ من الریبة کالنواد کالسحاب جمع نُوْرٌ بالضم یقال : نسوة نُورٌ ای نُفُر من الریبة

۲ ۔ ابن درید چاہیے ۔

۳ ۔ ابو عمرو بن العلاء : ابو عمرو زبان بن العلاء المازنی قرآن کے سات قاریوں میں ان کا شمار ہوتا ہے ۔ اشراف عرب میں سے تھے ۔ فرزدق نے ان کی مدح کہی ہے ۔ عربیت اور ایام العرب کے ماہر تھے ۔ ۱۵۴ھ میں وفات پائی ۔

" خوبصورت اور گٹھے ہوئے جسم والی ، پر گوشت[1] پنڈلیوں والی ، لمبی گردن والی ، جس کی گفتگو بیمار کے لیے شفا ہو اور جس کے قریب جانے سے مریض صحت یاب ہو جائے ، اگر تو اس سے نیک برتاؤ کرے تو وہ شکر گزار ہو اور اگر برا برتاؤ کرے تو صبر کرے اور اگر تو اسے راضی کرنا چاہے تو راضی ہو جائے۔ مست نگاہ ہو ، ملائم کف اور گراں سرین ہو -

اس کے بعد ربیعہ سے کہا : تو اس بیان کے متعلق کیا کہتا ہے ؟ ربیعہ نے جواب دیا : اس نے عورت کی اچھی صفات بیان کی ہیں مگر مجھے تو اور ہی (قسم کی عورت) زیادہ محبوب ہے - باپ نے کہا : وہ کونسی ہے ؟ اس نے کہا :

جس کی آنکھیں فتنہ خیز ہوں ، رخسار دراز ہوں ، چھاتیاں ابھری ہوں ، کولھے بڑے اور بھاری ہوں ، کم چیز پر شکر گزار ہو ، خاوند کی مددگار ہو ، نرم گفتار ہو ، اس کے جسم کی ہڈیاں بڑی نہ ہوں - جس کے ماموں اور چچا اصیل ہوں اور شیریں دہن ہو -

ایک عرب نے شادی کرنے کا ارادہ کیا تو دوسرے عرب نے اس سے کہا :

ایسی عورت سے شادی کرنا جس کے پاؤں ملائم ہوں ، رانیں گٹھی ہوئی ہوں ، بڑے بڑے بازو ہوں ، ہتھیلیاں نازک ہوں ، پستان ابھرے ہوئے ہوں ، رخسارے سرخ ہوں ، آنکھیں شرمیلی ہوں ، ابرو باریک اور کشیدہ ہوں ، ہونٹ سیاہی مائل ہوں ، پیشانی کشادہ ہو ، ناک اونچی ہو ، دانت باریک ہوں ، بال خوب سیاہ ہوں ، گردن جھکی ہوئی ہو اور پیٹ[2] پر شکن بڑے ہوں -

---

۱ - ممکورة : منتہی الارب میں ہے : ممکورة : زن بر پیچان خلقت استوار اندام و گرد ساق اور لسان العرب میں ہے امرأة ممکورة : مستدیرة الساقین

۲ - مکسرہ البطن : لسان العرب میں ہے : کسور الثوب و الجلد : غضونہ

منذر اکبر[1] نے ایک لونڈی کیسریٰ انوشروان کو تحفہ کے طور پر بھیجی اور ایک رقعہ ساتھ لکھ کر بھیجا جس میں اس لڑکی کے اوصاف یوں بیان کیے تھے[2] :

[۲:۱٦] میں نے بادشاہ کی طرف ایک لڑکی بھیجی ہے جس کا جسم میانہ اور رنگ اور دانت صاف ہیں۔ اس کا رنگ سفید اور اس کی دونوں آنکھوں اور ابروؤں پر بہت بال ہیں ۔ اس کی آنکھیں شرمیلی اور موٹی ہیں ، سیاہ اور خوبصورت ہیں ، ناک اونچی اور قدرے نیچے کو مڑی ہوئی ہے ، آنکھیں فراخ[3] باریک[4]

---

۱ - منذر اکبر : یہی منذر سوم بن امرؤ القیس ہے جو لخمی خاندان کا فرد اور حیرہ کا بادشاہ تھا ۔ اس کی والدہ کو ماء السماء کہا جاتا تھا اور یہ اسی کے نام سے مشہور ہوا چنانچہ اسے منذر بن ماء السماء کہا جاتا ہے ۔ اس کی والدہ کا اصلی نام ماویہ تھا ۔ اسے اس کے حسن و جمال کی وجہ سے ماء السماء کہا گیا ۔ یہ منذر نعمان بن منذر کا دادا تھا جس کے دربار میں نابغہ ذبیانی ہوا کرتا تھا ۔ منذر اکبر نے ۵۱۴ء سے لے کر ۵٦۳ء تک حیرہ میں حکومت کی ۔

۲ - ملاحظہ ہو جمهرة رسائل العرب : ۱ : ۲ - ۴ - احمدز کی صفوت نے وہاں اور مآخذ کا بھی ذکر کیا ہے چنانچہ اغانی : ۲ : ۲۸ : تاریخ طبری : ۲ : ۱۵۰ اور تاریخ الکامل لابن الاثیر : ۱ : ۲۱۸ کا ذکر کیا ہے ۔

۳ - برجاء : منتہی الارب میں ہے : بَرَج : سپیدی سخت سپید و سیاہی سخت سیاہ شدن چشم و فراخ چشم گردیدن ، فهو اَبْرَجُ وهی بَرْجاء

۴ - بلوغ الارب میں رَجّاء ۔ راء مہملہ کے ساتھ درج ہے جس کے کوئی معنی یہاں ٹھیک نہیں بیٹھتے ۔ رجع بمعنی اضطراب اور ناقة رَجّاء : مضطربة السنام و قیل عظیمة السنام اور عورت کی صفت رجاء نہیں آتی بلکہ رجراجه بمعنی مُرتَجّة الكَفَل يترجرج كفلها و لحمها آتی ہے ۔ یہاں درست لفظ زَجّاء ۔ زاء معجمہ کے ساتھ ہے ۔ جیسا کہ جمهرة رسائل العرب میں دیا ہے ۔ الزَّجَجُ : دقة الحاجبين فی طول اور منتہی الارب میں ہے زَجّاء : باریک و کشیدہ ابرو

ابرو کشیدہ ہیں ، رخسارے لموترے[۱] اور بوسہ گاہ[۲] مرغوب ہے ، بال گھنے اور سر بڑا ہے ، گردن[۳] لمبی اور ۰ر اور سینہ چوڑا ہے ، پستان ابھرے ہوئے ہیں ، کندھے اور بازو[۴] کی ہڈیاں بڑی ہیں ، کلائی خوبصورت[۵] ہے ، ٹخنہ اور پاؤں نازک ہے ، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھانے والی اور آہستہ چلنے والی ہے ، چاشت[۶] کے وقت سست ہوتی ہے (کہ باہر ہی نہیں نکلتی) ، نازک اندام ہے ، اپنے آقا کی بات کو سننے والی ہے ، نہ تو اس کی ناک پچکی ہوئی ہے اور نہ اس کے چہرے پر جھائیاں ہیں ، باریک[۷] ناک والی ہے ، خود دار ہے ، اس نے تنگدستی میں پرورش نہیں پائی ، باوقار[۸] ہے ، حلیم الطبع ہے ، بامتانت[۹] ہے ، اس کے ماموں

---

۱ - أسیلہ : منتہی الارب میں ہے أسیل کأمیر : رخسارۂ دراز و کشیدہ و رجل أسیل الخد : مرد دراز رخسار

۲ - شہی : جس کی خواہش کی جاتی ہو اور مقبل : بوسہ گاہ یعنی منہ۔ طبری اور کامل میں شهية المقبل کی جگہ شهية القد دیا ہے۔

۳ - قرط نالی۔ مہوی القرط : بالی کے لٹکنے کی جگہ مراد گردن۔

۴ - مساس : المشاش جمع مشاشه وهي ما اسرف من عظم المنكب۔

۵ - جمہرہ رسائل العرب میں اس کے بعد ان الفاظ کا اضافہ ہے : لطيفة الكف ، سبطة البنان ، ضامرة البطن ، خميصة الخصر ، غرثى الوشاح ، رداح الأقبال ، رابية الكفل ، لفاء الفخذين ، ريا الروادف ، ضخمة المأكمين ، عظيمة الركبة ، مفعمة الساق ، مشبعة الخلخال

۶ - سکسال کمحراب : زن سست و دختر ناز پروردہ کہ از مجلس خود بیرون نرود و ہو مدح مانند نؤوم الضحی

۷ - طبری اور ابن الاثیر نے رقيقة الانف عزيزة النفس کی بجائے ذليلة الأنف عزيزة النفر دیا ہے (جمہرہ : ۱ : ۴)

۸ - رکینہ : رکین کأمیر مرد استوار رائے و آہستہ و آرمیدہ

۹ - جمہرہ میں ساکنہ کی جگہ ساکینتہ دیا ہے اور یہی درست ہے۔

شریف ہیں ۔ جب اپنا نسب بیان کرتی ہے تو اپنے باپ کے نام پر اکتفا کرتی ہے اور اپنے کنبے کا ذکر نہیں کرتی اور (جب کنبے کا ذکر کرتی ہے تو) تمام قبیلے کے ذکر کو چھوڑ کر صرف اپنے کنبے کے ذکر پر اکتفا کرتی ہے ۔ معاملات نے اسے آداب میں مضبوط اور تجربہ کار بنا رکھا ہے لہٰذا اس کی رائے اہل شرف کی رائے ہے اور جب کوئی کام کرتی ہے تو [۲: ۱۷] اس طرح کرتی ہے جس طرح کوئی حاجت مند کرتا ہے ۔ کام کرنے میں اسے ایسی مہارت ہے کہ دونوں ہاتھوں سے کام کر سکتی ہے ۔ یہ چرب زبان نہیں ہے ، نرم آواز ہے ، سکون والی ہے ، دوست[۱] کو زینت بخشتی ہے اور دشمن پر عیب لگاتی ہے ۔ اگر تو اسے چاہے گا یہ بھی تیری خواہش کرے گی اور اگر تو اسے چھوڑ دے گا تو یہ بھی ہٹ جائے گی ۔ اس کی آنکھیں غور سے دیکھتی ہیں ، رخسارے سرخ ہو جاتے ہیں اور ہونٹ لرزتے[۲] رہتے ہیں ۔ جب تو اٹھے تو یہ بھی جلدی سے اٹھتی ہے اور جب تو بیٹھ جائے تو تمہارے حکم کے بغیر نہیں بیٹھتی ۔

خَلق اور خُلق کے اعتبار سے عورت کے بہترین اوصاف جو میں نے دیکھے ہیں وہ وہی ہیں جن کا ذکر بہت سے ائمہ ادب نے کیا ہے ۔ ان میں سے ایک میدانی[۳] ہے جس نے ان اوصاف کا ذکر مجمع الامثال میں " ماورّاءَک یا عصام " پر بحث کرتے ہوئے کیا ہے ۔

---

۱ ۔ طبری اور ابن الاثیر میں تزین الولی کی بجائے تزین البیت دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں تدبذب ۔ دال مہملہ کے ساتھ درج ہے اور محمد بہجۃ اثری نے تکلف سے اس کے معنی بنائے ہیں مگر درست تذبذب ۔ ذال معجمہ کے ساتھ ہے جیسا کہ جمہرہ میں لکھا ہے اور میں نے اسی طرح پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۳ ۔ میدانی : ابو الفضل احمد بن محمد المیدانی النیساپوری الادیب اللغوی واحدی مفسر کی صحبت میں رہے اور ان سے تعلیم حاصل کی ، لغت میں مفید تصانیف کیں مثلاً کتاب الامثال اور کتاب السامی فی الاسامی ۵۱۸ھ میں وفات پائی ۔ میدانی میدان زیاد کی طرف نسبت ہے جو نیشاپور کا ایک محلہ ہے (شذرات : ۴ : ۵۸)۔

۱ مُفَضّل کہتا ہے :
سب سے پہلے یہ مثال کِندہ کے بادشاہ الحارث بن عمرو نے کہی ۔ اس کا قصہ یوں ہے کہ جب اسے عوف بن محلم کی بیٹی کے جمال ، کمال اور قوت عقل کی خبر ملی تو اس نے کندہ کی ایک عورت کو بلایا جس کا نام عِصَام تھا ۔ عِصَام عقل مند ، لسّان اور با ادب تھی ۔ حارث نے عصام سے کہا : جا اور جا کر عوف کی بیٹی کے متعلق معلومات حاصل کر۔ عِصام لڑکی کی والدہ امامہ بنت الحارث کے پاس پہنچی اور اپنے آنے کی غرض بیان کی ۔ امامہ نے اپنی بیٹی کو بلایا اور کہا : بیٹی یہ تمھاری خالہ تمھیں دیکھنے کے لیے آئی ہے ، اگر یہ تمھارے چہرے یا جسم[۲] کے کسی حصے کو دیکھنا چاہے تو تو اس سے نہ چھپانا اور اگر تم سے گفتگو کرنا چاہے تو اس سے بات کرنا ۔ چنانچہ وہ اس کے پاس چلی گئی تو اس نے وہ چیزیں دیکھیں جو کبھی دیکھنے میں نہ آئی تھیں ۔ جب اس کے پاس سے باہر آئی تو وہ یہ الفاظ کہہ رہی تھی :

تَرَکَتِ الخِدَاعَ مَنْ کَشَفَ القِنَاعَ
جس نے پردہ اٹھا دیا اس نے فریب دہی ترک کر دی
اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔

اس کے بعد وہ حارث کے پاس گئی ۔ جب حارث نے اسے آتے دیکھا تو کہا

مَا وَرَاءَکِ یَا عِصَام؟
عِصام ! کیا خبر ہے ؟

---

۱ ۔ مفضل : مفضل بن محمد الضبی : ان کا شمار اکابر کوفیین میں ہوتا ہے ، ثقہ تھے ۔ ابو زید انصاری بصری نے ان سے علم حاصل کیا ۔ مہدی عباسی کے دربار میں رہے اور اس کے لیے مفضلیات کی تدوین کی ۔ ۱۶۸ھ میں وفات پائی ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں خُلُق ۔ خاء اور لام دونوں پر پیش ۔ مکتوب ہے ۔ اسے خَلْق ۔ خاء پر زبر ۔ پڑھیں ۔

عصام نے جواب دیا : دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا ہے (یعنی معاملہ واضح ہو گیا ہے) - میں نے صیقل شدہ آئینے جیسی پیشانی دیکھی ہے جسے گھوڑوں کی دموں جیسے سیاہ بال مزین کر رہے تھے - اگر وہ انھیں کھلا چھوڑ دے تو تُو انھیں زنجیریں خیال کرے گا اور اگر انھیں کنگھی کرے تو یہ انگوروں[1] کے ایسے گچھے ہوں گے جنھیں زور کی بارش نے چمکا دیا ہو - میں نے دو ابرو دیکھے ہیں جو یوں دکھائی دیتے ہیں جیسے کسی نے قلم سے لکیر کھینچی ہو یا انھیں کوئلوں کے [۱۸:۲] ساتھ سیاہ کیا ہو اور جنھوں نے نازک اندام ہرنی کی آنکھوں کے اوپر کمان بنا رکھی ہو - ان دونوں آنکھوں کے درمیان صیقل شدہ تلوار کی دھار کے مانند (پتلی) ناک ہے جسے دونوں طرف سے ارغوانی رنگ کے رخسار گھیرے ہوئے ہیں جن میں چاندی کی سی سفیدی پائی جاتی ہے - اس میں انگوٹھی[2] جتنا منہ چیر کر بنایا گیا ہے - اس کے تبسم کی جگہ لذیذ ہے جس میں چمکدار اور تیز دانت[3] ہیں - جس کے اندر وہ وافر عقل اور حاضر جوابی کے ساتھ زبان فصاحت و بلاغت کو پلٹتی ہے - جہاں[4] دو سرخ ہونٹ آ کر ملتے ہیں اگر انھیں ملا جائے تو ان میں سے شہد جیسا لعاب دہن نکلے[5] گا - اس کی گردن چاندی کی طرح سفید ہے جسے ایسے سینے میں لگایا گیا ہے جو سنگ مرمر کی مورتی کے سینے کی طرح ہے -

---

۱ - عناقید : العقد الفرید میں عناقید کرم دیا ہے اور وہی درست ہے -

۲ - عربی اور فارسی میں دہن کوچک و تنگ کو انگوٹھی (خاتم) سے تشبیہ دی جاتی ہے اور اسے عورت میں ایک خوبصورتی سمجھا جاتا ہے -

۳ - أشُر : منتہی الارب میں ہے : أشُر کعُنُق و زُفَر خوبی دندان و تیزی آنہا از روی خلقت باشد یا از روی عمل

۴ - تلتقی فیہ : العقد الفرید میں تلتقی دونہ ہے اور وہی روایت بہتر ہے -

۵ - اصل کتاب میں تجلبان دیا ہے اسے تحلبان پڑھیں -

اس کے بازؤوں کا بالائی حصہ بٹا[1] ہؤا اور پر گوشت ہے ، ان کے متصل دو بازو ہیں جن میں نہ کوئی ہڈی ہے کہ چھوئی جا سکے اور نہ کوئی رگ کہ ٹٹولی جا سکے ۔ ان میں دو ہتھیلیاں لگا دی گئی ہیں جن کی انگلیوں کی ہڈیاں پتلی ہیں اور پٹھے نرم ہیں ۔ اگر تو ان کے پوروں میں گرہ لگانا چاہے تو ایسا کر سکے گا ۔ اس کے سینے میں دو پستان دو اناروں کی طرح ابھرے ہوئے ہیں جو اس کے پہنے ہوئے کپڑوں کو پھاڑ دینا چاہتے ہیں ۔ چھاتی کے نیچے ایک پیٹ ہے جو قبطی لپٹے ہوئے کپڑوں کی طرح لپٹا ہؤا ہے اور جس میں لپٹے ہوئے کاغذوں کی طرح شکن پڑے ہوئے ہیں ان شکنوں کو ایک ناف گھیرے ہوئے ہے جو ہیل کی چمکدار شیشی کی طرح ہے ۔ اس کی پچھلی جانب ایک پیٹھ ہے جس میں ایک قسم کی چھوٹی سی نہر بنی ہوئی ہے جو کمر تک چلی گئی ہے (اور جو اس قدر نازک ہے کہ) اگر اللہ کی رحمت نہ ہوتی تو ٹوٹ جاتی ۔ اس کے سرین اس قدر بڑے ہیں کہ جب یہ اٹھتی ہے تو وہ اسے بٹھائے دیتے ہیں اور جب بیٹھتی ہے تو اسے اٹھائے رکھتے ہیں ۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ریت کا ایک ٹیلہ ہے جسے ہلکی سی بارش نے ایک دوسرے کے ساتھ چپکا دیا ہے ۔ ان سرینوں کو دو گٹھی[2] ہوئی رانیں اٹھائے ہوئے ہیں ۔ جو یوں معلوم ہوتی ہیں جیسے انھیں ... چاندی کی شکل میں ڈھالا گیا ہو ۔ ان رانوں کے نیچے دو پر گوشت اور گول پنڈلیاں ہیں جو سرکنڈے[3] کی طرح دکھائی

---

۱ - مد مجان : تاج العروس میں ہے : المدمج ایضاً و المدملج ای المدرج مع ملاسته و متن مدمج ای مملّس...و ادمج الحبل اجادفتله وقیل احکم فتله فی رقة و رجل مدمج و مندمج : مداخل کالحبل المحکم الفتل و نسوه مدمجات الخلق و دُمُج کالحبل المدمج

۲ - فخذان لُفّتا : بلوغ الارب میں اسی طرح لکھا ہے ۔ اسے فخذان لفّاوان پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے اور میں نے اسی طرح پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۳ - بلوغ الارب میں کالبردین ہے ۔ اسے کالبردی پڑھیں جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

دیتی ہیں اور جن پر ایسے سیاہ بالوں سے نقش و نگار کیے گئے ہیں جو زرہ کے حلقوں کی طرح ہیں ۔ اس (تمام جسم کو) دو ایسے پاؤں اٹھائے ہوئے ہیں جو زبان کے مانند (پتلے اور چھوٹے) ہیں ۔ سبحان اللہ باوجود اس قدر چھوٹے ہونے کے وہ اس تمام جسم کو جو ان کے اوپر ہے اٹھانے کی کیسے طاقت رکھتے ہیں ۔

اس کے بعد بادشاہ نے آدمی بھیج کر اس کے باپ سے شادی کی درخواست کی ۔ باپ نے لڑکی کی اس سے شادی کر دی ۔ بادشاہ نے لڑکی کا [۱۹:۲] مہر بھیج دیا چنانچہ لڑکی کو تیار کر دیا گیا ۔ جب لڑکی کی رخصتی کا وقت آیا تو اس کی والدہ نے اُس سے کہا :

بیٹی ! اگر کسی کو اس کی زیرکی کی فضیلت کی وجہ سے وصیت کرنا ترک دیا جاتا تو وہ تم ہوتیں ۔ مگر وصیت غافل کے لیے ایک قسم کی یاد دہانی اور عاقل کے لیے مدد ہے ۔ اگر کوئی عورت اپنے والدین کی مالداری کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ والدین کو اس کی سخت ضرورت ہے خاوند سے مستغنی ہو سکتی تو وہ تم ہوتیں ۔ لیکن عورتیں تو مردوں کے لیے پیدا کی گئی ہیں اور مرد ان کے لیے پیدا کیے گئے ہیں ۔ بیٹی ! تم تو اس فضا سے جدا ہو رہی ہو جس میں سے نمودار ہوئی تھیں ۔ جس گھونسلے میں تم نے پرورش پائی تھی اسے پیچھے چھوڑ آئی ہو ، اور اس گھونسلے کی سمت جاری ہو جسے تم نہیں جانتیں اور ایسے ساتھی کے پاس جا رہی ہو جس سے تم مانوس نہیں ہو چنانچہ تمھارا مالک ہونے کی وجہ سے وہ تمھارا محافظ اور مالک بن گیا ہے لہٰذا تم اس کی لونڈی بن کر رہنا تاکہ وہ بھی فوراً تمھارا غلام بن جائے ۔

بیٹی ! میری دس باتیں یاد رکھنا ۔ یہ تمھارا ذخیرہ اور یاد دہانی کا ذریعہ بنیں گی ۔ قناعت سے صحبت قائم رہتی ہے ۔ باہمی معاشرت اچھی اطاعت گزاری سے ہی رہ سکتی ہے نیز اس طرح قائم رہ سکتی ہے کہ جس مقام پر اس کی نگاہ پڑتی ہو تم اس کا خیال رکھو اور جہاں اس کی ناک پڑتی ہو اس کی نگہداشت کرو لہٰذا تمھارے خاوند کی نگاہ تم پر پڑے تو کسی بدنما چیز پر نہ پڑے اور وہ تم سے سوائے خوشبو کے اور

کچھ نہ سونگھنے پائے ۔ سرما بہترین خوبصورتی ہے ۔ جیسے کستوری میسر نہ آ سکتی ہو اس کے لیے پانی بہترین خوشبو ہے ۔ اس کے کھانے کے وقت کا خیال رکھنا اور جب اس کے سونے کا وقت آ جائے تو تم سکون سے رہنا کیونکہ بھوک کی حرارت آگ بھڑکانے کا سبب ہوتی ہے ۔ نیند کو بے مزہ کرنا بغض کا سبب بنتا ہے ۔ اس کے گھر اور مال کی حفاظت کرنا اور اس کی جان ، نوکر اور اہل و عیال کا خیال رکھنا کیونکہ مال کی حفاظت اچھے اندازے کی دلیل ہے ۔ اہل و عیال اور نوکروں پر مہربانی کرنا اچھی تدبیر سمجھا جاتا ہے ۔ نہ تو اس کا راز فاش کرنا اور نہ اس کے حکم کی نافرمانی کرنا کیونکہ اگر تم نے اس کا راز فاش کر دیا تو تمھیں اس کی بیوفائی کا کھٹکا لگا رہے گا اور اگر تم نے اس کے حکم کی نافرمانی کی تو تم اس کے سینے کو غصے سے بھر دوگی ۔ مزید برآں اگر وہ مغموم ہو تو تمھیں خوشی کا اظہار کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے اور اگر خوشی میں ہو تو تمھیں اس کے سامنے غم کا اظہار نہیں کرنا چاہیے ۔ کیونکہ پہلی صورت کو , تمھاری کوتاہی سمجھا جائے گا اور دوسری صورت میں تم اس کی خوشی کو مکدر بنا دو گی ۔ اپنے خاوند کی بہت تعظیم کرتے رہنا وہ بھی تمھاری بہت عزت کرے گا ۔ تم جس قدر زیادہ اس کی موافقت کرتی رہو گی اسی قدر تمھارا اور اس کا ساتھ زیادہ دیر تک رہے گا ۔ یاد رکھنا کہ ان امور میں جنھیں تم پسند کرتی ہو یا ناپسند ، تم اپنی پسند کی چیز کو اس وقت تک حاصل نہیں کر سکتیں جب تک تم اس کی رضا مندی کو اپنی رضا مندی پر اور اس کی خواہش کو اپنی خواہش پر ترجیح نہ دو ۔ اللہ تعالیٰ تمھارے لیے کوئی بہتر چیز پیدا کر دے گا ۔ اس کے بعد لڑکی کو اس کے پاس روانہ کر دیا گیا اور وہ اپنے خاوند کے ہاں بڑی قدر و منزلت کی مالک ہوئی ۔ اس سے اس کے یہاں سات بادشاہ پیدا ہوئے جو حارث کے بعد یمن کے بادشاہ بنے ۔

[۲:۰۲] میدانی کا بیان ختم ہؤا۔ اسی قسم کا بیان اندلسی کی عقد میں دیا ہے ۔
جاہلی اشعار میں عورت کے پسندیدہ اوصاف کا بہت ذکر آیا ہے ۔ ان

میں سے ایک وہ قصیدہ ہے جو کسی نے کہا ہے[۱] :

بَیْضَاءُ قَدْ لَبِسَ الأَدِیْمُ أَدِیْمَ الحُسْنِ فَهُوَ لِجِلْدِهَا جِلْدُ

یہ سفید رنگ کی ہے ۔ اس کی کھال نے خوبصورتی کی ایک اور کھال پہن رکھی ہے جو اس کی کھال کے لیے کھال کا کام دیتی ہے

وَیَزِیْنُ فَوْدَیْهَا إِذَا حَسَرَتْ ضَافِي الغَدَائِرِ فَاحِمٌ جَعْدُ

جب یہ اپنے سر سے دوپٹہ اٹھا دیتی ہے تو اس کی دونوں لٹوں کو سیاہ گھنگریلے اور گھنے بالوں والی زلفیں مزین کرتی ہیں

فَالوَجْهُ مِثْلُ الصُّبْحِ مُبْیَضٌّ وَالفَرْعُ مِثْلُ اللَّیْلِ مُسْوَدٌّ

---

۱ - اس قصیدے کا نام الدرہ الیتیمہ ہے ۔ چالیس شاعروں نے قسم کھا کر کہا ہے کہ یہ اشعار ان کے ہیں ۔ پھر بالآخر ابوالشیص اور عکوک کا نام اوروں پر غالب آ گیا مگر کافی بحث و تبحیث کے بعد یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ یہ اشعار عکوک الکندی کے ہیں کیونکہ قصیدے میں کندہ کا ذکر موجود ہے ۔ اس قصیدے کے کل اشعار کی تعداد ستر سے کچھ اوپر ہے مگر کسی کتاب میں مکمل قصیدہ نہیں ملتا ۔ شیخ شنقیطی الکبیر نے اپنے مجموعے میں اپنے ہاتھ سے ان اشعار کو لکھا ہے ، ظاہر ہے کہ شیخ ثقہ آدمی ہے ۔ اس قصیدے کے چند اشعار یہ ہیں :

هَلْ بالطُّلُولِ لِسائلٍ رَدٌّ
ام هَلْ لَهَا بتکَلُّمٍ عَهْدُ
درسَ الجدیه جدید معهدهـا
فکأنماهـی رَیطَـه جَـرْدُ
مِن طُول ماتبکی الغیوم علی
عرصاتها و یقهقـهُ الرَّعْـدُ

باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۶ پر

چنانچہ اس کا چہرہ صبح کی طرح چمکدار و سفید ہے اور اس کے بال رات کی طرح سیاہ ہیں

وجَبِینُھَا صَلْتٌ و حَاجِبُھَا
شَخْتُ المَخَطِّ اَزَجُّ مُمْتَدُّ

اس کی پیشانی کشادہ اور ابرو باریک اور لمبے ہیں

صفحہ ۲۹۵ کا بقیہ حاشیہ

و مِن نسیبها : لَهفِي على دَعْدٍ وماخُلِقَت
إلاّ لِطُولِ تَلَهُّفِي دَعْدُ

وبعد قوله : " ماعابها طول ولا قصر " - البیت - هذه الابیات

قد كانَ اَوْرَقَ و صلكم زمناً
فَذَوَى الوصال و اَوْرَقَ الصَدُّ
ان تُتْهِمي فتهامَةٌ و طنی
اوتُنجِدِی یکن الهوىٰ نجْدُ
وَلِذا المحبَّ شكَىٰ الصُدُودَ وَلَمْ
یعطف علیه فقتله عَمْدُ

ثم قال مفتخراً : اومَا تری طمرىّ بینهما
رجل الحّ بهزله جدّ
فالسیف یقطع و هوذو صَدءٍ
والنصل یفری الهامَ لا الغمدُ
لا ینفعنّ السیفَ حلیتُه
یوم الجِلاد اذا نبا الحدُّ
مِنع المطامعَ ان تثلّمنی
أنّی لمعوِلِها صَفاصَلْدُ
فَاظَلُّ حُرّاً من مذلّتها
والحر مِن یطیعها عبدُ

باقی حاشیہ صفحہ ۲۹۷ پر

وَكَأَنَّهَا وَسْنَى إِذَا نَظَرَتْ
أَوْ مُدْنِفٌ لَمَّا يُفِقْ بَعْدُ

جب وہ دیکھتی ہے تو یوں معلوم ہوتی ہے جیسے اونگھ رہی ہو یا جیسے وہ مدت سے بیمار چلی آ رہی ہو اور ابھی افاقہ نہ ہؤا ہو

بِفُتُورِ عَيْنٍ مَا بِهَا رَمَدٌ
وَبِهَا تُدَاوَى الأَعْيُنُ الرُّمْدُ

اس کی آنکھیں سست ہیں حالانکہ انہیں آشوب چشم کی بیماری نہیں لگی - آشوب چشم کی بیمار آنکھوں کا علاج تو انہی آنکھوں سے کیا جاتا ہے

وَتُرِيكَ عِرْنِيناً بِهِ شَمَمٌ
وَتُرِيكَ خَدّاً لَوْنُهُ الوَرْدُ

اور یہ تجھے ایک بلند ناک دکھائے گی اور ایک گلابی رنگ کا رخسار

وَتُجِيلُ مِسْوَاكَ الأَرَاكِ عَلَى
رَتِلٍ كَأَنَّ رُضَابَهُ شَهْدُ

صفحہ ۲۹۶ کا بقیہ حاشیہ

هَيْهَاتَ تَأْبَى ذَاكَ لِي سَلَفٌ
خَمَدُوا وَلَمْ يَخْمُدْ لَهُمْ مَجْدُ
فَالجَدُّ كِنْدَةُ وَالبَنُونَ هُمُ
زَكَتِ البَنُونَ وَأَنْجَبَ الجَدُّ
فَلَئِنْ بَقِيتُ لأَبْغِيَنَّهُمُ
بِتَدَمِّيهِمْ فِعْلِي إِنَّنِي وَغْدُ
أَجْمِلْ إِذَا حَاوَلْتَ فِي طَلَبٍ ....
فَالجِدُّ يُغْنِي عَنْكَ لَا الجَدُّ
لِيَكُنْ لَدَيْكَ لِسَائِلٍ فَرَجٌ
إِنْ لَمْ يَكُنْ فَلْيَحْسُنِ الرَّدُّ

اور یہ چمکدار دانتوں پر پیلو کی مسواک پھیرتی ہے جن کا لعاب شہد کے مانند معلوم ہوتا ہے

وَالجِيدُ مِنهَا جِيدُ رَاتِعَةٍ
تَعطُو إِذَا مَا طَالَهَا المَردُ[۱]

اس کی گردن چرنے والی ہرنی کی گردن کی طرح ہے۔ جب پیلو کا تازہ پھل اونچا ہو تو وہ گردن بلند کرکے اسے پکڑتی ہے

وَاشتَدَّ فِي أَعضَادِهَا قَصَبٌ[۲]
فَعمٌ تَلَتُّهُ مَرَافِقُ دُردُ

اس کے بازوؤں کی ہڈیاں لمبی اور پر گوشت ہیں جن کے پیچھے ایسی کہنیاں ہیں جن کی ہڈیاں دکھائی نہیں دیتیں

وَالمِعصَمَانِ فَمَا يُرَى لَهُمَا
مِن نَعمَةٍ وَ غَضَاضَةٍ زَندُ

اور دو کلائیاں ہیں جن کا پہنچا ملائم اور تر و تازہ ہونے کی وجہ سے دکھائی ہی نہیں دیتا

وَلَهَا بَنَانٌ لَو أَرَدتَ بِهَا
عَقداً بِكَفِّكَ أَمكَنَ العَقدُ

اس کی انگلیاں (اس قدر نرم و نازک ہیں کہ) اگر تو ان میں گرہ لگانا چاہے تو لگا سکتا ہے

وَكَأَنَّمَا سُقِيَت تَرَائِبُهَا
وَالنَّحرُ مَاءَ الوَردِ إِذ تَبدُو

[۲:۲۱] جب یہ ظاہر ہوتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے

---

۱ ۔ مَرد : پیلو کا تازہ پھل ۔
۲ ۔ قَصَب : تاج العروس میں ہے : و القصبُ محرکہ ایضاً عظام الاصابع من الیدین و الرجلین و قیل مابین کل مفصلین من الاصابع

سینے اور سینے سے اوپر کے حصے کو گلاب کے پانی سے سیراب کیا گیا ہے

وَيَصْدُرُهَا حُقَّانِ خِلْتَهُمَا
كَافُوْرَتَيْنِ عَلَاهُمَا نَدّ"

اس کی چھاتی پر دو ڈبے ہیں جنھیں تو کافور کے دو ٹکڑے خیال کرے گا جن کے اوپر " ند " کی خوشبو لگائی ہوئی ہو

وَالْبَطْنُ مَطْوِيٌّ كَمَا طُوِيَتْ
بِيْضُ الرِّيَاطِ يَصُوْنُهَا الْمُلْد١

اس کا پیٹ اس طرح لپٹا ہوا ہے جس طرح وہ سفید پتلی چادریں لپیٹی گئی ہوں جن کی حفاظت کوئی نرم و نازک انسان کر رہا ہو

وَبِخَصْرِهَا هَيَفٌ يُزَيِّنُهُ
فَإِذَا تَنُوْءُ يَكَادُ يَنْقَصِدُ"

اس کی کمر پتلی ہے اور یہی اس کی زینت کا سبب ہے۔ جب یہ اٹھتی ہے تو (بسبب لاغری) یوں معلوم ہوتی ہے گویا ٹوٹ رہی ہو

وَالتَّفَّ حَاذَاهُ٢ وَ فَوْقَهُمَا
كَفَلٌ كَدِعْصِ الرَّمْلِ مُشْتَدُّ"٣

اس کی رانوں کے بالائی حصے پر گوشت ہیں اور ان کے اوپر ریت کے ٹیلے کی طرح مضبوط سُرین ہیں

وَ قِيَامُهَا مُتَثَنٍّ إِذَا نَهَضَتْ
مِنْ لِيْنِهَا وَ قُعُوْدُهَا فَرْدُ

---

١ - الملد : منتهی الارب میں ہے التملید : نرم و نازک از مردم

٢ - حاذان : منتهی الارب میں ہے : حازانِ : آنجا از ہر دو ران کہ دم بر وے افتد

٣ - إشْتَدَّ : تقوّی

جب ۔ ۔ کھڑی ہوتی ہے تو اپنے جسم کی نزاکت کے باعث دوبار
اٹھ سکتی ہے اور جب اٹھتی ہے تو یکبارگی اٹھ جاتی ہے

وَ الْكَعْبُ أَدْرَمُ لَا يَبِيْنُ لَهُ
حَجْمٌ وَ لَيْسَ لِرَأْسِهِ حَدُّ

(اس کا ٹخنہ اس قدر پر گوشت ہے کہ اس کا حجم دکھائی ہی نہیں
دیتا ، اسی طرح اس کے سر کا بھی کوئی کنارا نہیں

وَ مَشَتْ عَلَى قَدَمَيْنِ خُصِّرَتَا
وَ أُلْطِفَتَا وَ سَكَادَلَ الشَّقَدُ

اور وہ دو ایسے قدموں پر چلتی ہے جن کے مابین فاصلہ نہیں ، (ان
ساتھ ساتھ) کے باعث پورے قد کا بیان عمل میں آ گیا

مَا عَابَهَا طُوْلٌ وَ لَا قِصَرٌ
فِي خَلْقِهَا فَهُوَ لَهَا قَصْدُ

اس کے جسم کی ساخت ایسی ہے کہ نہ اس میں لمبا ہونے کا عیب
پایا جاتا ہے ، نہ کوتاہ ہونے کا ، چنانچہ اس کا قد میانہ ہے

یہ ایک لمبا قصیدہ ہے اور اس کا مصرعہ بھی مشہور ہے ۔

عرب ان امور کا لحاظ رکھنے کے ساتھ ساتھ خاندانی شرافت کا بھی
لحاظ رکھا کرتے تھے۔ انھی لوگوں کی بدولت ہر قسم کی عار کی نفی ہوتی
، اور انہی کے ذریعے آبرو حاصل ہوتی ہے ۔ حدیث میں ہے :

تَخَيَّرُوْا لِنُطَفِكُمْ وَ لَا تَضَعُوْهَا إِلَّا فِي الْأَكْفَاءِ

اپنے نطفوں کے لیے (شریف عورتیں) منتخب کیا کرو اور (ان کو)
ہم پلہ عورت کے سوا کہیں اور نہ رکھا کرو ۔

---

۱ ۔ الأدرم : الواری اللحمُ عظمہ ۔

۲ ۔ منتھی الارب میں ہے : رجل مُخَصَّرُالقَدَمَيْنِ : مرد کہ اخمص
اورمیں نرسد از باریکی ۔

روایت ہے کہ اکثم بن[1] صیفی نے اپنے بیٹے سے کہا :

بیٹا ! کسی عورت کی خوبصورتی کی وجہ سے تم خالص نسب کو نظر انداز نہ کر دینا کیونکہ کمینہ شادیاں (اوروں کے لیے) شرف کا وسیلہ[2] بنتی ہیں ۔

اور ابو الاسود[3] الدّئیلی نے اپنے بیٹوں سے کہا :

میں نے تم پر بچپن میں بھی اور بڑے ہو جانے کی حالت میں بھی اور تمہاری پیدائش سے پہلے بھی تم پر احسان کیا ہے ۔

بیٹوں نے کہا : ہماری پیدائش سے پہلے آپ نے ہم پر کیسے احسان کیا ؟

اس نے جواب دیا : میں نے تمہارے لیے ایسی مائیں منتخب کیں جن کی وجہ سے تمہیں کوئی گالی نہ دے سکے ۔

ریاشی[4] نے یہ شعر پیش کیا ہے :

فَأَوَّلُ إِحْسَانِي إِلَيْكُمْ تَخَيُّرِي
لِمَاجِدَةِ الأَعْرَاقِ بَادٍ عَفَافُهَا

تم پر میرا پہلا احسان یہ ہے کہ میں نے ایک بزرگ خاندان کی عورت کو منتخب کیا جس کی پارسائی کوئی چھپی ہوئی چیز نہ تھی

---

۱ - اصل کتاب میں صیفی بن اکثم لکھا ہے ۔ اسے اکثم بن صیفی پڑھیں ۔ اکثم حکما عرب اور خطبا میں سے تھا ۔ اس کا پہلے ذکر آ چکا ہے

۲ - لسان العرب میں ہے : هٰذا الأمر مدرجة لهٰذا أي متوصل به اليه ۔

۳ - اصل کتاب میں الاسود ہے اسے ابوالاسود پڑھیں ۔

۴ - ریاشی : ابوالفضل العباس بن الفرج الریاشی النحوی اللغوی ۲۵۷ھ میں بصرہ میں العلوی البصری صاحب الزنج کے عہد میں قتل ہوا ۔ اس نے اصمعی سے حدیث سنی اور ثقہ تھا ۔ (لباب : ۱: ۴۸۴) ۔

وہ اوصاف جو عورت کی جسمانی ساخت اور اخلاق کے اعتبار سے عربوں کے یہاں مذموم خیال کیے جاتے ہیں

[۲:۲۲] صفات ذات اور احوال نفس میں سے بہت سے امور ایسے ہیں جن سے پرہیز کرنا ضروری ہے ۔ یہ تمام وہ امور ہیں جن کا مآل بھلائی سے دوری ہے اس میں رشد و ہدایت کی کمی ہوتی ہے کیونکہ انسان کے پوشیدہ اخلاق انسان کی صورت اور شکل پر نمایاں طور پر دکھائی دیتے ہیں ۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے زید بن حارثہ سے فرمایا :

زید ! کیا تو نے شادی کرلی ہے ؟

زید نے عرض کیا : نہیں

آپ نے فرمایا : تم (اس سے) پارسائی کے ہوتے ہوئے بھی اور زیادہ پارسا ہو جاؤ گے مگر پانچ قسم کی عورتوں سے شادی نہ کرنا ۔

زید نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! وہ کون سی ہیں ؟

آپ نے فرمایا : لاَ تَتَزَوَّجْ شَهْبَرَةً[1] وَلاَ لَهْبَرَةً وَلاَ نَهْبَرَةً وَلاَ هَنْدَرَةً وَلاَ لَفُوتاً ۔

زید نے عرض کیا : یا رسول اللہ ! جو کچھ آپ نے فرمایا ہے میں اسے بالکل سمجھ نہیں سکا ۔

آپ نے فرمایا ۔ شہبرہ اس عورت کو کہتے ہیں جو گربہ چشم اور بکواس ہو ۔ لہبرہ وہ جو دُبلی اور لمبی ہو ۔ نہبرۃ جو بوڑھی اور قریب مرگ ہو ۔ ہندرہ وہ جس کا قد چھوٹا ہو اور بد صورت ہو ۔ اور لَفوت وہ جس کی پہلے خاوند سے اولاد ہو ۔

بنی سلیم کے ایک شیخ نے اپنے بیٹے سے کہا : تین قسم کی عورتوں سے بچتے رہنا ۔ رقوب ، عَصُوب (غضبناک) اور نَطُوب (ترش رُو) سے ۔

---

۱ ۔ ان الفاظ کا ترجمہ آگے آئے گا ۔

رقوب اس عورت کو کہتے ہیں جو اس انتظار میں ہو کہ خاوند مرے تو وہ اس کا مال لے -

کسی بدوی نے بیٹے کو شادی کے متعلق وصیت کرتے ہوئے کہا : تین قسم کی عورتوں سے بچنا : حنّانہ ، منّانہ اور انّانہ - حنّانہ اس عورت کو کہتے ہیں جو اپنے سابق خاوند کا اشتیاق رکھتی ہو - منّانہ وہ جو اپنے خاوند پر اپنے مال کا احسان جتلاتی ہو اور انّانہ وہ جو اپنی کمزوری اور بیماری کا بہانہ بنا کے نالہ و فریاد کرتی رہتی ہو -

اَوفٰی بن دلہم کہتا ہے: عورتوں کی چار قسمیں ہیں - بعض مقمع[1] ہیں جن میں صرف عمر ہی عمر ہوتی ہے - بعض ممع[2] ہوتی ہیں جو نقصان پہنچاتی ہیں اور نفع نہیں پہنچاتی - بعض مصدع ہوتی ہیں جو پراگندگی کا سبب ہوتی ہیں جمعیت کی نہیں - بعض بارش ہوتی ہیں جس شہر پر پڑیں اسے سرسبز و شاداب کر دیا -

شاعر کہتا ہے :

أَرَى صَاحِبَ النِّسْوَانِ يَحْسَبُ أَنَّهَا
سَوَاءٌ وَبَوْنٌ بَيْنَهُنَّ بَعِيدُ

میں دیکھتا ہوں کہ عورتوں سے صحبت رکھنے والا یہ خیال کرتا ہے کہ یہ سب برابر ہیں حالانکہ ان میں بہت تفاوت پایا جاتا ہے

فَمِنْهُنَّ جَنَّاتٌ يَفِيئُ ظِلَالُهَا
وَمِنْهُنَّ نِيرَانٌ لَهُنَّ وَقِيدُ

چنانچہ بعض جنت کی طرح سایہ‌دار ہوتی ہیں اور بعض دوزخ کی طرح جھلس دینے والی

---

۱ - عیون الاخبار میں مقمع کی بجائے مَعْمَعْ درج ہے اور حاشیے میں اس کے معنی هی المستبدة بمالها عن زوجها لا تواسیه منه (جو اپنا مال اپنے پاس رکھے اور خاوند کی اس مال سے غمخواری نہ کرے) مرقوم ہیں -

۲ - عیون الاخبار میں ممع کی بجائے تبع لکھا ہے -

اس دُرید نے عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے اور عبدالرحمٰن نے اپنے چچا (اصمعی) سے روایت کی ہے کہ میں نے ایک عرب عورت کو اپنے خاوند سے جھگڑتے ہوئے سنا وہ کہہ رہی تھی :

خدا کی قسم جب تو پیتا ہے تو سارا برتن پی جاتا ہے اور جب تو لیٹتا ہے تو یوں لگتا ہے گویا تجھے کسی نے پچھاڑ کر رکھ دیا ہو ۔ جب تو چادر پہنتا ہے تو اُسے بری طرح حسمان کر لیتا ہے ۔ جس رات کو کوئی شخص تیری ضیافت کرے تو تو سیر ہو کر کھاتا ہے اور جس رات تجھے کوئی خوف لاحق ہو اس رات تو نیند کے مزے لینے لگتا ہے ۔ [۲۳:۲]

مرد نے عورت کو جواب دیا : خدا کی قسم تمہاری پنڈلیاں بھی پتلی ہیں اور رانیں بھی ۔ تمہاری تُن راں پر گوشت ہی نہیں ہے، کمر ڈھیلی ہے - تمہارا مہمان بھوکا رہتا ہے اور تمہارا سر عام پھیلا ہؤا ہے ۔

حمیری رئیس نے اپنے بیٹوں سے جو سوالات کیے تھے ان میں ایک سوال یہ بھی تھا :

اے عمرو! تجھے کس قسم کی عورت ناپسند ہے ؟ اُس نے جواب دیا :

چغلخور اور جھوٹ بولنے والی جس کے عیوب نمایاں ہوں، جو ہر وقت چکرلگاتی رہتی ہواور غائب رہتی ہو۔ جو تیوری چڑھائے رکھتی اور منہ بسورتی رہتی ہو ، جو گالیاں دینے کی عادی اور منہ زور ہو ، جس کے پاس خاوند اگر کوئی بات امانت رکھے تو وہ اس میں خیانت کر لے ، اگر وہ اُس سے نرمی کرنے تو وہ اسے ذلیل کرے ، اگر وہ اسے خوش کرے تو یہ اسے ناراض کرے اور اگر وہ اس کی اطاعت کرے تو یہ اس کی نافرمانی کرے ۔

پھر ربیعہ سے پوچھا کہ تمہارا اس بیان کے متعلق کیا خیال ہے ؟

اس نے جواب دیا : اللہ کی قسم اس نے ایک بری عورت کا ذکر کیا ہے مگر مجھے ایک اور قسم کی عورت اس سے بھی زیادہ ناپسند ہے ۔

باپ نے پوچھا : وہ کون سی عورت ہے جو تجھے اس سے بھی زیادہ نا پسند ہے ۔

جواب دیا : جو تیز زبان ہو ، پڑوسیوں کو دکھ دیتی ہو ، بہتان باندھتی ہو ، جس کا منہ ہر دم ترشی کا مظہر رہتا ہو ، جس کا خاوند (اس کی بدسلوکی کے باعث) ہر عورت سے مایوس ہو چکا ہو۔ اگر خاوند غصے ہو تو یہ اس کے خلاف کینہ پال لے اور اگر وہ اس سے بات کرے تو یہ اسے ڈانٹ دے ۔

ربیعہ نے کہا : ایک اور قسم کی عورت مجھے اس سے بھی زیادہ نا پسند ہے ۔

باپ نے پوچھا : وہ کون سی ہے ؟

جواب دیا : جس کا مالک بدبخت ہو ، جس کا رشتہ طلب کرنے والا ذلیل و خوار ہؤا ہو اور جس کے رشتہ دار بد نام ہوگئے ہوں ۔

باپ نے پوچھا : اس کا خاوند کون ہے ؟

بولا : اس کا خاوند بھی تمام خصلتوں میں ویسا ہی ہے نہ یہ کسی کے لائق ہے اور نہ وہ کسی اور کے ۔

باپ بولا : اس کے اوصاف بیان کرو ۔

بولا : جو شکر گزار نہ ہو بلکہ نا شکر گزار ہو ، کمینہ اور بدکار ہو ، ترش رُو اور نک چڑھا ہو۔ جو اڑیل اور سر کش ہو ، جو دلت پر حوس ہوتا ہو ، لڑنے والا اور احسان جتلانے والا ہو، بُزدل اور بخیل ہو ، گفتار کا غازی ہو کردار کا عازی نہ ہو ۔ اُکتا جانے والا اور تعلقات کو مربوط نہ رکھتا ہو ۔ جو محرمات کے ارتکاب میں لگا رہتا ہو اور ظلم سے باز نہ آتا ہو ۔ [۲:۳۴۲]

اہل ادب نے عورتوں کے بہت سے عیب بیان کیے ہیں۔ ان کی مذموم صفات میں سے بعض صفات یہ ہیں :

عورت نہایت موٹی اور بڑے جسم کی ہو ، بڑے پیٹ والی ہو ، اس کا گوشت ڈھلکا ہؤا ہو ، اس کے پستان بڑے ، لمبے اور ڈھلکے ہوئے ہوں یا یہ کہ وہ کم گوشت والی ، کوتاہ قد اور بدصورت ہو ، خلوت میں اچھی نہ ہو ۔ اس کی پنڈلیاں اور بازو پتلے ہوں ، اس سے بو آتی ہو یا یہ کہ وہ تیز زبان ہو، سخت آواز والی ہو، گستاخ اور کم حیا ہو ، بد کلام فاحشہ

اور بے شرم ہو ۔ اس قسم کی عورت کو سلفہ کہتے ہیں ۔

وہ اشعار جن میں عورتوں کے مذموم اوصاف کا ذکر کیا گیا ہو ان میں سے کسی شاعر کے یہ شعر ہیں :

لِأَسْمَاءَ وَجْهٌ يَدْعُهُ مِنْ سَمَاجَةٍ
يُرَغِّبُنِي فِي نَيْكِ كُلِّ أَتَانِ

اسماء کا چہرہ اس قدر بدنما ہے کہ پہلے کبھی دیکھنے میں نہ آیا ہوگا ، یہ چہرہ مجھے ہر گدھی کے ساتھ بدی کرنے کی ترغیب دیتا ہے (کیونکہ گدھی اس کے مقابلے میں زیادہ خوبصورت ہے)

بَدَا فَبَدَتْ لِي شُقَّةٌ مِنْ جَهَنَّمَ
فَقُمْتُ وَمَالِي بِالْجَحِيمِ يَدَانِ

جب کہ اس چہرہ ظاہر ہوا تو گویا جہنم کا ٹکڑا ظاہر ہوگیا لہٰذا میں اٹھ کھڑا ہوا ، ظاہر ہے کہ مجھ میں جہنم کا مقابلہ کرنے کی تاب نہیں

وَعَادَرْتُ أَصْحَابِي الَّذِينَ تَخَلَّفُوا
بِمَا شِئْتِ مِنْ خِزْيٍ وَطُولِ هَوَانِ

جو میرے ساتھی مجھ سے پیچھے رہ گئے تھے میں نے ان کو رسوائی اور لمبی ذلت کی وجہ سے چھوڑ دیا

وَمَا كُنْتُ أَدْرِي قَبْلَهَا أَنَّ فِي النِّسَا
جَحِيمًا أَرَاهَا جَهْرَةً وَتَرَانِي

اسماء کو دیکھنے سے پہلے مجھے نہ معلوم تھا کہ عورتوں میں جہنم بھی ہوتا ہے جسے میں ظاہر کی آنکھوں سے دیکھوں اور وہ مجھے دیکھے (بعض عورتیں جہنم کا چلتا پھرتا نمونہ ہوتی ہیں)

---

۱ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ طبع دیوبند : ۳۶۳ اور شرح فیضی : ۲۷۷ ۔

ایک اور کہتا[1] ہے :

رَقْطَاءُ حَدْبَاءُ يُبْدِي الكِبْدَ مَضْحَكُهَا
قَنْوَاء بِالعَرْضِ و العَيْنَاءُ[2] بالطُّول

اس کے جسم پر برص کے داغ ہیں ، یہ کبڑی بھی ہے ۔ اس کا منہ اس قدر وسیع ہے کہ (نیچے سے) جگر تک دکھائی دیتا ہے ۔ اس کی ناک (لمبائی میں ہونے کے بجائے) چوڑائی میں ہے اور آنکھیں (عرض کے بجائے) طول میں ہیں

لَهَا فَمٌ مُلْتَقَى شِدْقَيْهِ نُقْرَتُهَا
كَأَنَّ مِشْفَرَهَا قَدْ طُرَّ مِنْ فِيل

اس کا منہ اس قدر بڑا ہے کہ اس کی دونوں باچھیں وہاں جا کر ملتی ہیں جہاں گردن کا گڑھا ہے ۔ اس کا ہونٹ اس قدر بڑا ہے کہ گویا ہاتھی کے ہونٹ سے کاٹ کر (یہاں لگایا گیا) ہے

أَسْنَانُهَا أُضْعِفَتْ فِي خَلْقِهَا عَدَداً
مُظَهَّرَاتٍ[3] جَمِيعاً بِالرَّوَاوِيل

اس کے دانتوں کی تعداد ان کی خلقی اور اصلی تعداد سے دگنی ہے اور ان تمام دانتوں کے پیچھے زائد دانت اُگے ہوئے ہیں

ایک اور شاعر کوتاہ قد کے متعلق کہتا ہے[4] :

---

۱ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۶۳ اور شرح فیضی: ۲۷۳ ۔

۲ ۔ العیناء : بلوغ الارب میں العَیشَان لکھا ہے وہ غلط ہے ۔ تصحیح حماسہ سے کی گئی ہے ۔

۳ ۔ مظہّرات : اسم مفعول ہے از ظَہَّرَہ اذا قَوَّی ظَہْرَہ ۔ رواویل : راؤول کی جمع ہے وھو کل سن زائدہ لا نبت علی بناء الاضراس ۔

۴ ۔ ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۶۶ اور شرح فیضی : ۲۷۶ : ان اشعار میں مرد کی مذموم صفات کا ذکر ہے حالانکہ آلوسی نے عورت کی مذموم صفات کا باب باندھا ہے ۔

أَلاَ يَا شَبِيهَ الدُّبِّ مَالَكَ مُعْرِضاً
وَقَدْ جَعَلَ الرَّحْمٰنُ طُولَكَ فِي العَرْضِ

اے ریچھ سے مشابہت رکھنے والے شخص تو (از رہ تخوف) منہ کیوں موڑ رہا ہے حبکہ اللہ نے تمھاری لمبائی ہی عرض میں رکھ دی ہے (ٹھگنے قد کا مالک ہے اور منہ یوں پھیرتا ہے جیسے کوئی بڑا حسین ہو)

وَأُقْسِمُ لَوْخَرَّتْ مِنِ اسْتِكَ بَيْضَةٌ
لَمَا انْكَسَرَتْ لِقُرْبِ بَعْضِكَ مِنْ بَعْضِ

میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر کوئی انڈہ تمھاری دُبر سے گرے تو تمھارے جسم کے اعضا کے ایک دوسرے سے قریب ہونے کی وجہ سے یہ انڈا قطعا نہیں ٹوٹے گا

[۲۵] ایک اور کہتا ہے[۱] :

أَلِمَّ بِجَوْهَرَ بِالقُضْبَانِ وَالمَدَرِ
وَبِالعِصِيِّ الَّتِي فِي رُوسِهَا[۲] عُجَرُ

جوھر نامی عورت کی زیارت کے لیے چھڑیاں اور مٹی کے ڈھیلے لے کر جانا اور ایسی لاٹھیاں لے کر جانا جن کے سروں پر گانٹھ ہو

أَلْمِمْ بِهَا لاَ لِتَسْلِيمٍ وَلاَ مِقَةٍ
إِلاَّ لِيَكْسِرَ مِنْهَا أَنْفَهَا الحَجَرُ

تو اس کے پاس جا مگر نہ سلام کے لیے جانا اور نہ دوستی کے لیے ، صرف اس لیے جانا کہ پتھر اس کی ناک کو پھوڑ دے

أَلْمِمْ بِوَطْبَاءَ فِي أَشْدَاقِهَا سَعَةٌ
فِي صُورَةِ الكَلْبِ إِلاَّ أَنَّهَا بَشَرُ

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳٦۳ اور شرح فیصی : ۰۷۷

۲ - رُوْس مخفف ہے رُؤُس کا اور عُجَر عُجرہ کی جمع ہے جس کے معنی " گرہ " کے ہیں ۔

تو ایک بڑے پستانوں والی عورت کے پاس جا جس کی باچھیں وسیع ہیں - ہے تو وہ انسان مگر صورت کتے کی سی ہے

حَدْبَاءُ وَقْصَاءُ صِيغَتْ صِيغَةً عَجَباً
وَفِي تَرَائِبِهَا عَنْ صَدْرِ[1] هَا زَوَرُ

یہ کبڑی ہے ، کوتاہ گردن ہے عجیب و غریب صورت میں ڈھالی گئی ہے - اس کے سینے کی ہڈیاں اس کے سینے سے ایک طرف کو ہٹی ہوئی ہیں

ایک اور کہتا ہے[2] :

لاَ تَنْكِحَنَّ الدَّهْرَ مَا عِشْتَ أَيِّماً
مُجَرَّمَةً[3] قَدْ مُلَّ مِنْهَا وَمَلَّتِ

تو زندگی بھر کسی بیوہ سے شادی نہ کرنا اس کی ناک پھٹی ہوئی ہے یعنی اس کی بکارت زائل ہو چکی ہے - (اس کا سابق خاوند) اس سے اکتا چکا ہے اور یہ بھی اُکتا چکی ہے

تَحُكُّ قَفَاهَا مِنْ وَرَاءِ خِمَارِهَا
إِذَا فَقَدَتْ شَيْئاً مِنَ البَيْتِ جُنَّتِ

(یہ اس قدر میلی کچیلی رہتی ہے کہ)اوڑھنی کے پیچھے سے اپنی گُدّی کو کھجلاتی رہتی ہے اور جب گھر کی کوئی چیز گم ہو جائے تو (سخت بخیل ہونے کی وجہ سے) یہ پاگل ہوا چاہتی ہے

تَجُودُ بِرِجْلَيْهَا وَتَمْنَعُ دَرَّهَا
وَإِنْ طُلِبَتْ مِنْهَا المَوَدَّةُ هَرَّتِ[4]

---

۱ - بلوغ الارب میں " وصفها " لکھا ہے - صحیح صدرها ہے جیسا کہ حماسہ میں ہے -

۲ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۶۳ اور شرح فیضی : ۱۷۷

۳ - جب سوئی کا سوراخ توڑ دیا جائے تو خَرَم و خَرَّم الابرہ بولتے ہیں -

۴ - هَرَّ هَرِيراً : سَاءَ خُلُقُهُ

یہ اپنی ٹانگوں کی تو سخاوت کر دیتی ہے مگر اپنی خیر و خوبی تم سے روکے رکھتی ہے اور اگر اس سے دوستی کا مطالبہ کیا جائے تو بداخلاقی سے پیش آتی ہے

ایک اور کہتا ہے[1] :

لاَ تَنكِحَنَّ عَجُوزاً إن أتيتَ بِهَا
وَاخلَعْ ثِيابَكَ مِنهَا مُمعِناً هَرَبا

اگر تیرے پاس بڑھیا عورت کو لایا جائے تو تُو اس سے نکاح نہ کرنا ، اس سے قطع تعلق کر لینا اور اس سے دور بھاگ جانا

وَإنْ أتَوْكَ وَقَالُوا إنَّهَا نَصَفٌ
فَإنَّ أمثَلَ نِصفَيهَا الَّذِي ذَهَبَا

اور اگر لوگ آ کر تم سے کہیں کہ یہ تو ادھیڑ عمر کی ہے (تو تجھے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ) اس کا بہتر آدھا حصہ وہ تھا جو گزر چکا ہے

وغیرہ وغیرہ اشعار ہیں جن میں عورتوں کے مذموم اوصاف کا ذکر کیا گیا ہے اور ایسے اشعار سے ادب کی کتابیں بھری پڑی ہیں -

بعض اوقات بعض عرب مرد ان عورتوں کو پسند کر لیتے تھے جن میں پسندیدہ اوصاف مکمل طور پر نہیں پائے جاتے تھے اور وہ ایسا صرف ان کے حسب کی خاطر کیا کرتے تھے -

وہ بیان جو خاوند کی محمودہ اور غیر محمودہ صفات کے متعلق جاہلی عربوں سے منقول ہیں

[۲۶:۲] ابوبکر بن دُرَید سے منقول ہے کہ انھوں نے کہا سکن بن سعید نے محمد بن عباد سے ، محمد بن عباد نے ابن الکلبی سے اور ابن الکلبی نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا :-

---

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ : ۳۶۴ اور شرح فیضی : ۲۷۲

حمیر کے رؤسا میں سے ایک رئیس کے یہاں مدت تک کوئی اولاد نہ ہوئی ۔ پھر اس کے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی ، جس کے لیے اس نے لوگوں سے دور ایک محفوظ قلعہ تعمیر کیا اور اس کی خدمت اور تربیت کے لیے رؤسا کی عورتیں مقرر کیں ، یہاں تک کہ وہ بھرپور عورت ہو گئی ۔ اس نے عمدہ طور پر نشو و نما پائی اور عقل اور کمال میں کمال کو پہنچی ۔ اس کے باپ کے مرنے پر وہاں کی رعایا نے اسے تخت پر بٹھا دیا ۔ جن عورتوں نے اس کی تربیت کی تھی اس نے ان پر احسانات کیے ۔ یہ ان سے مشورہ لیتی اور ان کے مشورے کے بغیر کوئی معاملہ طے نہ کرتی ۔ ایک دن ان عورتوں نے اس سے کہا : اے شرفا کی بیٹی ! اگر تو شادی کر لے تو تیری بادشاہت مکمل ہو جائے ۔ وہ بولی : خاوند کیا ہوتا ہے ؟ ایک نے کہا : خاوند مصیبت کے وقت قوت اور اہم امور کے وقت مددگار ہوتا ہے اگر تو غصے میں آ جائے تو وہ مہربان ہوتا ہے اور اگر تو بیمار پڑ جائے تو نرم کلام ہوتا ہے ۔

لڑکی نے کہا : یہ تو بہت اچھی چیز ہے

دوسری بولی : مجھے سردی لگتی ہے تو خاوند میرا اندر کا لباس ہوتا ہے جب سوؤں تو وہ میرا تکیہ ہوتا ہے اور جب اکیلی ہوں تو اُنس کا سبب ہوتا ہے ۔

لڑکی بولی : انھی باتوں سے تو مزے کی زندگی کی تکمیل ہوتی ہے ۔

تیسری بولی : وہ باتیں جو مجھے دکھ دیں ان میں میرا خاوند میرا مددگار ہوتا ہے اور ان بادوں سے مجھے شفا دیتا ہے جو مجھے لاغر کر دیں ۔ جب کوئی اور الفت کرنے والا نہ ہو تو وہی میرے لیے کافی ہوتا ہے ۔ اس کا لعاب دہن شہد جیسا ہے اور اس سے بغل گیر ہونا جسم کی طرح ہے ۔ اس کے ساتھ چمٹ جانے سے نہ میں اکتاتی ہوں اور نہ مجھے اس کی سرکشی کا خطرہ ہے ۔

یہ اوصاف سن کر لڑکی نے کہا : مجھے ان امور پر غور کرنے کے لیے مہلت دو ۔ اس کے بعد وہ لڑکی سات دن تک چھپی رہی پھر ان کو بلا کر کہا :

جو کچھ تم نے کہا ہے میں نے اس پر غور کیا ہے ۔ مجھے معلوم ہؤا ہے کہ میں (شادی کرکے خاوند کو) اپنی علامی کا مالک بنا دوں گی (یعنی اس کی غلام بن کر رہوں گی) اور اپنا سچ اور جھوٹ سب اس کے سامنے ظاہر کر دوں گی لہٰذا اگر وہ اچھے اخلاق والا ہوگا اور اس کی طرف سے کسی قسم کی آفت کا خطرہ نہ ہوگا تو میں نے اپنی مراد پا لی اور اگر کسی اور طرح کا ہؤا تو پھر مجھے عرصۂ دراز تک بدبختی کی زندگی گزارنا ہوگی ۔ مزید برآں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمسر اور شریف انسان ہو ۔ اپنے قبیلے کا سردار ہو ، اپنے کنبے کی پرورش کرتا ہو ۔ جس کی وجہ سے مجھے زندگی بھر عار نہ آئے اور میں مرنے کے بعد بے عزتی کو اپنی قوم کے ¹قریب نہ کر دوں لہٰذا اب تم اس کو تلاش کرنے کی خاطر قبائل میں پھیل جاؤ ۔ تم میں سے جو بھی میرے پاس اس شے کی خبر لائےگی ، جسے میں چاہتی ہوں تو اسے میں بہت سا انعام دوں گی ۔ اس وعدے کا پورا کرنا میرے ذمے ہے چنانچہ وہ سب اس کام کےلیے جس کے لیے اس [۲۰۷:۲] نے انھیں روانہ کیا تھا نکل پڑیں ۔ یہ سب کی سب رؤسا کی بیٹیاں تھیں اور عمل اور رائے رکھتی تھیں ۔ چنانچہ ایک نے جس کا نام عَمَرّطہ بنت زرعہ اس کی خبر لیا آ کر کہا : " میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی " ۔

لڑکی بولی : اس کے اوصاف بیان کرو مگر نام نہ لینا ۔

عَمَرّطہ نے کہا : وہ قحط سالی کے وقت بارش ہے اور سختی[۲] کے زمانے میں فریاد رس ہے ، فائدہ پہنچانے والا بھی ہے اور تباہ کرنے والا بھی ۔ جوش میں آ جانے والے کی اصلاح کرتا ہے اور پھسلنے والے کو بازو سے پکڑ کر کھڑا کر دیتا ہے ۔ مجلس کو آباد کرتا ہے اور اکڑنے والے کو مطیع کر لیتا ہے ۔ اس کی عزت وافر اور حسب روشن ہے اس کا شباب ترو تازہ اور دل پاک ہے ۔

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : الزرع تقریبک الشئی من الشئی

۲ ۔ الازل : الازل شدۃ الزمان محاورہ ہے : هم فی ازل من العیش و آزل من السنة

لڑکی نے پوچھا : وہ کون ہے ؟

عمرطہ نے جواب دیا : سبرہ بن عوّال بن شدّاد بن الہمّال

اس کے بعد وہ دوسری عورت کے ساتھ خلوت میں گئی اور اس سے چھا : کیا تو نے خواہش کے مطابق کچھ پایا ہے ؟

اس نے جواب دیا : ہاں

لڑکی نے کہا : اس کا نام لیے بغیر ہی اس کے اوصاف بیان کرو ۔

عورت بولی : وہ پاک نسب والا ہے ، شریف حسب والا ہے ، کامل یب یافتہ ہے ، بہت عطیے دینے والا ہے ، اس کی خصلتیں ایسی ہیں کہ شخص اس سے الفت کرتا ہے ، چڑھتی جوانی ہے ، خوش حال و فارغ ال ہے ، اس کا حکم نافذ ہے ، اس سے میل جول رکھنے والا اس سے نی ہے ۔

لڑکی نے پوچھا : وہ کون ہے ؟

عورت نے جواب دیا : تعشلّی بن ہزّال بن ذی جدّن

پھر تیسری کے ساتھ علیحدگی میں بات کی اور پوچھا : تمھارے پاس یا خبر ہے ؟

اس نے کہا : میں نے اسے کثیر الفوائد اور بڑے بڑے[1] پیالوں لا پایا ہے ۔ وہ لوگوں کو التجا کرنے سے پہلے ہی عطیے دے دیتا ہ ۔ دست سوال دراز کرنے سے پہلے ہی نواز دیتا ہے ۔ قبیلے میں اس کی ظم کی جاتی ہے اور مجلس میں عزت ۔ بہت مہربانیاں کرنے والا اور ب عطیے دینے والا ہے ۔ مال خوب خرچ کرنے والا اور لوگوں کی ندیں بر لانے والا ہے اس کے سب چچا اور ماموں شریف ہیں ۔

لڑکی نے پوچھا : وہ کون ہے ؟

عورت بولی : رواحہ بن خُمیر بن مُضحی بن ذی ہلاہلہ

لڑکی نے یعلی بن ذی ہزال کو پسند کیا اور اس سے شادی کر لی ۔

---

[1] المرافد : لسان العرب میں ہے : الرّفد و الرِّفد و المِرفدُ و المِرفَدُ : العُسّ العظیم وقیل : القدح العظیم الضخم ۔

اس کے بعد ایک ماہ تک ان سے چھپی رہی پھر نکل کر باہر آئی اور ان کو بہت سے انعامات اور عطیے دیے۔

ابوبکر محمد بن الحسن بن دُرید سے مروی ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے میرے چچا نے اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے بتایا اور اس نے ابن کلبی سے۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ ایک عرب بڑھیا نے اپنی تین بیٹیوں سے کہا: تم جس قسم کا خاوند چاہتی ہو اس کی صفت بیان کرو۔

بڑی لڑکی بولی: میں ایسا خاوند چاہتی ہوں جو شریف النسب ہو، مسکراتا رہتا ہو، حسب ہو اور کاموں کو کر گزرنے والا ہو، مجلس کا سردار ہو، سوالی کا فریاد رس ہو، جو شخص امید لے کر اس کے پاس آئے اسے کافی مال عطا کرتا ہو، اس کا صحن فراخ ہو (عالی ظرف ہو) اور اسے مطیع کرنا مشکل ہو۔

[۲۸:۲] منجھلی بولی: میں ایسا خاوند چاہتی ہوں جو عالی شرف والا ہو، جس کام کو چاہے اسے کر گزرے، بڑی آگ والا ہو، جو مسکینوں[1] کو گوشت کھلاتا ہو، فائدہ بہم پہنچاتا ہو اور نقصان بھی کرتا ہو، تجربہ کار[2] ہو اور غزوات کا ماہر ہو، شہر میں ہو تو ایک بچے کی طرح

---

۱ - لسان العرب میں ہے: رجل مُتَمِّم: اذا فاز قدحه مرة بعد مرة فاطعم لحمه المساكين - وتَمَّمَ: أطعم نصيب قدحه - حكاه ابن الاعرابي و انشد قول النابغة

أَنِّي أُتَمِّمُ أَيْسَارِي وَأَمْنَحُهُمْ
مَثْنَى الأَيَادِي وَأَكْسُو الحَفْنَةَ الأُدُمَا

اى اطعمهم ذلك اللحم

۲ - لسان العرب میں ہے فلانٌ مُبْدِئٌ ومُعِيدٌ اذا لم يكن له حيلة عن ابن الاعرابي و انشد

وَكُنْتُ امرأً بِالغَوْرِ مِنِّي ضَمَانَةٌ
وأُخْرَى بِنَجْدٍ مَا تُعِيدُ وَمَا تُبْدِي

يقول: ليس لما أنا فيه من الوجد حيلة ولاجهة - و لمُعيد: المُطيق للشئ يُعاوِدُه - و المبدأ المعيد هو الذي قد ابدأ في غزوه و اعاد اي غزا مره بعد مرة و جرب الامور طوراً بعد طور و اعادفيه و ابدأ

معلوم ہو اور فوج میں ہو تو بہادر اور آگے بڑھ کر حملہ کرنے والا ہو ۔ جسے اس کی بیوی اپنا غلام اور قبیلہ سردار بنا لے ۔

چھوٹی بولی : میں ایسا خاوند چاہتی ہوں جو بھرپور جوانی والا ہو ، ہندی تلوار کی طرح ہو ، جس کا قرب خوشی کا باعث ہو ، جس کی ملاقات سرور کا سبب ہو ، بھینچے تو پڈیاں توڑ دے اور جب (اپنے آلہٗ تناسل کو) آگے دھکیلے[1] تو اسے پورا غائب کر دے (اور جماع کرتے ہوئے) آسن[2] بدلتا رہے ۔

یہ سن کر اس کی والدہ نے کہا : خدا تیرا منہ توڑے ، تو نے تو مجھے از سر نو جوانی کا جوش یاد دلا دیا ہے ۔

میدانی نے کتاب مجمع الامثال میں ذکر کیا ہے کہ عجفاء بنت علقمہ السعدی اور اس کی قوم کی تین اور عورتیں نکلیں اور ایک باغ میں ایک دوسرے سے ملنے کا وعدہ کیا جہاں وہ ایک دوسری سے باتیں کر سکیں ۔

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : الدسر ایضاً فی البُضع یقال دَسَرَها بأیره (آلہ تناسل سے گھسیڑا لگایا) ابن سیدہ : دَسَرَہٗ یدسرہ : طعنہ و دفعہ اور اغمض کا لفظ غَمَضَ السَّیْفُ فی اللحم ۔ من نصر ۔ غاب سے لیا گیا ہے لہٰذا اَغْمَضَ بمعنی غَیَّبَ ہؤا یعنی تلوار کو پوری طرح نیام میں غائب کر دے ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے وفی المثل : اِنَّکَ مُخْتَلٌ فَتَحَمَّضْ ای انتقل من حال الی حال ..و العرب تضرب الخُلة مثلاً للدعة و السعة و تضرب الحمض مثلاً للشر و الحرب و اَخَلَّ القوم : رعت ابلهم الخلة وقالت بعض نساء الاعراب وهی تتمنی بعلاً : ان ضمّ قَضْقَضَ و ان دسر اَغْمض و ان اخل احمض ۔ قالت لها امها : لقد فررت لی شرة الشباب جَذَعهٗ ۔ تقول : انَّ اقْبَلَ مِن قُبُلٍ اتبع ذلک بان یأخذن دُبُر.. وقال بعض الناس : اذا اتی الرجل المرأة فی دبرها فقد حَمَّضَ تَحْمیضاً وهو مجاز کأنه تحول من خیرالمکانین الی شرهما شهوه معکوسه و یقال للتفخیذ فی الجماع التحمیض و منه المثل : انک مختل فتحمّض ای انتقل من حال الی حال ۔ اور تاج العروس میں ہے کہ خلہ اونٹوں کے لیے بمنزلہ خوراک کے ہے اور حمض بمنزلہ پھل کے ۔

چنانچہ وہ ایک رات وہاں آئیں، عالم یہ تھا کہ چاندنی چھٹک رہی تھی، رات معتدل[1] اور پر سکون تھی۔ باغ میں ہری ہری گھاس پھیل رہی تھی۔ جب بیٹھ گئیں تو کہنے لگیں کہ ہم نے یہ جیسی ایسی رات دیکھی ہے اور یہ ایسا باغ جہاں ایسی خوشبو اور تازگی ہو۔ اس کے بعد باتیں کرنے لگ گئیں اور کہا: بہترین عورت کونسی ہوتی ہے؟

ایک نے کہا: جو سرمیلی ہو، اپنے خاوند سے محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی ہو۔

[۲.۹۱] دوسری نے کہا: بہترین عورت وہ ہے جو مالدار ہو، لوگ اس کی تعریف کریں اور بہت باحیا ہو۔

تیسری بولی: بہترین عورت وہ ہے جو خاوند کی اطاعت گزار، بہرور[2] حوائج کی مالک ہو، نفع رساں ہو، منحوس نہ ہو۔

چوتھی بولی: بہترین عورت وہ ہے جو اپنے گھر والوں کو جمع کرنے، پر سکون[3] ہو، گھر والوں کو لذتیں دینے والی ہو، ذلیل کرنے والی نہ ہو،

پھر کہنے لگیں: کونسا آدمی بہترین ہوتا ہے۔

ایک بولی: بہترین مرد وہ ہے جو بیوی کے نہاں[4] محبوب ہو،

۱۔ لسان العرب میں ہے: لیلۃ طلق و لیلۃ طلقۃ ای سہلۃ طیبۃ لابرد فیہا یقال یوم طلق و لیلۃ طلق و طلقۃ اذا لم یکن فیہا حر ولا برد یؤذیان

۲۔ تاج العروس میں ہے حتمۃ ... الجاریۃ الشابۃ لبست الدرع و الملحفۃ و الخمار یقال ذلک لہا اذا ستشت تکشی بہ عن سن الاستواء

۳۔ ار ودع ککرم و وضع ودا و دعۃ و وداعۃ فھو ودیع ساکن و استقر

۴۔ حظی کل واحد من الزوجین ... رضی و احظی یقال حظیت المرأۃ عند زوجھا حظوۃ و حظوۃ و حظۃ سعدت و دنت من قلبہ و احبھا و حظی ھو عندھا۔

اس سے راضی رہا ہو ، بیوی سے گھر کے اخراجات میں محاسبہ نہ کرتا ہو ؛ کوتاہ قد نہ ہو۔

دوسری بولی : بہترین مرد وہ ہے جو سردار اور سخی ہو ، خالص حسب[1] والا اور خاندانی بزرگ ہو ۔

تیسری بولی : بہترین مرد وہ ہے جو سخی ، وفادار اور پسندیدہ ہو ، جو نہ تو شریف زادی کو بدلتا ہو اور نہ ہی ایک بیوی کے ہوتے ہوئے سوکن لاتا ہو ۔

چوتھی بولی : تمھارے باپ کی قسم تمھارے بیان کردہ اوصاف میرے باپ میں پائے جاتے ہیں یعنی کرم اخلاق اور ملاقات کے وقت سچی گفتار ، جب ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کا موقع ہو تو وہی کامیاب ہو ۔ اس کے رفیق اس کی تعریف کرتے ہیں ۔

اس پر عجفاء بولی : كُلُّ فَتَاةٍ بِأَبِيهَا مُعْجَبَة (ہر نازنین اپنے باپ کے گن گاتی ہے)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک عورت نے کہا : میرا باپ پڑوسی کی عزت کرتا ہے ، وسیع آگ جلاتا ہے ، گائے کا بچہ ذبح کرنے کے بعد دس دس ماہ کی گابھن اونٹنیاں ذبح کر ڈالتا ہے اور بڑے بڑے کاموں کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتا ہے ۔

دوسری نے کہا : میرا باپ بڑی عزت والا ہے اس کی پناہ[2] محفوظ ہے ، اس کی جماعت طاقتور ہے ، لوگ اس کے پاس آتے ہیں جب بھی تعریف کرتے ہیں ، واپس جاتے ہیں تب بھی اس کی تعریف کرتے ہیں ۔

تیسری بولی : میرا باپ سچی گفتار والا ہے ، اس کے مددگار بہت ہیں ، نیزہ زنی کے وقت نیزے کو سیراب کر دیتا ہے ۔

چوتھی بولی : میرا باپ جب کسی سے جنگ کرتا ہے تو کریمانہ طور پر کرتا ہے ، بلند گفتار ہے ، بہت عطیے دینے والا ہے ، کسی سے

---

۱ ۔ الصمم : یقال هو من صميم القوم و صميمهم بمعنى واحد

۲ ۔ الوَزَر محركه الملجأ و المعتصم

سوال نہیں کرتا اور اس کے کارنامے شریفانہ ہیں -

اس کے بعد مفاخرت کے اس جھگڑے کا فیصلہ کرانے کے لیے وہ قبیلے کی ایک کاہنہ کے پاس گئیں اور اس سے کہا : جو کچھ ہم نے کہا ہے اسے پہلے سن لو ، پھر فیصلہ کرنا اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا - اس کے بعد ہر ایک نے اپنا اپنا قول اس کے سامنے دہرایا - اس نے ان اقوال کو سن کر کہا :

تم میں سے ہر ایک سرکش ہے - نیک کام کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اپنی سہیلیوں سے حسد کرتی ہے - اب تم میری بات سنو :

بہترین عورت وہ ہے جو اپنے خاوند پر رحم کرے ، تنگدستی پر صبر کرے ، ایسا نہ ہو کہ وہ طلاق لے کر اپنے گھر واپس چلی جائے - ایسی عورت اپنے خاوند کے حصے کو اپنے حصے پر ترجیح دیتی ہے اور یہی عورت شریف زادی اور کامل ہے -

اور بہترین مرد وہ ہے جو سخی اور بہادر ہو جو کمزوری[1] نہ دکھاتا ہو - جب کوئی شخص اس سے کچھ مانگے تو وہ بہانے نہ بناتا ہو اور بہت عطیے دینے والا ہو -

پھر کہا : کل واحدہ منکن بأبیھا مُعجَبہ - تم میں سے ہر ایک اپنے باپ پر فخر کرتی ہے اور اس کے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے - یہ مثال اس موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی شخص اپنی جماعت اور قبیلے پر فخر کرے -

ذوالاصبع [2]عدوانی عربوں کا قاضی اور ایک غیرت مند انسان تھا - اس کی چار بیٹیاں تھیں ، وہ غیرت کی وجہ سے ان کی شادی نہ کرتا تھا : کہا جاتا ہے کہ اس نے اپنی بیٹیوں سے ان کی شادی کر دینے کا ذکر

---

۱ - فَشِلَ کفرح فَشَلاً فهو فشل : کسل وضعف و تراخی و جبن و رجل خشل فشل بفتحهما : ضعیف جبان

۲ - اس واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو اغانی (طبع دارالثقافہ بیروت ۱۹۵۵ء) ۳ : ۹۰

کیا تو انھوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگیں کہ ہمیں آپ کی خدمت کرنا اور آپ کے پاس رہنا زیادہ محبوب ہے ۔ ایک دن وہ ان کی باتوں کو ایسی [۲ : ۳۰] جگہ چھپ کر سنتا رہا جہاں سے وہ اسے دیکھ نہ سکتی تھیں ۔ وہ اس وقت علیحدگی میں آپس میں باتیں کر رہی تھیں ۔ ان میں سے ایک نے کہا : ہم میں سے ہر ایک اپنے دل کی بات کہے ، ہم جو کچھ کہیں سچ کہیں ۔ اس پر بڑی بول پڑی :

أَلاَ هَلْ أَرَاهَا لَيْلَةً وَ ضَجِيعُهَا
أَشَمُّ كَنَصْلِ السَّيْفِ عَيْنٌ[۱] مُهَنَّدِ

میں دیکھتی ہوں کہ ایک رات اس کا ہم بستر وہ شخص ہوگا جو اونچی ناک والا ، تلوار کی بھال کی طرح کام کر گزرنے والا اور عین ہندی تلوار کی طرح ہو

[۲]عَلِيمٌ بِأَدْوَاءِ النِّسَاءِ وَأَصْلُهُ
إِذَا مَا انْتَمَى مِنْ سِرِّ أَهْلِي وَ مَحْتِدِي

وہ عورتوں کی بیماریوں سے واقف ہے اور جب اپنی خاندانی نسب بیان کرتا ہے تو اس کی اصل خالص میرے گھر والوں اور میرے ہی خاندان سے ہے

" من سرّاهلی " کی بجائے " مِنْ أَهْلِ سرّی " اور " مِنْ أَصْلِ سِرّی " بھی مروی ہے ۔

ان سب نے کہا : تیری مراد اپنے کسی رشتہ دار سے ہے جسے تو جانتی ہے ۔ ایک روایت میں ہے : تو اپنے چچا زاد بھائی کو چاہتی ہے جسے تو جانتی ہے ۔

پھر دوسری نے کہا :

---

۱ - اغانی میں عین مہند کی بجائے غیر المبلّد دیا ہے ۔
۲ - اغانی میں علیم بأدواء کی بجائے " لَصُوق بأكباد " دیا ہے ۔

أَلَا لَيْتَ زَوْجِي مِنْ أُنَاسٍ ذَوِي عِدًى[1]
حَدِيثُ الشَّبَابِ طَيِّبُ[2] النشر و الذِّكْرِ

کاش میرا خاوند ان لوگوں میں سے ہو جن سے لوگ عداوت رکھتے ہوں ، نوجوان ہو اچھی شہرت اور نام والا ہو

لَصُوقٌ بِأَكْبَادِ النِّسَاءِ كَأَنَّهُ
خَلِيقَةُ حَيَّانٍ لَا يَنَامُ عَلَى وِتْرِ

عورت کے جگر سے چمٹ جانے والا ہو اور یوں معلوم ہوتا ہو کہ وہ سانپ کا جانشین ہے اور کینے کے باعث سوتا نہ ہو (بدلہ لیے بغیر نہ سوتا ہو)

" لا ینام علی وتر " کے بجائے " لا ینام علی هجری " اور " لا ینم علی هجر " بھی مروی ہے -

اس پر دوسری بہنوں نے کہا تو ایک مالدار آدمی[3] چاہتی ہے جو تیرے خاندان میں سے نہیں ہے -

اس کے بعد تیسری بولی :

أَلَا لَيْتَهُ يَكْسِي الْجَمَالَ نَدِيَّهُ
لَهُ جَفْنَةٌ تَشْقَى بِهَا الْمَعْزُ و الْجُزْرُ

کاش (میرا خاوند وہ ہو جو) اپنی مجلس کو رونق بخشنے والا ہو - اس کا پیالہ ایسا ہو کہ اس کی وجہ سے بھیڑ بکریوں اور اونٹنیوں کی بدبختی آئی ہو (یعنی سخی ہو)

لَهُ حَكَمَاتُ الدَّهْرِ مِن غَيْرِ كَبْرَةٍ[4]
تَشِينُ فَلَا وَانٍ وَلَا ضَرَعٌ غَمْرُ

---

۱ - اغانی میں ذوی عدی کے بجائے ذوی غنی (مالدار) مرقوم ہے -
۲ - اغانی میں طیب النشر کی بجائے طیب الریح لکھا ہے -
۳ - ان الفاظ سے اغانی کی روایت " ذوی غنی " کی تائید ہوتی ہے -
۴ - تصحیح اغانی اور امالی مرتضیٰ سے کی گئی ہے - بلوغ الارب میں کبرہ کی بجائے کربہ درج ہے -

زمانے کے تجربات نے بدون اس کے کہ وہ بڑی عمر کا ہو ایسی عمر
کہ اسے عیبناک کر دے ایسے عقلمند بنا دیا ہو چنانچہ وہ نہ تو
سستی کرنے والا ہو اور نہ کمزور اور ناتجربہ کار ہو

معز کی بجائے بشب کی روایت بھی آئی ہے اور کربہ کی بجائے کبرہ
دوسری بہنوں نے کہا : تو ایک سردار اور سریف خاوند چاہتی ہے -
چوتھی بہن سے کہا : تو کیا کہتی ہے ؟
وہ بولی : میں تو کچھ نہیں کہنا چاہتی -
سب نے کہا : ہم تجھے نہیں چھوڑنے کی ، تو ہمارے راز سے آگاہ ہو چکی ہے اور اپنے راز کو چھپانا چاہتی ہے -
اس پر وہ بولی : گھر میں بیٹھے رہنے والے خاوند سے تو لکڑی کا خاوند بہتر ہے اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے -

اس کے بعد ان کی شادی کے پیغامات آئے اور ذوالاصبع نے ان سب کی شادی کر دی اس کے بعد ایک سال کی مدت گزرنے پر وہ پہلے بڑی لڑکی کو ملنے کے لیے گیا اور پوچھا : بیٹی ! خاوند کو کیسا پایا ؟ اس نے جواب دیا : اچھا خاوند ہے ۔ بیوی کی عزت کرتا ہے اور حاجت روائی کرتا ہے ۔ پھر پوچھا : تمھارا مال کیا ہے ؟ بولی : اچھا مال ہے ۔ اونٹ ہیں ۔ پوچھا : کیسے اونٹ ہیں ؟ کہا : ہم [1]گھونٹ گھونٹ کرکے اُن کا دودھ پیتے ہیں اور ٹکڑے ٹکڑے کرکے ان کا گوشت کھاتے ہیں ، وہ ہمیں اور ہمارے کمزور آدمیوں کو اٹھا کر لے جاتے ہیں -

اس پر باپ نے کہا : بیٹی ! تمھارا خاوند شریف ہے اور مال بہت ہے -

[۲ : ۳۱] اس کے بعد دوسری بیٹی کے پاس آیا اور پوچھا : اور تمھارا خاوند کیسا ہے ؟ اس نے جواب دیا : اچھا خاوند ہے ، بیوی کی عزت کرتا ہے ، اپنی مہربانی کو بھول جاتا ہے ۔ پھر پوچھا : تمھارا مال کیا

---

۱ - بلوغ الارب میں جرعا زاء معجمہ کے ساتھ مکتوب ہے ۔ اسے جُرَعا راء مہملہ کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ اغانی میں ہے -

ہے ؟ اس نے جواب دیا : گائیں ہیں ۔ پوچھا : کیسی ہیں ؟ اس نے جواب دیا : یہ ہمارے صحن میں پڑی رہتی ہیں ۔ (دودھ سے) برتن بھر دیتی ہیں ، مشکیزے کو چکنا کر دیتی ہیں ، عورتوں کے ساتھ عورتیں ہیں ۔

باپ بولا : تو اپنی قسمت پر راضی ہے اور خوش قسمت ہے ۔ ایک روایت میں یوں ہے رضیت فحظیت ۔ اس کے بعد تیسری کے پاس آیا اور اور پوچھا : بیٹی تمھارا خاوند کیسا ہے ؟

اس نے جواب دیا : نہ تو ایسا[1] سخی ہے کہ مال لٹا دے ، نہ ایسا بخیل کہ مال کو روکے رکھے ۔

پھر پوچھا : تمھارا مال کیا ہے ؟

وہ بولی : بھیڑ بکریاں ۔

باپ نے پوچھا : یہ کیسی ہیں ؟

بولی : اگر ہم پیدا ہوتی ہی ان کا دودھ چھڑا دیں اور اپنے سالن کے لیے ان کی کھال اتار لیں تو ہم یہ نہ چاہیں گے کہ ان کے عوض ہمیں اونٹ مل جائیں ۔

باپ بولا : یہ ایک ٹکڑا[2] ہے جو تمھیں بنائے ہوئے ہے ۔

اس کے بعد وہ چھوٹی بیٹی کے پاس آیا اور پوچھا : بیٹی ! تمھارا خاوند کیسا ہے ؟

بیٹی نے جواب دیا : برا خاوند ہے ۔ اپنی عزت کرتا ہے اور بیوی کی تذلیل ۔

باپ نے پوچھا : تمھارا مال کیا ہے ؟

بیٹی بولی : برا مال ہے ۔

باپ نے پوچھا : وہ کیا ہے ؟

---

۱ - اغانی میں جملہ یوں ہے : لیس بالبخیل الحکر ولا بالسَّمْح البَذِر ۔

۲ - اغانی میں جذوہ مغنیہ کی بجائے جدوی مغنیہ ہے اور الکامل للمبرد میں جَذو مغنیہ پھر مبرد اس کی تشریح یوں کرتے ہیں ۔ الجَذو جمع جذوة و اصل ذلک فی الخشب ماکان فیہ نار ۔

بیٹی بولی : بھیڑیں ہیں -
پھر پوچھا : وہ کیسی ہیں ؟
وہ بولی : بڑے پیٹ والی ہیں ، ان کا پیٹ ہی نہیں بھرتا ، بڑی پیاسی ہیں ، سیر ہی نہیں ہوتیں ، بہری ہیں ، سنتی ہی نہیں ، اپنی گمراہ کرنے والی (بھیڑ) کے پیچھے لگ جاتی ہیں -
اس پر باپ نے کہا : أشْبَه[1] امرؤٌ بَعضَ بَزِّہ (جیسی روح ویسے فرشتے) اور اس کے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے -
اس قصے کی روایت مبرد نے کی ہے ، میدانی نے اسے اسی سے نقل کیا ہے ، مگر میدانی کے بیان میں سابقہ روایت سے قدرے اختلاف پایا جاتا ہے -
سید مرتضیٰ علم الهدیٰ اپنی امالی[2] میں ذوالاصبع کے حالات بیان کرتے ہوئے مذکورہ بالا قصہ بیان کرنے کے بعد کہتا ہے :
ذوالا صبع کی ایک لڑکی نے اپنے اشعار میں أَشَمّ کہا ہے۔ شَمَم کا معنی ہے ناک کے بانسے کا اونچا ہوکر نیچے کو[3] جانا۔ آدمی کے لیے رَجُلٌ أشَمٌّ اور عورت کے لیے 'إمرأةٌ شَمّاء' بولا جاتا ہے اور جمع شُمٌّ آتی ہے -
حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

بِيضُ الوُجُوهِ كَرِيمَةٌ أَحسَابُهُم
شُمُّ الأُنُوفِ مِنَ الطِّرَازِ الأَوَّلِ

ان کے چہرے سفید ہیں ، حسب شریف ہیں ، ناکیں بلند ہیں ، ان کے کارنامے پہلے لوگوں کے سے ہیں

شَمَم بلندی کو کہتے ہیں خواہ وہ کسی چیز میں ہو۔ لہٰذا ہو سکتا ہے کہ شُمُّ الأُنوف کہنے سے حسّان کی مراد وہی ہو جس کا

---

۱ - مثل یضرب للمتشابهين أخلاقاً -
۲ - ملاحظہ ہو امالی مرتضیٰ طبع دار احیاء الکتب العربیہ : ۱ : ۲۷۴ -
۳ - کہتے ہیں شفة واردة و لثة واردة ای مسترسلة و هومجاز و الاصل فی ذلک ان الانف اذا طال یصل الی الماء اذا شرب فیه -

ہم ذکر کر چکے ہیں یعنی ناک کے بانسہ کا نیچے کو جانا کیونکہ عربوں کے ہاں اسے اصالت اور شرافت کی دلیل سمجھا گیا ہے ۔ یہ بھی جائز ہے کہ اس نے اس سے کنایۃً ان کی پاکیزگی اور گھٹیا اور رذیل کاموں سے دوری مراد لی ہو ۔ اس نے ناک کا خاص طور پر اس لیے ذکر کیا کہ حمیت غصہ اور غیرت ناک ہی میں ہؤا کرتی ہے ۔ اس نے ناک کا لمبا ہونا مراد نہیں لیا اور یہی مفہوم اس مراد کے زیادہ مشابہ ہے اس لیے کہ اس نے بیشضُ الُوجوُہِ کہا ہے ۔ اس کی مراد یہ نہیں کہ ان کا رنگ درحقیقت سفید ہے ۔ اس نے کنایہً ان کی پاک عزت ، عمدہ اخلاق اور افعال مراد لیے ہیں جس طرح کوئی کہے جَاءَ نی فلان نوجہٍ ابیض (فلاں شخص جب آیا تو اس کا چہرہ روشن تھا) یا یوں کہیں وقد بَیَّض وَجْھَہٗ بکذا وکذا (اس نے اپنا چہرہ فلاں چیز کے ساتھ روشن کیا ہؤا تھا) تو اس سے مراد صرف وہی معنی ہوتے ہیں جن کا ہم نے ذکر کیا ہے ۔

[۲ : ۳۲] اور عورت کے ''اشم کنصل السیف'' کہنے سے بھی دونوں معنوں کے لیے جانے کا احتمال ہے ۔ حسّان کے من الطراز الاوّل کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے افعال ایسے ہیں جیسے ان کے آبا و اجداد کے تھے ۔ نیز یہ کہ انھوں نے کسی قسم کے ایسے مذموم اخلاق کا انتساب نہیں کیا جو ان کے خاندان اور اصل کے مطابق نہ ہوں ۔

عورت کا ''عین مھنّد'' کہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ بعینہٖ ہندی تلوار ہے اور عین الشئی سے بذات خود وہی چیز مراد لی جاتی ہے ۔ دوسری روایت جس میں ''غیر مھند'' درج ہے ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ یہ درحقیقت وہ تلوار نہیں جو ہندوستان کی طرف منسوب ہے صرف کام کے کر گزرنے میں اسے اس کی کاٹ کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے ۔

اس کا 'من سراھلی' کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہ ان کے کریم ترین اور خالص ترین لوگوں میں سے ہے ۔ محاورہ یوں ہے فلاں فی سرّ قومہ یعنی وہ ان کے خالص اور شریف لوگوں میں سے ہے اور سرّالوادی ،

وادی کے اس حصے کو کہتے ہیں جہاں کی مٹی نہایت عمدہ ہو اور محتد کے معنی اصل اور خاندان کے ہیں ۔

دوسری لڑکی کے ذوی عدی کہنے سے مراد یہ ہے کہ لوگ اس کے دشمن ہیں کیونکہ جس شخص کا کوئی دشمن نہیں وہ سفلہ اور رذیل ہوتا ہے ۔ جس میں کسی قسم کی خوبی نہیں ہوتی اور کریم اور فاضل شخص ہی ایسا ہوتا ہے جس سے لوگ حسد کرتے اور عداوت رکھتے ہیں ۔

اس کے لتصُوں با کباد النساء کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہم بستری میں ایسا ہوتا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ وہ محبت اور پیار میں ایسا ہے ۔ اس نے کنایۃً اس سے یہ مراد لی ہے کہ عورتیں اس سے سخت محبت رکھتی ہیں اور اس کی طرف مائل ہیں اور یہی معنی زیادہ موزوں ہیں ۔

اس کا کأنہ خلیفۃ جان کہنے سے مراد یہ ہے کہ سانپ چمٹ جانے میں وہ سانپ کی طرح ہے اور " جانّ " سانپ کی ایک جنس ہے مگر یہاں ضرورت شعری کے باعث مخفف پڑھا گیا ۔

تیسری کا " یکسی الجمال ندیہ " کہنا ۔ ندیّ مجلس کو کہتے ہیں ۔ لہ حکمات الدھر کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ تجربوں نے اسے مضبوط اور دانا بنا دیا ہے ۔ ضرع کے معنی کمزور کے ہیں اور غمر اس شخص کو کہتے ہیں جسے معاملات کا تجربہ نہ ہو ۔

رہا بڑی کا " یکرم الحلیلہ ویعطی الوسیلہ " کہنا تو اس میں حلیلہ کے معنی بیوی کے ہیں اور وسیلہ بمعنی حاجت ۔

رہا اس کا ' نشرب البانها جزعا ' کہنا تو یہاں جزع جزعہ کی جمع ہے جس کے معنی اس تھوڑے سے پانی کے ہیں جو برتن میں بچ جاتا ہے ، اسی طرح اس کا مزعاً کہنا [مزعہ کے معنی باقی ماندہ چکناہٹ کے ہیں] محاورہ ہے مالہ جُزعۃ ولامُزعہ ابن درید نے جُزعۃ کو اسی طرح ضمہ کے ساتھ لکھا ہے مگر میں نے اوروں کو اسے زیر کے ساتھ بھی پڑھتے پایا ہے چنانچہ وہ اسے جزعۃ پڑھتے ہیں لہٰذا اس طرح عبارت یوں ہوگی

" نشرب البانها جبزعا " اور پھر مبزعة کے نیچے بھی زیر پڑھی جائے گی تاکہ کلام میں یکسانیت بائی جائے لہٰذا تو یوں کہیے گا و ناکل لحمانها مبزعا کیونکہ جب مبزعه کو زیر کے ساتھ پڑھا جائے تو اس کے معنی " چربی کے ایک ٹکڑے " کے ہیں اور مبزعة [زیر کے ساتھ] کے معنی بتر اور روئی وغیرہ کے ٹکڑے کے بھی ہیں - جس طرح مزقة کے معنی کپڑے کے ایک ٹکڑے کے ہیں اور تمزیق کے معنی ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور پھاڑنے کے ہیں - محاورہ ہے " یکاد یتمزع من الغیظ " (فلاں غصے سے پھٹا چاہتا ہے) اور مَرَعَ الظبی یمزع مزعا " اس وقت بولتے ہیں جب ہرن تیز چلے -

اور اس لڑکی کے قول 'مال عَممٌ' میں عمیم کے معنی کثیر ہیں -

اور دوسری لڑکی کا نُودِكُ السقاء کہنا - نودك وَدَك سے لیا گیا ہے اور وَدَك کے معنی چکناہٹ کے ہیں -

[۲ : ۳۳] رہا تیسری کا "نُولِّد ها فُطُماً" کہنا تو فُطُم فَطِیم کی جمع ہے وہ بچہ جس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو ، اسی طرح اس کا نسلخها أُدُماً کہنا تو أُدُم إدام کی جمع ہے یعنی وہ سالن جو کھایا جاتا ہے - اس کی مراد یہ ہے کہ اگر ہم پیدا ہوتے ہی ان کا دودھ چھڑا دیں اور ضرورت کی وجہ سے سالن بنانے کے لیے ان کی کھال اتار لیں تو ہم ان کے عوض اونٹ نہ چاہیں گے - دوسری روایت میں أدَم ادیم کی جمع ہے اور اس کا جدوه مغنیه کہنے میں جذوه کے معنی ٹکڑے کے ہیں -

رہا چھوٹی کا جُوف لا یشبعن کہنا تو جُوف جوفاء کی جمع ہے جس کے معنی ہیں " بڑے پیٹ والی " هیثم : پیاسے ' لایشبعن : وہ سیر نہیں ہوتے اور اس مغویتهن یَتَتَبَّعنَ کہنے کے معنی یہ ہیں کہ بھیڑوں کا ایک گلہ پل پر سے گزرتا ہے ، ایک بھیڑ کا پاؤں پھسل جاتا ہے اور وہ پانی میں گر پڑتی ہے ، اس کے اتباع میں سب کی سب پانی میں گر پڑتی ہیں ، ظاہر ہے کہ بھیڑ بیوقوفی میں مشہور ہے -

المفَضّل الضَبّي کہتا ہے کہ مطرود کی بیٹی عثمہ عقل و رائے

کی مالک تھی اس کی قوم اس کی بات کو مانتی تھی - اس کی ایک ہمشیرہ تھی جس کا نام خَتوُد تھا - خَتوُد خوبصورت با رونق چہرے اور عقل والی تھی - بطن ازد کے سات نوجوان بھائیوں نے خَتوُد کے باپ سے اس کے رشتے کی درخواست کی - یہ ساتوں یمنی دو شالے پہن کر آئے ، وہ اصیل ، چست اور طاقتور اونٹوں پر سوار تھے - انھوں نے کہا کہ ہم ذوالنحیین مالک بن غُفَیْلۃ کے بیٹے ہیں - مطرود نے انھیں پانی پر اترنے کو کہا چنانچہ انھوں نے رات پانی پر گزاری - صبح ہوئی تو سب دوشالوں اور آرائش کے ساتھ آئے - ان کے ساتھ شعثاء تھی جس نے ان کے یہاں پرورش پائی تھی ' وہ کاہنہ تھی - یہ لوگ خَتوُد کے صحن سے گزرے تاکہ وہ انھیں دیکھ لے - ہر ایک خوبرو اور حسین تھا - خَتود کا باپ ، باہر آیا تو یہ لوگ اس کے پاس بیٹھ گئے - اس نے انھیں خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد وہ بولے : ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تمھاری ایک لڑکی ہے اور اور جیسا کہ تو دیکھ رہا ہے ہم سب جوان ہیں - ہم میں ہر ایک اپنی جہت کی حفاظت کرنے والا اور سوالی کو عطیہ دینے والا ہے - اس کے باپ نے کہا : تم سب اچھے ہو - تم یہاں قیام کرو ہم غور کر لیں - اس کے بعد وہ اپنی بیٹی کے پاس گیا اور اس سے کہا : تمھاری کیا رائے ہے یہ لوگ تو تمھارے پاس آ گئے ہیں - بیٹی نے کہا : میری قدر کے مطابق میری شادی کر دیں ، مہر کے مطالبے میں حد سے نہ بڑھ جائیں - اگر مجھے ان کی عقلوں کے متعلق غلطی لگ سکتی ہے تو ان کے جسموں کے متعلق مجھے غلطی نہیں لگ سکتی - ہو سکتا ہے کہ مجھے اولاد حاصل ہو جائے اور میں تعداد بڑھا سکوں -

اس کے بعد باپ باہر آ گیا اور کہا : مجھے بتاؤ کہ تم میں افضل کون ہے ؟ ان کی پرودہ کاہنہ شعثاء نے کہا : سنو میں تمھیں ان کے متعلق بتاتی ہوں - یہ سارے بھائی ہیں اور سارے ہی لوگوں کے مقتدا ہیں - بڑے کا نام مالک ہے وہ جرأت مند اور اچانک حملہ کرنے والا ہے ، گھوڑوں کو تھکا دینے والا ہے اور ہلاکت کی جگھوں کو حقیر

سمجھتا ہے ۔

[۲ : ۳۴] اس کے ساتھ والے کا نام غمر ہے ۔ وہ وسیع پانی والا سمندر ہے ۔ وہ جتنا بھی فخر کرے کم ہے ، کریم ہے ۔ بلندیوں کی طرف بڑھتا ہے ۔ شکرے کی طرح ہے ۔

اس کے ساتھ والا علقمہ ہے آزمانے[1] پر ٹھوس نکلتا ہے ۔ گالی گلوج سے محفوظ ہے اور جو بات کہتا ہے[2] واضح طور پر کہتا ہے ۔

اور اس کے ساتھ والا عاصم ہے ، سردار ہے (بظاہر) نرم و نازک ہے (در حقیقت) مضبوط ہے اور قاطع تلوار ہے ۔ (ذلت قبول کرنے سے) انکار کرنے والا اور دانشمند ہے ۔ اس کی فوج غنیمت کا مال لوٹ کر لے آتی ہے ، جو اس کی پناہ میں آ جاتا ہے وہ محفوظ ہو جاتا ہے ۔

اس کے ساتھ والا ثنوّاب ہے ۔ بہت جلد جواب دینے والا ہے ۔ ہر وقت اس کے پاس صحیح رائے تیار اور موجود ہوتی ہے شریف خاندان والا اور جنگل کے شیر کی طرح ہے ۔

اس کے ساتھ والا مدرک ہے ۔ اپنا مال خرچ کرنے والا ہے اور

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے العجم: عضّ شدید بالأضراس دون الثنایا و عجم الشیء یعجُمُہُ عجماً و عُجُوماً عضّہ لیعلم صلابتہ من خَوَرِہِ ۔ ۔ ۔ ورجل صلب المعجم والمعجمۃ : عزیز النفس اذا جُرّست شدّتُہُ الأمور و حدّدتہ عزیزاً صُلباً ۔ ۔ ۔ ناقۃ ذات معجمۃ ای ذات صبر و صلابۃ و شدّۃ علی الدَّعکِ ۔ ۔ ۔ قال ابن بری : رجل صُلب المعجم للذی اذا اصابتہ الحوادث وجدتہ جلداً من قولک عود صلب المعجم ۔

۲ ۔ الجمجمۃ ان لا یبین کلامہ من غیرعی و فی التہذیب ان لا تبین کلامک من عیّ وجمجم فی صدرہ شیئاً : اخفاہ ولم یبدہ و جمجم الرجل و تجمجم اذا لم یبین کلامہ ۔

جو امور ترک کر دینے کے قابل ہوں ان سے دور[1] رہتا ہے فنا اور ہلاک کرتا ہے ۔
اس کے ساتھ والا جندل ہے ۔ اپنے ہمسر کو زمین پر دے مارتا ہے ۔ جن امور کی وہ ذمہ داری لیتا ہے انھیں معمولی سمجھتا ہے ۔ عطا کرتا ہے خرج کرتا ہے ، دشمن کے مقابلے میں پیچھے نہیں ہٹتا ۔
اس پر خَنوْد نے اپنی بہن عثمہ سے ان کے بارے میں مشورہ کیا تو بہن نے کہا :

تَرَى الفِتْيَانَ كَالنَّخْلِ وَمَا يُدْرِيكَ مَا الدَّخْلُ

یہ نوجوان(بظاہر) کھجور کے درخت کی طرح (قد آور) دکھائی دیتے ہیں مگر ان کے اندرونی عیوب کا کسے پتا ہے اور اس کے یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ یہ ضرب المثل اس وقت بولی جاتی ہے جب کوئی شخص بظاہر خوبرو دکھائی دیتا ہو مگر نکما ہو ۔ دخل کے معنی باطنی عیب کے ہیں ۔
اس کے بعد بہن نے کہا : ایک بات سنو ۔ پردیسی عورت کی برائی کا اعلان کیا جاتا ہے اور اس کی خوبی کو دفن کیا (چھپایا) جاتا ہے ۔ اپنی قوم میں ہی شادی کرنا ان کے جسموں سے دھوکا نہ کھانا ۔ مگر خَنوْد نے بہن کا مشورہ قبول نہ کیا اور باپ کو کہلا بھیجا کہ مدرک سے شادی کر دو ۔ باپ نے ایک سو اونٹوں اور ان کے چرواہوں کو مہر مقرر کیا اور اس کی شادی کر دی ۔ مدرک اسے اپنے ساتھ لے گیا ۔ ابھی اس کے ہاں گئے تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ بنی مالک بن کنانہ کے سواروں نے ان پر چھاپہ مارا ۔ کچھ دیر تک لڑائی ہوتی رہی ، اس کے بعد اس کا خاوند اس کے بھائی اور بنی غاضرہ شکست[2] کھا کر بھاگ گئے ۔ دیگر قیدیوں کے ساتھ خَنوْد کو بھی قید کر لیا گیا ۔ چلتے چلتے اس نے رونا

---

۱ ۔ عزوبۃ کے اصلی معنی غائب رہنے کے ہیں ۔ لسان میں ہے یَعزُبُ ویَعزِبُ کیَضرِبُ : اذاغاب والعزوب الذهاب یقال عَزَبَ عزوبا اذا ذهب ۔

۲ ۔ کَشِفَ کفرح : انهزم ۔

شروع کر دیا ۔ بید کرنے والوں نے اس سے پوچھا تو کیوں رو رہی ہے ۔
کیا خاوند کی جدائی پر رو رہی ہے ؟ اس نے جواب دیا : خدا اسے رسوا
کرے ۔ انھوں نے پھر کہا : وہ تو خوبصورت تھا۔ خثود نے جواب دیا :
خدا ایسی خوبصورتی کا ستیاناس کرے جو کسی کام کی نہ ہو ۔ میں تو
اپنی ماں کی بات نہ ماننے پر رو رہی ہوں اور اس کے ان الفاظ کو یاد
کر کے رو رہی ہوں ۔

دری الفتیان کالنحل ۔ المثل ۔

خثود نے ان کو بتایا کہ یہ لوگ کس طرح رشتہ مانگنے کے لیے
آئے تھے ۔ یہ سن کر ان میں سے ایک شخص نے جس کی کنیت ابو نواس
تھی جو جوان تھا ، سیاہ رنگ کا اور بڑے منہ والا تھا ، جس کے جسم
کی ساخت بھی بے ڈول تھی کہا : کیا تو مجھ سے اس شرط پر شادی
کرنے پر رضامند ہے کہ میں تجھے عربوں کے لٹیروں[1] سے بچائے رکھوں ۔
خثود نے اس کے ساتھیوں سے پوچھا : کیا یہ شخص ایسا ہی ہے؟ انھوں
نے جواب دیا : ہاں ، یہ شخص باوجود اس کریہ منظر کے جسے تو دیکھ
رہی ہے بیوی کی حفاظت کرتا ہے اور قبلہ اس سے بچتا رہتا ہے۔ خثود نے
کہا : یہ تو بہترین خوبصورتی ہے اور صحیح معنوں میں کمال ۔ میں اس
کے ساتھ شادی کرنے پر راضی ہوں چنانچہ انھوں نے اس کی شادی اس
کے ساتھ کر دی ۔

حمیری رئیس نے بن جملہ اور بنو ... کے مردوں کے متعلق بھی اپنے
دونوں بیٹوں سے سوال کیا تھا چنانچہ اس نے بڑے بیٹے سے جس کا نام
[۲ : ۳۵] عمرو تھا کہا : تیرے نزدیک محبوب ترین مرد کون ہے؟ عمرو
نے جواب دیا : جو سردار اور سخی ہو ، جس کا ہمسر کوئی نہ ہو ، بزرگ
اجداد والا ہو ، جس کی سختیں مضبوط کڑی ہوئی ہوں ۔ اونچے ستونوں والا
ہو ، کثیرالرماد (بہت کھانے والا) ہو ، جس کے بہت سے لوگ حاسد ہوں ،

---

۱ ۔ تاج العروس میں ہے : وذؤبان العرب لصوصهم و صعا لیكهم و
شُطّارُهم الذين يتلصّصون و يتصعلكون لأنهم كالذئاب

بہادر اور دھکیلنے والا ہو ، جو گھاٹ سے واپس جانا اور گھاٹ پر آنا جانتا ہو ۔

اس پر باپ نے ربیعہ سے پوچھا : تیری کیا رائے ہے ؟

ربیعہ نے جواب دیا : اس نے بہت اچھے اوصاف بیان کیے ہیں مگر میرے لیے تو کوئی اور شخص زیادہ تر محبوب ہے ۔

باپ نے کہا : اس کے بعد وہ کونسا شخص ہو سکتا ہے ؟

ربیعہ نے کہا : جو سردار اور شریف ہو ، اپنے حریم کی حفاظت کرتا ہو ، بہت مہربانی کرنے والا اور حلیم ہو ، بہت نیکی کرنے والا اور قوم کا رئیس ہو ، وہ جس بات کا ارادہ کرے کر گزرے اور اگر کوئی کچھ مانگے تو دے دے ۔

باپ نے عمرو سے کہا : بیٹا ! بتاؤ کونسا شخص تجھے سب سے زیادہ ناپسند ہے ؟

عمرو نے جواب دیا : جو جوئے میں شریک نہ ہو اور کنجوس ہو ، مدمقابل کے سامنے عاجزی کرنے والا ہو ، جس کا پیٹ بڑا ہو اور سیر نہ ہوتا ہو ، جو قادر الکلام نہ ہو ، گونگا ہو ، جس سے اگر کوئی کچھ مانگے تو نہ دے اور اگر دھمکی دی جائے تو عاجزی کرے اور اگر (وہ خود) مانگے تو سخت حریصانہ طور پر مانگے ۔

باپ نے ربیعہ سے پوچھا : تیری اس کے متعلق کیا رائے ہے ؟

ربیعہ نے جواب دیا : میرے لیے کوئی اور ہی شخص اس سے زیادہ ناپسندیدہ ہے ۔

باپ نے پوچھا : وہ کون ہے ؟

ربیعہ نے کہا : جو چغلخور ، جھوٹ بولنے کا عادی ہو ، بدکار اور فصیلہ ہو ، کھانا کھاتے وقت [1] سخت لالچ سے کھائے ، لڑائی کے وقت بزدلی دکھائے ۔

---

۱ - تاج العروس میں ہے : الرُّغْثُ ـ بالضم و بضمتین ـ کثرہ الا`` کل و شدہ النھم ـ وفیعلہ ککَرُم فھو رغیب ـ

[1] ان عورتوں کا قصہ جنھوں نے اپنے خاوندوں کا حال بیان کیا

حدیث کی صحیح کتابوں کے مصنفین ، اہل لغت اور ادب کے اماموں نے روایت کی ہے کہ مسلہ خثعم یمن کے عربی قبائل میں سے ایک قبیلہ تھا اور جاہلیت میں یمن کی کسی بستی میں آباد تھا ۔ اس قبیلے کی [2] گیارہ عورتیں گھر سے [3] نکلیں اور ایک جگہ آ کر بیٹھ گئیں ۔ پھر کہنے لگیں آؤ ہم اپنے اپنے خاوند کے اوصاف بیان کریں اور جو کچھ کہیں سچ کہیں ۔ انہوں نے ایک دوسرے سے عہد و پیمان کیا کہ وہ اپنے خاوندوں کی کوئی بات بھی نہ چھپائیں گی چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے اپنے خاوند کے اوصاف بیان کرنے میں وہ جملے کہے جو فصاحت الفاظ اور بلاغت عبارت میں اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ اس سے بڑھ کر کوئی کلام نہیں ہو

---

۱ - عبدالعزیز میمن کے حاشیے میں ہے کہ آلوسی نے یہ بات قاضی کی شرح حدیث ام زرع سے حرفاً لی ہے جس کا ایک نسخہ بغداد کی مرجانیہ لائبریری میں موجود ہے ۔ آلوسی نے یہ کتاب وہاں دیکھی تھی جیسا کہ اس نے ''لغۃ العرب'' کے کسی شمارے میں ذکر کیا ہے ۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ یہ تمام بات تقریباً حرف بحرف بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد العینی المتوفی ۸۵۵ھ کی کتاب عمدۃ القاری (۲۰ : ۱۶۸ سعد) میں موجود ہے ۔ اسی طرح فتح الباری میں ہے اور دراصل آلوسی نے فتح الباری (۹ : ۲۱۱—۲۲۶) سے ہی تمام عبارت نقل کی ہے ۔

۲ - عمدۃ القاری میں ہے (۲۰ : ۱۶۹) قال ابن التین : التقدیر جلس جماعۃ احدی عشرہ و ھومثل '' وَقَالَ نِسْوَةٌ فی المدینۃ '' وقال الزمخشری : النسوہ اسم مفردلجمع المرأہ و تأنیثہ غیر حقیقی کتأنیث اللمۃ و لذلک لم یلحق فعلہا تاء التأنیث انتھی ۔ قلت (ای العینی) کذالک احدی عشرہ امرأۃ نسوہ فلذلک ذکّر الفعل

۳ - بخاری میں خرج کی بجائے جلس دیا ہے ۔

سکتا ۔ بالخصوص آخری عورت کا بیان جس کی کنیت ام زرع ہے کیونکہ یہ کلام باوجود اس کے کہ اس میں بہت سی فصلیں پائی جاتی ہیں اور بہت کم زائد الفاظ ہیں اس کے کلمات مختصر اور علامات واضح اور روحیں چمکدار ہیں ۔ ان کے الفاظ اپنے معانی کے اندازے کے مطابق ہیں ۔ ان کی [۲ : ۳٦] بنیاد مقرر اور عمارت مضبوط بنائی گئی ہے ۔ انھیں موزوں ڈھانچے میں ڈھالا گیا ہے اور یہ الفاظ اس کے دل سے بغیر تکلف کے نکلے ہیں ۔ ان کے الفاظ معانی کے تابع اور مطیع ہیں انھیں نہ تو جبراً لایا گیا ہے اور نہ ان میں منافرت پائی جاتی ہے ۔ خدا جس پر چاہتا ہے اور جو کچھ چاہتا ہے احسان کرتا ہے ۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں ۔

اب ہم ان کا کلام مع شرح کے نقل کرتے ہیں ۔

[1] پہلی نے جس کا نام مہدد بنت ابی ھزومہ ہے کہا :

میرا خاوند دبلے پتلے اونٹ کا گوشت ہے جیسے دشوار گزار[2] پہاڑ کی چوٹی پر رکھ دیا گیا ہو ، نہ تو وہ ہموار ہے کہ کوئی اوپر چڑھ سکے اور نہ ہی (گوشت) موٹا ہے کہ اس کے حاصل کرنے کے لیے مشقت اٹھائی جائے ۔ ایک روایت[3] میں فینتقل کی بجائے فینتقی[4] دیا ہے ۔

مہدد نے یہ بیان کیا ہے کہ وہ بے فیض ہے ، اس پر طرہ یہ کہ [5]دور بھی ہے ۔ اس نے اسے اس گوشت سے تشبیہ دی ہے جس کی ہڈیوں سے مغز نکال لیا گیا ہو اور اس کا ذائقہ اور بو بھی خراب ہو چکی ہو ۔

---

۱ ۔ عینی (عمدہ القاری : ۲۰ : ۱٦۹) کہتے ہیں کہ مجھے اس کا نام معلوم نہیں ہو سکا ۔

۲ ۔ بخاری میں وعث کی جگہ وعر دیا ہے ۔

۳ ۔ یہ ابو عبید کی روایت ہے جیسا کہ عینی (۲۰ : ۱۷۰) میں ہے ۔

۴ ۔ عینی میں ہے : ینتقی من النقی بکسر النون و ھوالمخ ای یستخرج نیقیہ

۵ ۔ الوسی نے درست عبارت نقل نہیں کی ۔ عینی نے درست عبارت یوں دی ہے : وبعدہ من ان ینال خیرہ مع قلتہ

مزید برآں وہ ایسی بلندی پر واقع ہے کہ وہاں تک پہنچنا مشکل ہے لہذا کوئی شخص اسے لینے کی خواہش نہیں کرتا کہ وہاں سے اٹھا کر لے آئے حالانکہ اکثر لوگوں کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ جو چیز انہیں[1] مفت پیش کی جا رہی ہو اسے لے لیں۔

اس عورت نے اپنے کلام میں دو چیزوں کو دو چیزوں سے تشبیہ دی ہے۔ اس نے اپنے خاوند کو دبلے گوشت کے ساتھ تشبیہ دی ہے یعنی ایسا دبلا گوشت جسے دبلا ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے اور اس سے نفرت ہو ، اس کی بداخلاقی کو دشوار گزار پہاڑ سے تشبیہ دی ہے یعنی ایسا پہاڑ جہاں بہت پتھر[2] ہیں ، سخت ہے اور جہاں تک چڑھنا مشکل ہے۔ وعث [ثاء مثلثہ کے ساتھ] جہاں کی چڑھائی مشکل ہو کہ پاؤں پھنس جائیں اور نکل نہ سکیں ، چلنا بھی مشکل ہو ، وعثاء السفر کا محاورہ اسی سے لیا گیا ہے۔ اس کے بعد وہ اس اجمال کی تفصیل دیتی ہے گویا وہ یوں کہہ رہی ہے کہ نہ تو پہاڑ پر چڑھنا آسان ہے کہ گوشت کو لینے کے لیے اس پر چڑھنے میں دقت پیش نہ آئے خواہ گوشت دبلا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ بعض اوقات انسان ایسی چیز کو لے لیتا ہے جس کے لینے کی کوئی بھی خواہش نہ کرتا ہو بشرطیکہ یہ چیز بغیر تکلیف کے حاصل ہو جائے۔ پھر کہا : اور نہ ہی گوشت موٹا ہے کہ اسے حاصل کرنے کے لیے پہاڑ پر چڑھنے کی مشقت برداشت کی جائے۔

[3]دوسری نے کہا : میں اپنے خاوند کے حالات ظاہر نہ کروں گی

---

۱ - یہ لفظ 'مجان' کا ترجمہ ہے جو بلوغ الارب میں نہیں دیا مگر فتح الباری میں موجود ہے۔

۲ - بلوغ الارب میں کثیر الضجر دیا ہے۔ یہ غلط ہے اسے کثیر الصخر پڑھیں جیسا کہ عینی میں ہے۔

۳ - عینی (۲۰ : ۱۷۰) نے اس کا نام عمرہ بنت عمرو التمیمی دیا ہے۔ مگر آلوسی نے یہ نام آٹھویں کا دیا ہے۔

کیونکہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں اسے چھوڑ[۱] نہ دوں ، پھر اگر اس کا ذکر کروں گی تو اس کا ظاہر و باطن سب کا ذکر کر ڈالوں گی ۔

اس عورت نے اپنے خاوند کا حال مختصراً بیان کیا ہے ۔ اس کے عیبوں کی طرف صرف اشارے پر ہی اکتفا کیا ہے ، اس ڈر سے کہ کہیں سارے عیب بیان کرنے سے مصیبت اور طول نہ پکڑ جائے ۔

[۲]ابن فارس کہتا ہے : ضرب المثل ہے : اَفْضَیْتُ اِلَیْہِ بِعُجَرِی و بُجَرِی یعنی میں نے اپنے تمام معاملات اس پر ظاہر کر دیے اور احاف ان لا اذرہ کے معنی یہ ہیں کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں اس کے حالات میں سے کچھ باتیں چھوٹ نہ جائیں اور عُجَر اور بُجَر ، عُجرۃ اور بُجرۃ [پہلے حرف پر پیش اور دوسرا ساکن] کی جمع ہے ۔ [۳]عُجَر یہ ہے کہ جسم میں پٹھے اور رگیں اس طرح گرہ دار ہو جائیں کہ وہ ابھری ہوئی دکھائی دیں ۔ بُجر کے معنی بھی یہی ہیں مگر یہ اس گرہ کے لیے [۲ : ۳۷] مخصوص ہے جو پیٹ میں ہو ۔ یہ قول اصمعی اور دیگر اہل لغت

۱ - عینی نے اس کی دو تاویلیں دی ہیں ۔ ایک یہ کہ ضمیر خبر کی طرف لوٹے یعنی اس کا قصہ لمبا ہے اگر تفصیل دینا شروع کر دوں تو کثرت تفصیل کی وجہ سے میں اسے مکمل نہ کر سکوں گی ۔ دوسرے یہ کہ ضمیر خاوند کی طرف لوٹے ۔ مطلب یہ کہ مجھے ڈر ہے کہ کہیں وہ مجھے طلاق نہ دے دے اور مجھے اسے چھوڑنا پڑے ۔

۲ - ابن فارس : ابو الحسین احمد بن فارس کئی علوم میں امام تھا بالخصوص لغت میں ۔ اس نے لغت میں المجمل لکھی ۔ حریری نے مقامات کا اسلوب تحریر اسی سے لیا تھا اور بدیع الزمان الہمدانی نے اسی سے تعلیم پائی تھی ۔ ۳۹۰ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات الذہب : ۳ : ۱۳۲)

۳ - عینی کے یہ الفاظ ہیں : ویقال : العجر معقد العروق والعصب فی الجسد حتی تراھا ناتئۃ فی الجسد والبجر کذلک الا انھا مختصۃ بالبطن فیما ذکرہ الاصمعی و احدھابجرہ

ا ہے ۔ ابن الاعرابی کہتا ہے : عُجرہ اس پھولی ہوئی جگہ کو کہتے ہیں
جو پیٹھ میں ہو اور بجرۃ وہ اُبھار جو ناف میں ہو ۔ ابن ابی اویس کہتا ہے :
عُجَر ان گانٹھوں کو کہتے ہیں جو پیٹ اور زبان پر ہوں اور بُجَر کے
معنی عیوب کے ہیں بعض کہتے ہیں عجر پہلو اور پیٹ میں ہوتے ہیں اور
بُجر ناف میں ۔ یہ ان دونوں لفظوں کے حقیقی معنی ہیں پھر ہموم و
احزان کے لیے استعمال ہونے لگے ۔ اسی معنی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ
کا وہ فرمان ہے جو انھوں نے جمل کی جنگ (۳۶ھ) میں کہا :

أشكُوْ إلَى اللهِ عُجَرِي و بُجَرِي (میں اپنے غموں اور دکھوں
کی شکایت اللہ کے پاس کرتا ہوں) ۔ اصمعی کہتا ہے کہ یہ دونوں لفظ
عیوب کے معنی میں استعمال کیے گئے ۔ ابن حبیب اور ابو عبید ہروی نے
بھی یہی قطعی فیصلہ دیا ہے ۔ ابو عبید بن سلام اور پھر ابن السکیت کہتا
ہے کہ یہ دونوں الفاظ ان امور کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں جنھیں
انسان اوروں سے چھپاتا ہے ۔ مبرد نے یہی کہا ہے ۔ خطابی کہتا ہے کہ
عورت کی مراد خاوند کے ظاہری عیوب اور اس کے چھپے ہوئے اسرار ہیں ۔
ابن فارس کا قول ہم پہلے نقل کر چکے ہیں ۔

تیسری نے جس کا نام [1] کبشہ بنت ارقم ہے کہا :

میرا خاوند نے ڈھنگا لمبا ہے ، اگر میں کچھ کہوں تو مجھے طلاق
دے دی جائے گی ، اگر خاموش رہوں تو مُعَلَّق رہوں گی ۔

عشنق : ایسا لمبا شخص جس کی لمبائی بری سمجھی جاتی ہو ۔ اصمعی
کہتا ہے : عورت کی مراد یہ ہے کہ اس کے پاس اس کی لمبائی سے بڑھ
کر کوئی چیز زیادہ غیر مفید نہیں ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ عورت نے
لمبائی کی وجہ سے خاوند کی مذمت کی ہے کیونکہ لمبا ہونا بیشتر حالات
میں بیوقوفی کی دلیل ہوتا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ
(لمبے آدمی کا) دماغ دل سے دور ہوتا ہے ۔ ابو سعید الضریر کہتا ہے :

---

۱ ۔ عینی نے اس کا نام حُبَیّی بنت کعب الیمانی دیا ہے مگر آلوسی نے
یہ نام دسویں کا دیا ہے ۔

درست بات یہ ہے کہ عشنق اس لمبے اور اصیل آدمی کو کہتے ہیں جو اپنے امور کا خود مالک ہو اور عورتیں اس پر حکم نہ چلا سکیں بلکہ وہ جس طرح چاہتا ہے اسی طرح ان پر اپنا حکم چلاتا ہے لہٰذا اس کی بیوی اس کی موجودگی میں بات کرتے ہوئے ڈرتی ہے ۔ لہٰذا یہ تلملاتی ہے مگر خاموش رہتی ہے ۔ زمخشری کہتا ہے یہ ایک نہایت بلیغ شکایت ہے ۔ [۱] بیان ختم ہؤا ۔ اس کی تائید یعقوب بن السکیت کی اس روایت سے ہوتی ہے جس کے آخر میں کچھ الفاظ کا اضافہ ہے اور وہ یہ ہیں : '' وھو علی حدّ السنان المُذَلّق '' اور وہ برہنہ بھال کی نوک پر ہوتا ہے ۔ مُذَلّق کا وزن بھی اور معنی بھی مُجَرَّد کے ہیں ۔ وہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ وہ اس سے ڈرتی رہتی ہے ۔

إن أنطق أطَلّق الخ کے معنی یہ ہیں کہ اگر میں اس کے عیوب کا ذکر کروں اور اسے اس امر کا پتا چل جائے تو وہ مجھے طلاق دے دے گا اور اگر چپ رہوں تو میں اس کے پاس معلّقہ ہوں کہ نہ تو خاوند والی ہوں اور نہ رانڈ ۔ گویا وہ یوں کہہ رہی ہے کہ میں اس کے پاس ہوتے ہوئے بھی نہ تو خاوند والی ہوں کہ اس سے فائدہ حاصل کر سکوں اور نہ مطلقہ ہوں کہ اوروں کے لیے فارغ ہو جاؤں ، لہٰذا یہ حالت بلندی اور پستی کے درمیان لٹکتی ہوئی چیز کی طرح ہے کہ کسی ایک پر بھی اس کا قرار نہیں ۔ بعض نے اس تشریح کو پسند نہیں کیا اور کہا ہے کہ اس کا دوسرا حصہ اپنے نزدیک غور طلب ہے کیونکہ اگر اس کی یہی مراد ہوتی تو وہ ضرور [۲] بولتی تاکہ وہ اسے طلاق دے دے اور اسے آرام مل

---

۱ ۔ تمام بیان عمدہ القاری میں موجود ہے ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں لا نطلق دیا ہے مگر میرے خیال میں یہ لفظ لتنطلقت ہونا چاہیے اور میں نے اسی طرح پڑھ کر ترجمہ کیا ہے آلوسی نے صرف یہ الفاظ کہ بعض نے اس تشریح کو پسند نہیں کیا اپنی طرف سے دیے ہیں باقی تمام تشریح فتح الباری سے لی ہے اور دوسرے کو غور طلب کہنے والے ابن حجر ہیں ۔

جانے ۔ یہ شخص کہتا ہے کہ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے [۲ : ۳۸]خاوند کے یہاں کی اپنی بری حالت کو بیان کرنا چاہتی ہے لہٰذا اس نے اس کی بدخلقی کی طرف اور اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اگر وہ اس کے پاس اپنی حالت کی شکایت کرے تو وہ اس کی باتوں کو برداشت نہیں کرتا ۔ ایسے معلوم ہے کہ اگر اس نے اس سے اس قسم کی کوئی بات کہہ دی تو وہ اسے فوراً طلاق دے دے گا حالانکہ یہ طلاق لینا نہیں چاہتی کیونکہ اسے اس سے محبت ہے پھر دوسرے جملے میں اس کی تشریح کر دی اور یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر اس حالت میں وہ صبر کرکے خاموش رہے تو وہ اس کے پاس معلقہ کی طرح ہوگی کہ نہ خاوند والی ہے اور نہ رانڈ ۔ عیاض کہتا ہے علی حد" السنان المذلق کہہ کر اس نے اپنے پہلے الفاظ اِن اَسکُت اعلق اور اِن" اَنطِق اُطَلّق کی وضاحت کر دی ہے یعنی یہ کہ اگر وہ بھال سے ایک طرف ہو جائے تو گر کر ہلاک ہو جائے اور اگر اس کے اوپر رہے تو بھال اسے ختم کر دے ۔

[1]چوتھی نے کہا :

میرا خاوند تہامہ کی رات کی طرح نہ گرم ہے نہ سرد ، نہ ڈر ہے اور نہ ملال ۔ بارش ایسی ہے جیسے بادلوں کی ۔ اس بیان میں وہ اپنے خاوند کی تعریف کر رہی ہے کہ وہ نرم پہلو والا ہے اور اپنے ساتھی پر ہلکا دباؤ ڈالتا ہے اور والغیث غیث عمامہ کے معنی یہ ہیں کہ اس میں کسی قسم کا شر نہیں پایا جاتا کہ اس کا ڈر ہو ۔ ابن الانباری کہتا ہے ؛ و لا مخافہ کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ تہامہ کے لوگ چونکہ اپنے پہاڑوں میں محفوظ ہوتے ہیں اس لیے انھیں کسی قسم کا خوف نہیں ہوتا یا یہ کہ اس نے اپنے خاوند کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ اپنے عہد کی حفاظت کرتا ہے اپنے گھر اور اس شخص کی حفاظت کرتا ہے جو اس کی پناہ میں آ گیا ہو اور جو اس کی پناہ میں آ گیا اسے کسی قسم کا خوف نہیں ۔ اس کے بعد

---

۱ ۔ عینی نے چوتھی کا نام مھدد یا مھرہ بنت ابی ھَرُومہ ۔ راء مضمومہ کے ساتھ ۔ دیا ہے ۔ الوسی نے یہ نام پہلی کا دیا ہے ۔

اس نے اس کی سخاوت کی تعریف کی ہے کسی اور نے کہا ہے ۔ عمدگی کے اعتبار سے تہامہ کی رات کی مثال دی جاتی ہے کیونکہ تہامہ کا علاقہ بالعموم گرم رہتا ہے اور وہاں ٹھنڈی ہوائیں نہیں چلتیں لٰہذا رات کے وقت گرمی کی شدت مدھم پڑ جاتی ہے اور وہاں کے لوگوں کے لیے دن کی گرمی کی تکلیف کے مقابلے میں رات عمدہ ہوتی ہے لٰہذا اس نے اپنے خاوند کی تعریف کی ہے کہ وہ اچھا میل جول رکھنے والا ہے اور یہ کہ وہ معتدل مزاج ہے ، اس کا باطن بھی سلامتی والا ہے گویا وہ یوں کہہ رہی ہے کہ اسے اس سے نہ کوئی اذیت پہنچتی ہے اور نہ اس میں کوئی ناپسندیدہ بات معلوم ہوتی ہے ، نیز یہ کہ اسے اس کی طرف سے کوئی کھٹکا نہیں ہے لٰہذا اس کے سر کا اسے ڈر نہیں ۔ وہ ملول بھی نہیں ہوتا کہ اس کے ساتھ رہنے سے اکتا جائے یا یہ کہ وہ بد اخلاق نہیں ہے کہ وہ (عورت) اس کے ساتھ رہنے سے اکتا جائے لٰہذا وہ اس کے پاس مزے کی زندگی گزارتی ہے جس طرح تہامہ کے باشندے اپنی معتدل رات سے لذت حاصل کرتے ہیں ۔

پانچویں نے کہا اور وہ حُبشی[1] بنت علقمہ ہے :

میرا خاوند جب گھر میں آتا ہے تو چیتا[2] بن جاتا ہے ، نکل کر جاتا ہے تو شیر ہوتا ہے ، جو معاہدہ بھی کر لے پھر اس کے متعلق سوال نہیں کرتا ، کل کے لیے آج کوئی چیز اٹھا کر نہیں رکھتا ۔

اس نے اپنے خاوند کو نرمی اور غفلت میں چیتے سے تشبیہ دی ہے ۔ کیونکہ چیتا حیا ، برائی نہ کرنے اور بہت سونے[3] میں مشہور ہے اور

---

۱ - عینی نے پانچویں کا نام کبشہ دیا ہے مگر آلوسی نے نویں کا نام کبشہ دیا ہے ۔

۲ - عینی نے یوں دیا ہے : فَهِدَ ای فَعَلَ فعل النهد شبهته بالفهد فی کثرہ نومه یعنی اذا دخل البیت یکون فی الا ستراحة مُعرضا عما تلف من امواله وما بقی

۳ - بلوغ الارب میں کثرة الندم دیا ہے اسے کثرة النوم پڑھیں جیسا کہ عینی اور فتح الباری میں ہے ۔

اس نے اسے شیر سے تشبیہ دی ہے ۔ چڑھائی کرنے میں وہ اس کی چستی اور چالک دستی کا ذکر کر رہی ہے ۔

[۳۹:۲]ابن ابی اویس کہتا ہے : اس کے معنی یہ ہیں کہ جب وہ گھر میں داخل ہوتا ہے تو مجھ پر چیتے کی طرح جھپٹتا ہے اور جب نکل کر جاتا ہے تو شیر کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرتا ہے ۔ وہ اس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ جب گھر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے ساتھ خوب مباشرت کرتا ہے اس میں ضمناً اس کی تعریف پائی گئی کہ خاوند کو اس سے بہت محبت ہے چنانچہ جب اسے دیکھ لیتا ہے تو اس کے بغیر صبر نہیں کر سکتا اور جب نکل کر لوگوں کے پاس جاتا ہے تو شیر کی طرح سخت جرأت مند ہوتا ہے ، پیش قدمی کرتا ہے ، ہیبتناک ہوتا ہے ۔

اس کے ' ولا یسأل عماعهد ' کہنے کے معنی یہ ہیں کہ وہ بہت سخی ہے ۔ بہت چشم پوش ہے ۔ جو مال چلا جائے اس کے متعلق پھر سوال نہیں کرتا اور جب کوئی چیز لے کر گھر آتا ہے تو اس کے بعد پھر اس کے متعلق نہیں پوچھتا یا یہ کہ اگر گھر میں کوئی عیب دیکھتا ہے تو اس کی طرف توجہ نہیں دیتا بلکہ نرمی برتتا ہے اور چشم پوشی کرتا ہے ۔

اور اس کے قول " ولا یرفع لغد " کے معنی یہ ہیں کہ جو مال آج حاصل کرتا ہے اسے کل کے لیے اٹھا کر نہیں رکھتا لٰہذا اس نے کنایتاً اس کی انتہائی سخاوت بیان کی ہے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ وہ اپنے تمام امور میں دانشمندی سے کام لیتا ہے چنانچہ جو کام آج کرنے کا ہو اسے کل تک ملتوی نہیں کرتا لٰہذا چیتے کے ساتھ اس کی تشبیہ کثرت کرم یا جھپٹنے کے اعتبار سے ہے اور شیر کے ساتھ بہادری کے اعتبار سے ۔ سوال نہ کرنے کے ساتھ مناسبت نرمی کے اعتبار سے ہے ، کل تک اٹھا نہ رکھنے کے ساتھ مناسبت اس اعتبار سے ہے کہ وہ کسی چیز کا ذخیرہ نہیں کرتا ۔

چھٹی نے کہا اور وہ [۱]اوس بن عبدود کی بیٹی ہے ۔

---

۱ - عینی نے چھٹی کا نام ہند دیا ہے مگر الوسی نے ہند سادویں کا نام دیا ہے ۔

میرا خاوند اگر کھائے تو سب کچھ چٹ[1] کر جاتا ہے اور اگر پیے تو سب کچھ[2] چڑھا جاتا ہے ۔ لیٹتا ہے تو لمبی تان کر[3] سوتا ہے اور ہاتھ ڈال کر بیوی کی غمزدہ حالت کو نہیں دیکھتا ۔

ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے : وَاِنْ ذَبَحَ اِغْتَثَّ (اور ذبح کرتا ہے تو چن کر لاغر جانور کو ذبح کرتا ہے یعنی غث (لاغر) جانور کا قصد کرتا ہے ۔

اس بیان میں عورت نے خاوند کے لیے کمینہ پن ، بخل ، حرص ، ذلت اور بیوی کے ساتھ برا برتاؤ سب اوصاف جمع کر دیے ہیں کیونکہ عربوں کے ہاں زیادہ کھانا اور پینا مذموم خیال کیا جاتا ہے اور کم کھانے پینے اور کثرت مباشرت کو قابل تعریف جانا جاتا ہے کیونکہ اس سے مرد کی مردمی اور رجولیت کا پتا چلتا ہے ، چنانچہ ''لَفَّ'' سے مراد زیادہ اور خوب کھانا ہے یہاں تک کہ وہ کچھ نہ چھوڑے اور '' اشتفاف '' پینے کی چیزوں کو چٹ کر جاتا ہے ۔ یہ لفظ شُفَافہ سے لیا گیا ہے [شین پر پیش اور فاء مخفف] جس کے معنی ہیں وہ چیز جو برتن میں بچ جائے لہٰذا جب پینے والا اس باقی ماندہ چیز کو بھی پی جائے تو اشتَفَّ کا لفظ بولتے ہیں ۔

اس کے اِلْتَفَّ کہنے کے معنی ہیں ایک طرف ہو کر سو جانا اور اکیلے کمبل لپیٹ لینا ، بیوی سے منہ موڑ کر سکڑ جانا ، اسی وجہ سے وہ مصیبت زدہ اور غمزدہ رہتی ہے ۔ اسی لیے اس نے ولا یولج الکف لیعلم البث کے الفاظ کہے ۔ یعنی وہ ہاتھ بڑھا کر یہ معلوم ہی نہیں کرتا کہ اسے کس قدر غم ہے تاکہ اسے زائل کر سکے ۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس

---

۱ ۔ لَفَّ فعل ماضٍ من اللَّفِّ وهو الاكثار من الطعام مع التخليط من صنوفه حتى لا يبقى منه شيئا

۲ ۔ اشتف اى يستوعب جميع ما فى الاناء ماخوذ من الشُفَافه وهى اسم مابقى فى الاناء فاذا شربه قيل : استف

۳ ۔ التف ؛ من الالتفاف يعني اذا نام التَفَّ في ثيابه في ناحية

کی مراد یہ ہو کہ وہ عاجز ، بزدل اور سست آدمی کی طرح سوتا ہے ۔ بث سے مراد حزن ہے ۔ یہ لفظ شکایت ، مرض اور اس امر کے لیے بھی بولا جاتا ہے جس پر انسان صبر نہ کر سکے ۔ [۲:۰۴] اس کی مراد یہ ہے کہ جس بات کی اسے فکر لگی رہتی ہے اس کے متعلق وہ پوچھتا ہی نہیں لہٰذا اس نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ اس پر کوئی شفقت اور مہربانی نہیں کرتا ، اور یہ کہ اگر وہ اسے بیمار دیکھ لے تو اپنا ہاتھ اس کے کپڑوں میں اس کی حالت کو معلوم کرنے کے لیے نہیں ڈالتا جیسے اجنبیوں کی عادت ہوتی ہے پھر خاوند کی تو کیا ہی بات ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کی مراد کچھ اور ہی ہے ۔

ساتویں نے کہا اور اس کا نام [1]ہند ہے :

میرا خاوند احمق ہے ۔ اپنے معاملات کو سمجھ ہی نہیں سکتا ، اس میں ہر قسم کی بیماری پائی جاتی ہے ، وہ یا تو تمھارے سر کو [2]زخمی کر دے گا یا [3]جسم کو یا یہ کہ سب کچھ تمھارے لیے جمع کر دے گا ۔

الغیایاء[4] الطباقاء کے معنی اس احمق کے ہیں جس پر اس کے معاملات مبہم رہیں ۔ جاحظ کی روایت کے مطابق طباقاء اس شخص کو کہتے ہیں

---

۱ - عینی نے ساتویں کا نام حُبیّیؓ بنت علقمہ دیا ہے ۔

۲ - شجّک : جرحک فی رأسک و جراحات الرأس تسمی شجّاً

۳ - فلّک : جرحک فی جمیع جسدك

۴ - عینی (۲۰ : ۱۷۱) میں عیایاء عین مہملہ کے ساتھ دیا ہے اور اس کی یوں تشریح کی ہے : ھو الذی عیّ بالأمر و المنطق و جمل عیایاء اذا لم یھتد الی الضراب ۔ میرے خیال میں یہی معنی یہاں مراد ہیں ۔ آلوسی نے یہ تشریح نہیں دی ۔ بلوغ الارب میں غیایاء غین معجمہ کے ساتھ دیا ہے وھو الذی لا یھتدی الی مسلک او انہ کالظل المکاثف المظلم الذی لا اشراق فیہ اوانہ غطی علیہ امورہ اوانہ منھمک فی الشر و الطباقاء ھو المطبقة علیہ الأمور حمقاً وقیل الذی یعجز عن الکلام

جس کا سینہ مباشرت کے وقت بھاری ہو اور اس کا سینہ عورت کے سینے پر منطبق ہو جائے جس سے اس کا نچلا حصہ عورت پر سے اٹھ جائے۔ امرؤ القیس کی بیوی[1] نے امرؤ القیس کی مذمت کرتے ہوئے کہا تھا : اس کا سینہ بھاری اور پچھلا حصہ ہلکا ہے ، جلدی پانی بہا دیتا ہے ، پھر دیر میں سنبھلتا ہے۔

اس کے "کل داء لہ داء" کہنے سے[2] مراد یہ ہے کہ وہ عیوب جو متفرق طور پر لوگوں میں پائے جاتے ہوں تمام کے تمام اس میں موجود ہیں۔

شَجَّکَ اَو فَلَّکَ کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ وہ تمھارے سر یا جسم کو زخمی کر دے گا۔

عیاض کہتا ہے : اس عورت نے اپنے خاوند کے متعلق یہ بیان کیا ہے کہ وہ احمق ہے۔ انتہائی درجے کا برا برتاؤ کرنے والا ہے ، اس میں تمام نقائص پائے جاتے ہیں ، یہ کہ عورت کی حاجت روائی نہیں کر سکتا ، اس پر طرہ یہ کہ اسے اذیت بھی پہنچاتا ہے۔ اگر وہ اس سے بات کرتی ہے تو اسے گالی دیتا ہے اور اگر مزاح کرتی ہے تو اسے زخمی کر دیتا ہے ، اگر وہ اسے ناراض کر دیتی ہے تو اس کا کوئی عضو توڑ ڈالتا ہے یا اس کی کھال پھاڑ دیتا ہے یا اس کا مال لوٹ لیتا ہے یا یہ تمام چیزوں کو یعنی مارنا ، زخمی کرنا ، عضو توڑنا ، دکھ دینے والی باتیں اور مال چھین لینا وغیرہ جمع کر دیتا ہے۔

آٹھویں نے کہا اور اس کا نام[3] عمرہ بنت عمرو ہے۔

میرے خاوند (کا کیا کہنا) چھوؤ تو خرگوش کی طرح نرم اور

---

۱ - اس کا نام ام جندب ہے یہ قبیلہ طی میں سے تھی۔ امرؤ القیس کے اس شعر میں یہی مراد ہے (دیوان : ٦٥)

خَلِيلَيَّ مُرَّا بِي عَلَى أُمِّ جُنْدَبٍ
لِنَقْضِ لُبَانَاتِ الْفُؤَادِ الْمُعَذَّبِ۔

۲ - یہ زمخشری کا قول ہے جیسا کہ عینی (۲۰ : ۱۷۲) میں ہے۔

۳ - عینی نے آٹھویں کا نام یاسر بنت اوس بن عبد دیا ہے۔

(سونگھو تو) اس کی خوشبو زرنب کے مانند ہے - وہ یہ بیان کر رہی ہے کہ اس کا جسم نرم و نازک ہے کیونکہ خرگوش ایسا جانور ہے جو چھونے میں نرم اور اس کی پشم بہت ہی ملائم ہوتی ہے اور زَرْنَب اَرْنَب کے وزن پر ہے مگر اس کا پہلا حرف زاء ہے یہ ایک بوٹی ہے، جس کی خوشبو عمدہ ہوتی ہے - ہو سکتا ہے کہ اس نے اس سے کنایتاً حسن خلق اور نرم خُو مراد لی ہو کیونکہ نہایت صاف ستھرا رہنے کی وجہ سے اس کا پسینہ خوشبودار ہے اور وہ خوشبوکو محض طراماً استعمال کرتا ہے - یہ بھی احتمال ہے کہ اس نے اس سے کنایتاً پاکیزہ گفتار مراد لی ہو یا یہ کہ میل ملاپ میں اچھا ہونے کی وجہ سے لوگ اس کی خوب تعریف کرتے ہیں -

ایک اور روایت میں اس کے بیان میں ان الفاظ کا اضافہ کیا گیا ہے :
وأنا اغلبه والناسَ يغلب (میں اس پر غالب آ جاتی ہوں اور وہ لوگوں پر غالب آتا ہے) - اس نے اپنے ساتھ اچھا برتاؤ اور اس کی باتوں پر صبر کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی بہادری کی بھی تعریف کی ہے اور یہ قول ایسا ہی ہے جیسا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے : يَغْلِبْنَ الكِرَامَ [۲:۱۴] ويَغْلِبُهُنَّ اللِّئَامُ (عورتیں شریف آدمیوں پر غالب آ جاتی ہیں اور ان پر کمینے غالب آ جاتے ہیں)

اور اس کے '' والناس يغلب '' کہنے میں فن بدیع کی ایک صنعت پائی جاتی ہے جسے تتمیم کہتے ہیں کیونکہ اگر وہ صرف أنَا اغلبه کہنے پر اکتفا کرتی تو خیال کیا جاتا کہ وہ بزدل اور کمزور ہے مگر جب اس نے والناس تغلب کہا تو اس سے معلوم ہو گیا کہ بیوی کا اس پر غالب آ جانا اس کی کریمانہ خصلت کی وجہ سے ہے ، لہٰذا ان الفاظ سے اس کے اچھے اوصاف بیان کرنے میں پورے طور پر مبالغہ پایا گیا -

نویں نے کہا اور اس کا نام کبشہ[۱] ہے -

میرا خاوند بلند ستونوں والا ، لمبے قد والا اور بہت سی راکھ والا ہے اور اس کا گھر مجلس گاہ کے قریب ہے -

---

۱ - عینی کہتے ہیں کہ مجھے اس کے نام کا پتا نہیں چل سکا -

زبیر بن بکار نے اپنی روایت میں لاَ یَشْبَعُ لیلة یُضَافُ وَلاَ یَنَام لَیْلَةَ یَخَافُ کا اضافہ کیا ہے۔

عورت نے یہ بیان کیا ہے کہ اس کا گھر وسیع اور اونچا ہے کیونکہ اشراف کے گھر ایسے ہی ہوتے ہیں ، وہ ان کو اونچا اور بلند مقامات پر بناتے ہیں تاکہ رات کو آنے والے اور ملنے والے (ان حموں کو دیکھ کر) ان کے پاس آ جائیں لٰہذا ان کے گھر کی بلندی یا تو ان کی شرافت کی زیادتی کی وجہ سے ہے یا ان کے لمبے قد کی وجہ سے ، حالانکہ دیگر لوگوں کے گھر پست ہوتے ہیں ، شعرا کے یہاں یہ دستور ہے کہ وہ پہلے وصف کی مدح اور دوسرے کی مذمت کرتے ہیں ۔ مثلاً شاعر کا یہ سعر

قِصَارُ البُیُوْتِ لاَ تُری صَهَوَاتِهَا

ان کے گھر اس قدر پست ہیں کہ ان کی پشت دکھائی ہی نہیں دیتی

ایک اور کہتا ہے :

إذَا دَخَلُوا بُیُوْتَهُم أکَبُّوا
عَلَی الرُّکَبَاتِ مِنْ قِصَرِ العِمَادِ

جب وہ اپنے گھروں میں داخل ہوتے ہیں تو ستونوں کے پست ہونے کی وجہ سے وہ گھٹنوں کے بل ہوکر داخل ہوتے ہیں ۔ گھر کے اونچا ہونے سے یہ بات لازم آتی ہے کہ گھر فراخ ہو جس سے نوکروں چاکروں کی کثرت کا پتا چلتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس نے اس سے کنایتاً اس کی شرافت اور بلند مرتبہ مراد لیا ہے ۔

نِجَاد : [نون کے نیچے زیر اور جیم خفیفہ کے ساتھ] تلوار کی پیٹی ۔ اس کی مراد یہ ہے کہ اس کا قد لمبا ہے اسی لیے اسے لمبی پیٹی پہننے کی ضرورت پڑتی ہے ۔ اس کے کلام میں ضمناً اس بات کا ذکر ہے کہ وہ سمشیر زن ہے لٰہذا اس نے اس کی شجاعت کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ عربوں کے یہاں لمبے قد کو اچھا اور پست قد کو برا سمجھا جاتا ہے ۔

عظیم الرماد کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ اس کی ضیافت کی آگ کبھی بجھتی ہی نہیں تاکہ مہمانوں کو اس تک پہنچنے میں دقت نہ ہو یہی وجہ ہے کہ اس آگ کی راکھ بہت زیادہ ہوتی ہے ۔

رہا اس کا قریب البیت من الناد کہنا تو یہاں سجع کو ملانے کی خاطر اس نے " ناد " کی دال کو ساکن پڑھ کر اس پر وقف کیا ہے ، نادی اور ندی کے معنی قوم کی مجلس گاہ کے ہیں ۔ وہ یہ بیان کر رہی ہے ، کہ وہ اپنی قوم میں شریف سمجھا جاتا ہے ، لٰہذا جب وہ باہم گفتگو کرتے اور کسی معاملے میں باہم مشورہ کرتے ہیں تو آ کر اس کے گھر کے قریب بیٹھ جاتے ہیں ، اس کی رائے پر اعتماد کرتے ہیں اور اس کا حکم مانتے ہیں یا (اس سے مراد یہ ہے کہ) اس نے اپنا گھر لوگوں کے وسط میں بنا رکھا ہے تاکہ لوگوں کو اس سے ملنا آسان ہو اور آنے والے اور ضیافت طلب کرنے والے کے زیادہ قریب ہو ۔

زُهَیر کہتا ہے :

[۴۲:۲] يَبْسِطُ الْبُيُوتَ لِكَيْ يَكُونَ مُظِنَّةً
مِنْ حَيْثُ تُوضَعُ جَفْنَةُ الْمُسْتَرْفِدِ

اس کا گھر دوسرے گھروں کے وسط میں ہے تاکہ جہاں بھی عطیہ طلب کرنے والوں کا پیالہ رکھا جائے لوگوں کو خیر کی توقع اسی سے ہو

یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ جب اہل مجلس اس کے پاس آتے ہیں تو انھیں اس کی ملاقات کرنے میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کیونکہ وہ نہ تو ان سے چھپ کر بیٹھتا ہے اور نہ دور ہوتا ہے بلکہ قریب ہی رہتا ہے ، ان سے میل جول قائم رکھتا ہے ، اور آگے بڑھ بڑھ کر اُن کی عزت کرتا ہے ۔ اس کے برعکس ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو محلے کی ایک طرف اور دور و دراز سرحد میں چھپے رہتے ہیں ، مہمان کے راستے سے دور رہتے ہیں تاکہ کہیں انھیں اس کے مکان کا راستہ معلوم نہ ہو جائے ، ظاہر ہے کہ جب وہ اس کا مکان دور پائیں گے تو وہ اس سے ہٹ کر کسی اور کی طرف مائل ہو جائیں گے ۔

اس کے کلام کا ماحصل یہ ہے کہ وہ اس کی سرداری ، کرم ، حسن خلق اور اچھے برتاؤ کی تعریف کر رہی ہے -

دسویں نے کہا اور وہ حُبّیٰ[1] بنت کعب ہے -

میرا خاوند مالک ہے ، مالک[2] کیا ہے ، مالک تو[3] برتر ہے اس سے (کہ اس کی تعریف کی جا سکے) - اس کے پاس اس قدر اونٹ ہیں کہ بیٹھیں تو ان کی تعداد بہت ہوتی ہے اور چرنے جائیں تو تعداد میں کم ہوتے ہیں ، جب وہ ساز کی آواز سن پاتے ہیں تو انھیں یقین ہو جاتا ہے کہ ان کی موت آ گئی -

یعقوب ابن السکیت اور ابن الانباری کی روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے : وھوأمام القوم فی المَہالِک - (ہلاکت کی جگھوں میں وہ قوم کے آگے آگے ہوتا ہے) -

المبارک [دو زبروں کے ساتھ] مبرک کی جمع ہے اور مبرک اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹ اتریں اور المسارح مسرح کی جمع ہے اور مسرح اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں اونٹوں کو چرنے کے لیے چھوڑ دیا جائے اور المیزھر [میم کے نیچے زیر ، زاء ساکن اور ھاء پر زبر] آلات لہو و لعب میں سے ایک آلے کا نام ہے - عورت نے اپنے خاوند کی تعریف کرتے ہوئے مالداری ، شرافت ، کثرتِ مہمان نوازی ، مہمان نوازی

---

۱ - عینی نے دسویں کا نام کبشہ بنت الارقم دیا ہے -

۲ - عینی نے یوں تشریح دی ہے : ارادت بھذہ الا لفاظ تعظیم زوجھا لأن کلمة ما استفھامیه و فیھا معنی التعظیم و تفسیر لبعض الأبھام و انه خیر مما اشیر الیه من ثناء و طیب ذکر- و فوق ما اعتقدہ فیه من سوددو فخر -

۳ - عینی میں ہے کہ ذلک کا اشارہ مالک کی طرف ہے یعنی یہ کہ وہ ہر مالک سے بہتر ہے والتعمیم یستفاد من المقام اوھو نحو تمرة خیر من جرادة ای کل تمرہ خیر من جرادہ اوھو اسارة الی ما فی ذھن المخاطب ای مالک خیر ممافي ذھنک من مالک الاموال -

کے لیے سماری اور اس کی تعریف میں مبالغہ وغیرہ تمام اوصاف جمع کر دیے ہیں ۔ اس کے علاوہ اس نے خاوند کی بہادری کی تعریف کی ہے کیونکہ مہالک سے مراد جنگیں ہیں ۔ چونکہ اسے اپنی بہادری پر اعتماد ہے لہٰذا وہ اپنے ساتھیوں کے آگے آگے ہوتا ہے ۔

بعض کہتے ہیں کہ اس کی مراد یہ ہے کہ وہ مخفی راستوں میں بھی قوم کا راہنما ہوتا ہے ، وہ بیابانی راستوں سے باخبر ہے ۔ اس صورت میں مہالک سے مراد بیاباں ہوں گے مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں ۔ اللہ بہتر جانتا ہے ۔

اور اس کا قول " وما مالک " میں " ما " استفہامیہ ہے جیسے تعظیم اور تعجب کے لیے بولا جاتا ہے اور معنی یوں ہوں گے مالک کیا چیز ہے ، وہ کس قدر معظم و مکرم ہے ۔ نام کے تکرار کو تعظیم کے معنی میں بڑا دخل ہے ۔

اور اس کا " مالک خیر من ذلک " کہنا ۔ اس میں مزید تعظیم پائی جاتی ہے اور جس بات کو اس نے مبہم طور پر کہا تھا اس کی کسی قدر تشریح ہے ۔ نیز یہ کہ جس ثنا اور نیک شہرت کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ اس سے بھی بہتر ہے اور جس سرداری اور فخر پر مجھے اس کے ضمن میں اعتقاد ہے وہ اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے ، وہ اپنے فضائل کی شہرت کی وجہ سے اس سے بزرگ تر ہے کہ میں اس کی تعریف کروں ۔ یہ معانی اس بنا پر لیے گئے ہیں کہ اس کے قول میں " ذلک " کے لفظ کا اشارہ ان مدحیہ صفات کی طرف ہے جن کا اسے یقین ہے کہ اس میں پائی جاتی ہیں ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ مالک اس مالک اموال سے بہتر ہے جو تیرے ذہن میں ہے اور وہ ان اوصاف سے بھی برتر ہے جو اوصاف میں ابھی بیان کروں گی ۔ یہ بھی احتمال ہے کہ " ذلک " کا اشارہ [۴۳:۲] اس تعریف کی طرف ہو جو پہلے خاوندوں کی گئی ہے یعنی یہ کہ مالک اپنی ذات میں سرداری اور فضیلت کی صفات کو اوروں کے مقابلے میں بہتر طور پر جمع کیے ہوئے ہے ۔

اور قلیلات المسارح کہنے سے اس کی مراد یہ ہے کہ مہمانوں کے

لیے تیار رہنے کی غرض سے وہ بہت کم جانوروں کو چراگاہ میں بھیجتا ہے اور باقی تمام جانوروں کو اپنے صحن میں ہی رہنے دیتا ہے کیونکہ اگر کوئی مہمان آ جائے تو ان کی ضیافت کے لیے اس کے پاس ان کا گوشت اور دودھ موجود ہونا چاہیے - انھی معنوں میں کسی شاعر کا یہ شعر ہے :

حَبَسْنَا وَ لَمْ نَسْرَحْ لِکَیْ لَا یَلُومَنَا
عَلٰی حُکْمِہٖ صَبْرًا مُعَوَّدَۃَ الحَبْسِ

ہم نے جانوروں کو (گھر ہی میں) روکے رکھا اور چراگاہ میں چرنے کے لیے نہیں بھیجا تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ (مہمان) اپنا حکم دینے میں ہمیں ملامت کرے - اے مقیّد رہنے کے عادی جانورو صبر کرو

یہ بھی احتمال ہے کہ " قلیلات المسارح " سے اس کا اسی بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ اس کے پاس کثرت سے مہمان آتے رہتے ہیں لہٰذا جس دن مہمان آ جاتا ہو اس دن وہ جانوروں کو چراگاہ میں نہیں بھیجتا تاکہ مہمانوں کے لیے جس قدر جانوروں کی ضرورت ہو لے لے اور جس روز کوئی مہمان نہ آئے یا یہ کہ اس دن وہ خود باہر گیا ہو تو تمام جانور چراگاہ کو بھیج دیے جاتے ہیں مگر مہمانوں کے آنے کے دن بمقابلہ ان دنوں کے جن میں مہمان نہ آتے ہوں زیادہ ہیں ، یہی وجہ ہے کہ ان کے چرنے کی جگہیں بھی کم ہیں - اس سے وہ اعتراض اٹھ جاتا ہے جو کسی نے کیا ہے کہ اگر ان کے چرنے کی جگہیں کم ہوں تو یہ نہایت لاغر ہوں گے -

بعض کہتے ہیں کہ بیٹھنے کی جگھوں کی کثرت سے مراد یہ ہے کہ بیشتر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ انھیں بیٹھے ہوؤں کو اٹھا کر دوہا جاتا ہے اس کے بعد پھر چھوڑ دیا جاتا ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ کئی جگھوں پر بیٹھتے ہیں -

ابن السکیت کہتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عطیوں ، دیتوں کی ادائی کی ذمہ داری ، حقوق کی ادائی اور مہمان نوازی کی وجہ سے ان کے

بیٹھنے کی کئی ایک جگہیں ہوتی ہیں اور چراگاہ میں صرف ان کو چھوڑا جاتا ہے جو ان سے بچ جائیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جانوروں کی تعداد در حقیقت زیادہ ہے اس لیے ان کے بیٹھنے کی جگہیں بھی زیادہ ہیں۔ پھر جب انھیں چراگاہ کی طرف لے جایا جاتا ہے تو ان جانوروں کی وجہ سے جو ان میں سے چلے گئے ہیں ان کی تعداد کم ہو جاتی ہے۔

اب رہی وہ روایت جس میں کثیرات المبارک کی بجائے عظیمات المبارک درج ہے تو ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ ان کے موٹاپے اور جسامت کی وجہ سے ان کے بیٹھنے کی جگہیں بھی عظیم ہوں۔

بعض کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ جب یہ بیٹھتے ہیں تو ان لوگوں کی وجہ سے جو ضیافت طلب کرنے کی خاطر آ کر ان کے ساتھ مل جاتے ہیں ان جگہوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی ہے اور جب یہ جانور چراگاہ کو جاتے ہیں تو سمجھا جاتا ہے لہٰذا پہلے کے مقابلے میں ان کی تعداد کم ہوگی۔

اس کے " اَیْقَنَّ اَنَّھُنَّ ھوالک " کہنے سے مراد یہ ہے کہ مہمان نوازی کی خاطر اونٹوں کو ذبح کرنے کی اسے بہت عادت پڑ گئی ہے۔ اس کی یہ عادت ہے کہ وہ مہمانوں کو دودھ پلاتا ہے، انھیں لہو و لعب میں ڈالتا ہے اور گانے سے نوازتا ہے کیونکہ وہ ان کے آنے سے بہت خوش ہوتا ہے۔ اب اونٹوں کی بھی یہ حالت ہو گئی ہے کہ گانے کی آواز سنتے ہی وہ سمجھ جاتے ہیں کہ اب ان کو ذبح کر دیا جائے گا۔

گیارھویں[1] نے کہا اور اس کا نام جیسا کہ ابن درید نے کتاب الوشاح میں لکھا دیا ہے عاتکہ[2] ہے۔

---

۱ - بلوغ الارب میں الحادیہ عشر ہے مگر بخاری میں الحادیة عشرة ہے۔ عینی کہتے ہیں ای المرأہ الحادیة عشرة قال النووی : و فی بعض النسخ الحادی عشرة و فی بعضھا الحادیہ عشر و الصحیح الاول (ای الحادیۃ عشرہ)۔

۲ - عینی نے اس کا نام ام زرع بنت اکیشمل بن ساعدہ الیمینة لکھا ہے اور لکھا ہے کہ یہ حدیث ام زرع کے نام سے مشہور ہے۔

میرا خاوند ابو زرع ہے - ابو زرع کے کیا کہنے اس نے میرے دونوں کانوں میں زیور لٹکا[1] دیے ہیں اور میرے دونوں بازوؤں کو چربی سے بھر دیا ہے - اس نے مجھے خوش کیا اور میں خوش ہو گئی - [۲:۴۴] مجھے اس نے ایسے گھرانے میں پایا جو چند بکریوں کے مالک اور پہاڑ کی ایک جانب[2] آباد تھے ، پھر وہ مجھے لے کر ایسے گھرانے میں آ گیا جو گھوڑوں اور اونٹوں کا مالک تھا ، گندم کاہتا تھا ، اسے صاف کرتا تھا - اس کے ہاں آ کر اگر میں کوئی بات کہتی تو مجھے کوئی برا کلمہ نہ کہا جاتا - سوتی تو صبح کر دیتی ، پیتی[3] تو خوب سیر ہو کر پیتی ، رہی

---

۱ - أناس : عینی کہتے ہیں کہ یہ لفظ نَـوْس کا فعل ماضی ہے جس کے معنی ہر لٹکتی ہوئی چیز کے حرکت کرنے کے ہیں -

۲ - عینی (۲۰ : ۱۷۴) نے اس کی یوں شرح کی ہے قال ابو عبیدْ : وهو بالفتح وهو اسم موضع - قال الهروی : هوالصواب - وقال ابن الانباری : هو اسم موضع بالفتح والکسر - قال ابن ابی اویس و ابن حبیب : بشق جبل لقلتهم ، زاد ابن ابی اویس : لقله غنمهم و قال عیاض : کانها یرید انهم لقلتهم و قله غنمهم حملهم علی سکنی شق الجبل ای ناحیة الجبل او بعضه لان الشق یقع علی الناحیة من الشئ ویقع علی بعضه و عن نفطویه : معنی الشق بالکسر الشظف من العیش و قال ابن درید : یقال هو بشق و شظف من العیش ای بجهد منه -

۳ - فأتقنح : بخاری میں فأتقمح ہے - عینی اس کی شرح میں یوں رقمطراز ہیں ، فأتقمح بالقاف و تشدید المیم - ای أروی حتی لا احب الشرب - ما خوذ من الناقة المقامح و هی التی ترد الحوض فلا تشرب وترفع رأسها ریّاً - کذا قاله ابو عبید - وکل رافع رأسه فهومقامح و بعض الناس یرویه فأتقنح" قال ابو عبید : لا اعرف هذا الحرف ولاأری المحفوظ الا بالمیم وقال عیاض : لم نروه فی صحیح البخاری ومسلم الا بالنون و کذا فی جمیع النسخ و قال البخاری : قال بعضهم فاتقمح بالمیم : قال : وهو الاصح والذی بالنون معناه اقطع الشرب واتمهل فیه -

ابوزرع کی ماں تو ابو زرع کی ماں کے کیا کہنے - اس کی بوریاں بڑی اور گھر فراخ ہے ، رہا ابو زرع کا بیٹا ، تو ابو زرع کے بیٹے کے کیا کہنے ، اس کے لیٹنے کی جگہ اس قدر ہے جس قدر شمشیر میان[1] سے نکال لی جائے ، اسے چار ماہی[2] لیلے کی دستی سیر کر دیتی ہے ، رہی ابو زرع کی بیٹی تو ابوزرع کی بیٹی کے کیا کہنے ، وہ والدین کی فرمانبردار ہے اور (اپنے بھرے ہوئے جسم کی وجہ سے) کمبل کو بھر دیتی ہے - سوکن کے لیے غصے کی باعث ہے - رہی ابو زرع کی لونڈی تو ابو زرع کی لونڈی کے کیا کہنے وہ نہ تو ہماری بات لوگوں میں پھیلاتی ہے ، نہ ہماری خوراک میں سے چوری کرتی ہے اور نہ ہمارے گھر کو کوڑے کرکٹ سے بھر کر ایسا کر دیتی ہے کہ جگہ جگہ پر گھونسلے بنے ہوئے دکھائی دیں -

پھر کہنے لگی : ابوزرع باہر گیا - تو اس وقت جب مشکیزوں کو بلویا جا رہا تھا - اس کی ملاقات ایک عورت سے ہوئی جس کے ساتھ اس کے دو

---

۱ - کمسل شطبہ : عینی نے اس کی یوں شرح کی ہے مَسَلّ بفتح المیم والسین المہملہ و تشدید اللام مصدر میمی بمعنی المسلول او اسم مکان و معناہ کمسلول الشطبہ وقال ابن الاعرابی : ارادت بمسل الشطبہ سیفاً سل من غمدہ فمضجعہ الذی ینام فیہ فی الصغر کقدر مسل شطبۃ و احدہ وقال ابو عبیدہ : و اصل الشطبہ ما یشطب من جریدہ النخل فیشق منہ قضبان رقاق تنسج منہا الحُصُر ویقال للمرأۃ التی تفعل ذلک الشاطبہ - اخبرت انہ مہفہف ضرب اللحم - شبہتہ بتلک الشطبہ و قال ابو سعید النیسابوری : نرید کانہ سیف مسلول من غمدہ و سیوف الیمن کلہا ذات شطب وھی الطرائق التی فی متن السیف -

۲ - الجفرۃ : جیم پر زبر فاء ساکن اور راء کے ساتھ - بھیڑ کا مادہ بچہ - بعض بکری کا مادہ بچہ کہتے ہیں - نر کو جفر کہتے ہیں - وہ بچہ جس کی عمر چار ماہ کی ہو چکی ہو - عورت کی مراد یہ ہے کہ وہ بہت کم خور ہے -

بجے تھے جو چیتے معلوم ہوتے تھے ، وہ اس کی کمر کے نیچے دو اناروں کے ساتھ کھیل رہے تھے ۔ اس نے مجھے طلاق دے کر اس سے شادی کر لی ۔ اس کے بعد میں نے ایک اور سردار سے شادی کرلی جو ایک تیز رو گھوڑے[1] پر سوار تھا ۔ اس نے ایک خطی نیزہ لیا اور شام کے وقت میرے پاس بہت[2] سے اونٹ ہانک کر لے آیا- اس نے مجھے ہر اس جانور[3] کا جوڑا جوڑا دیا جو شام کو واپس آیا اور کہا : اے ام زرع : خود بھی کھاؤ اور اپنے گھر والوں کو بھی خوراک[4] بھیجو ۔ ام زرع کہتی ہے : اگر میں ان تمام چیزوں کو جمع کر لوں تب بھی ابو زرع کے چھوٹے سے چھوٹے برتن کا مقابلہ نہیں ہو سکتا ۔

طبرانی نے اس کے قول " نما ابو زرع " کے بعد ایک روایت میں صاحب نعم و زرع (وہ جانوروں اور زمین کا مالک ہے) کا اضافہ کیا ہے ۔

" أناس من حلیّ اذنی " کا مطلب یہ ہے کہ اس نے اس کے دونوں کانوں کو ان تمام زیوروں سے جو رواج کے مطابق عورتیں پہنتی ہیں مثلاً سونے اور موتیوں وغیرہ کی بالیاں اور جھمکے وغیرہ سب سے بھر دیا ہے ۔ اب لیں ملأ من شحم عضدی کے معنی تو ابو عبید لکھتا ہے : اس کی مراد اکیلے[5] بازو سے نہیں بلکہ اس نے تمام جسم مراد لیا ہے کیونکہ جب بازو موٹا ہوگا تو تمام جسم موٹا ہوگا ۔ بازو کا خاص طور پر اس لیے

---

۱ - شریا : عینی لکھتے ہیں: رکب سریا ای فرسا شریاً وھوالذی یستشری فی سیرہ ای یلج و یمضی بلافتور ۔

۲ - اراح اراحہ سے مأخوذ ہے جس کے معنی ہیں کہ زوال کے بعد رات گزارنے کی جگہ کی طرف ہانک کر لے آنا اور ثری کے معنی بہت سے مال کے ہیں خواہ اونٹ ہوں یا کوئی اور چیز ۔

۳ - رائحہ : ای کل مایروح من الغنم والعبید والاماء ۔ زوجا : ویحتمل انھا ارادت صینفاً ۔

۴ - میری ای صیلیی اھلک بالمیرہ وھی الطعام ۔

۵ - عمدۃ القاری میں یہاں العظم چھپا ہوا ہے اسے العضد پڑھیں ۔

ذکر کیا ہے کہ جسم کے اعضا میں سے یہ قریب ترین عضو ہوتا ہے جس پر انسان کی نگاہ پڑتی ہے ۔

بَجَحْتَنِي فَتَبَحْجَحْتُ الی" نفسی کے معنی یہ ہیں کہ اس نے اسے خوش کیا اور یہ خوش ہو گئی ۔ ابن الانباری کہتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے میری تعظیم کی اور میں اپنے آپ کو بڑی خیال کرنے لگی ۔

اور وجدنی فی اهل غنیمة بشق" کے معنی ہیں کہ یہ لوگ پہاڑ کی ایک شق یعنی ایک جانب رہتے تھے اور اپنی کم تعداد کی وجہ سے سب وہاں سما گئے تھے ۔

اور اهل صهیل و أطیط کے معنی ہیں کہ وہ گھوڑوں اور اونٹوں کے مالک ہیں ۔ أطیط کے اصلی معنی ہیں اونٹوں پر پڑے ہوئے محمل کی لکڑیوں اور پالان کی لکڑیوں کی آواز ہے مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ محملوں والے ہیں ۔ اس سے وہ ان کی آسودگی کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۔ دائس کا لفظ دوس سے لیا گیا ہے ۔ ابن السکیت کہتا ہے کہ دائس اسے کہتے ہیں جو کھانے کو کاٹتا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ یہ زمیندار لوگ ہیں۔۔۔۔

بقول ابو سعید اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے پاس صاف کیا ہوا غلہ موجود ہے اور وہ اب کسی اور چیز کے گاہنے میں لگے ہوئے ہیں لہٰذا ان کی خیر و برکت کا سلسلہ لگا تار چلتا رہتا ہے اور مُنَقٍّ" [نون کے نیچے زیر اور قاف مسدد کے ساتھ] [۳۵:۲] اہل لغت کا ان الفاظ کی تشریح میں[1] اختلاف ہے ۔ اس کا ماحصل یہ ہے کہ وہ یہ ذکر کر رہی ہے

---

۱ ۔ الوسی نے یہاں پر ابن حجر کی تشریح کو حذف کر کے صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ اہل لغت کا ان الفاظ کی تشریح میں اختلاف ہے : ابن حجر کہتے ہیں کہ ابو عبید کہتا ہے کہ مجھے مُنَقٍّ کے معنی معلوم نہیں ہیں ۔ میرے خیال میں یہ لفظ زبر کے ساتھ ہے یعنی کھانے کو صاف کرنے والا ۔ ابو سعید الضریر کہتا ہے کہ مُنَقٍّ [زبر کے ساتھ] مرغی کی آواز سے لیا گیا ہے چنانچہ آنَقَّ الرجل اس وقت کہتے ہیں جب کسی کے پاس بہت سی مرغیاں ہو ۔ اسی طرح ابن حجر نے اور لوگوں کے اقوال بھی درج کیے ہیں ملاحظہ ہو فتح الباری جلد ۹ : ۲۱۹ ۔

کہ وہ اسے تنگدستی کی زندگی سے نکال کر وسیع تمول یعنی گھوڑوں اونٹوں اور کھیتوں وغیرہ کی دولت میں لے آیا ہے - عربوں کی ایک مثال ہے :

انْ كُنْتَ كَاذِباً فَحَلَبْتَ قَاعِداً

(اگر تو جھوٹا ہو تو خدا کرے تو بیٹھ کر دودھ دوہے)

یعنی تمہارا مال بھیڑ بکریوں کا ہو جنھیں بیٹھ کر دوہا جاتا ہے اس کے برعکس وہ لوگ ہیں جو اونٹوں اور گھوڑوں والے ہوں -

اور فَلاَ أُقَبَّحُ کے معنی یہ ہیں کہ مجھے قَبَّحَكِ اللہ (خدا تمہارا برا کرے) نہیں کہا جاتا یا یہ کہ میری بات کا برا نہیں مانا جاتا ، نہ ہی میری بات کو رد کیا جاتا ہے ، مقصد یہ ہے کہ وہ اس کی بہت ہی عزت کرتا ہے چنانچہ وہ بھی اس پر ناز کرتی ہے ، وہ اس کی بات کو رد نہیں کرتا ، اور جو کچھ وہ کرتی ہے اسے اس پر ملامت نہیں کرتا -

اور ارقد فاتصبح کے معنی یہ ہیں کہ میں صبح کے وقت سوئی رہتی ہوں یعنی دن چڑھے تک سوئی رہتی ہوں ، مجھے کوئی نہیں جگاتا ، جس سے اس بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ اس کے یہاں اور لوگ ہیں جو گھر کا کام کاج کریں اور دیکھ بھال کا فرض انجام دیں -

اس نے اپنے قول أَشْرَبُ فَأَتَقَنَّحُ سے یہ مراد لی ہے کہ وہ اس قدر پی جاتی ہے کہ مزید پینے کی گنجائش نہیں رہتی - اتقنح کے معنی کے متعلق اہل لغت میں اختلاف پایا جاتا ہے - ابو عبید کہتا ہے : اس کے معنی[1] یہ ہیں کہ میں اس قدر سیر ہو کر پیتی ہوں کہ مزید پینے کی

---

۱ - الوسی چونکہ عمدہ القاری اور فتح الباری سے نقل کر رہا ہے اس لیے یہاں جب اختصار کرنا چاہا تو غلطی کھا گیا - فتح الباری میں ہے : ابو عبید کہتا ہے : أتقمح یعنی میں اس قدر سیر ہو کر پیتی ہوں کہ اور پینا پسند نہیں کرتی یہ معنی الناقہ القامح سے لیا گیا ہے جس کے معنی اس اونٹنی کے ہیں جو حوض پر آنے کے باوجود پانی نہیں پیتی اور سیری کے باعث سر کو اوپر اٹھائے رکھتی ہے -

خواہاں نہیں رہتی - بعض نے اور معنی بھی لیے ہیں - سُرب کے لفظ کا استعمال عام ہے خواہ دودھ کے لیے ہو خواہ شراب ، خواہ نبیذ ، خواہ ستو وغیرہ -

اور عُکُوم [عین مہملہ پر پیش] یہ عکم [عین کے نیچے زیر اور کاف ساکن] کی جمع ہے جس کے معنی وہ بوریاں اور تھیلے ہیں جن میں سامان جمع کیا جاتا ہے - رَداح سے مراد ہے کہ وہ بڑی ہیں اور ان کے اندر بہت کچھ بھرا پڑا ہے - یہ ابو عبید کا قول ہے : ہروی کہتا ہے کہ اس کے معنی بھاری کے ہیں جس عورت کے کولھے بڑے اور سرین بھاری ہوں اسے رداح کہتے ہیں ، فساح [فاء پر زبر اور سین مہملہ] یعنی وسیع ، اپنے خاوند کی والدہ کی تعریف کر رہی ہے کہ اس کے یہاں بہت سے آلات اور گھر کا سار و سامان ہے - مال بھی وسیع اور مکان بھی بڑا ہے - یا تو درحقیقت ایسا ہے جس سے ان کے بہت مالدار ہونے کا پتا چلتا ہے یا اس نے یہ کنایتا کہا ہے جس سے اس کی مراد یہ ہے کہ ان کے یہاں بہت خیر و برکت اور فارغ البالی ہے ، جو لوگ ان کے یہاں آ کر اتریں ان سے نیک برتاؤ کیا جاتا ہے کیونکہ عربوں کے یہاں فلاںٌ رَحْبُ المنزل کہنے سے یہ مراد لی جاتی ہے کہ وہ ان لوگوں کی عزت کرتا ہے جو اس کے یہاں آ کر اترتے ہیں - اس کی والدہ کے یہ اوصاف بیان کرنے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا خاوند اپنی والدہ کے ساتھ بہت نیک برتاؤ کرتا ہے اور یہ کہ اس کے خاوند کی عمر بھی زیادہ نہیں کیونکہ جن لوگوں کی والدہ زندہ ہوتی ہے وہ عموماً کم عمر کے ہوتے ہیں -

رہا اس کا یہ کہنا : ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع مضجعہ کمسل شطبہ و یشبعہ ذراع الجفرۃ تو ابن الانباری کی ایک روایت میں ان الفاظ کا اضافہ ہے :

وترویہ فِیقَۃُ الیَعرۃ و یَمِیسُ فِیْ حَلَقِ النَثرۃ

(اسے ایک لیلے کا دودھ سیر کر دیتا ہے اور وہ زرہ کے حلقوں میں اکڑ کر چلتا ہے)

ابن الاعرابی کہتا ہے : مسل" الشطبہ سے اس کی مراد وہ تلوار ہے جو میان سے نکالی ہوئی ہو لہٰذا اس کے لٹنے کی جگہ جس میں وہ سوتا ہے اتنی تنگ ہے جتنی میان سے نکالی ہوئی کوئی تلوار - جفرہ بکری کا مادہ بچہ جو چار ماہ کا ہو چکا ہو اور اس کا دودھ چھڑا دیا گیا ہو اور [۲ : ۳۶] چرنے لگ گیا ہو - یہ ابو عبید وغیرہ کا قول ہے - ابن الانباری اور ابن درید کہتے ہیں کہ اس بھیڑ کے بچے کو بھی جفرہ کہا جاتا ہے جو دو ماہ کا ہو - خلیل کہتا ہے : جفر بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جس کا پیٹ بڑا ہو جائے (اور وہ کھانا شروع کر دے) اور فیقہ [فاء کے نیچے زیر (یاء) تحتانی ساکن ہے اور پھر قاف ہے] وہ دودھ جو دوہنے کے درمیانی وقفے میں تھنوں میں جمع ہو جاتا ہے فُواق [فاء پر پیش] اس زمانے کو کہتے ہیں جو دودھ دوہنے کے دو وقفوں کا درمیانی زمانہ ہو ، اور یعرہ [یاء تحتانیہ پر زبر عین مہملہ ساکن اور اس کے بعد راء] لیلا اور یمیس [(سین) مہملہ کے ساتھ] اکڑ کر چلتا ہے اور حلق النثرہ [نون مفتوحہ اور پھر تاء مثناہ ساکن ہے] سے مراد لطیف یا چھوٹی زرہ ہے - بعض کہتے ہیں - وہ زرہ جو چھونے میں نرم محسوس ہو ، بعض وسیع زرہ کو کہتے ہیں - قصہ مختصر یہ کہ اس نے اس کی یوں تعریف کی ہے کہ وہ پتلے قد کا ہے ، اس کا پیٹ بڑا نہیں اور نہ ہی وہ بدخلق ہے - کم کھاتا اور کم پیتا ہے - ہر وقت آلات حرب لگائے رکھتا ہے اور جنگ کے مقام پر اکڑ کر چلتا ہے - یہ تمام امور ایسے ہیں جو عربوں کے یہاں تعریف کے موقع پر استعمال کیے جاتے ہیں - یہ بھی ہو سکتا[1] ہے کہ اس نے اس کا یہ وصف بیان کیا ہو کہ وہ اس پر کم بوجھ ڈالتا ہے کیونکہ بالعموم[2] خاوند کی وہ اولاد جو کسی اور بیوی سے ہو بوجھل معلوم ہوتی

---

۱ - یہ دراصل ابن حجر کی رائے ہے جسے الوسی نے اس بات کو چھپانے کے لیے کہ اس نے یہ تشریح ابن حجر سے لی ہے احتمال کے طور پر ذکر کیا ہے ، ابن حجر کے الفاظ یہ ہیں " و یظہرلی "

۲ - فتح الباری میں یوں لکھا ہے : لان زوج الاب غالباً یستثقل ولدہ من غیرھا مگر اس سے کوئی واضح مفہوم نہیں بنتا -

ہے ، مگر یہ بچہ اس پر کم بوجھ ڈالتا ہے اور جب اس کے گھر آتا ہے
اور اسے وہاں قیلولہ کرنے کا اتفاق ہو تو وہ صرف اتنی مدت سوئے گا
جتنی مدت کہ تلوار کو میان سے نکالنے میں لگتی ہے - پھر بیدار ہو جاتا
ہے تا کہ اس کی تکلیف میں بہت ہی کمی ہو جائے - اسی طرح اس کا
کہنا کہ یُشبِعُہ‘ دراع الجَفرہ تو اس سے مراد یہ ہے کہ اسے اس کے
پاس کھانا دینے کی ضرورت نہیں ہوتی چہ جائیکہ وہ اس سے کچھ لے
بلکہ اگر اس کے یہاں وہ کھانا کھا بھی لے تو وہ کھانے اور پینے کی
تھوڑی سی چیز پر قناعت کر لیتا ہے یعنی اس قدر کہ جس سے وہ زندہ
رہ سکے -

رہا اس کا ابو زرع کی بیٹی کے متعلق یہ کہنا کہ طوع ابیھا و اُمھا
تو مراد ہے کہ وہ ماں باپ دونوں کی فرمانبردار ہے - زُبیر کی روایت
میں : وزَین اھلھا و نسائھا (وہ اپنے گھر والوں اور دوسری عورتوں کے
لیے زینت ہے) کا اضافہ ہے - یعنی یہ ان لوگوں کے لیے زینت کا سبب
ہے اور ملِء‘ کِسائھا سے کنایتاً مراد اس کے جسم کا کمال اور اس
کا تر و تازہ ہونا ہے اور غیظ جارتھا میں جارہ سے مراد سوکن ہے یا یہ
کہ یہ لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہؤا ہو کیونکہ پڑوسیوں کی یہی
عادت ہوتی ہے - کاذی نے جو روایت ابن السکیت سے کی ہے اس میں
وصفر ردائھا کا اضافہ ہے - ایک اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں : قَبّاءُ
ھَضِیمۃُ الحَشَا جَائِلَۃُ الوِشَاحِ عَکْنَاءُ فَعْمَاءُ نَجْلاءُ
دَعْجَاءُ رَجّاءُ قَنْوَاءُ مؤنقہ مُفَنَّقَۃ (پتلے پیٹ والی ہے اس کا ہار
حرکت کرتا رہتا ہے ، پیٹ پر شکن پڑتے ہیں ، موٹی آنکھوں والی ہے ، سخت
سیاہ آنکھوں والی ہے ، بڑے سرینوں والی ہے ، لمبی ناک والی ہے اور
اس نے فارغ البالی کی غذا پر نشو و نما پائی ہے) -

صِفر [صاد مہملہ کے نیچے زیر اور فاء ساکن] بمعنی خالی ، مطلب
یہ ہے کہ اس کی چادر ایسی ہے جیسے کہ یہ خالی ہو کیونکہ وہ اس
کے جسم کے کسی حصے کو نہیں چھوتی اس لیے کہ اس کے سرین اور
دونوں کندھے پیچھے سے کسی چیز کو اس کے بدن کو چھونے نہیں دیتے

اور اس کے پستان آگے سے کسی چیز کو اس کے بدن سے چھونے نہیں دیتے۔
ابن ابی اویس اور دیگر لوگوں کے بیان میں اس طرح کی عبارت آئی ہے : اس کے قول '' صفر ردائھا '' کے معنی ہیں کہ وہ اس کی یہ تعریف کر رہی ہے کہ اس کے چادر پہننے کی جگہ یعنی اس کے جسم کا اوپر کا [۲ : ۴۷] حصہ ہلکا ہے ، اس کے قول ''مل٘ء کسائھا '' کے معنی ہیں کہ اس کے ازار باندھنے کی جگہ بھری ہوئی ہے اور وہ اس کے جسم کا نچلا حصہ ہے اور صفر کے معنی خالی چیز کے ہیں ۔ عیاض کہتے ہیں کہ اس کی مراد یہ ہے کہ اس کے کندھوں کا پر گوشت ہونا اور چھاتی کا اٹھا ہوا ہونا اس کے جسم کے اوپر کے حصے سے چادر کو اٹھائے رکھتے ہیں لہٰذا چادر اس کے جسم کو چھو نہیں سکتی ۔ چنانچہ وہ یوں ہے گویا خالی ہو برخلاف نچلے حصے کے ۔ انھی معنوں میں شاعر کا یہ قول ہے :

أَبَتِ الرَّوَادِفُ وَ الثُّدُودُ لِقُمصِهَا
[۱] مِنْ أَنْ تَمَسَّ بُطُونَهَا وَ ظُهُورَهَا

اس کے سرین اور چھاتی اس کی قمیص کو اس کے پیٹ اور پیٹھ کو چھونے سے روکتے ہیں ۔

اس کا قَبَّاءُ کہنا [قاف پر زبر اور بائے موحدہ پر تشدید ہے] یعنی یہ پتلے پیٹ والی ہے اور ھضیمة الحشا کے وہی معنی ہیں جو قَبَّاء

---

۱ ۔ الوسی نے دوسرا مصراع غلط درج کیا ہے ۔ دراصل یہ مصرع فتح الباری میں بھی اسی طرح منقول ہے اور چونکہ الوسی اندھا دھند نقل کر رہا ہے لہٰذا جو غلطی وہاں تھی الوسی میں بھی پائی گئی ۔ دوسرا مصرع یوں ہے :
مَسَّ البُطُونِ وَ أَنْ تَمَسَّ ظُهُوراً ۔ کیونکہ اس کے بعد کا شعر یوں ہے :

وَإِذَا الرِّيَاحُ مَعَ العَشِيِّ تَنَاوَحَتْ
نَبَّهْنَ حَاسِدَةً وَ هِجْنَ غَيُوراً

ملاحظہ ہو حماسہ طبع دیو بند : ۲۳۱

کے اور جائلة الوشاح یعنی اس کا ہار اس کے پیٹ کے پتلے ہونے کی وجہ سے حرکت کرتا رہتا ہے اور عکناء کے معنی شکنوں والی کے ہیں اور عمماء [عین مہملہ کے ساتھ] بھرے ہوئے جسم والی اور نجلاء [نون اور جیم کے ساتھ] فراخ آنکھوں والی اور دعجاء ، وہ عورت جس کی آنکھیں خوب سیاہ ہوں ۔ رجّاء [جیم پر تشدید] بڑے سرینوں والی جن کے بڑا ہونے کے باعث یہ حرکت کرتی رہتی ہے بشرطیکہ روایت راء مہملہ کے ساتھ ہو اور اگر زاء معجمہ کے ساتھ ہو تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ابرو کمان دار ہیں ، قنواء [قاف پر زبر نون ساکن اور مدّ کے ساتھ] قنو سے لیا گیا ہے ۔ جس کے معنی ناک کا لمبا ہونا اور ناک کی نوک کا باریک ہونا ہے اور درمیان میں سے قدرے ٹیڑھا ہونا ہے اور مؤنّقہ [نون ثقیلہ اور قاف کے ساتھ] اور مُفَنَّقَة[2] اسی وزن پر ، جو ناز و نعمت میں پلی ہو اور یہ سب خوبصورت عورتوں کے اوصاف ہیں ۔

ابو زرعہ کی لونڈی کے متعلق اس کا " لا تبثُّ حدیثنا تبثیثاً " کہنا ۔ یعنی وہ بات ظاہر نہیں کرتی ولا تُنَقِّثُ [قاف پر تشدید اور پھر ثاء مثلثہ ہے] یعنی وہ خیانت کرنے میں دیری نہیں کرتی اور نہ چرا کر لے جاتی ہے اور میرہ [میم کے نیچے زیر اور یاء تحتانیہ ساکن پھر راء ۔ زاد] میرہ کے اصلی معنی ان اشیا کے ہیں جو کوئی بدوی کسی شہری سے لے کر اپنے گھر جاتا ہے تاکہ اس کے گھر والے اس سے فائدہ اٹھائیں ۔ رہا اس کا ولا تملأ بیتنا تعشیشا کہنا تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ گھر کی اصلاح کرنے والی ہے اور بڑے اہتمام کے ساتھ گھر کو صاف رکھتی ہے ۔ کوڑا کرکٹ باہر اور دور جا کر پھینکتی ہے ، وہ صرف اس بات پر اکتفا نہیں کرتی کہ جھاڑو دے دیا اور پھر اسے گھر میں اِدھر اُدھر گھونسلوں کی طرح چھوڑ دیا ۔

---

۲ - بلوغ الارب میں دونوں جگہ معنقہ غین کے ساتھ مرقوم ہے ، اسے فاء کے ساتھ پڑھیں ۔

وہ کہتی ہے : " خرج ابو زرع و الاَوْطَابُ تُمخَضُ " اس کی مراد یہ ہے کہ وہ اس کے گھر سے صبح سویرے ہی نکل جاتا ہے - جبکہ خادم اور غلام اپنے اپنے کام کے لیے اٹھتے ہیں - آوْطَاب وَطْب [پہلے حرف پر زبر] کی جمع ہے ، دودھ کے برتن کو کہتے ہیں - اس کے اس بیان میں ضمناً اس کے گھر کی کثرت خیر اور دودھ کی فراوانی کا ذکر پایا جاتا ہے - نیز یہ کہ ان کے یہاں اس قدر دودھ پایا جاتا ہے جو ان کے لیے کافی ہو رہا ہے ، بلکہ بچ بھی جاتا ہے تا کہ اسے بلو کر مکھن نکال لیا جائے - یہ بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد ہو کہ جس وقت وہ باہر گیا اس وقت سرسبزی اور عمدہ بہار کا موسم تھا اس بات کے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ابو زرع کیلئے اس عورت کو اس حالت میں جس میں [۲ : ۳۸] اس نے اسے دیکھا - دیکھنے کی تمہید بن جائے یعنی یہ کہ وہ دودھ کو بلونے سے تھک گئی تھی ، لہٰذا آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی تھی کہ ابو زرع نے اسے اس حالت میں دیکھ لیا -

رہا دونوں بچوں کے متعلق یہ بیان کرنا کہ وہ دو چیتوں کی طرح تھے تو اس سے اس بات کی طرف اشارہ کرنا مقصود ہے کہ ابو زرع نے اس عورت سے اسی وجہ سے شادی کی تھی کیونکہ عربوں کی یہ خواہش

---

۱ - بلوغ الارب اور فتح الباری دونوں میں اسقلت لکھا ہے ، اسے إسْتَلْقَتْ پڑھیں جیسا کہ عینی میں ہے - یہاں بیان کسی قدر مبہم ہے کیونکہ ام زرع اپنے گھر کی فارغ البالی بیان کر رہی ہے کہ ان کے ہاں دودھ بلویا جا رہا تھا نہ کہ اس عورت کا - چنانچہ عینی میں ہے والظاهرانه لمارأى ام زرع تَعِبَتْ من مَخْضِ اللَّبن و استلقت لِيَسْتَرِيحَ خَرَجَ فَرَأَى إمرأةً فَتَزَوَّجَهَا (واضح بات تو یہ ہے کہ جب ابو زرع نے ام زرع کو دیکھا کہ وہ دودھ بلونے سے تھک گئی ہے اور آرام کرنے کے لیے لیٹ گئی ہے تو وہ نکل کر گیا اور اس نے اس عورت کو دیکھا اور اس سے شادی کر لی -

ہوتی کہ ان کی اولاد ایسی عورتوں سے ہو جو نجیب[1] بچے پیدا کریں - یہی وجہ تھی کہ جب ابو زرع نے اسے دیکھا تو اس سے شادی کرنے کی خواہش کی - دونوں پستانوں کو دو اناروں سے تشبیہ دینے سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ عورت ابھی چھوٹی عمر کی تھی -

اس کے 'فنکحت بعده رجلا سریا' کہنے کا مطلب ہے کہ وہ سرداروں میں سے تھا ، اور سراة الناس بڑے لوگ جن کی صورت اور ہیئت اچھی ہو ، اور سری ہر چیز میں سے بہترین چیز کو کہتے ہیں اور رکب شریًا سے اس کی مراد عمدہ اور فائق گھوڑے سے ہے : واخذ خطیًا یعنی وہ نیزہ جو خط کی طرف منسوب ہو اور خط بحرین میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں سے نیزے درآمد کیے جاتے تھے اور اراح کا لفظ روح سے لیا گیا ہے جس کے معنی مراح کی طرف لانے کے ہیں اور مراح اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں جانور رات گزارتے ہیں - ابن ابی اویس کہتا ہے : اس کے معنی یہ ہیں کہ اس نے چھاپہ مار کر غنیمت کا مال لوٹا اور بہت سے جانور لے آیا - نَعَم [دو زبروں کے ساتھ] اونٹوں کے لیے مخصوص لفظ ہے ، ہر قسم کے جانوروں کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں بشرطیکہ ان میں اونٹ

---

۱ - یہاں یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ کیا ام زرع نجیب اولاد پیدا کرنے والی نہ تھی - عربوں کے ہاں ایک سے زائد بیویاں کرنے کا عام دستور تھا - ابو زرع ام زرع کو بھی اپنے پاس رکھ سکتا تھا اور دوسری سے بھی شادی کر سکتا تھا اس میں کوئی حرج نہ تھا - اس کی وجہ غالباً یہ معلوم ہوتی ہے کہ ام زرع بانجھ تھی کیونکہ وہ ابو زرع کے بیٹے اور بیٹی کا ذکر کر رہی ہے مگر اپنی اولاد کا ذکر نہیں کیا - عینی نے اسے طلاق دینے کی وجہ یہ دی ہے : وفی روایة ابی معاویة فخطبها ابو زرع فتزوجها فلم تزل به حتی طلق ام زرع (ابو معاویہ کی ایک روایت میں ہے کہ ابو زرع نے اس کا رشتہ مانگا اور شادی کر لی - وہ عورت متواتر ام زرع کو طلاق دینے پر اصرار کرتی رہی یہاں تک کہ اس نے اسے طلاق دے ہی دی) -

بھی ہوں ۔ ثریا کے معنی کثیرۃ کے ہیں اور ثری کے معنی بہت سے مال کے ہیں خواہ اونٹ ہوں یا کچھ اور '' اعطانی من کل رائحۃ زوجاً '' کہنے سے اس کی مراد جو کچھ اس نے بیان کیا ہے اس کی کثرت ظاہر کرنا ہے نیز یہ کہ اس نے صرف ایک ہی نفری دینے پر اکتفا نہیں کیا ۔ رائحہ وہ جانور ہے جو رواح کے وقت یعنی دن کے آخری حصے میں آئے ۔

اس کے قول '' کُلِیْ ام زرع و میری اھلک '' کے معنی یہ ہیں کہ اپنے گھر والوں سے صلۂ رحمی کرو اور ان کو بہت سا میرہ یعنی خوراک دو۔

حاصل کلام یہ کہ اس نے اس کی یہ تعریف کی ہے کہ وہ بذات خود سردار ، بہادر ، احسان کرنے والا اور سخی ہے کیونکہ اس نے اسے اجازت دے رکھی ہے کہ اس کے مال میں سے جس قدر چاہے کھائے اور جس قدر چاہے اپنے گھر والوں کو بطور تحفہ دے ۔ اس میں یہ صفت بھی پائی جاتی ہے کہ وہ عورت کی بڑی عزت کرتا ہے ۔ با ایں ہمہ اس خاوند کے ہاں جو اس کی حالت ہے بمقابلہ اس حالت کے جو ابو زرع کے ہاں تھی کم درجہ کی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو زرع اس کا پہلا خاوند تھا جس کی محبت اس کے دل میں جاگزین ہو چکی تھی جیسا کہ کہا جاتا ہے :

وَمَا الحُبُّ إِلاَّ لِلْحَبِيْبِ الأَوَّلِ

محبت پہلے محبوب کے لیے ہی ہوتی ہے

اسی لیے تو اس نے یوں کہا : فلَو جَمَعْتُ کُلَّ شئی أَعْطَانِيْهِ مَا بَلَغَ أَصْغَرَ آنیة ابی زرع (اگر میں ان تمام چیزوں کو جو دوسرے خاوند نے مجھے دی ہیں جمع کروں تو یہ ابو زرع کے چھوٹے سے چھوٹے برتن کے برابر بھی نہیں ہو سکتیں) ۔

مردوں اور خاوندوں کی تعریف میں ہم نے عربوں کے سجع کے جو کلمات نقل کیے ہیں باوجود اس کے کہ ان کی عبارتیں مختلف ہیں ، ان سب کا مآل اور ماحصل یہ ہے کہ اصحاب عقل سلیم کے نزدیک قابل تعریف مرد وہ ہے جو جسمانی اور اخلاقی اعتبار سے پسندیدہ صفات کا جامع ہو

اور قابل مذمت مرد وہ ہے جو ان صفات سے متصف ہو جو ان کے برعکس ہیں ۔ اسی سے اس بات کا بھی پتا چلتا ہے کہ جاہلی زمانے میں عربوں کی رائے کتنا بلند مرتبہ رکھتی تھی ۔

زمانۂ جاہلیت میں عربوں کے یہاں طلاق اور عورتوں کی عدت

[۲ : ۰۹ ۴] زمانۂ جاہلیت میں عرب تین بار جدا جدا طلاقیں دیا کرتے تھے ۔ سب سے پہلے اس طریقے کو اسماعیل بن ابراہیم علیہما السلام نے جاری کیا ، پھر عربوں نے بھی یہی طریقہ اپنا لیا ۔ چنانچہ جب ان میں کوئی فرد کسی عورت کو ایک طلاق دے دیتا تو (جب بھی) وہی اس عورت کو اپنے پاس رکھنے کا سب سے زیادہ حقدار ہوتا ۔ تا آنکہ تین طلاقیں پوری کر لیتا ، ازاں بعد اس عورت سے اس کا تعلق منقطع ہو جاتا ۔ اسی ضمن میں اعشیٰ کے وہ اشعار ہیں جو اس نے اس وقت کہے جب اس نے ایک عورت[1] سے شادی کی مگر بعد میں اس کی قوم نے اس عورت کے ساتھ اعشیٰ کی شادی کو نا پسند[2] کیا چنانچہ اس عورت کے قبیلے نے آ کر اعشیٰ کو دھمکی دی کہ وہ عورت کو طلاق دے دے ورنہ خود اسے قتل کر دیا جائے گا ۔

أيا جَارَتِي بِيْنِي فإنَّكِ طَالِقَــه
كَذَاكِ أُمُورُ النَّاسِ غَادٍ وطَارِقَه

اے میری بیوی تو مجھ سے جدا ہوجا کیونکہ تجھے طلاق مل گئی ہے ۔ لوگوں کے معاملات کا یہی حال ہے ، کچھ صبح کو آتے ہیں کچھ رات کو انھوں نے کہا : دوسری (طلاق دو) اس پر اعشیٰ نے کہا :

---

۱ - یہ عورت بنی عنز میں سے تھی جیسا کہ اغانی میں ہے ۔نیز ملاحظہ ہو المحبر صفحہ ۳۰۹ ۔

۲ - رغب بهاعنه : كَرِهَهَا له ۔

وَبِينِي فَإِنَّ البَيْنَ خَيْرٌ مِنَ العَصَا
وَإِلاَّ[1] تَرى لِي فَوْقَ رَأْسِكَ بَارِقَهْ

جدا ہو جا کیونکہ جدائی لاٹھی سے بہتر ہے ورنہ تو اپنے سر پر میری چمکدار تلوار دیکھے گی ۔ انہوں نے کہا : تیسری طلاق بھی دے دو ۔ اس پر اعشیٰ نے کہا :

وَبِينِي حَصَانَ الفَرْجِ غَيْرَ ذَمِيمَةٍ
وَمَوْمُوقَةً قَدْ كُنْتِ فِينَا وَوَامِقَهْ

تو جدا ہو جا ، درآنحالیکہ تو پاکدامن رہی ہے تو قابل مذمت بھی نہ تھی (برعکس اس کے تو) ہم میں محبوب تھی ، ہم سے محبت رکھتی تھی ۔

عرب اپنی عورتوں سے خلع بھی کیا کرتے تھے خلع یہ ہے کہ جو مال عورت نے خاوند سے لیا ہو وہ دے کر خاوند سے علٰحدہ ہو جائے ۔ یہ معنی خَلَعَ الثَوْبَ (اس نے کپڑا اتار دیا) سے لیا گیا ہے ۔ کیونکہ عورت آدمی کا معنوی لباس ہے مگر معنوی اور حسی '' خلع '' میں امتیاز رکھنے کے لیے یہاں خُلع کے مصدر کو پیش سے پڑھا جاتا ہے ۔

ابو بکر بن دُرید نے اپنی امالی میں ذکر کیا ہے کہ دنیا کا سب سے پہلا خلع اس طرح ہؤا کہ عامر بن الظرب طاء معجمہ پر زبر ، راء کے نیچے زیر پھر (باء) موحدہ ـــ نے اپنی بیٹی کی شادی اپنے بھتیجے عامر بن الحارث بن الظَّرب سے کر دی [۲:۵۰]۔ جب وہ اپنے خاوند کے پاس گئی تو اس نے اسے ناپسند کیا ۔ خاوند نے اس کے باپ کے پاس اس کی شکایت کی ۔ باپ نے کہا : میں تمھارے لیے یہ دونوں باتیں جمع نہ ہونے دوں گا کہ تمھاری بیوی بھی تم سے جدا ہو اور مال بھی ۔ میں تم سے اس مال کے عوض جو تو نے اسے دیا ہے اسے علٰحدہ کرتا ہوں ۔ ابن درید کہتا ہے کہ علما کا خیال ہے کہ عربوں میں یہ پہلا خُلع تھا ۔

---

۱ - المحبر میں وَالاَّ تری لی کی بجائے وَالاَّ تَنَزّالُ دیا ہے ۔

امام شافعی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں : میں نے قرآن کے جاننے والوں میں سے ایک ایسے شخص کو جسے میں پسند کرتا ہوں کہتے ہوئے سنا کہ زمانۂ جاہلیت کے لوگ تین طرح سے طلاق دیا کرتے تھے ظہار ، ایلاء ، اور طلاق ، پھر اللہ تعالی نے طلاق کو تو طلاق ہی رہنے دیا ۔ اور ایلاء اور ظہار کے متعلق وہ حکم دیا جس کا بیان قرآن میں آیا ہے ۔ (امام شافعی کا قول) ختم ہؤا ۔

ظہار یہ ہے کہ مرد اپنی بیوی کو یا اس چیز کو جس سے بیوی مراد لی جاتی ہو یا اس کے کسی مشہور جزء کو ایسی چیز سے تشبیہ دے جو ابدی طور پر مرد پر حرام ہے مثلاً وہ یوں کہے أَنْتِ عَلَيَّ كَظَهْرِ أُمِّي (تو میرے لیے ایسی ہے جیسے میری والدہ کی پیٹھ) اوكَبَطْنِهَا (یا اس کے پیٹ کی طرح ہے) یا اس کی ران کی طرح یا اس کی جاگاہ کی طرح ہے یا تو میری بہن کی پیٹھ کی طرح ہے ۔ یا پھوپھی کی ۔

ایلاء یہ ہے کہ مرد قسم کھا کر کہے کہ ایک مدت تک عورت کے قریب نہ جاؤں گا ۔

طبرانی نے ابن عباس کی حدیث سے روایت کی ہے کہ جاہلیت کے ایلاء کی مدت سال یا دو سال ہؤا کرتی تھی مگر اللہ تعالی نے اس کی مدت چار ماہ قرار دی لہٰذا جس کی مدت ایلاء چار ماہ سے کم ہوگی وہ ایلاء نہ ہوگا ۔

عورتیں طلاق سے بھی اور خاوند کی موت سے بھی عدت گزارا کرتی تھیں اور خاوند کے حق کا بڑے زور سے احترام کیا کریں اور عقد نکاح کی حرمت کی انتہائی مبالغہ کے ساتھ تعظیم کیا کرتی تھیں ، چنانچہ جاہلیت میں جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو بدترین لباس پہنے گھر کی حقیر اور چھوٹی سی کوٹھڑی میں ایک سال تک انتظار کرتی تھی ۔ حدیث میں بھی یہی بتایا گیا ہے چنانچہ بخاری میں ام سلمہ سے روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور عرض کیا : یا رسول اللہ میری بیٹی کا خاوند مر گیا ہے اور اس کی

آنکھوں میں تکلیف ہے - کیا ہم اسے سرمہ لگا دیں ؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : نہیں - آپ نے نہیں کا لفظ دو یا تین بار دہرایا اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : یہ (مدت) تو چار ماہ دس دن تک ہے حالانکہ جاہلیت میں تم سال کے اختتام پر مینگنیاں پھینکا کرتی تھیں - حُمید کہتے ہیں[1] : میں نے زینب سے دریافت کیا : سال کے اختتام پر مینگنیاں پھینکنے سے کیا مراد ہے ؟ زینب نے جواب دیا : جب کسی عورت کا خاوند مر جاتا تو وہ چھوٹی سی کوٹھری میں داخل ہو جاتی ، بدترین کپڑے پہن لیتی اور سال گزرنے تک کسی قسم کی خوشبو استعمال نہ کرتی تھی پھر کوئی جانور لایا جاتا مثلاً گدھا یا بکری یا پرندہ اور اسے اپنی کھال کے ساتھ رگڑتی تھی ، بہت شاذو نادر ایسا ہوتا کہ اس نے کسی جانور کو اپنی کھال کے ساتھ رگڑا ہو اور وہ مرا نہ ہو - اس کے بعد وہ کوٹھڑی میں سے نکل آتی ، [۲ : ۵۱] اسے ایک مینگنی دی جاتی ، وہ اسے پھینکتی - اس کے بعد خوشبو وغیرہ جو چیز بھی وہ چاہتی دوبارہ استعمال کرنے لگ جاتی - حدیث ختم ہوئی -

اور تَفْتَضُّ - فاء پھر تاء مثناۃ پھر ضاد ثقیلہ کے ساتھ - امام مالک نے اس کی تشریح '' تمسح بہ جلدھا'' (اسے اس کھال کے ساتھ رگڑتی) کی ہے - فَضٌّ کے حقیقی معنی توڑنے کے ہیں یعنی جس (مصیبت کی زندگی) میں وہ ہوتی اسے توڑ دیتی اور جانور کے ساتھ اس طرح کرنے سے اس حالت سے نکل آتی - نسائی کی روایت میں تَفْتَضُّ کی بجائے تَقْبِصُ - قاف پھر باء موحدہ پھر صاد مہملہ خفیفہ کے ساتھ اور یہ شافعی کی روایت ہے اور قبص کے معنی ہیں ، کسی چیز کو پوروں کے کناروں

---

۱ - حُمید سے مراد حمید بن نافع ابوافلح الانصاری سے ہے اور زینب سے زینب بنت ام سلمہ بن عبدالاسد - ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی پہلے خاوند سے بیٹی تھیں - حبشہ میں پیدا ہوئیں - ان کا پہلا نام برّہ تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زینب نام رکھا - اپنے زمانہ کی فقیہ عورتوں میں سے تھیں (عینی : ۲۱ :۳) -

سے پکڑنا ۔ اصفہانی اور ابن الاثیر کہتا ہے ۔ اس سے کنایۃً جلدی کرنا مراد ہے یعنی وہ دوڑ کر تیزی سے اپنے والدین کے گھر جاتی اس لیے کہ اسے اپنی بری حالت میں سخت شرم محسوس ہوتی یا اس لیے کہ اسے مباشرت کیے کافی عرصہ گزر جانے کی وجہ سے شادی کرنے کا سخت اشتیاق ہوتا ۔ مگر پہلی روایت زیادہ مشہور ہے ۔ ابن قتیبہ کہتا ہے : میں نے حجاز کے لوگوں سے افتضاض کے متعلق سوال کیا تو انھوں نے ذکر کیا : وہ عورت جو عدت کے دن گزار رہی ہوتی تھی نہ تو نہاتی تھی نہ ناخن تراشتی تھی اور نہ بالوں کو دور کرتی تھی پھر ایک سال کے بعد جب باہر آتی تو اس کی صورت نہایت بد نما ہوتی ۔ اس کے بعد (اس حالت کو) منقطع کر دیتی یعنی اس عدت کی حالت کو اس طرح منقطع کرتی کہ کسی پرندے کو اپنی سرمگاہ سے مل کر پھینک دیتی ۔ یہ پرندہ اس طرح ملے جانے کے بعد زندہ نہ رہتا تھا ۔

علما کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ رمی البعرہ (مینگنی پھینکنے) سے کیا مراد ہے ۔ چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس نے عدت کو اس طرح پھینک دیا ہے جیسے مینگنی پھینک دی گئی ہو ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ اس کے انتظار اور اس مصیبت پر جس میں وہ تھی صبر کرنے کی طرف اشارہ ہے کہ جب یہ سب کچھ گزر گیا تو گویا اس کے نزدیک اس قدر حقیر تھا جس قدر ایک مینگنی ، جسے اس نے پھینک دیا ہے بمقابلہ خاوند کے حق کی تعظیم کے ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ مینگنی کو اس لیے پھینکتی کہ اس سے نیک فال لے مبادا کہیں پھر ایسی حالت میں مبتلا ہو جائے ۔

شعبہ کی روایت میں یہ الفاظ منقول ہیں : فَاِذَا كَانَ حَوْلٌ فَمَرَّ كَلْبٌ رَمَتْهُ بِبَعْرَةٍ جب سال گزر جاتا اور پھر کوئی کتا گزرتا تو وہ مینگنی پھینکتی ۔ ظاہری عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مینگنی کا پھینکنا کتے کے گزرنے پر موقوف تھا خواہ کتا تھوڑی مدت کے بعد گزرے یا مدت دراز کے بعد ۔

بعض کہتے ہیں کہ وہ مینگنی کو ہر اس چیز پر پھینک دیتی جو

سامنے آ جاتی خواہ کتا ہوتا یا کچھ اور اس سے وہ ان لوگوں کو جو وہاں موجود ہوتے یہ دکھاتی کہ اس کا سال بھر اس حالت پر قائم رہنا اس مینگنی سے حقیر تر ہے جو اس نے کتے وغیرہ کو ماری ہے ۔

اللہ تعالی نے ان سب باتوں کو اسلام اور اسلامی شریعت کی بدولت وہ شریعت جسے اللہ نے رحمت، حکمت، مصلحت اور نعمت بنایا، باطل قرار دیا ہے ۔ لہٰذا اللہ نے حکمت اور مصلحت کے مطابق خاوند کے مر جانے کی عدت چار ماہ دس دن مقرر کی ۔ کیونکہ عورت کے لیے ایک مقررہ مدت کا ہونا نہایت ضروری امر ہے اور بہترین مدت وہ ہے جس میں بچے کے وجود اور عدم وجود کا علم ہو جائے ۔ اس لیے کہ پہلے چالیس دن تک تو نطفہ ہی ہوتا ہے پھر چالیس دن خون کا لوتھڑا ۔ پھر چالیس دن گوشت کا لوتھڑا ۔ یہ چار ماہ ہوئے، پھر چوتھی حالت میں اس میں روح پھونک دی جاتی ہے اور یہ تخمیناً دس دن ہوتے ہیں تاکہ اگر حمل ہو تو بچے کے حرکت کرنے سے اس کا زندہ ہونا ظاہر ہو جائے ۔

بیاہ شادی کے سلسلے میں عربوں کے وہ طریقے جن کو شریعت نے باطل قرار دیا

عربوں نے زمانۂ جاہلیت میں چند باتوں کو حرام قرار دے دیا تھا، قرآن میں بھی ان کے حرام ہونے کا حکم نازل ہؤا۔ عرب والدہ، بیٹی، خالہ اور پھوپھی سے شادی نہ کیا کرتے تھے ۔ ایک واقعہ کے سوا جس میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ بنی تمیم کے سردار حاجب بن زرارہ نے اپنی بیٹی سے شادی کرلی تھی اور اس سے بچے بھی پیدا ہوئے تھے ۔ اس نے کسریٰ کی بیٹی کے نام پر اس کا نام دختنوس[1] رکھا تھا جب اس نے بیٹی سے شادی کی تو اس نے رجز کے یہ اشعار کہے :

---

۱ ۔ اغانی (۱۱ : ۱۲۷) قاموس اور لسان العرب میں دختنوس کو لقیط بن زرارہ کی بیٹی کہا ہے اور ان اشعار کو بھی لقیط ہی کی طرف

باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۰ پر

يَالَيْتَ سِعْرِي عَنْكِ دَخْتَنُوسُ
إِذَا أَتَاهَا الخَبَرُ المَرْمُوسُ

اے دحنوس کاش مجھے معلوم ہو کہ جب تمھیں یہ پوسیدہ خبر ملے گی تو -

أَتَسْحَبُ الذَّيْلَيْنِ أَمْ تَمِيشُ
لَا بَلْ تَمِيشُ إِنَّهَا عَرُوسُ

کیا تو اپنے دونوں دامن گھسیٹے گی یا مٹک کر چلے گی - نہیں ، وہ تو مٹک کر چلے گی کیونکہ وہ تو دلہن ہے -

عرب بالخصوص قریش قریبی قرابت داری کے احترام کو قائم رکھنے کی غرض سے اس قسم کی شادیوں سے پرہیز کیا کرتے تھے تاکہ زنا کی قسم کی شادیوں سے قریبی قرابت داریوں کی بے حرمتی نہ ہونے پائے اور حمیت میں کمزوری نہ پیدا ہو اور نہ ہی غیرت میں کمی پیدا ہو - عرب پاک شادیوں کے لحاظ سے دنیا بھر میں ممتاز حیثیت رکھتے ہیں - قبیح ترین بات جو بعض عرب کیا کرتے تھے یہ تھی کہ وہ دو بہنوں کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھ لیتے تھے ، ابو جنحہ سعید بن عاصم پہلا شخص ہے جس نے بیک وقت دو بہنوں کو اپنی زوجیت میں رکھا -

---

صفحہ ۳۶۹ کا بقیہ حاشیہ

منسوب کیا ہے - اغانی میں ہے کہ لقیط نے یہ اشعار مرتے وقت کہے تھے اور یہ شعب جبلہ کی جنگ کا واقعہ ہے اور دختنوس عمرو بن عمرو بن عُدُس کے نکاح میں تھی ، اغانی میں یہ شعر یوں منقول ہیں :

يَالَيْتَ شِعْرِي عَنْكِ دَخْتَنُوسُ
إِذَا أَتَاكَ الخَبَرُ الشَمَرْسُوسُ
أَتَحْلِقُ القُرُونَ أَمْ تَمِيشُ
لَا بَلْ تَمِيسُ إِنَّهَا عَرُوسُ

اس نے سعیرہ بن عبداللہ بن عمرو بن مخزوم کی دو بیٹیوں ہند اور صفیہ کو بیک وقت اپنے نکاح میں رکھا مگر اسلام نے اسے باطل قرار دے دیا ۔

ان قبیح باتوں میں سے جو عرب کیا کرتے تھے ایک یہ بھی کہ ایک شخص باپ کے مر جانے پر باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لے لیتا تھا ۔ اس شخص کو عرب ضَیزَن کہا کرتے تھے چنانچہ اوس[1] بن حجر تمیمی نے بھی قیس بن ثعلبہ کے کچھ لوگوں کو جنھوں نے یکے بعد دیگرے اپنے باپ کی بیوی کو اپنے عقد میں لیا تھا (اور یہ تین بھائی تھے) ملامت کرتے ہوئے کہا ہے :

نَبِکْتُوا فُکَیْھَۃَ وَامْشُوْا حَوْلَ قُبَّتِھَا
فَکُلُّکُمْ لِاَبِیْہِ ضَیْزَنٌ سَلِفٌ

فُکیہہ سے مباشرت کرو اس کے خیمہ کے گرد پھرتے رہو کیونکہ تم سب اپنے باپ کے ضیزن بھی ہو اور ہم زلف بھی

عربوں کے یہاں یہ دستور بھی تھا کہ اگر کوئی شخص بیوی چھوڑ کر مر جاتا یا اسے طلاق دے دیتا تو اگر اس کا سب سے بڑا بیٹا اسے اپنے پاس رکھنا چاہتا تو اپنا کپڑا اس کے اوپر پھینک دیتا اور اگر اسے اس کی ضرورت نہ ہوتی تو کوئی اور بھائی نئے مہر کے ساتھ اس سے

---

۱ - اوس بن حجر : اوس بن حجر بنی تمیم کی شاخ بنی نمیر میں سے تھا ۔ اس کا شمار جاہلیت کے فحول الشعرا میں ہوتا ہے ۔ عورتوں سے عشقبازی کرنے کا بڑا دلدادہ تھا ۔ ایک بار رات کے وقت بنی اسد کے علاقے سے گزر رہا تھا کہ اس کی اونٹنی نے اسے نیچے پھینک دیا جس سے اس کی ران کی ہڈی ٹوٹ گئی اور وہ وہیں پڑا رہا ۔ قبیلے کی چار لڑکیاں ادھر سے گزریں ، انھوں نے اوس کو دیکھا ، ان میں سے حلیمہ بنت فضالہ نے جا کر اپنے باپ سے اس کا ذکر کیا ، فضالہ اوس کو اپنے گھر لے گیا اور اس کا علاج کیا ، اس پر اوس نے فضالہ کی مدح میں کئی قصیدے کہے ۔

سادی کر لیا ۔ اللہ تعالی نے اپنے اس فرمان میں اس شادی کو باطل قرار دیا ہے :

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَمَقْتًا وَسَاءَ سَبِيلًا

جن عورتوں سے تمھارے باپوں نے شادی کی ہو ان سے شادی نہ کیا کرو ماسوا ان شادیوں کے جو پہلے ہو چکی ہیں کیونکہ یہ ایک فعل بد ہے اور اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے اور برا طریقہ ہے

جاہلیت میں اس نکاح کو نکاح مقت کہا جاتا تھا اور اس سے جو بچہ پیدا ہوتا اسے مقتی" کہا جاتا اسے مقیت ۔ (جسے لوگ برا سمجھیں اور حقارت سے دیکھیں) - بھی کہا جاتا تھا طبرسی کے بیان کے مطابق اشعث بن قیس اور ولید بن عقبہ کا دادا مُعَیط اسی نکاح سے پیدا ہوئے تھے ۔

ابن قتیبہ کہتا ہے : جو لوگ اپنے باپ کے بعد اس کی بیوی کے مالک بنے بہت سے ہیں ۔ مُرّ کی بیٹی اور تمیم بن مُر کی بہن برّہ ، خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر کی بیوی تھی اس کے بعد اس کا بیٹا کنانہ بن خزیمہ اس کا مالک بنا جس سے عبد مناۃ بن کنانہ کے سوا نضر بن کنانہ اور دوسری اولاد پیدا ہوئی ۔ بنی قضاعہ میں سے حرم بن ریان کی بیٹی ناجیہ سامہ بن لؤی" کی بیوی تھی اور اس سے غالب بن سامہ پیدا ہؤا ۔ پھر سامہ مر گیا اور اس کا بیٹا الحارث بن سامہ باپ کا جانشین بنا ۔ بنی مازن بن صعصعہ میں سے واقدہ عبد مناف کے پاس تھی ، اس سے نوفل اور ابو عمرو پیدا ہوئے ۔ پھر عبد مناف اسے چھوڑ کر مر گیا ، اس کے بعد ہاشم بن عبد مناف اس کا خاوند بنا ، اس سے خالدہ اور ضعیفہ پیدا ہوئیں۔ابان بن کلیب کی بیٹی آمنہ امیہ بن عبد شمس کے پاس تھی جس سے اس کے یہاں اعیاص پیدا ہوئے ۔ پھر امیہ اسے چھوڑ کر مر گیا اور اس کا بیٹا ابو عمرو بن امیہ اس کا مالک بنا ، اس سے اس کے یہاں ابو معیط پیدا ہؤا۔سنان بن ابی حارثہ المری کی بیٹی اور ہرم بن سنان کی بہن

زبان بن سیار بن عمرو الفزاری کی بیوی تھی ، اس کے بعد اس کے بیٹے منظور بن زبان نے اس سے شادی کر لی ، اس سے اس کے یہاں خولہ بنت منظور اور ہاشم بن منظور پیدا ہوئے بعد میں اسی خولہ سے حسن بن علی بن ابی طالب نے شادی کی ۔ اس سے ان کے یہاں الحسن بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنہم پیدا ہوئے ۔ پھر ان کی وفات پر محمد بن طلحہ بن عبید اللہ نے خولہ سے شادی کی ، اس سے ابراہیم بن محمد پیدا ہوا ۔ یہی ابراہیم " الاعرج " کے نام سے مشہور ہے ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ اس قسم کا بیان ختم ہوا ۔

جاہلیت میں عمرو بن معدیکرب نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی سوتیلی سے شادی کر لی تھی ۔ اسی کے متعلق اس نے یہ اشعار کہے تھے :

تَقُولُ[1] حَلِيلَتِي لَمَّا قَلَتْنِي
شَرَائِجُ بَيْنَ كُدْرِيٍّ و جَوْنِ

جب میری بیوی مجھ سے بغض رکھنے لگی تو کہنے لگی کہ (میرے بال) دو رنگ کے ہیں کچھ مٹیالے ہیں اور کچھ سیاہ

---

۱ - الوسی نے یہ شعر اسی طرح دیا ہے مگر آگے چل کر ان اشعار کی تشریح کرتے ہوئے ابن درید کی جمہرہ کا حوالہ دیا ہے اور لکھا ہے کہ ابن درید نے یہی شعر بطور استشہاد پیش کیا ۔ مگر درحقیقت ابن درید نے جمہرہ میں یوں دیا ہے (جمہرۃ اللغۃ : ۲ : ۷۸) وکل لونین إجتمعا فہما شریجان.. وقال الاخر فی اللونین ہو عمرو بن معدیکرب الزبیدی :

تقول حليلتي لمّا رأته
شريجاً بين مبيضٍّ وجون
دراه كالثغام يُعَلّ مِسْكاً
يَسُوءُ الفاليات إذا فَلَيْنِي
فأُقسم لو جعلتِ عليَّ نذراً
بطعنة فارسٍ لقضيتُ دَيْني

باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۴ پر

۱ تَرَاہُ کَالثَّغَامِ یُعَلُّ مِسْکًا
یَسُوْءُ الفَالِیَاتِ اِذَا فَلَیْنَنِی

صفحہ ۳۷۳ کا بقیہ حاشیہ

ابن درید کی روایت :

تقول حلیلتی لما رأتہ
شریجاً بَیْنَ مبیض وجَون

واضح روایت ہے جس سے شعر کے معنی بھی واضح ہو جاتے ہیں ۔ یعنی بیوی اپنے بالوں کو سفید و سیاہ دیکھ کر یوں کہہ رہی ہے ۔ الوسی کی روایت میں لماقلتنی اور شرائج میں باہمی ربط بہت تکلف سے پیدا ہوتا ہے ۔ لسان العرب (ما د ہ س ر ج) میں دوسرا مصراع کسی اور شعر کے ساتھ آیا ہے چنانچہ لکھے ہیں : والشریحان لونان مختلفان من کل شئی وقال ابن الاعرابی : ھما مختلطان عمر السواد و البیاض ۔ ویقال لیخشّی بیری البرد شریحان احدھما احضر و الاخر ابیض او أحمر وقال فی صفہ القطا

سَقَتْہُ بِوُرُوْدِہٖ فُرّاط شِرْبٍ
سَرَائج بَیْنَ کُدْرِیٍّ وَ جَوْنٍ

۱ ۔ ثغام : یہ ایک پہاڑی بوٹی ہے جو سوکھ جانے پر سفید ہو جاتی ہے اور سفید بالوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے ۔ اسے فارسی میں " درمنہ سپید " کہتے ہیں ۔ لسان العرب (مادہ ف ل ی) میں ہے : وفلیت رأسہ من القمل ۔ والنساء یقال لھن الفالیات و الفوالی ۔ قال عمرو بن معدیکرب :

تراہ کالثغام یُعَلُّ مِسکا
یَسُوء الفالیات اذا فَلَیْنِی

اَرَادَ فَلَیْنَنِی ہو بیں محذف احدا ھما استثقالاً للجمع بینھما ۔

باقی حاشیہ صفحہ ۳۷۵ پر

تو ان (بالوں کو) درمنہ سپید (بوٹی) کی طرح دیکھتا ہے ۔ انھیں بار بار کستوری لگائی جاتی ہے اور جب جوئیں نکالنے والیاں میرے بالوں سے جوئیں نکالنے لگتی ہیں تو (ان بالوں کو سفید دیکھ کر) وہ غمناک ہو جاتی ہیں

۲فَزَيْنُكِ فِيْ شَرِيْطِكِ أُمَّ عَمْرٍو
وَسَابِغَةٌ وَذُوالنُّونَيْنِ زَيْنِيْ

صفحہ ۳۷۴ کا بقیہ حاشیہ

قال الأخفش حذف النون الأخيرة لأن هده النون وقاية للفعل و ليست باسم فاما النون الأولى فلايجور طرحها لأنها الاسم المضمر و قال ابو حيه النميرى :

أبِالمَوتِ الذى "لابُدّ" أنّي
مُلاقٍ لا أبَاكِ تُخَوِّفِيْنِيْ

اراد تُخَوِّفِيْنَنِيْ فحذف و على هذا قرأ بعض القُرّاء " فَبِمَ تُبَشِّرُوْنِ " فأذهب احدى النونين استثقالا

۲ - یہ شعر لسان العرب میں یوں ہے (لسان مادہ " نون ")

فَرَيْنُكِ فِي الشَّرِيطِ إذا التَقَيْنَا
و ذُوالنُّونَيْنِ يَومَ الحرب زَيْنِيْ

لسان العرب میں فَرَيْنُكِ غلط چھپا ہے اسے فَزَيْنُكِ پڑھیں ۔ پھر مادہ ش ر ط میں یہ شعر یوں ہے

فَزَيْنُكِ فِي الشريط اذا التقينا
وسَابغةٌ و ذو النُونَين زَيْنِيْ

اور تشریح یوں کی ہے : والشريط : العتيدة للنساء تضع فيها طيبها و قيل : هى عتيدة الطيب و قيل : العيبه حكاه ابن الاعرابي و به فُسِّر قول عمرو بن معدىكرب.. يقول : زَيْنُك الطيب الذى فى العتيدة او الثياب التى فى العيبه و زينى أنا السلاح و عنى بذى النونين السيف كما سماه بعضهم ذا الحيات

اے ام عمرو تمھاری زینت کا سامان تمھارے کپڑوں کے پٹارے میں ہے اور کامل زرہ اور دو دھاری تلوار میری زیست ہے

فَلَوْ شَمَّرْنَ[1] ثُمَّ عَدَوْنَ رَهْواً[2]
بِكُلِّ مُدَجَّجٍ لَعَرَفْتَ لَوْنِي

[۲:۵۴] اگر وہ (گھوڑیاں) تیزی سے چلتیں ، پھر مسلّح سواروں کو لے کر ایک دوسرے کے پیچھے دوڑتیں تو تو میرا رنگ پہچان جاتی

إِذَا مَا قُلْتُ إِنَّ عَلَيَّ دَيْناً
بِطَعْنَةِ فَارِسٍ قَضَّيْتُ دَيْنِي

جب میں یہ کہوں کہ کسی گھوڑ سوار کو نیزے کا زخم لگانے کا مجھ پر قرض ہے تو میں پھر اپنا قرض ادا کر دیتا ہوں

[3]لَقَعْقَعَةُ اللِّجَامِ بِرَأْسِ طِرْفٍ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَنْكِحِينِي

اصیل گھوڑے کے سر پر لگام کی آواز مجھے زیادہ محبوب ہے بہ نسبت اس کے کہ تو مجھ سے نکاح کرے

أَخَافُ إِذَا هَبَطْنَ بِنَا خَبَاراً
وَجَدَّ الرَّكْضُ أَنْ لَا تَحْمِلِينِي

مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ جب یہ نرم زمین میں اتریں گی اور ہم تیزی سے دوڑیں گے تو تو مجھے نہ اٹھا سکے گی

---

۱ - شَمَّرَ : تیزی سے گزر جانا ۔
۲ - رهو : لسان العرب میں ہے : الرهو : السریع ..وجاءت الخیل و الابل رهواً ای ساکنه و قیل متتابعه اور یہاں یہی معنی مراد ہیں ۔
۳ - ابن درید (مادہ صَلَّ) نے جمہرہ میں یہ شعر یوں لکھا ہے :
لَصَلْصَلَةُ اللِّجَامِ بِرَأْسِ طِرْفٍ
أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ تَنْكِحِينِي

فَلَولا إِخْوَتِي وَبُنَيَّ مِنْهَا
مَلأْتُ لَهَا بِذِي شُطَبٍ يَمِينِي

اگر اس سے میرے بھائی اور بیٹے نہ ہوتے تو میں نقوش والی تلوار لے کر دائیں ہاتھ سے ایک بھرپور وار کرتا

حلیلہ : بیوی ۔ وَقَلَتْنِي[1] : قلی سے ہے جس کے معنی بغض کے ہیں اور شرائج[2] جمع شُرَیج کی اور شُرَیج کی شین معجمہ پر پیش اور آخر میں جیم ہے جس کے معنی قِسم اور نوع کے ہیں ۔ ابن درید جمہرہ میں کہتا ہے کہ ہر دو مختلف رنگ شُریجان کہلاتے ہیں اور اس نے (بطور گواہ کے) یہی[3] شعر پیش کیا ہے ۔ اور اس کے بن کدری و جُون کہنے سے مطلب یہ ہے کہ کچھ رنگ خاکستری ہیں اور کچھ سیاہ ۔ کُدری

---

۱ ۔ میں نے اوپر ذکر کر دیا ہے کہ قلتنی پڑھنے سے معنی میں تکلف کرنا پڑتا ہے ۔ میرے خیال میں یہ لفظ رَأَتْنِي کا محرّف ہے چنانچہ لسان مادہ جون میں یہ شعر یوں دیا ہے :

تَقُولُ حَلِيلَتِي لَمَّا رَأَتْنِي
شَرِيجاً بَيْنَ مُبْيَضٍّ وَجَوْنِ

لسان العرب میں شَرِيحاً حاء مہملہ کے ساتھ چھپا ہے ، اسے شریجا جیم معجمہ کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ میں نے لکھ دیا ہے ۔

۲ ۔ شرائج کسی قانون کے مطابق بھی شُرَیج بضم الشین کی جمع نہیں ہو سکتی ۔ شرائج شریجة کی جمع ہے ۔ الوسی نے ابن درید کے الفاظ یوں نقل کیے ہیں حالانکہ ابن درید کے الفاظ یہ ہیں کل لونین اجتمعا فهما شريحان مگر لسان العرب میں ہے : الشَّرِيجَان لونان مختلفان من كل شئ مزيد برآں سب نے شریج شین کی فتحہ کے ساتھ دیا ہے بضم الشین کہنا غلط ہے ۔

۳ ۔ میں اس سے پہلے ابن درید کا صحیح شعر لکھ چکا ہوں ۔

منسوب ہے کُندرہ کی طرف اور جُون ۔ جیم[1] پر پیش جو نۃ کی جمع ہے ۔ اور یہ جَون بالفتح کا مصدر ہے اور یہ لفظ اضداد میں سے ہے ۔ سفید کے معنی میں بھی آتا ہے اور سیاہ کے معنی میں بھی ، اس کے دراہ کالثغام الخ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بیوی اپنے بالوں کو ثغام کی طرح دیکھتی ہے ۔ ثغام ایک بوٹی ہے جس کی کلیاں سفید ہوتی ہیں ، سفید بالوں کو اس کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے ، اور عَلَلْتُہٗ ماء عَلَلاً از باب طَلَب (یَطْلُبُ) میں ہے اسے دوسری بار پلایا اور عَلّ اور مضارع یَعِلُّ از باب ضَرَبَ (یَضْرِبُ) کے معنی پینے کے ہیں ۔ الاعلم کہتا ہے کہ تُعَلّ کے معنی یہاں یہ ہیں کہ تھوڑی تھوڑی کرکے خوشبو لگائی جاتی ہے ۔ عَلَل کے حقیقی معنی ہیں ایک بار پینے کے بعد پھر پینا مگر یہ معنی یہاں[2] مناسب نہیں ۔

اور فالیات جمع ہے فالیہ کی ۔ وہ عورت جو بالوں میں سے جوئیں نکالے ۔رہا اس کا فزیبک فی شریطک الخ کہنا تو یہاں وہ بیوی سے خطاب کر رہا ہے ، اُم عمرو منادیٰ ہے ، زین (ربب) ضد ہے ۔ شین (عیب) کی اور شَرِیط چھوٹے پٹارے کو کہتے ہیں ۔ عیبہ ۔ عین کی زبر کے ساتھ وہ پٹارا جس میں کپڑے رکھے جاتے ہیں (جامہ دان) اور سابغہ کے معنی وسیع اور لمبی زرہ کے ہیں ۔ ذوالنون کے معنی تلوار کے ہیں ۔ نون دھار کو کہتے ہیں ۔ فلوسمرن ثم عدون الخ کہنے سے اس کی مراد جوئیں نکالنے

---

۱ - جون : الوسی کا بضم الجیم کہنا سراسر غلط ہے پھر الوسی نے اسے جُونہ کی جمع بتایا ہے یہ بھی غلط ہے جُونہ کے معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے ، اس کی جمع بھی جُوَن آتی ہے ۔ جَوْن کی جیم پر زبر ہے اور اس کی جمع جُون بالضم آتی ہے لسان میں اس کی مثال وَرْد اور وُرْد دی ہے ۔ اس جگہ مفرد یعنی جَون بفتح الجیم ہی مراد ہے ۔

۲ - حقیقی معنی بار بار پانی پینے کے ہی ہیں مگر یہاں یہ لفظ استعارے کے طور پر کستوری کے لیے استعمال کیا گیا ہے ۔

والی عورتوں سے ہے ۔ شَمَّرَ إزارَہ' تشمیراً کے معنی ہیں اس نے تہمد کو اونچا کر لیا اور رہو : نرم رفتار اور مُدَجَّج ۔ دو حصوں کے ساتھ ۔ اسم[1] مفعول کی صورت میں وہ شخص جس نے آلات حرب اور اسلحہ پہن رکھا ہو ۔ رہا اس کا اذا ماقلت الخ کہنا تو دونوں جگہ پر تاء پر پیش ہے اور طرف ۔ زیر کے ساتھ ۔ اصیل گھوڑا ۔ اور خبار ۔ خاء معجمہ اور اس کے بعد (باء) موحدہ ہے ۔ نرم زمین ۔ ذوشطب کے معنی تلوار ہیں ، شطب ان لکیروں کو کہتے ہیں جو تلوار کی سطح پر ہوں ، شُطَب کا مفرد شُطبہ ہے ۔ ہم نے ان الفاظ کے مشکل ہونے کی وجہ سے ان کی تشریح کر دی ہے ۔

اسی سلسلے میں عربوں کی ان عادات کا بیان جن کو شریعت نے باطل قرار دیا

[۲:۵۵] عرب عورت کو طلاق دیتے اور جب عدت کا زمانہ گزرنے کے قریب ہوتا تو رجوع کر لیتے مگر اس لیے نہیں کہ انھیں اس عورت کی ضرورت ہے یا اس سے محبت ہے بلکہ اس سے ان کا مقصد یہ ہوتا کہ عدت کو اور لمبا کر دیا جائے تاکہ انتظار کی مدت وسیع ہو جانے کے باعث وہ دکھ میں مبتلا رہیں ۔

یوں بھی ہوتا کہ کوئی شخص اپنی بیوی کو طلاق دیتا یا کسی سے شادی کرتا یا (غلام کو) آزاد کرتا اور پھر کہتا کہ میں تو ہنس رہا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان باتوں کو باطل قرار دیا ہے اور اس امر کا رد ان الفاظ میں کیا ہے ۔

---

۱ ۔ بلکہ اسم مفعول اور اسم فاعل یعنی مُدَجَّج اور مُدَجِّج دونوں طرح آتا ہے ۔ چنانچہ لسان العرب میں ہے : المُدَجَّج و المُدَجِّج ، المُتَدَجِّج فی سلاحہ و یقال : الفارس الذی قد تدجج فی شکتہ ، ای شاک السلاح قال : ای دخل فی سلاحہ کانّہ تغطّی بہ ،

وَ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَأَمْسِكُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ أَوْ سَرِّحُوهُنَّ بِمَعْرُوفٍ وَلَا تُمْسِكُوهُنَّ ضِرَارًا لِتَعْتَدُوا وَ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهُ (سورہ بقرہ : ۲۳۱)

جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو (اور پھر رجوع کرو) تو یا تو اچھے طریقے سے ان کو اپنے پاس روکے رکھو یا اچھے طریقے سے انھیں کھلا چھوڑ دو ۔ دکھ دینے کی غرض سے انھیں اپنے پاس نہ روکے رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو اور جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے

حدیث میں ہے :

ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَهَزْلُهُنَّ جِدٌّ النِّكَاحُ وَالطَّلَاقُ وَالرَّجْعَةُ

تین چیزیں ہیں خواہ وہ سنجیدگی میں کی جائیں خواہ ہنسی میں وہ سنجیدگی ہی سمجھی جائیں گی اور وہ یہ ہیں نکاح ، طلاق اور رجوع

ان میں سے ایک بات یہ تھی کہ وہ اپنی عورتوں کو عدت گزر جانے کے بعد بھی اپنی مرضی کے خاوند سے شادی کرنے سے روکا کرتے تھے ، یہ ان کی جاہلی حمیت کی وجہ سے تھا ۔ جیسا کہ بالعموم وہ لوگ کرتے ہیں جو بادشاہوں کی طرح کے ہوتے ہیں اس لیے کہ انھیں اس بات سے غیرت آتی ہے کہ وہ عورت جو ان کی بیوی رہی ہو کسی اور کی بیوی بن جائے ۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ دنیا کی جو حکومت وہ حاصل کر چکے ہوتے ہیں ۔ نیز اس نخوت اور تکبر کی وجہ سے جو ان میں پیدا ہو چکا ہوتا ہے ۔ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ بنی آدم کی جنس سے باہر ہیں ۔ سوا ان لوگوں کے جنھیں اللہ تعالیٰ پرہیزگاری اور تواضع کی بدولت بچائے رکھے اللہ تعالیٰ نے اسے بھی باطل قرار دیا ہے اور ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے چنانچہ فرمایا :

وَ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَاءَ فَبَلَغْنَ أَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوهُنَّ أَنْ يَنْكِحْنَ أَزْوَاجَهُنَّ إِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ذَلِكَ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللهِ وَ الْيَوْمِ

الاخِرِ ذٰلِکُمْ اَزْکٰی لَکُمْ وَاَطْھَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ بقر : ۲۳۲)

جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور وہ اپنی عدت کی پوری مدت تک پہنچ جائیں تو جب وہ اچھے طریقے سے باہم راضی ہو جائیں تو انھیں اپنے (آئندہ) خاوندوں سے شادی کرنے سے مت روکو یہ نصیحت ان لوگوں کو کی جاتی ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں - یہی بات تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ اور زیادہ طاہر ہے - (اس بات کو) اللہ جانتا ہے ، تم نہیں جانتے

ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب ان میں سے کوئی شخص مر جاتا تو اس کے ولی اس کی بیوی کے زیادہ حقدار ہوتے - اگر ان میں سے کوئی اس عورت سے نکاح کرنا چاہتا تو خود کر لیتا اور اگر وہ ولی چاہتے تو اس عورت کی کسی کے ساتھ شادی کر دیتے اور اگر وہ نہ چاہتے تو نہ کرتے - غرضیکہ وہی لوگ اس عورت کے گھر والوں کے مقابلہ میں زیادہ حقدار ہوتے - اللہ تعالٰی نے اس سے منع کرتے ہوئے یوں فرمایا :

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَحِلُّ لَکُمْ اَنْ تَرِثُوْا النِّسَآءَ کَرْھًا وَلَا تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْھَبُوْا بِبَعْضِ مَآاٰتَیْتُمُوْھُنَّ (سورہ نساء : ۱۹)

مسلمانو ! تمھارے لیے عورتوں کا زبردستی وارث بن جانا جائز نہیں اور نہ ہی یہ جائز ہے کہ تم ان کو (شادی کرنے سے) روکے رکھو تاکہ تم اس مال کا کچھ حصہ لے لو جو تم نے ان کو دیا ہے

یعنی یہ کہ تم ان کا ورثہ خود لے لو یا یہ کہ جب تم انھیں نکاح کرنے کی اجازت دے دو تو وہ اپنا مہر تمھیں دے دیں -

ابن عباس اس آیت کے نازل ہونے کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ (جاہلیت میں) ایک شخص اپنے قرابت دار کی بیوی کا وارث بنتا اور پھر اسے نکاح نہ کرنے دیتا تاآنکہ وہ مر جاتی یا اپنا مہر اسے دے دیتی -

ایک روایت میں ہے : اگر وہ خوبصورت ہوتی تو اس سے شادی کر لیتا اور اگر بدصورت ہوتی تو اسے تمام دیے رکھتا تا آنکہ وہ مر جاتی اور پھر اس کا وارث بن جاتا ۔

[۵٦:۲] اس آیت کا ماحصل یہ ہے کہ تمھارے لیے یہ جائز نہیں کہ تم عورتوں کو وراثت کے طور پر لے لو ، پھر تم یہ خیال کر لو کہ اوروں کے مقابلے میں تم ان کے زیادہ حقدار ہو اور پھر انھیں اپنے پاس روکے رکھو ۔

ان کے علاوہ عربوں میں اور بھی ناپسندیدہ امور پائے جاتے تھے جن کا ذکر حدیث اور تفسیر کی کتابوں میں آیا ہے ۔

جاھلیت میں عربوں اور دیگر قدیم قوموں کی جنگوں کا بیان

یاد رکھیں کہ جنگیں اور لڑائی کی مختلف قسمیں ابتدائے آفرینش سے واقع ہوتی رہی ہیں ۔ ان سب کی اصل یہ تھی کہ بعض نے بعض سے بدلہ لینا چاہا اور ہر ایک کے طرف داروں نے اس کی طرفداری کی ، لہٰذا جب وہ ایک دوسرے کو جنگ کی دھمکی دیتے اور دونوں آمنے سامنے آ کر کھڑے ہو جاتے ۔ ایک انتقام لینا چاہتا اور دوسرا مدافعت کرتا ، تو جنگ چھڑ جاتی ۔ اس بات کا انسانوں میں ہونا ایک طبعی امر ہے ، اس سے نہ کوئی قوم خالی ہے نہ کوئی نسل ، اس انتقام کا سبب بالعموم یا تو غیرت اور رقابت ہوتی یا ظلم یا اللہ اور اس کے دین کی خاطر جوش یا حکومت اور اس کے قائم کرنے کا ولولہ ۔ پہلی قسم کی جنگ اکثر و بیشتر آس پاس یا آمنے سامنے رہنے والے قبائل میں واقع ہوتی اور دوسری قسم یعنی ظلم و تعدی کی جنگ بالعموم ان وحشی قوموں میں واقع ہوتی جو چٹیل میدانوں کے رہنے والے ہوتے مثلاً عرب ، ترک ، ترکمان ، کُرد اور اسی قسم کے دوسرے لوگ کیونکہ انھوں نے اپنی روزی اپنے تیروں میں اور اپنی معاش ان چیزوں پر منحصر کر رکھی ہوتی ہے ، جو اوروں کی

ملکیت ہو اور جو بھی اپنے مال متاع کی حفاظت کی غرض سے ان کی راہ روکتا تو یہ لوگ اس کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے ۔ اس کے علاوہ ان کی کوئی اور غرض نہ ہوتی ، نہ کسی مرتبے کے حاصل کرنے کی خواہش ہوتی اور نہ حکومت کی ، ان کا مطمح نظر صرف یہ ہوتا کہ جو کچھ مال لوگوں کے پاس ہے اسے چھین لیں ۔ تیسری قسم کو شریعت میں جہاد کا نام دیا گیا ہے ، چوتھی قسم کی جنگ وہ جنگ ہے جو حکومتیں ان لوگوں سے کرتی ہیں جو ان سے بغاوت کریں اور لوگوں کو ان کی اطاعت کرنے سے روکیں ۔ جنگ کی یہی چار قسمیں ہیں پہلی دو قسمیں تو ظلم اور فساد کی جنگیں ہیں اور دوسری دو جہاد اور عدل کی ۔

ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک مخلوق میں جتنی جنگیں بھی ہوئی ہیں ۔ دو قسم کی ہیں ۔ اول بطریق زحف جس میں جنگ جو فوج صف بندی کے بعد مخالف پر دفعۃً ٹوٹ پڑتی ۔ دوسری یہ کہ حملہ مردانہ حملہ آور بار بار دشمن پر حملہ کرتے ہیں ۔ پھر ان میں سے نکل کر اپنی فوج یا مقرر جائے پناہ پر آ جاتے ہیں ۔ پہلا عجمیوں کی جنگ کا طریقہ تھا حالانکہ ان کی کئی نسلیں گزر گئی ہیں ، (مگر پھر بھی وہی طریقہ چلا آ رہا ہے) ، کر و فر کا طریقہ عربوں کا اور اہل مغرب (افریقہ) میں سے بربروں کا طریقہ ہے ۔ صفیں باندھ کر حملہ کرنے کا طریقہ کر و فر کی جنگ کے مقابلے میں زیادہ قابل وثوق اور زیادہ سخت ہوتا ہے اس کی وجہ یہ ہے زحف کی جنگ میں صفوں کو ترتیب دی جاتی ہے اور ان کو ایسا سیدھا رکھا جاتا ہے جس طرح تیروں کو یا جس طرح نماز کی صفوں کو برابر کیا جاتا ہے ، وہ صفوں کو لے کر آگے بڑھتے جاتے ہیں ، یہی [۲:۵۷]وجہ ہے کہ میدان جنگ میں یہ طریقہ زیادہ مضبوط اور زیادہ دلیرانہ ہوتا ہے ، اس طریقے سے دشمن کو زیادہ خوفزدہ کر سکتے ہیں کیونکہ یہ صورت ایک لمبی دیوار اور مستحکم قلعہ کا حکم رکھتی ہے ، جسے راستے سے ہٹانے کی امید نہیں کی جا سکتی قرآن مجید میں ہے :

إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِهِ صَفًّا
كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَرْصُوصٌ

اللہ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو اس کی راہ میں ساتھ ساتھ ملا کر بنائی ہوئی مضبوط دیوار کی طرح صفیں بنا کر لڑتے ہیں

مراد یہ ہے کہ یہ لوگ ثابت قدم رہ کر ایک دوسرے کو تقویت دیتے ہیں اور حدیث شریف میں ہے :

اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ یَشُدُّ بَعْضُہٗ بَعْضاً

ایک مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے اس عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصہ کو مضبوط کرتا ہو

یہیں سے تمہیں اس حکمت کا پتا چل جائے گا کہ زحف کی جنگ میں ثابت قدم رہنا کیوں فرض قرار دیا گیا اور پیٹھ دے جانا کیوں حرام قرار دیا گیا ہے ، اس لیے کہ جنگ کے اندر صفیں بنانے کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ نظام قائم رکھا جائے جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں لہٰذا جس نے دشمن کے سامنے سے منہ پھیرا اس نے صف آرائی میں خلل اندازی کی ۔ اگر شکست ہو گئی تو ہزیمت کا گناہ اپنے سر لیا ، اس کی مثال ایسی ہو گئی جیسے صرف یہی شخص شکست کا سبب ہؤا ہے اور اسی نے دشمن کو ان پر قدرت دلائی ہے ، لہٰذا یہ بہت بڑا گناہ ہؤا کیونکہ اس کی خرابی عام ہوگی ، دین کی دیوار پھاڑ کر اس کا اثر دور تک جا پڑے گا لہٰذا اسے کبائر میں شمار کیا گیا ۔

مذکورہ بالا دلائل سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ زحف کی جنگ شارع علیہ السلام کے نزدیک زیادہ سخت ہے ۔ رہی کرّ و فر کی جنگ تو اس میں نہ زحف کی جنگ کی سی شدت ہوتی ہے اور نہ ہی شکست کے خطرے سے بے خوفی ہوتی ہے ، البتہ کبھی کبھی جنگجو فوج اپنے پیچھے ایک پکی صف بنا لیتی تھی ، جہاں آ کر وہ کر و فر کی جنگ میں پناہ لیا کرتے تھے ، یہ ان کے لیے زحف کی جنگ کے قائم مقام ہوتی ہے جیسا کہ ہم بعد میں ذکر کریں گے ۔

مزید برآں وہ قدیم سلطنتیں جن کے پاس کثیر التعداد فوجیں ہوتیں اور وسیع ملک ہوتے وہ اپنے لشکر اور فوج کو کئی قسموں میں تقسیم کر

دیتیں جنھیں وہ دستے کہتے پھر ہر دستے میں کئی صفیں بناتے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ چونکہ ان کی فوجیں بہت ہی زیادہ کثیرالتعداد ہوتیں اور انھیں دور دراز سے جمع کرکے لایا گیا ہوتا لہٰذا جب وہ میدان جنگ میں آپس میں مل جاتیں اور دشمن کے ساتھ نیزہ زنی اور تیغ زنی کا معرکہ ہوتا تو وہ ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتی تھیں۔ ایک دوسرے سے ناواقف ہونے کی وجہ سے اس بات کا ڈر ہوتا کہ کہیں وہ آپس ہی میں ایک دوسرے کو دھکیلنے نہ لگ جائیں ، اسی وجہ سے تو وہ اپنی فوجوں کو گروہوں میں تقسیم کرتے اور ہر حصہ فوج میں ایسے لوگ رکھتے جو ایک دوسرے کو پہچانتے ہوتے۔ انھیں طبعی ترتیب پر چاروں جہتوں میں مرتب کرتے اور تمام افواج کا سردار خواہ بادشاہ ہو خواہ سپہ سالار " قلب " میں ہوتا۔ اس ترتیب کو تعبیہ کہا جاتا۔ فارس اور روم اور [۵۸:۲] ابتدائی اسلام کے دو عہدوں کی تاریخ میں اس کا ذکر آیا ہے ، چنانچہ بادشاہ کے سامنے الگ صفوں میں ایک ایسی فوج رکھتے جس کا سپہ سالار ، جھنڈا اور شعار بالکل جدا ہوتا ، اسے مقدمہ کہا جاتا۔ بادشاہ کے موقف کی دائیں جانب ایک اور فوج اسی طرز کی ہوتی ، جس کا نام میمنہ ہوتا۔ پھر اسی طرح کی ایک اور فوج بائیں جانب ہوتی جسے میسرہ کہا جاتا۔ پھر اس لشکر کے پیچھے ایک اور فوج ہوتی جسے ساقہ کہا جاتا ، بادشاہ مع خواص سلطنت کے ان چاروں کے درمیان کھڑا ہوتا اس کے موقف کو " قلب " کہا جاتا۔ جب یہ مضبوط ترتیب مکمل ہو جاتی خواہ اتنی دور کہ نگاہ وہاں تک پہنچ سکے یا بہت دور مسافت پر اور یہ دونوں فوجوں کے درمیاں زیادہ سے زیادہ ایک دن یا دو دن کی مسافت ہوتی۔ یا قلت و کثرت کے اعتبار سے جیسا بھی فوج کا حال ہوتا۔ اس ترتیب اور نظم کے بعد حملہ کیا جاتا۔

مذکورہ بالا طریقے کے لیے فتوحات اور مشرق میں اموی اور عباسی عہد کی تاریخ پر نظر دوڑائیں اور غور کریں کہ عبدالملک کے عہد میں فوجیں تیاری کرنے میں دور کی مسافت کی وجہ سے کوچ کرتے وقت کس طرح پیچھے رہ جاتی تھیں لہٰذا اس بات کی ضرورت محسوس ہوئی کہ کوئی

انھیں پیچھے سے دھکیلے اس نے اس کام کے لیے حجاج بن یوسف کو مقرر کیا ۔ اموی دور میں اس قسم کی ترتیب بکثرت پائی جاتی ہے مگر آج کل یہ ترتیب غیر معروف ہے کیونکہ ہم نے صرف ان سلطنتوں کو دیکھا ہے جن کی فوجیں کم ہیں اور جو اس قدر نہیں ہوتیں کہ میدان جنگ میں پہنچ کر ایک دوسرے کو پہچان نہ سکیں ، بلکہ دونوں گروہوں کی بیشتر افواج ہمارے یہاں کے ایک محلے یا شہر میں سما سکتی ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مد مقابل کو پہچانتا بھی ہے اور جہاں گھمسان کا رن پڑ رہا ہو وہاں اسے اس کے نام اور لقب سے پکارتا ہے ، لٰہذا انھیں اس تعبیہ کی ضرورت نہ رہی ۔

جنگ میں کرّوفرّ کے طرز پر لڑنے والوں کے طریقوں میں سے

ایک طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے تمام لشکر کی پشت پر بے جان چیزوں اور بے زبان جانوروں کی صفیں بنا دیتے، جسے وہ گھوڑ سوار فوج کے لیے کروفر میں پناہ گاہ بناتے ۔ اس سے ان کا مقصد سپاہیوں کو ثابت قدم رکھنا ہوتا تاکہ یہ جنگ کے نزدیک تر اور غلبے کے قریب تر رہیں ۔ بعض اوقات وہ قومیں جو بطریق زحف جنگ کرتی ہیں وہ بھی ایسا ہی کرتی ہیں تا کہ اس سے ان کی ثابت قدمی اور قوت میں اضافہ ہو ۔ چنانچہ ایرانی باوجود اس کے کہ ان کی جنگیں زحف کے طریقے پر ہوتی تھیں جنگوں میں ہاتھیوں کو استعمال کرتے تھے اور ان کے اوپر محلوں کی طرح چوبی برج لاد دیتے تھے ۔ ان برجوں میں جنگی بہادر ، اسلحہ اور جھنڈیاں ہوتی تھیں ۔ گھمسان کی جنگ میں وہ انھیں اپنی صفوں کے پیچھے رکھتے تھے ، [۲ : ۵۹] یہ انھیں قلعوں کا کام دیتے ۔ اس سے ان کو قوت حاصل ہوتی اور ان کا اعتماد بڑھ جاتا ۔ ذرا غور کریں کہ قادسیہ کی جنگ میں کیا ہؤا ۔ ایرانیوں نے تیسرے دن ان ہاتھیوں کے ساتھ مسلمانوں پر ہلّہ بول دیا ۔ یہاں تک کہ دلیرانِ عرب بھی آگے

بڑھے اور ہاتھیوں کے اندر گھس گئے اور پھر انھوں نے ان ہاتھیوں کی سونڈوں کو کاٹ کر رکھ دیا جس سے ہاتھی بھاگ اٹھے اور مدائن کا رخ کرتے ہوئے اپنے اصطبلوں کو واپس لوٹ گئے ۔ ایرانی لشکر کو اس سے سخت نقصان پہنچا اور چوتھے دن انھیں فاش شکست ہو گئی ۔

رہے روسی ، اندلس کے سلاطین ، قوط (گاتھ) اور بیشتر ایرانی تو ان کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اس کے لیے بہت سے تخت بنائے تھے پھر بادشاہ کا تخت میدان جنگ میں بچھا دیتے تھے ۔ اس تخت کے ارد گرد وہ نوکر چاکر اور فوج ہوتی جنھوں نے بادشاہ کی خاطر جان کی بازی لگا رکھی ہوتی تھی ۔ تخت کے چاروں کونوں میں جھنڈیاں بلند کر دی جاتیں ، اس کے بعد تیر اندازوں اور پیادوں کی ایک اور باڑ اس تخت کو گھیرے ہوئے ہوتی جس سے تخت عظیم الہیکل دکھائی دیتا اور بھاگ دوڑ اور لڑائی کے وقت جنگ آوروں کے لیے لوٹنے کی جگہ اور پناہ گاہ کا کام دیتا ۔ قادسیہ کی جنگوں میں ایرانیوں نے یہی طریقہ اختیار کیا تھا اور رستم ایک تخت پر بیٹھا تھا جو خاص اس کے لیے وہاں رکھا گیا تھا یہاں تک کہ ایرانیوں کی فوج کی صفیں درہم برہم ہو گئیں اور عرب رستم کے تخت کے اندر گھس گئے اس پر رستم فرات کی طرف بھاگا اور قتل کر دیا گیا ۔

اب لیجیے ان عربوں کو اور ان بدوی خانہ بدوش قوموں کی اکثریت کو جو کروفر کے طریقے پر جنگ کرتی تھیں تو یہ لوگ اپنے اونٹوں اور ان جانوروں کی جن پر ان کی عورتیں سوار ہوتیں اپنے پیچھے صف بنا لیتے یہ جانور ان کے لیے دستۂ فوج کا کام دیتے ، عرب اس صف پناہ کو اپنی اصطلاح میں مجبوذہ کہتے تھے ۔ ہر قوم اپنی جنگوں میں یہی کرتی اور حملہ کرتے وقت اسے زیادہ قابل اعتماد سمجھتی اور اچانک حملے اور شکست سے بے خوف رہتی ، جیسا کہ ہم مشاہدہ کر چکے ہیں ۔ ہمارے زمانے کی سلطنتوں نے اسے بالکل ہی چھوڑ دیا ہے اور اس کی جگہ انھوں نے ان جانوروں کو رکھا ہوتا ہے جو ان کا ساماں اور خیمے اٹھاتے ہیں ۔ یہ لوگ ان چیزوں کو اپنے پیچھے بطور ساقہ کے رکھتے

ہیں مگر یہ ساقہ وہ کام نہیں دے سکتا جو ہاتھی یا اونٹ دے سکتے ہیں - یہی وجہ ہے کہ فوجوں کو اکثر شکست کھانی پڑتی ہے اور انھیں میدان جنگ سے بھاگنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے -

ابتدائے اسلام میں تمام لڑائیاں صف آرائی (کے طریقے) سے لڑی گئیں ، عرب صرف جھکائی دے کر لڑنے کے عادی تھے لیکن مسلمانوں کو ابتدائی عہد میں دو باتوں نے ایسا کرنے پر مجبور کیا - ایک یہ کہ ان کے دشمن بطریق زحف جنگ کرتے تھے لہٰذا انھیں بھی مجبوراً اسی طریقے پر جنگ کرنی پڑی دوسرے یہ کہ چونکہ انھیں صبر کی تلقین کی گئی ہوتی تھی اور ان میں ایمان راسخ ہو چکا ہوتا تھا اس لیے وہ جہاد میں جان کی بازی لگا کر جاتے تھے اور ظاہر ہے کہ زحف کا طریقہ جان باری کے زیادہ قریب ہے -

اول اول میدان جنگ میں جس نے صف آرائی کو توڑ کر اس کی جگہ ترتیب تعبیہ ایجاد کی وہ مروان بن الحکم تھا [۲ : ۶۰] جو ضحاک خارجی اور اراں بعد جُستیشری سے ترتیب تعبیہ قائم کر کے لڑا -

طبری کہتا ہے : جب جبیری کی جنگ کا ذکر ہونے لگا اور خوارج نے شیبان بن عبدالعزیز الیشکری الملقب بہ ابوالفداء کو اپنا سردار بنایا تو مروان نے اس وقت خوارج سے لڑنے کے لیے صف بندی کی رسم کو توڑ کر قانون کرادیں یا ترتیب تعبیہ اختیار کی - طبری کا بیان ختم ہؤا - اسی زمانے سے صف آرائی کی رسم ختم ہو جانے کی وجہ سے زحف کا طریقہ بھی فوجوں نے فراموش کر دیا اور جب اسلامی سلطنتیں تکلف و آرام کی خوگر ہو گئیں تو فوج کی پشت پر صف تعویت قائم کرنے کی رسم بھی جاتی رہی کیونکہ جب تک سلطنت بدویت کی حالت میں رہتی ہے اور لوگ خیموں میں زندگی بسر کرتے ہیں تو اونٹ اور عورتوں اور بال بچوں کے رہنے سہنے کے ڈیرے بھی ان کے ساتھ بکثرت رہتے ہیں مگر جب انھیں سلطنت کا آرام و راحت حاصل ہو جاتی ہے اور لوگ محلوں اور شہروں میں رہنے لگ جاتے ہیں اور قدیم بدویانہ راہ و رسم کو چھوڑ دیتے ہیں تو اس وقت وہ اونٹوں اور کجاووں کے

زمانے کو بھی بھول جاتے ہیں ۔ انھیں اونٹوں اور کجاووں کا رکھنا دشوار معلوم ہوتا ہے لٰہذا سفر کو جاتے وقت وہ عورتوں کو گھر چھوڑ جاتے ہیں سلطنت اور آرام و راحت نے انھیں شامیانے اور خیمے بنانے پر مجبور کیا اسی لیے انھوں نے صرف ان جانوروں کو ساتھ لے جانے پر اکتفا کیا جو ان کے مال و اسباب اور خیموں کو اٹھا سکیں ۔ ان کی جنگ کا طریقہ یہی تھا مگر یہ طریقہ کارگر نہیں ہو سکتا کیونکہ اس صورت میں فوج میں لڑنے مرنے کی وہ جرأت و ہمت نہیں ہوتی جو مال و عیال ساتھ ہونے کی حالت میں ہو سکتی ہے ۔ اس سے ان کے صبر و ثبات میں کمی واقع ہو جاتی ہے چنانچہ میدان جنگ کا شور و غوغا ان کے منہ پھیر دیتا ہے اور ان کی صفیں ٹوٹ کر رہ جاتی ہیں ۔

ہم نے لشکر کے پیچھے کی صف بندی کا ذکر کیا ہے اور (یہ بتایا ہے کہ) کروفر کی جنگ میں اس سے تقویت حاصل ہوتی ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ مغرب (افریقہ) کے بادشاہوں نے اپنی فوج میں اہل فرنگ کے کچھ لوگ اس کام کے لیے مقرر کر دیے تھے ۔ وہ اس خدمت کے لیے مخصوص ہوتے تھے کیونکہ اہل مغرب تو سب جھکائی دے کر لڑنے کے عادی ہیں ۔ بادشاہوں کے لیے صف تقویت کا ہونا بہت ہی ضروری ہے تاکہ یہ ان لوگوں کی ڈھارس بندھا سکیں جو ان کے آگے لڑ رہے ہوں ، لٰہذا اس صف میں ان لوگوں کا شامل ہونا ضروری ہوتا ہے جو میدان جنگ میں جم کر لڑنے کے عادی ہوں ورنہ وہ اہل کروفر کی طرح اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور ان کے اکھڑ جانے سے بادشاہ اور فوج بھی اپنی جگہ سے اکھڑ جائے گی ۔ ناچار سلاطین مغرب کو حاجت ہوئی کہ وہ ایک فوج اس قوم سے بنائیں جو جم کر لڑنے کے عادی ہو ۔ یہ وصف اہل فرنگ کا ہے ، پھر میدان جنگ میں ان فرنگیوں کی صف اس طرح آراستہ کرتے کہ وہ انھیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہوں ۔ حقیقت الامر یہی ہے مگر ظاہر ہے کہ اس طرح کافر سے مدد لی گئی ہے ۔ اہل مغرب نے غیر مسلموں سے مدد لینے کو محض اس ضرورت کی وجہ سے معمولی بات سمجھا ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں کہ انھیں اس

بات کا کھٹکا تھا کہ کہیں فوج کے قدم اکھڑنے سے یہ بادشاہ کی صف پر اثر انداز نہ ہو ۔ اہل فرنگ ایسے موقع پر جم کر لڑنے کے سوا کوئی اور طریقہ جانتے ہی نہیں ، اس لیے کہ وہ تو صف بندی کے طریقے پر لڑنے کے عادی ہیں لہٰذا اوروں کے مقابلے میں اہل فرنگ زیادہ ثابت قدم رہتے ہیں لیکن سلاطین مغرب اہل فرنگ کو صرف[۲ : ٦١] ان جنگوں میں اپنے ساتھ رکھتے ہیں جو عرب و بربر سے ہوئی ہیں اور یہ جنگیں انھیں مطیع کرنے کی غرض سے ہوئی ہوں لیکن جنگ جہاد میں وہ فرنگیوں سے مدد نہیں لیتے کہ مبادا کہیں وہ مسلمانوں کے خلاف سازش کر لیں ۔

ہمیں معلوم ہے کہ ترکی اقوام کی جنگ تیر اندازی پر مبنی ہوتی تھی ۔ وہ جنگ کے لیے اپنی افواج کو صفوں میں ترتیب اس طرح دیتے کہ وہ آگے پیچھے تین صفیں بناتے اور (جب لڑائی شروع ہو جاتی تو) گھوڑوں سے اتر کر پیدل ہو جاتے (ترکشوں کو) خالی کر کے تیروں کو سامنے رکھ لیتے اور پھر بیٹھ کر تیروں سے لڑتے ۔ ہر صف اپنے آگے کی پشت پناہ رہتی تا کہ کہیں حریف دفعتاً اسے دبوچ نہ لے ، یہ اسی طرح آخر وقت تک لڑتی رہتی یہاں تک کہ فریقین میں سے کسی ایک کو فتح حاصل ہو جاتی ۔ (اگر دیکھا جائے) تو یہ ترتیب واقعی عجیب و غریب اور محکم ہے ۔

متقدمین کا دستور تھا کہ جب جنگ کے لیے ایک دوسرے کے قریب آ پہنچتے تو لشکر کے گردا گرد خندق کھدوا دیتے اس خوف سے کہ لشکر مخالف شب خون نہ مارے اور بے خبری میں دفعتاً فوج پر نہ آ پڑے کیونکہ رات کی تاریکی اور وحشت خوف کو بڑھا دیتی ہے لہٰذا سپاہی بھاگ کر جان بچانے کی فکر کرتے ہیں اور تاریکی میں بھاگ جانے کو ننگ و عار کا پردہ سمجھتے ہیں ۔ اگر سب کی ایسی ہی حالت ہو جائے تو فوج متزلزل ہو جائے گی اورشکست واقع ہوگی۔ انھی باتوں کا خیال کر کے متقدمین جہاں اترے اور خیمے گاڑتے وہاں فوج کے گرد خندق کھدوا دیتے یہ خیال کرتے ہوئے کہ اگر دشمن شبخوں مارے تو کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دیں ۔ اگلے زمانے کی سلطنتیں

یہ کام بآسانی کر سکتی تھیں اس لیے کہ ہر منزل پر ان کو بہت سے آدمی اور سفر مینا سہیا ہو سکتے تھے ۔ ان کی سلطنتیں با عظمت ہوتی تھیں ۔ آبادی کی کثرت ہوتی تھی لیکن جب عمران عالم میں کمی واقع ہوئی اور سلطنتیں کمزور ہو گئیں اور فوج میں بھی کمی آ گئی اور مزدور نہ مل سکے تو کھدوائی کی رسم ایسی مٹی کہ گویا کبھی تھی ہی نہیں ، اللہ ہی بہترین قدرت والا ہے ۔

جنگ صفین کے دن حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے جو وصیتیں اپنے اصحاب کو کیں اگر ان کا بنظر غائر مطالعہ کریں تو ان سے فن سپاہگری کے متعلق بہت سی معلومات حاصل ہوں گی اور کیوں نہ ہو آپ سے زیادہ فن حرب کا ماہر کون تھا ؟

آپ نے اپنے اصحاب سے فرمایا :

فوج کی صفین اس طرح قائم کرو کہ گویا وہ کوئی مضبوط دیواریں ہیں ۔ زرہ پوشوں کو آگے کرو ، جن کے پاس زرہ نہ ہو انہیں پیچھے رکھو، دانتوں کو بھینچ لو کہ سر پر تلوار پڑے تو فوراً اچٹ جائے اپنے نیزوں کے اوپر جھک جاؤ تاکہ نیزے محفوظ اور ٹوٹنے سے بچے رہیں اور لڑتے وقت آنکھیں بند کر لو کہ اس سے دل مضبوط رہے گا اور گھبراہٹ پیدا نہ ہوگی ۔ آواز کو پست رکھو کیونکہ اس سے بزدلی پیدا نہیں ہوتی اور شایان وقار بھی یہی ہے ۔ اپنے رایت اور علم کو سیدھا بلند رکھو جھکاؤ نہیں ، علم بہادروں کے سوا کسی اور کے ہاتھ میں نہ دو اور لڑتے وقت صدق و صبر سے مدد چاہو کیونکہ نصرت بمقدار صبر نازل ہوتی ہے ۔

اشتر نے بھی جنگ صفین میں میلۂ ارد کو جوش دلاتے ہوئے کہا تھا کہ میدان جنگ میں دانتوں کو خوب بھینچ کر رکھو ، سر آگے [۶۲:۲] کر کے حریف کے سامنے نکلو ، اس سختی اور شدت کے ساتھ حملہ کرو جیسے کوئی قوم دشمن کے خون کی پیاسی اپنے باپ اور بھائیوں کا قصاص لینے کے لیے شدت سے حملہ کرتی ہے ، جس کے افراد نے اپنے دل میں ٹھان لیا ہو کہ اگر قصاص نہ ملا تو میدان جنگ میں کٹ

کر مر جائیں گے اور دنیا میں رہ کر ننگ و عار کو ہرگز گوارا نہ کریں گے -

العبر کے مقدمے میں اسی طرح درج ہے - پوری بحث وہاں سے دیکھ لیں ، ہمارے مقصد کے لیے جتنا ہم نے بیان کر دیا ہے کافی ہے -

عربوں کے آلات حرب

ہر وہ چیز جو کسی کی جان نکالنے اور جان کو ہلاک کرنے کے لیے استعمال کی جائے ہتھیار ہو سکتی ہے اور یہ بہت سی ہیں -

ان میں سے تلواریں ہیں - یہ عربوں کا بہترین اور مشہور ترین ہتھیار ہے ، یہی وجہ ہے کہ ان کے یہاں اس کے نام بھی بہت سے ہیں جن کا وہ اپنے اشعار میں بڑے شوق سے ذکر کرتے ہیں - عربوں میں سب سے پہلے الهالک بن عمرو بن اسد بن خزیمہ نے لوہے کے اوزار بنائے ، اسی لیے بنی اسد کو قیون (لوہار) کہا گیا ہے اور ہر لوہار کو ہالکی کہا گیا - عربوں کے نزدیک مشرفی تلواریں بہترین خیال کی جاتی تھیں - اسی سے وہ اپنی بہادری کے جوہر دکھاتے تھے جیسا کہ شاعر کے ان اشعار[1] میں ہے :

وَلَوْ سَئَلَتْ عَنَّا جَنُوْبُ لَخُبِّرَتْ
عَشِيَّةَ سَالَتْ عَقْرَبَاءُ بِهَا الدَّمُ

اگر جنوب (عورت کا نام) ہمارے متعلق دریافت کرتی تو اسے اس رات کا پتا دیا جاتا جس رات عقرباء (وادی - میں خون بہنے لگا تھا

عَشِيَّةَ لاَ تُغْنِي الرِّمَاحُ مَكَانَهَا
وَلاَ النَّبْلُ إِلاَّ الْمَشْرَفِيُّ الْمُصَمَّمُ

---

۱ - معجم البلدان میں ان اشعار کو ضرار بن الازور کی طرف منسوب کیا ہے اور اشعار بھی دیے ہیں - وہاں عقرباء بہا الدم کی بجائے عقرباء و سلتہم مرقوم ہے -

جس رات نہ نیزے کچھ کام دے سکتے تھے نہ تیر (البتہ اگر کوئی
چیز کام آ سکتی تھی تو وہ) ٹھوس مشرفی تلوار تھی

اور المشرفی [میم کی فتح کے ساتھ] وہ تلوار جو مشارف کی طرف منسوب ہو ۔ بکری معجم ما استَعجَمَ میں کہتا ہے : " حربی کا بیان ہے : مشارف ریف کے قریب عربوں کی ایک بستی ہے اس کا مفرد مشرف ہے ۔ ایک اور مقام پر کہتا ہے : یہ بستی خیبر ، دُومہ الجَندَل ، ذی المروہ اور رحبہ جیسی ہے ۔

بکری موتہ کے متعلق لکھتے ہوئے کہتا ہے : مسلمانوں کی رومیوں سے ایک بستی میں جنگ ہوئی جسے مشارف کہتے ہیں اور یہ بستی بلقاء [۲:۶۳] کی سرحد پر واقع ہے ۔ اس کے بعد مسلمان یہاں سے ہٹ کر موتہ چلے آئے ، موتہ شام میں بلقاء کے علاقے میں واقع ہے لہٰذا مشرفی تلوار اگر پہلی بستی کی طرف منسوب ہوگی تو اسم نسبت قیاس کے مطابق ہوگا کیونکہ اسم نسبت بناتے وقت جمع کے لفظ کو مفرد کی طرف لوٹا کر اسم نسبت بنایا جاتا ہے اور اگر نسبت دوسرے کی طرف ہے تو پھر یہ نسبت خلاف قیاس ہوگی ۔ اس تحقیق سے صاغانی وغیرہ کے قول کی حقیقت معلوم ہو جاتی (چنانچہ وہ کہتا ہے) مشرفی تلواریں مشارف شام کی طرف منسوب ہیں ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے : مشارف عربوں کی چند بستیاں ہیں جو ریف کے قریب ہیں (چنانچہ) سیف مشرفی کہا جاتا ہے اور مشارفی نہیں کہا جاتا کیونکہ جب جمع اس وزن پر ہو تو اس سے اسم نسبت نہیں بنایا جاتا ۔ بیان ختم ہوا ۔

[۱] مصباح کا مصنف یہ عبارت نقل کرنے کے بعد کہتا ہے : بعض کہتے ہیں کہ یہ قول غلط ہے بلکہ مشرفی نسبت ہے یمن کی ایک جگہ کی طرف ۔

---

۱ ۔ مصباح : مصباح ابو الحسن سلامہ بن عیاش بن احمد النحوی الشامی المتوفیٰ بعد از ۵۳۳ھ کی تصنیف ہے ۔

[1]ابن الانباری شرح المفضلیات میں اس شعر پر بحث کرتے ہوئے کہتا ہے : مشرفی نسبت ہے ۔ مشارف کی طرف اور مشارف ریف کے قریب عربوں کی بستیاں ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ نسبت مشرف کی طرف ہے اور مشرف بنی ثقیف کے ایک آدمی کا نام ہے ۔ پہلا قول بکری کا ہے ۔ اس لفظ کے جمع ہونے کی دلیل یہ ہے کہ عربوں کے کلام میں اس پر " ال " آیا ہے ۔

[2]ابن رشیق کی العمدہ میں ہے : جن لوگوں نے یہ کہا ہے کہ یہ مشارف روم یا مشارف ہند کی طرف منسوب ہے ان کا یہ قول علما کے نزدیک کوئی وقعت نہیں رکھتا ۔ اگرچہ بعض نے ایسا کہا ہے ۔

بہترین تلواروں میں سے ایک قسم سُرَیجِیّہ ہے جو سُرَیج کی طرف منسوب ہے وہ بنی اسد کا ایک شخص تھا ۔ محمد بن حبیب کہتا ہے : سُریج[3] بنی معترض بن عمرو بن اسد بن خزیمہ کا ایک فرد تھا اور بنی معترض لوہار تھے ۔

---

۱ ۔ ابن الانباری : امام علامہ محمد بن القاسم بن بشار نحوی اور لغوی صاحب تصنیفات ، ساٹھ سال کی عمر میں ۳۲۸ھ میں وفات پائی ۔ کُدیمی اور اسمعیل قاضی سے بچپن میں حدیث سنی اور اپنے باپ اور ثعلب وغیرھما سے علم حاصل کیا اور اس سے دار قطنی وغیرہ نے ۔ ابو علی قالی کہتا ہے کہ ہمارے استاد ابوبکر کو تین لاکھ وہ اشعار یاد تھے جو قرآن کے شواہد میں سے ہیں ۔

۲ ۔ ابن رشیق : ابو علی الحسن بن رشیق القیروانی ان کا شمار فضلا و بلغا میں ہوتا ہے ۔ متعدد تصانیف کیں مثلاً کتاب العمدہ فی صناعۃ الشعر و نقدہ و عیوبہ ۔ کتاب الانموذج وغیرہ مسیلہ میں پیدا ہوئے اور ۴۰۶ھ میں قیروان چلے آئے ۔ ۴۶۳ھ میں وفات پائی ۔ (شذرات الذھب : ۳ : ۲۹۷ - ۲۹۸)

۳ ۔ لسان العرب میں ہے : السُرَیج قَیْن معروف و السیوف السُرَیجیة منسوبہ الیہ ۔ سریج ایک مشہور و معروف لوہار ہے اور سُریجی تلواریں اسی کی طرف منسوب ہیں ۔

جب عمرو حمیری سے اس کے باپ نے جو قوم کا بادشاہ تھا پوچھا کہ اسے کونسی تلوار زیادہ پسند ہے تو اس نے کہا :

الصَّقِيلُ الحُسَامُ البَاتِرِ المِجْذَامُ المَاضِي السِّطَامُ المُرْهَفُ الصَّمْصَامُ الذى إذَا هززتہ لم يَكْبُ و إذا ضَرَبْتَ بِہِ لَمْ يَنْشَبُ جو صیقل شدہ اور بڑاں ہو ، خوب کاٹنے والی ہو جس کی دھار تیز ہو ۔ دھار تیز ہو مگر مڑ نہ جائے ۔ جسے جب تو مارنے کے لیے حرکت دے تو نشانے سے اچک نہ جائے اور مارے تو نشانہ خطا نہ ہو ۔

اس کے بھائی ربیعہ نے کہا : اس نے ایک اچھی تلوار کی تعریف کی ہے مگر مجھے تو اور ہی قسم کی تلوار زیادہ پسند ہے اور وہ یہ ہے :

الحُسَامُ القاطع ذُوالرونَقِ اللاَّمِع الظمآن الحائع الَّذی اذا هَزَزْتَہ هَتَكَ وَاذا ضَرَبْتَ بِہِ بَتَكَ

کاٹنے والی ہو ، آب و تاب والی اور چمکدار ہو ، پیاسی اور بھوکی ہو ، جب تو اسے حرکت دے تو پھاڑ دے اور مارے تو کاٹ دے

اس کے بعد باپ نے عمرو سے پوچھا : اے عمرو تمھیں کونسی تلوار زیادہ ناپسند ہے ؟ عمرو نے جواب دیا :

[۲:۶۴] [1] الفُطَارُ الكَهَامُ الَّذِى إِذَا ضَرَبْتَ بِہِ لَمْ يَقْطَعْ وَاِن ذُبِحَ بہ لَمْ يَنْخَعْ

بے دھار کند ، جسے جب تو مارے تو کاٹے ہی نہیں اور ذبح کرے تو حرام مغز تک نہ پہنچے

باپ نے ربیعہ سے کہا : تمھارا کیا خیال ہے ؟ اس نے کہا : خدا کی قسم اس نے ایک بری تلوار کا ذکر کیا ہے مگر مجھے تو اور ہی قسم کی تلوار زیادہ ناپسند ہے ۔ باپ نے پوچھا : وہ کونسی ہے ؟ کہا :

الطَّبِعُ الدَّدَانُ
المِعْضَدُ المُهَانُ

---

۱ ۔ الفطار : اصل کتاب میں القُطَار چھپا ہے اسے فاء مضمومہ کے ساتھ پڑھیں ۔

حو رنگ آلود اور کند ہو اور جس سے درخت وغیرہ کاٹے کا حقیر
نام لیا جائے

عربوں کے آلات میں سے ایک آلہ رُمح (نیزہ) ہے - ان کے ہاں
آرنیہ نیزے بہترین سمجھے جاتے ہیں اور یہ [۱] ذُو یَزَن بادشاہ کی طرف
منسوب ہیں انھیں یَزَنیّہ بھی کہا جاتا ہے - ذوالرمہ کہتا ہے :

[۲] أَرِیشُ الَّذِی اسْتَوْدَعْنَ سَوْدَاءَ قَلْبِهِ
هَوَی مِثْلَ شَكِّ الآزَنِیِّ النَّوَاجِمِ

اور جسے انھوں نے اس کے سویدائے قلب میں رکھ دیا ہے وہ اس
کے دل پر ایسا آ کر لگا ہے جس طرح آزنی نیزے (جسم کو) پھاڑ
کر دوسری طرف سے نکل جاتے ہیں

[۳] وہ کہتا ہے کہ یہ شعر اسی طرح مروی ہے -
خطّی نیزے خط کی طرف منسوب ہیں اور خط ایک جگہ کا نام ہے -

۱ - لسان العرب میں ہے : ذُو یَزَن حمیری بادشاہوں میں سے ایک
بادشاہ تھا جس کی طرف یَزَنیہ نیزے منسوب ہوئے ہیں - اس کے
بعد لکھتے ہیں : یزن یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جس کی طرف
ذُو کی اضافت ہے - اَیزَنِی یر وزن عَیْقَلِیّ اور آزنی بروزن
عَافِیَانِی بھی کہا جاتا ہے - ان نیزوں کو یزنیہ اس لیے کہا گیا
کہ سب سے پہلے یہ ذوزن کے لیے بنائے گئے تھے -

۲ - یہ شعر اصل کتاب میں اسی طرح ہے اور آلوسی نے بھی خود ہی
کہہ دیا ہے کہ یہ شعر اسی طرح مروی ہے - مجھے یہ شعر مراجع
میں نہیں مل سکا اور نہ میں خود اس کی تصحیح کر سکا ہوں -
اندریں صورت جس طرح کہ یہ شعر درج ہے میں اسے نہیں سمجھ سکا -

۳ - آلوسی نے اس سے پہلے کہیں بھی قائل کا ذکر نہیں کیا - آلوسی
کی یہ عادت ہے کہ اوروں کی عبارت کو حرف کا یوں نقل کر دیتا
ہے ، ساتھ ہی ماخذ کو چھپائے بھی رکھتا ہے - یہی وجہ ہے کہ
عبارت میں خلل پڑ جاتا ہے -

اصمعی کہتا ہے : مجھے معلوم نہیں کہ خط کی نسبت کس کی طرف ہے ۔ حالانکہ خط بحرین میں ایک جزیرے کا نام ہے جس کی طرف نیزے منسوب ہوتے ہیں ۔ البتہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ نیزوں سے بھری ہوئی کشتیاں یہاں آ کر ٹھہرتی ہیں لہٰذا انھیں خطی نیزے کہا جانے لگا ۔

رُدَینیہ نیزے : رُدَینَہ نامی ایک عورت کی طرف منسوب ہیں جو نیزے بنایا کرتی تھی ۔

رُمح صعْدَہ سے بڑا ہوتا ہے کیونکہ جب بانس قدرے لمبا ہو اور اس میں لوہے کا باریک پھل لگا ہو تو اسے نیزک اور مطرد کہتے ہیں ۔ اگر اس کی لمبائی اور زیادہ ہو اور اس میں چوڑا پھل لگا ہو تو اسے ألّہ اور حربہ کہتے ہیں اور اگر بانس سیدھا ہو اور اسی طرح سیدھا اُگا ہو کہ اسے سیدھا کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے تو اسے صَعْدَہ کہتے ہیں اور جب یہ لمبا بھی ہو اور اس میں پھل بھی لگا ہو تو اسے قناہ اور رمح کہتے ہیں ۔

نیزوں کی ایک قسم ہے جو قَعْضَبِیہ کہلاتی ہے نہ قبیلہ قُشَیر کے ایک شخص قعضب[1] نامی کی طرف منسوب ہے جو اس قسم کے نیزے بنایا کرتا تھا ۔

اسی طرح ایک قسم سَرْعَبِیّہ[2] ہے ۔ اعشی کہتا ہے :

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : قَعضب اسم رجل کان یعمل الأسنّة فی الجاهلیة الیه تنسب أسنّةٌ وَقَعْضَبٌ امرؤ القیس کہتا ہے (دیوان طبع مصر مع شرح ابوبکر عاصم بن ایوب : ۹۔)

وأَوْتَادُہُ مَارِیّةٌ و عمادہ
رُدَیْنِیّةٌ فیها أسنّةُ قَعْضَبِ

اصل دیوان میں قعضب فاء کے ساتھ چھپا ہے اسے قاف کے ساتھ پڑھیں ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں شرعیہ چھپا ہے اسے سرعبیہ پڑھیں ۔

وَ لَدْنٍ مِنَ الْخَطِّيِّ فِيهَا أَسِنَّةٌ
ذَخَائِرُ مِمَّا سَنَّ أَبْزَى وَشَرْعَبُ

کتنے ہی لچکدار خطی نیزے جن میں پھل لگا ہؤا تھا ان ذخیروں میں سے تھے جن کا طریقہ ابزی اور شرعب نے جاری کیا تھا

حمیری سردار نے اپنے بیٹے عمرو سے پوچھا تھا کہ جب جنگ میں طرفین میں مڈ بھیڑ ہو جائے اور دونوں طرف سے نیزے چل رہے ہوں تو اس وقت کونسے نیزے تمھیں زیادہ پسند ہوں گے۔

عمرو نے جواب دیا : میرے نزدیک سب سے پسندیدہ نیزہ وہ ہے جو :

المَارِنُ المُثَقَّفُ المُقَوَّمُ المِخْطَفُ[۱]
الَّذِي اذا هَزَزْتُهُ لم ينعطف و اذا طَعَنْتُ بِهِ لم يَنْقَصِفْ

ٹھوس لچکدار اور سیدھا ہو ۔ سیدھا اور آنکھوں کو چندھیا دینے والا ہو ، جب اسے حرکت دوں تو مڑے نہیں اور ماروں تو ٹوٹے نہیں

اس کے بعد اس کے بھائی ربیعہ سے پوچھا : تمھارا اس بیان کے متعلق کیا خیال ہے ؟ ربیعہ نے جواب دیا :

اس نے ایک اچھے نیزے کا وصف بیان کیا ہے مگر مجھے تو کوئی اور ہی نیزہ زیادہ پسند ہے ۔

باپ نے پوچھا : وہ کونسا ہے ؟

جواب دیا :

الذَّابِلُ العَسَّالُ المُقَوَّمُ النَّسَّالُ الماضي اذا هَزَزْتُهُ
النَّافِذُ إذَا هَمَزْتُهُ

جو پتلا اور بہت لچکدار ہو ، سیدھا اور تیزی سے جانے والا ہو ، جب ہلاؤں تو اندر گھس جائے اور ماروں تو پار ہو جائے

[۶۵:۲] باپ نے کہا: اے عمرو ! اب بتاؤ کہ تمھیں کونسے نیزے سب سے زیادہ ناپسند ہیں ؟

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : سَيْفٌ مِخْطَفٌ : يخطف البصر بلمعه ۔

عمرو نے جواب دیا :

الأَعْصَلُ عِندَ الطِعَانِ المُشَلَّمُ السِنَانِ الَّذِي إِذَا هَزَزْتَہُ انعَطَفَ و اذا طَعَنْتُ بہ إِنْقَصَمَ

جو نیزہ زنی کرتے وقت ٹیڑھا ہو جائے جس کا پھل ٹوٹا ہؤا ہو اور جسے جب ہلاؤں تو مڑ جائے اور ماروں تو ٹوٹ جائے

پھر کہا : اے ربیعہ تو اس بیان کے متعلق کیا کہتا ہے ؟

ربیعہ نے جواب دیا : اس نے جس نیزے کا ذکر کیا ہے وہ برا نیزہ ہے مگر میرے نزدیک اور ہی قسم کا نیزہ زیادہ ناپسند ہے ۔ باپ نے پوچھا : وہ کونسا ہے ؟ ربیعہ نے کہا :

الضَّعِيفُ المَهَزِّ اليَابِسُ الكَزُّ الذي إِذَا أَكْرَهْتَہُ إِنْحَطَمَ وَإِذَا طَعَنْتَ بِہِ إِنْقَصَمَ

جو حرکت کرنے میں کمزور ہو اس کی لکڑی خشک اور سخت ہو ۔ جب تو اسے زبردستی (ہلانا چاہے) تو ٹوٹ جائے اور مارے تو ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے

ان کے آلات میں سے ایک آلہ " قوس " (کمان) ہے ۔ بہترین کمانیں عصفوریہ ہیں ۔ یہ نسبت ہے عصفور نامی ایک شخص کی طرف اس کا ذکر جاحظ نے کیا ہے اور اس نے [۱] ابن البشیر کا یہ شعر نقل کیا ہے :

---

۱ ۔ ابن بشیر : بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر یہ غلط ہے اسے ابن یسیر یاء اور سین کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ البیان و التبیین : ۳ : ۲۷ (طبع لجنۃ التالیف و الترجمہ و النشر ۱۳۶۸ھ - ۱۹۴۹ء) اور اغانی (۱۶ : ۳۶) میں ہے ۔ ابو جعفر محمد بن یسیر محدثین شعرا میں سے تھا ۔ ظریف اور کم گو شاعر تھا ۔ اس نے نہ بصرہ چھوڑا اور نہ خلیفہ یا کسی بڑے آدمی کے ہاں عطیہ لینے کی غرض سے گیا ۔ سخت بخیل اور ہجو گو تھا ۔

اعطف السیات متوابع فی بدلهتا
یعری اذا نسبت الی عصفور

۲ - بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح ہے مگر البیان و التبیین میں یہ شعر یوں ہے :

عُطُفِ السِّیَاب مَتَوَابع فِی عَطْفِهَا
یُعرَی اِذَا نُسِبَتْ اِلَی عُصفُور

اور اغانی میں یوں ہے :

عُطُفِ السِیاب دَوَائِرا فی عَطْفِهَا
یُعرَی صناعتُهَا اِلی عُصفُور

بلوغ الارب اور اغانی دونوں میں موابع نون کے ساتھ درج ہے مگر اس سے کوئی معنی نہیں بنتے ۔ میں نے اسے موابع باء کے ساتھ پڑھا ہے اور اسی طرح ترجمہ کیا ہے ۔ لسان العرب میں ہے : کل ماجاد وقد متبع وهو مابع و المابع من کل شئ البالغ فی الجوده الغایه فی بابه ۔ ان ابیات کا قصہ جیسا کہ اغانی (حوالۂ مذکور) میں ہے یہ ہے کہ أبن یسیر نے ابن ابی عمرو المدینی سے داسہ تر کبوتروں کے بچے مانگے اس نے وعدہ کیا کہ مثنّی بن زهیر سے لے دوں گا مگر وعدے کے مطابق وہ کبوتر نہ دیے جن کا مطالبہ تھا اس پر ابن یسیر نے قصیدہ کہا جس کا مطلع یہ ہے :

یَارَبّ ربّ الرائحین عَشِیّه
بالقوم بین مِنیً و بین ثبیر ...
إبعث علَی طیرالمدینی آلدی
قال المحال و جاءنی بغرور ...
تبتّون و تمتطی ایدیهم
فی کل معطیه الحداب نتور
عطف السیاب دوائراً فی عطفها
الخ

یہ ایسی کمانیں ہیں جن کے خم مڑے ہوئے اور اچھی طرح مڑے ہوئے ہیں جب ان کی نسبت بیان کی جائے تو یہ عصفور نامی شخص کی طرف منسوب ہوتی ہیں

اس کی مراد وہ کمانیں ہیں جن سے تیر اندازی کی جاتی ہے ۔ ان اشعار میں وہ اپنے پڑوسی کے کبوتروں کے لیے بددعا کر رہا ہے ۔

ماسخیہ کمانیں قبیلہ ازد کے ماسخہ نامی ایک شخص کی طرف منسوب ہوتی ہیں ۔ ماسخہ پہلا شخص تھا جس نے یہ کمانیں بنائی تھیں ۔

اور کمان کا تیر جسے کمان کی مدد سے چلایا جاتا ہے ۔ جب پہلے پہل لکڑی کو کاٹ کر چھڑی سی بنا لی جاتی ہے تو اسے قِطْع کہا جاتا ہے ، پھر اسے تراشتے ہیں اور قبل اس کے کہ اسے سیدھا کیا جائے اسے بَری کہتے ہیں ، پھر جب اسے سیدھا کر لیا جائے اور پر اور پھل لگانے کے قابل ہو جائے تو اسے قِدْح کہتے ہیں اور جب اسے پھل اور پر لگا دیا جائے تو یہ سَہْم اور نَبْل بن جاتا ہے ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ بہترین تیر جن کی عربوں نے تعریف کی ہے وہ سہام بلاد اور سہام یثرب ہیں ۔ بلاد اور یثرب حجر الیامہ کی دو بستیاں ہیں ۔ اس نے دلیل کے طور پر اعشیٰ کا یہ شعر پیش کیا ہے :

بِسِهَامِ يَثْرِبَ أو سِهَامِ بِلَادِ[1]

---

۱ ۔ یہ مصرع اعشیٰ کے ایک قصیدے میں سے ہے مطلع یہ ہے :

وَلَقَدْ أَرَجِّلُ لِمَّتِي بِعَشِيَّةٍ
لِلشُّرْبِ قَبْلَ سَنَابِكِ المُرْتَادِ
والبِيضُ قَدْ عَنَسَتْ وطال جراؤها
ونَشَأْنَ فِي قِنٍّ وفِي أَذْوَادِ
وَلَقَدْ أُحَالِسُهُنَّ مَا يَمْنَعْنَنِي
عُصُراً يَمِيلُ عَلَيَّ بِالاً جِسَادِ

باقی حاشیہ صفحہ ۴۰۲ پر

کنا نہ (ترکس) جس میں تیروں کو محفوظ رکھا جاتا ہے ، زُغَرِیّہ ترکش ۔ شام کے ایک زُغَر نامی شہر کا نام ہے جس کی طرف یہ منسوب ہیں ۔ یہاں سرخ رنگ کے ترکس بنائے جاتے تھے جن پر سونا چڑھا ہوتا تھا ۔ ابو دؤاد[1] گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے :

كَكِنَانَةِ الزُّغَرِيِّ زَيَّنَتْهَا مِنَ الذَّهَبِ الدُّلَامِصْ

صفحہ ۴۰۱ کا بقیہ حاشیہ

پھر آگے چل کر کہا ہے

مَتَنَعْتُ قِيَاسُ المَاسِخِيِّهِ رَأْسَه

بِسِهَامِ نَثْرِبَ أَوْ سِهَامِ بِلادِ

ایک اور شاعر کہتا ہے :

رَمَتْ عَنْ قِسِيِّ المَاسِخِيِّ رِجَالُنَا

بِأَحْسَنِ مَا يُبْتَاعُ مِنْ نَبْلِ يَثْرِبَ

۱ ۔ ابو دؤاد ، ابو دؤاد جاریہ بن الحجاج الایادی جاہلی شاعر ہے ۔ اس نے گھوڑوں کی خوب تعریف کی ہے ۔ شرح امالی (صفحہ ۱۶۹) جمہرہ اللغہ (۳ : ۵۰۶) لسان اور تاج العروس (مادہ مص) میں یہ شعر منقول ہیں :

وَلَقَدْ ذَعَرْتُ بَنَاتِ عَمِّ المُرْشِقَاتِ لَهَا بَصَابِصْ

بِمُجَوَّفٍ بَلَقاً وَأَعْلَى لَوْنِهِ وَرْدٌ المُصَامِصْ

يَمْشِي كَمَشْيِ نَعَامَتَيْنِ تَتْبَعَانِ أَشَقَّ شَاخِصْ

اس کے بعد یوں تشریح کی ہے مُرشِقات جو اپنی گردنوں کو آگے کریں اور بنات عم المرشقات سے مراد گائیں ہیں اور بصابص کے معنی دُموں کی حرکت کے ہیں اور مجوّف وہ جانور جس کا بَلق (چتکبراپن) پیٹ تک پہنچ گیا ہو ، مصامص کے معنی خالص کے ہیں ۔ خواہ کوئی چیز بھی ہو ۔ لسان اور جمہرہ دونوں میں زَیَّنَتها کے بجائے غَشَّاها درج ہے مگر معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا ۔

زعفری ترکش کی طرح جسے اس نے چمکدار سونے سے مزین کر رکھا ہو۔

حُطَیئہ اور فرزدق دونوں نے شمّاخ کے متعلق اس بات کی شہادت دی ہے کہ وہ جنگلی گدھوں اور کمانوں کا وصف بیان کرنے میں بمقابلہ دیگر شعرا کے بلند پائے کا مالک ہے ، اسی طرح شَنفَریٰ بھی دیگر شعرا کے مقابلے میں کمانوں کی بہتر تعریف کرتا ہے۔

وَإِنِّي كَفَانِي فَقْدُ مَنْ لَيْسَ جَارِياً
بِحُسْنَى وَلَا فِي قُرْبِهِ مُتَعَلَّلُ

اگر مجھے کوئی ایسا دوست نہیں مل رہا جو مجھ سے نیک برتاؤ کرے یا جس کے قُرب میں ہونے سے مجھے دلاسا ہو (تو کوئی بات نہیں) کیونکہ

ثَلَاثَةُ أَصْحَابٍ فُؤَادٌ مُشَيَّعٌ
وَأَبْيَضُ إِصْلِيتٌ وَصَفْرَاءُ عَيْطَلُ

مجھے یہ تین ساتھی کافی ہیں۔ ایک بہادر آگے بڑھنے والا دل ، چمکدار تیز تلوار اور لمبی کمان۔

هَتُوفٌ مِنَ المُلْسِ المُتُونِ يَزِينُهَا
رَصَائِعُ قَدْ نِيطَتْ إِلَيْهَا وَمِحْمَلُ

(یہ کمان) آواز نکالنے والی ہے اس کی پشت ہموار ہے۔ جو حلقے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں وہ اور پٹی اسے زینت دیتے ہیں۔

إِذَا زَلَّ عَنْهَا السَّهْمُ حَنَّتْ كَأَنَّهَا
مُرَزَّأَةٌ ثَكْلَى تَرِنُّ وَتُعْوِلُ

جب اس سے تیر پھسل کر (نکل جاتا ہے) تو یہ اس طرح آواز نکالتی ہے جیسے کوئی مصیبت زدہ عورت جس کا بچہ مر گیا ہو زار زار رو رہی ہو۔

عربوں کے آلات میں سے ایک آلہ زرہ ہے ، یہ ایک سی ہوئی قمیص ہوتی ہے جو فرعون کی طرف منسوب ہے شاعر کہتا ہے :

بِكُلِّ فِرْعَوْنِيَّةٍ[1] لَوْنُهَا
لَوْنُ وَضِيضِ الْبَغْشَةِ الْغَادِيَهْ

ہر فرعونی زرہ کے ساتھ جس کا رنگ ہلکی ہلکی (صبح کی بارش کے) بکھرے ہوئے پانی کی طرح ہو ۔

زرہوں کو داؤد اور سلیمان علیہما السلام ، تُبَّع اور مُحرِّق کی طرف بھی منسوب کیا جاتا ہے اس سے شعرا کی مراد یہ ہوتی ہے کہ زرہ قدیم اور عمدہ بنی ہوئی ہے ۔

حُطَمی[2] زرہیں حُطَمہ بن محارب بن عمرو بن ودیعہ بن لکیز بن عبدالقیس بن أفصی کی طرف منسوب ہیں ۔ ابن کلبی کہتا ہے کہ یہ اس حُطَم کی طرف منسوب ہیں جو بنی عمرو بن مرثد کا ایک فرد تھا اور بنی عمرو بن مرثد بنی قیس بن ثعلبہ کی ایک شاخ ہے ۔

سلوقی زرہیں یمن کی ایک سلوق نامی بستی کی طرف منسوب ہیں جس کی طرف سلوقی کتے بھی منسوب ہوتے ہیں ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں میں زرہ پہنی ہے ، زرہ کا پہننا توکل کے منافی نہیں ہے ۔ اسی طرح دیگر قسم کے آلات کا استعمال کرنا بھی توکل کے منافی نہیں ہے ، حق بات تو یہ ہے کہ احتیاط کرنے سے

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : فرعونیہ زرہیں فرعون موسیٰ کی طرف منسوب ہیں ۔ وضیض : بارش کا بکھرا ہوا پانی یا اولے ، بغش یا بغشہ کمزور اور چھوٹی بوندوں والی بارش ۔ اس شعر کو ابن رشیق نے راشد بن کثیر کی طرف منسوب کیا ہے ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : الحطمیہ : دروع تنسب الی رجل کان یعملها وکان لعلی رض درع یقال لها الحطمیه ۔ ۔ ۔ ۔ وقیل هی منسوبه الی بطن من عبدالقیس یقال لهم حطمه بن محارب کانوایعملون الدروع ۔

تقدیر نہیں ٹل سکتی البتہ اس سے وسوسہ پیدا ہونے کا امکان کم ہو جاتا ہے اور وسوسوں کا آنا انسانی فطرت میں شامل ہے ۔

ماوردی[1] کی احکام السلطانیہ میں ہے - جس روز حسین بن علی رضی اللہ عنہما شہید ہوئے اس روز وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تتراء نامی زرہ پہنے ہوئے تھے۔ اس کے بعد عبیداللہ بن زیاد (م ۶۷ھ) نے اس زرہ کو لے لیا ۔ پھر جب مختار (م ۶۷ھ) نے عبیداللہ بن زیاد کو قتل کیا تو یہ زرہ عباد بن حصین کے پاس چلی گئی ۔ پھر بصرے کے حاکم خالد بن عبداللہ خالد بن اسید نے عباد سے اس زرہ کا مطالبہ کیا تو اس نے دینے سے انکار کر دیا اس پر خالد نے عباد کو ایک سو درے لگائے ۔ اس پر عبدالملک بن مروان نے خالد کو لکھا کہ عباد جیسے شخص کو مارنا مناسب نہ تھا اسے یا تو قتل کر دیا جاتا یا معاف کر دیا جاتا ۔ اس کے بعد اس زرہ کا کہیں پتا نہ چل سکا ۔

ان آلات میں سے ایک آلہ بیضہ (خود) ہے [باء پر زیر] - اسے سر پر پہنا جاتا ہے - ان میں سے مِجَنْ (ڈھال) بھی ہے - مِجَن، تُرس اور دَرَقَہ سب کے ایک ہی معنی ہیں ۔ یہ بعض قسم کے چمڑوں سے بنائی جاتی ہے اس میں نہ لکڑی ہوتی ہے اور نہ پٹھ پر کوئی اور چیز ۔ یہ آج بھی عرب قبائل میں پائی جاتی ہے اس سے تلوار کا بچاؤ کیا جاتا ہے تا کہ بدن پر نہ لگے ۔

ان آلات میں مِنْجَنیق بھی شامل ہے [میم کے نیچے زیر] یہ پتھر پھینکنے کا ایک آلہ ہے ۔

اسی طرح عَرّادات ۔ راء پر تشدید ہے۔ یہ منجنیق سے چھوٹے ہوتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کے خلاف منجنیق کا استعمال کیا تھا ۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کے لیے منجنیق کا استعمال کیا تھا ۔

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو ماوردی متوفی ۴۵۰ھ کی الاحکام السلطانیہ طبع مطبعہ السعادہ ۱۳۲۷ھ - ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۵۳ ۔

مذکورہ بالا آلات کے علاوہ بھی عربوں کے یہاں آلات پائے جاتے ہیں۔ میں نے متعدد رسالے دیکھے جن میں ان کے استعمال کے طریقے اور دشمن کو ان سے مارنے کے طریقے بیان کیے ہوئے ہیں۔

رہا لواء جسے علم بھی کہتے ہیں تو اسے در اصل فوج کا سردار پکڑا کرتا تھا مگر بعد میں علم کو فوج کے سردار کے سر پر اٹھایا جانے لگا۔ ابو بکر ابن العربی کہتے ہیں: لواء اور چیز ہے اور رأیہ اور چیز۔ لواء وہ ہے جسے نیزے کی نوک کے ساتھ باندھ کر اس پر لپیٹ دیا جاتا ہے اور رأیہ وہ ہے جسے نیزے کے ساتھ باندھ کر کھلا چھوڑ دیا جاتا ہے تاکہ یہ ہوا سے حرکت کرتا رہے۔ بعض کہتے ہیں کہ "لواء" "رأیہ" سے چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بڑے جھنڈے کو لواء کہتے ہیں۔

علم امیر جیش کی جگہ کی نشانی ہوتی ہے۔ جدھر کو وہ جائے علم بھی ادھر ہی کو جاتا ہے۔ رأیہ صاحب حرب کے پاس ہوتا ہے۔ تمام عربوں کے یہاں جنگوں میں لواء ساتھ رکھنے کا دستور تھا اور ان کی یہ عادت بھی تھی کہ نیزوں کی نوکوں پر رایات رکھتے تھے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث میں جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اُجُعِلَ رِزْقِي تَحْتَ ظِلِّ رُمْحِي[1]
وجُعِلَ الذِلّة والصَّغَارُ عَلَى مَنْ خَالَفَ أَمْرِي

(میرا رزق میرے نیزے کے سائے کے نیچے رکھا گیا ہے اور جو میرے حکم کی خلاف ورزی کرے اس پر ذلت و رسوائی لگا دی گئی ہے)۔

[۶۸:۲] اس حدیث میں تلوار اور دیگر آلات حرب کا ذکر کرنے کے بجائے صرف نیزے کے ذکر پر اکتفا کرنے میں جو حکمت پائی جاتی ہے

۱۔ اس حدیث کے لیے ملاحظہ ہو بخاری مع شرح عمدہ القاری: ۱۴: ۱۹۲ باب ماقیل فی الرمح۔

اس کا پتا چلتا ہے ۔

چونکہ نیزے کا سایہ زیادہ لمبا ہوتا ہے لہٰذا رزق کو نیزے کی طرف منسوب کرنا زیادہ مناسب ہوا ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور حدیث میں تلوار کے سائے کا ذکر کیا ہے چنانچہ فرمایا :

اَلْجَنَّۃُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّیُوفِ

جنت تلواروں کے سائے کے نیچے ہے

رزق کو نیزے کے سائے کی طرف منسوب کیا اس لیے کہ نیزے کا ذکر کرنے سے مراد " رأسہ " ہے ، آپ نے جنت کو تلوار کے سائے کی طرف منسوب کیا کیونکہ شہادت بالعموم تلوار سے واقع ہوتی ہے نیز اس لیے کہ لڑنے والے کے ہاتھ کی حرکت کی کثرت کی وجہ سے تلوار کا سایہ بکثرت ظاہر ہوتا ہے ۔ اس لیے بھی کہ تلوار کا سایہ صرف اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب تلوار کو چلایا جائے کیونکہ اس سے پہلے تو تلوار میان میں ہوتی ہے اور لٹک رہی ہوتی ہے ۔ پہلی حدیث میں نیزے کی فضیلت کی طرف اشارہ ہے ۔ نیز اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس امت کے لیے مال غنیمت کا لینا حلال ہے ۔ اس بات کی طرف بھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رزق صرف اسی میں رکھا ہے کسی اور پیشے میں نہیں ۔ اسی لیے بعض علما کہتے ہیں کہ جہاد کی کمائی افضل ترین کمائی ہے ۔

صغار [صاد مہملہ پر فتحہ پھر غین معجمہ کے ساتھ] سے مراد جزیہ ادا کرنا ہے آپ کے فرمان تحت ظل رُمحی میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس کا سایہ ابدالآباد پھیلا رہے گا ۔

عربوں کی مشہور جنگیں

اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عربوں کی جنگوں اور ان کے بعض جنگی کارناموں کا مختصراً ذکر کر دیا جائے میں نے ان کا بالتفصیل ذکر اس لیے نہیں کیا کہ ابو عبیدہ اور دیگر لوگ اس کام کو پہلے کر

حکے ہیں ۔ یہاں تک کہ ابوالفرج اصفہانی نے بھی اس موضوع پر ایک الگ اور باحد امکان مفصل کتاب لکھ دی ہے اس نے ان جنگوں کی تعداد ایک ہزار سات سو بتائی ہے ۔

(۱) یوم اداب[1] : اس دن بنی ثعلبہ بن بکر نے ابو حسان الہذیل [بن ہبیرہ التعلبی] کی سر کردگی میں بنی رباح بن یربوع پر چڑھائی کی تھی۔ ھذیل نے بنی رباح کی عورتوں کو گرفتار کر لیا تھا ۔ اداب کے مقام پر ان کی مڈ بھیڑ ہو گئی ۔ بنو رباح پہلے ہی وہاں پڑاؤ ڈال چکے تھے تا کہ انھیں پانی لینے سے روک دیں حتی کہ وہ گرفتار شدہ عورتوں کو واپس کر دیں ۔ ہذیل نے قسم کھا کر کہا تھا کہ اگر تم نے ہمارے برتن کو پانی کے بغیر واپس کیا تو ہم اس میں تمھارے انسان کا سر تمھاری طرف بھیجیں گے جسے تم جانتے پہچانتے ہو گے ۔ اس کے بعد انھوں نے ان کی بعض گرفتار شدہ عورتوں کو خرید لیا اور بعض کو دوسے آزاد کر دیا گیا ۔

[۶۹:۲] (۲) یوم نعف وشاوہ : اس دن بنی شیبان کے سردار بسطام بن قیس نے بنی یربوع پر حملہ کر کے بُحیر کو قتل کر دیا اور اس کے باپ ابوملیل کو گرفتار کر لیا ۔ پھر فوراً ہی اس پر احسان کر کے چھوڑ

---

۱ ۔ یوم اداب : بلوغ الارب میں یوم الاداب دال کے ساتھ درج ہے مگر صحیح یوم أراب ، راء کے ساتھ ہے جیساکہ العقد الفرید اور العمدہ میں ہے ۔ مساور بن ہند کہتا ہے :

وَجَلَبْتَهُ، مِن أَهْلِ أَبْضَةَ طَائِعاً
حَتّى تحكّم فِيهِ أَهْلُ أَرَابِ

الفضل بن عباس اللھبی کہتا ہے :

أبَكَيْ إنْ رَأَيْتَ لِلَائِمٍ وَهْبٍ
مَغَانِيَ لَمْ يُحَاوِرْكَ الجَوَابَا
أَتَنَا فِي لأيَرِ مِثْنٍ وَ أَهْلَ خَيْمٍ
سَوَاجِدَ قد خَوِيْنَ عَلَى أَرَابَا

دیا ۔ اس کے بیٹے ملیل کو جو اس کی قید میں تھا کپڑے پہنا کر اور سواری دے کر آزاد کر دیا ۔

۳ ۔ یوم نجران : اقرع بن حابس نے اپنی قوم بنی تمیم کو لے کر یمن پر چڑھائی کی اور اہل یمن کو شکست دی ۔ یمنیوں میں رنگا رنگ کے لوگ تھے ، ان میں اشعث بن قیس اور اس کا بھائی بھی شامل تھا ۔ ان میں ابن ناکور الکلاعی بھی تھا جس نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے عہد ہیں ان چار ہزار کنبوں کو آزاد کر دیا تھا جو جاہلیت میں قید ہوئے تھے ۔

۴ ۔ یوم الصمد : یوم الصمد ، یوم طلح ، یوم بلقاء ، یوم اُود اور یوم ذی طلوح سب ایک ہی جنگ کے نام ہیں ۔

اس دن بنی یربوع نے بنی شیبان پر حوفران کی سرکردگی میں چڑھائی کی تھی ۔ اَبْجَرْ بن بُجَیر العجلی لہازم کا سردار تھا ۔

۵ ۔ یوم طِخفہ : اسے یوم ذات کہف اور بقول بعض یوم خَزّان[1] بھی کہا جاتا ہے ۔ اس دن بنی یربوع اور براجم نے منذر بن ماء السماء کے خلاف جنگ کی تھی اور اس کے بھائی [2]حسّان اور بیٹے قابوس کو قید کر لیا تھا ۔ قابوس کی پیشانی کے بال کاٹ لیے گئے تھے ۔ اس جنگ کی

---

۱ ۔ خَزّان : درست حزاز یا خزازیٰ ہے ۔ عمرو بن کلثوم تغلبی کہتا ہے :

وَنَحْنُ غَدَاۃَ اُوْقِدَ فِیْ خَزَازیٰ
رَفَدْنَا فَوْقَ رِفْدِ الرَّا فِدِیْنَا

یہ محمد بن خطاب اور زوزنی کی روایت ہے مگر خطیب نے خزاز روایت کیا ہے رجوع کریں بہ معجم البلدان (محمد بہجہ)

۲ ۔ اسے بشر بن عمرو الریاحی نے گرفتار کیا تھا ، اس کے بعد اس پر احسان کرتے ہوئے اسے چھوڑ دیا تھا ۔ اس پر مالک بن نویرہ نے یہ شعر کہے :

باقی حاشیہ صفحہ ۴۱۰ پر

وجہ یہ تھی کہ منذر بن ماء السماء نے عوف بن عتاب الریاحی کو ردافت کے عہدے سے ہٹا دیا تھا ۔

۶ ۔ یوم التّمرّوت : اسی کو یوم الکلمہ نقا بھی کہا جاتا ہے اور یہ مقام نباخ کے قریب ہے ۔ اس دن بنو حنظلہ اور بنو عمرو بن تمیم نے بنو قُشیر بن کعب بن ربیعہ بن عامر کے خلاف جنگ کی تھی مگر اس میں بنو یربوع نے نام پایا ۔ قشیر نے تو بنی العنبر پر صرف غارت ڈالی تھی اور بنی عامر کے کچھ لوگ قید کر لیے تھے ۔

۷ ۔ یوم ملیحہ : اس دن بسطام بن قیس کی سرکردگی میں بنی شیبان نے بنی یربوع پر حملہ کیا تھا ۔ اس جنگ میں عصمہ بن النجار مارا گیا ۔ جب بسطام نے اسے دیکھا تو اس نے کہا : اس کا قتل رائگاں نہ جائے گا ، کسی ماں کا بیٹا مار دیا جائے گا ، چنانچہ العطالی کی جنگ میں بسطام کو عصمہ کے بدلے میں قتل کر دیا گیا ۔ اسے ھمس بن مقعاس نے قتل کیا تھا ۔

۸ ۔ [۲ : ۰ے] یوم البِلّوی : اس جنگ میں بنو فزارہ نے ہوازن کو شکست دی تھی ۔ اسی دن عبداللہ بن الصّمّہ قتل ہوا تھا اور اس کے بھائی

صفحہ ۹ ۰ ۴ کا بقیہ حاشیہ

وَنَحنُ عَقَرْنَا مُهْرَ قَابُوسَ بَعْدَمَا
رَأَى القَوْمُ مِنْهُ و الخيولُ تلهبُ
عَلَيْهِ دِلاصٌ ذاتُ نَسْجٍ وَسَيْفُهُ
جُرَازٌ مِنَ الهِنْدِيِّ أبْيَضُ مقضبُ
طَلَبْنَا بِهَا إنَّا مُدَارِيكُ قَتْلِهَا
إذَا طَلَبَ الشَأْوَ و العمدَ المُعَرِّبُ

طارق بن عمیرہ نے قابوس کے گھوڑے کو تلوار مار کر اس کی ٹانگ کاٹ دی تھی اور پھر جب پکڑ کر اس کی پیشانی کے بال کاٹنے لگا تو قابوس نے کہا : بادشاہوں کی پیشانی کے بال نہیں کاٹے جاتے لہٰذا اس نے اسے ساز و سامان کے ساتھ اس کے باپ کے پاس بھجوا دیا مگر بلوغ الارب میں اس کے الٹ لکھا ہے ۔

دُرَید کو شدید زخم لگے تھے ۔

۹ ۔ یوم الصلیفاء[1] : اس دن ہوازن اور فزارہ ، عبس اور اشجع کے درمیان جنگ ہوئی اور دُرَید نے اپنے بھائی کے بدلے میں ذؤاب[2] بن اسماء کو قتل کیا ۔

۱۰ ۔ یوم الھباءۃ : اسی کو یوم الحفر[3] بھی کہتے ہیں ۔ اس جنگ میں عبس کو ذبیان پر فتح ہوئی ۔ اسی جنگ میں بنو فزارہ کے دو سردار حُذَیفَہ بن بدر اور اس کا بھائی حمل مارے گئے ۔ حذیفہ کو ربّ معد ۔ معد کا ربّ کہا جاتا تھا ۔

۱۱ ۔ یوم عراعر : اس جنگ میں بنو عبس نے کلب اور ذبیان پر فتح پائی ہے اور اسی جنگ میں مسعود بن مصاد الکلبی جس کا شمار شرفا میں ہوتا تھا مارا گیا ۔

۱۲ ۔ یوم الفروق : یہ جنگ بنی عبس اور سعد بن زید مناۃ کے درمیان ہوئی ۔ بنی عبس نے اپنی اور اپنی عورتوں کی حفاظت کر لی اور بنی سعد کا حملہ برائے غارت ناکام رہا ۔

کسی نے قیس بن زہیر سے دریافت کیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ عنترہ سے دریافت کیا تھا کہ فروق کی جنگ میں تمہاری تعداد کتنی تھی ؟

اس نے جواب دیا تھا : ہم خالص سونے کی طرح ایک سو سوار تھے نہ زیادہ تھے کہ سست پڑ جاتے اور نہ کم تھے کہ ذلیل ہو جاتے ۔

---

۱ ۔ العقد الفرید میں : الصلعاء ہے ۔

۲ ۔ العقد الفرید میں ذوأب ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں الحفر ۔ حاء مہملہ کے ساتھ ۔ مرقوم ہے مگر درست الجفر [جیم معجمہ کے ساتھ] ہے جیسا کہ العقد الفرید (مطبعہ استقامہ : ۶ : ۱۸) میں ہے ۔ چنانچہ قیس بن زہیر کہتا ہے :

أَلَمْ تَرَ أَنَّ خَيْرَ النَّاسِ أَضْحَى
عَلَى جَفْرِ الهَبَاءَةِ مَا يَرِيمُ

اس شعر میں خیرالناس سے مراد حذیفہ بن بدر سے ہے ۔

۱۳ - یوم شعب جبلہ : ابو عبیدہ کہتا ہے : عربوں کی صرف تین جنگیں ہوئی ہیں ۔ یوم کلاب ربیعہ ، یوم شعب جبلہ اور یوم ذی قار ۔

[۱]شعب (جبلہ) کی جنگ میں عامر بن صعصعہ اور ان کے حلیف بنو عبس ایک طرف تھے ، دوسری طرف دو حلیف بنو اسد اور بنو غطفان تھے ، اس میں اول الذکر کا پلڑا بھاری رہا ۔ بنو اسد اور غطفان کا سردار حصن بن حذیفہ تھا اور وہ بنو عبس سے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا ۔ معاویہ بن جون الکندی بنو کندہ کی ایک جماعت لے کر بنو عبس کی حمایت کے لیے آیا تھا ۔ بنو حنظلہ بن مالک اور [۲]رباب کا سردار لقیط بن زُرَارہ تھا جو اپنے بھائی معبد (بن زرارہ) اور یثری بن عدس کے [۲:۱۰۷] خون کا بدلہ لینا چاہتا تھا ، ان کے ساتھ معاویہ کا بھائی حسان بن الجون تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ حسان نہیں تھا بلکہ اس کا بھائی عمرو بن الجون تھا ۔ نعمان بن المندر کا ماں جایا بھائی حسان بن وبرہ الکلبی بھی تھا ۔

ابو عبیدہ سے اختلاف کرتے ہوئے دیگر مصنفین کہتے ہیں کہ اسد اور ذبیان کے ساتھ معاویہ بن شُرَحْبِیل بن الاخضر بن الجون آکل المرار تھا ۔ اور بنی حنظلہ اور رباب کے ساتھ حسان بن عمرو بن الجون تھا جو اپنے ساتھ بنی کندہ اور دیگر لوگوں کی بڑی جمعیت لے کر آیا تھا ۔ انھوں نے ان کی طرف ایک خاص فوج[۳] کے ساتھ رخ کیا جو حیرہ اور دیگر

---

۱ - اغانی میں ہے (۱۱ : ۱۲۵) جبلہ کی جنگ عربوں کی عظیم جنگوں میں سے ایک جنگ ہے ۔ عربوں کی تین عظیم جنگیں ہوئی ہیں ۔ یہ جنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے اُنیس سال پہلے ہوئی ۔

۲ - رباب کو رباب اس لیے کہا گیا کہ انھوں نے رُبّ (کھجوروں کے شیرے) میں ہاتھ ڈبو کر باہمی عہد و پیمان کیا تھا ۔

۳ - اصل کتاب میں " وضائع " کا لفظ دیا ہے ۔ وضائع ایک خاص فوج ہوتی تھی جنھیں ایسی بستی میں رکھا جاتا تھا جہاں سے چڑھائی نہیں کی جاتی تھی ۔

مقامات میں بادشاہوں کے پاس ہوتی تھی اور اس کو رافطہ بھی کہا جاتا تھا ۔ بنو تمیم آئے ان میں لقیط ، حاجب اور عمرو بن عمر بھی تھے ۔ بنو سعد نے صرف اس خیال سے ان کا ساتھ نہ دیا کہ صعصعہ اسعد کا بیٹا ہے ۔ بنی عامر میں سے صرف ہلال بن عامر اور عامر بن ربیعہ بن عامر نے اس جنگ میں شرکت نہ کی ۔ نیز اس جنگ میں غنی ، باھلہ ، سعد بن بکر میں سے کچھ لوگ اور قُشَیر کے سوا تحییثلہ کے تمام قبائل شریک ہوئے ، اس جنگ میں بنو عبس بن رفاعہ بن بہثہ بن سلم نے عباس بن مرداس کے باپ مرداس بن ابی عامر کی سرکردگی میں شرکت کی ۔ ان کے ساتھ بنی عکل کے کچھ لوگ بھی حلے آئے تھے ، چنانچہ سعب کی جنگ میں سریک ہونے والوں کی کل تعداد بیس ہزار تک پہنچ گئی ۔

کچھ اور لوگ بھی اتنی (بڑی) جمعیت کے ساتھ آئے کہ اللہ کے سوا ان کی تعداد کا کسی کو علم نہیں ۔ زمانہ جاہلیت میں اس قدر فوج کبھی بھی اکٹھی نہ ہوئی تھی ۔ آخرکار سُلَیم ، ذُبیان ، اسد ، کندہ اور ان کے حلفا کو شکست ہوئی ۔ اس جنگ میں لقیط بن زرارہ مارا گیا ۔ شُرَیح بن الاحوص نے اسے نیزہ مارا تھا ۔ اُسے میدان جنگ سے [۱] سخت زخمی ہونے کی حالت میں اٹھا کر لے گئے ، وہ ایک دن کے بعد مر گیا ۔ اس جنگ میں طفیل بن مالک نے حسان بن الجون کو گرفتار کر لیا ۔ اسی طرح معاویہ بن الجون کو بھی گرفتار کر لیا گیا ، اسے عوف بن الاحوص نے گرفتار کیا تھا صحیح روایت کے مطابق اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر اسے رہا کر دیا تھا ۔ جبلہ کی جنگ کا واقعہ اسلام سے ستاون سال[۲] پہلے

---

۱ - محاورہ ہے : یقال فلان اُرتُثّ" ای حُمِل من المعرکه رثیثا ای جریحاً و لا رَمَق" یستعمل مجهولاً منتهی الارب میں ہے : کسی را از معرکہ خستہ و مجروح برداشتن کہ ہنوز زندہ باشد ۔

۲ - میں نے پہلے اغانی کی روایت پیش کر دی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ جنگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے انیس سال پہلے ہوئی یعنی اسلام سے اسٹھ سال پہلے ۔

ہؤا ۔ عامر بن الطفیل کی پیدائش شعب جبلہ کی جنگ میں ہوئی ۔ محمد بن حبیب نے ابو عبیدہ سے اسی طرح روایت کی ہے مگر اوروں نے ابو عبیدہ سے اس کے خلاف بیان کیا ہے ۔

۱۴ ۔ یوم اقرن : اس جنگ میں بنو عبس نے بنو تمیم اور بالخصوص بنو مالک بن حنظلہ پر فتح پائی ۔ اسی جنگ میں عمرو بن عمرو بن عدس ، اس کا بیٹا شریح اور اس کا بھائی ربعی مارا گیا ۔ عمرو بن عمرو بن عدس نعمان بن المنذر سے ناراض ہو کر چلا آیا تھا ۔ اس نے بنو عبس کی کچھ عورتیں قید کر لی تھیں ، بہت سا مال غنیمت بھی حاصل کیا تھا ، قیدی عورتوں میں سے ایک لڑکی کے ساتھ شب باشی کی مگر اوپر سے بنو عبس آ پہنچے ۔ پھر جو کچھ ہؤا سو ہؤا ۔

۱۵ ۔ یوم زبالہ : اس جنگ میں بنو بکر بن وائل بالخصوص بنی شیبان اور بنو تیم اللہ نے بسطام کی سرکردگی میں بنو تمیم پر فتح حاصل کی ۔ بنو تمیم کا سردار اقرع بن حابس تھا ۔ اس جنگ میں اقرع بن حابس اور اس کا بھائی فراس قید کر لیے گئے اور بسطام نے ان دونوں کو چھڑا لیا حالانکہ عمران بن مرہ ایک سو اونٹنی کا حکم لگا چکا تھا ۔

۱۶ ۔ یوم جدود : اس جنگ میں بنو سعد بن زید مناۃ نے بنی شیبان پر فتح پائی ۔ بنو شیبان نے حوفزان کی معیت میں بنو سعد پر غارت ڈالی [۲ : ۷۲] ہی تھی کہ قیس بن عاصم المنقری آ پہنچا ۔ اس نے ان کو شکست دی اور ان کے ہاتھوں سے تمام مال چھڑا لیا مگر حوفزان اپنے [1] صلابہ نامی گھوڑے سمیت بچ کر نکل گیا ۔ جب قیس حوفزان کو قید کرنے سے مایوس ہو گیا تو اس نے اس کی دُبر[2] پر نیزہ مارا ۔ سال کے بعد یہ زخم

---

۱ ۔ العقد الفرید (۶ : ۹۴) میں صلابہ کے بجائے الزبد دیا ہے ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں حزابہ چھپا ہے اسے خُرّابۃ ۔ خاء اور راء مہملہ کے ساتھ ۔ پڑھیں لسان العرب میں ہے : الخُربتان مغرر رأس الفخذ ۔ الجوهری : الخُرْبُ ثقب رأس الورک و الخُربة مثله و کذلک الخُرّابة

پھر پھوٹا جس سے اس کی موت واقع ہو گئی ۔ بنو یربوع نے اس شرط پر ان سے صلح کر لی کہ جو کھجوریں انھوں نے ان سے لی تھیں وہ اور کچھ زائد کپڑے انھیں دیں گے ۔ بنو منقر نے انھیں اس کا طعنہ دیا ۔

۱۷ - یوم الکُلاب الاول : اس دن سلمہ بن الحٰرث بن عمرو المقصور کی فتح ہوئی ۔ اس کے ہمراہ بکر بن وائل ، حنظلہ بن مالک ، بنو أسید اور کچھ لوگ بنی عمرو بن تمیم اور رباب میں سے تھے ۔ اس وقت انھیں رباب نہ کہا جاتا تھا ۔ وہ اس واقعہ کے بعد رباب کہلانے ہیں ۔ اس بات کا ذکر ابو عبیدہ نے کیا ہے ۔ (اس جنگ میں) سُرَحْبِیل قتل ہوا ۔ اسے ابو حنش عاصم بن النعمان الجشمی نے قتل کیا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ اسے ذوالسُّنَیْنَہ حبیب بن عتبہ الجُشمی[1] نے قتل کیا تھا ۔ (اسے ذوالسنینہ) اس کے ایک زائد دانت کی وجہ سے کہا جاتا تھا ۔ اور ذوالسُّنَینہ ابو حنش کا ماں جایا (اخیافی) بھائی تھا کیونکہ اس کی ماں سھلبھل (بن ربیعہ) کے بھائی عدی بن ربیعہ کی بیٹی سَلْمٰی تھی ۔ اس مقام پر مؤرخین نے یہی بیان کیا ہے کہ عدی مہلہل کا بھائی تھا اور یوم الکلاب الاول کو یوم الشعبہ[2] بھی کہا جاتا ہے ۔

۱۸ - یوم الکُلاَب الثانی : اس جنگ میں بنو تمیم نے اور بالخصوص بنو سعد اور رباب نے اپنے سردار قیس بن عاصم کی سرکردگی میں قبائل مذحج پر فتح حاصل کی تھی ۔ مذحج بارہ ہزار فوج لے کر آئے تھے ۔ ان کا سردار یزید بن المامور تھا ۔ (قبائل مذحج) یہ ہیں مذحج ، ہمدان اور کندہ ۔ اس دن عبد یغوث بن وقاص الحارثی قید کر لیا گیا اور کندہ کے سردار کی گرفتاری کے بعد سنان ابن سُمَیّ بن سنان (بن خالد بن منقر)

---

۱ - قاموس میں الجبلی ہے ۔

۲ - اصل کتاب میں اسی طرح ہے اور اسی طرح ابن رشیق متوفی ۴۵۶ھ کی کتاب العمدہ میں ہے مگر درست : الصفقہ ہے ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۶ ; ۶۸

کے اگلے دانت توڑ دیے گئے ۔ [۱] قیس بن عاصم نے اپنی کمان مار کر یہ دانت توڑے تھے ۔ عبد یغوث کو اہتم کے ہاتھوں سے چھین لیا گیا حالانکہ ایک سو اصیل[۲] اونٹ ادا کرنے کی شرط طے پا چکی تھی اسے تیم نے چھپایا تھا ۔ پھر انہوں نے اسے اپنے رئیس نعمان بن الجساس کے بدلے میں قتل کر دیا ۔ کلاب ثانی کو یوم جَسّر" الدوابر بھی کہتے[۳] ہیں ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے : اس جنگ میں خاص طور سے رباب اور سعد کے سوا بنی تمیم میں سے کسی نے شرکت نہیں کی ۔ تیم نے رباب کا مقابلہ کیا اور مقاعس نے سعد کا ۔

۱۹ یوم ذی بیص : حوفزان نے بنو یربوع پر غارت ڈالی اور ان کی کچھ عورتیں قید کر لیں ۔ بنو مالک بن حنظلہ ان کی فریاد کو پہنچے اور [۲ : ۲۷] انہوں نے عورتوں کو ان کے ہاتھوں سے چھڑا کے حوفزان کو گرفتار کر لیا ۔ اسے حنظلہ بن بشر بن عمرو نے قید کیا تھا ۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ جنگ یوم الصمد کی جنگ تھی ۔

۲۰ ۔ یوم عاقل : یہ جنگ ہوازن اور حنظلہ کے درمیان ہوئی اور حنظلہ کا پلڑا بھاری رہا ۔ اسی جنگ میں الصمہ بن الحارث بن حشم گرفتار ہوا اور اس کی فوج کو شکست ہوئی ۔ اسے بنو مالک بن حنظلہ میں سے جعد بن الشماخ نے قید کیا تھا ۔ پھر ایک سال کے بعد اس کی پیشانی کے بال

---

۱ ۔ العقد الفرید میں یوں ہے : ضربہ قیس بن عاصم المنقری بقوس فهتم اسنانہ فسمی الاهتم

۲ ۔ العقد الفرید (۶ : ۲۷) میں یوں ہے : فاشتراه بنو الحسحاس بمائة بعیر (بنو الحسحاس نے ایک سو اونٹ دے کر اسے خرید لیا) ۔

۳ ۔ العقد الفرید میں یوں ہے (۶ : ۱۷) قال ابو عبیده : امر قیس بن عاصم ان یتبعوا المنهزمه و یقطعوا عرقوب من لحقوا و لا یشتغلوا بقتلهم عن اتباعهم فجزّوا دوابرهم فذلک قول وعلہ :

فدی لکم اهلی و اُمی و والدی
غداة کُلاب اذ تُجَزّ" الدوابر

کاٹ کر اس شرط پر رہا کر دیا کہ وہ اسے اس کی جزا دے گا ۔ چنانچہ اس نے اس کی جزا دی اور صمہ نے اس کی گردن اڑا دی ۔ اس کے بعد اس نے دوبارہ بنو حنظلہ پر حملہ کیا بنو الحراب بن نبیہ المحاشعی[1] نے اسے گرفتار کر لیا ۔

بنو اسد کے ایک آدمی نے جو بنو یربوع میں اپنے بھانجے کے ہاں مقیم تھا صمہ کے بیٹوں[2] کو گرفتار کر لیا ۔ صمہ نے اپنے آپ کو فدیہ کے طور پر پیش کیا اور اس نبیہ کے ساتھ بنی یربوع کی فرود گاہوں میں اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کرنے کے لیے گیا ۔ ابو مرحب نے تلوار کا وار کرکے اسے قتل کر دیا اس کی وجہ یہ تھی کہ ان دونوں کے درمیان حرب بن امیہ کی موجودگی میں کوئی بات ہوئی تھی یہی وجہ ہے کہ بنو مجاشع کو اس بات کا طعنہ دیا جاتا ہے ۔

۲۱ - یوم عَیشَتَیش : یہ جنگ بنو نہشل اور عبدالقیس کے درمیان ہوئی اور بنو نہشل کا پلڑا بھاری رہا ۔ (اس جنگ کا سبب یہ ہوا کہ) بنو منقر بحرین سے حورا ب کی تلاش میں نکلے ۔ عبدالقیس نے ان کا راستہ روک لیا ۔ بنو منقر نے بنو نہشل سے فریاد کی اور انھوں نے ان کی مدد کرکے ان سے نجات دلائی ۔

۲۲ - یوم قلہی[3] : اس دن بنو ثعلبہ بن سعد بن ذبیان نے بنو عبس کو پانی لینے سے روکا اور جب فزارہ اور مرہ چشمے کی اصلاح کر چکے تو انھوں نے غلبہ پا کر اس پر قبضہ کر لیا یہاں تک کہ انھوں نے عبد العُزّیٰ بن جدار اور مالک بن سبیع کی دیت بھی وصول کی ۔

۲۳ - یوم بُزاخہ : یہ جنگ بنی ضبہ نے محرّق غسانی اور اس کے

---

۱ - بلوغ الارب میں ''نبیہ'' ہی ہے مگر البیان والتبیین (۲ : ۲۷۶) میں الحارث بن بُیشبَۃ مرقوم ہے ۔

۲ - بلوغ الارب میں '' ابناء '' ہے مگر درست '' إبناً '' ہے (ایک بیٹے کو) چنانچہ اگلی ہی سطر میں ہے : '' فی فداء ابنہ '' ۔

۳ - العقد الفرید میں '' غدیر قلہی '' ہے (العقد الفرید : ۶ : ۲۱)

بھائی فارس مودود[1] کے خلاف لڑی ۔ انھوں نے نُسراخہ کے مقام پر ایاد ، تغلب اور دیگر عربوں کو لے کر بنی ضبہ پر غارت ڈالی ۔ بنو ضبہ بھی آ پہنچے تھے ، زید الفوارس نے مجروح اور اس کے بھائی [2]حُبَیس بن الدُّلَف کو قید کر لیا تھا پھر جب ان کے ساتھیوں کو شکست ہوئی اور ان کی خاصی تعداد ماری گئی تو ان دونوں کو قتل کر دیا گیا ۔

۴۳ - یوم اضم : یہ جنگ بنو عائذہ بن مالک بن بکر بن سعد بن ضبہ اور غسّانی بادشاہ الحارث بن مُزَیقاء کے مابین ہوئی اور بنو عائذہ کا پلڑا بھاری رہا ۔ مُزیقا کا اصلی نام عمرو بن عامر ہے ۔ شام میں آل جفنہ بن علبہ بن عمرو بن عامر کے یہاں جو غسانی حکومت تھی وہ انھی کے خاندان کی حکومت تھی ۔ اس نے بنی عائذہ کا قتل عام کیا تھا ۔ اسی دن ردیم[3] مارا گیا اور بنی قیس کے ایک آدمی کو جس کا نام عامر بن ضامر

۱ - بلوغ الارب میں " مودود " دو دالوں کے ساتھ درج ہے مگر درست مَوْدُون ہے جیسا کہ کتاب الاشتقاق میں ابن درید نے لکھا ہے (صفحہ ۱۸۹ ، ۳۵۵) مودون فرس ۔ کان لقال لشیبان بن شهاب فارس مودون وهو فرس له أسرته بنو عدی التیم اور صفحہ ۱۸۹ پر ہے ومن رجالهم ابو سَعْل حسان بن عبداللہ أسَرَ شیبان بن سهاب حد المسابعه واحذ فرسه مودوناً قال ذوالرمه :

وںحن عداه بطن الجرّجشا
بمَودُونٍ و فارسِهِ جیهَارا

۲ - بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ العمدہ میں حسن بن الدلف مرقوم ہے ۔ راقم کہتا ہے کہ درست حُبَیس بن دلف ہی ہے چنانچہ کتاب الاستقاق صفحہ ۱۹۳ پر ہے حُبَیش بن دلف فُعَل من الدلف و حُبَیس تصغیر حَبْش ۔

۳ - ردیم کا اصلی نام عمرو بن زید تھا ۔ اسے ردیم کہنے کی وجہ یہ تھی کہ انه کان اذا وقف من الحرب سدّا جیته ای ردمها (کتاب الاشتقاق : ۱۹۴)

اٹھا لیا گیا ، چنانچہ اس نے کہا : خدا کی قسم میں ایسا نیزہ ماروں گا جس سے ایسے بیل کی سی آواز نکلے گی جو اپنے نتھنوں سے آواز نکالتا ہو ، اس کے بعد اس نے ابن مزیقیاء کا قصد کیا اور اسے قتل کر ڈالا ، اس کے ساتھیوں کو فاش شکست ہوئی ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ وہی براحہ کی جنگ تھی ۔ کچھ اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ مزیقیاء کی اولاد میں سے حُرب کے بجائے کسی اور کے خلاف لڑی گئی تھی مگر ان کے علاوہ بعض اور لوگوں کا خیال ہے کہ یہ جنگ بذات خود مزیقیاء کے خلاف لڑی گئی اس کے کسی لڑکے کے خلاف نہیں لڑی گئی ۔

(۲۵) یوم نقا الحسن : حسن ایک قسم کا درخت ہے جسے اس کی خوبصورتی کی وجہ سے یہ نام دیا گیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ حسن پہاڑ کا نام ہے ۔ یہ جنگ بنو ثعلبہ بن سعد بن ضبہ نے بکر بن وائل کے خلاف لڑی تھی ۔ اس جنگ میں بنی صباح کے ایک آدمی نے جس کا نام عاصم بن خلیفہ (الضبی) ہے بسطام بن قیس کو قتل کیا تھا ۔ عاصم بائیں ہاتھ سے کام کیا کرتا تھا چنانچہ اس کی بائیں کنپٹی پر نیزہ لگا اور یوں کہ اس کی بھال دائیں کنپٹی سے باہر نکل آئی ۔

(۲۶) یوم اعیار : اسے یوم النقیعہ بھی کہتے ہیں ۔ یہ جنگ بنو ضبہ نے بنو عبس کے خلاف لڑی ۔ اسی جنگ میں عمارۃ الوھاب قتل ہؤا اسے شرحاف بن المثلم نے اپنے ایک چچا زاد بھائی جس کا نام مفضال تھا کے خون کا بدلہ لینے کی عرض سے قتل کیا تھا ۔ عمارہ نے مفضال کو قتل کیا تھا مگر لوگوں کو اس کا پتا نہ چل سکا تھا ۔ شرحاف نے عمارہ کو شراب کے نشے میں اس امر کا ذکر کرتے ہوئے سن لیا ۔ اس وقت شرحاف ابھی بچہ ہی تھا ، جب جوان ہؤا تو اس نے نقیعہ کی جنگ میں اپنے چچا زاد بھائی کے خون کا بدلہ لے لیا اور بنو ضبہ نے بنو عبس سے اپنے وہ اونٹ چھڑا لیے جن کو بنو عبس نے چراگاہ میں چرتے ہوئے پکڑ لیا تھا ۔

(۲۷) یوم رحرحان الاول : یثربی بن عُدُس[1] بن زید بن عبداللہ بن دارم نے بنی عامر[2] بن صعصعہ پر چڑھائی کی تھی ۔ اس جنگ میں بنی عامر کا سردار الاحوص بن جعفر بن کلاب تھا ۔ بنی عامر میں سے شُریط بن عبداللہ بن ابی بکر بن کلاب مارا گیا ۔ اسی طرح یثربی بھی کھیت رہا ۔

(۲۸) یوم رحرحان الثانی : اس جنگ میں بنی عامر بن صعصعہ نے الاحوص کی سرکردگی میں بنی دارم پر چڑھائی کی تھی ۔ اسی میں معبد بن زرارہ قید ہؤا اسے عامر بن مالک اور اس سے بھائی طفیل نے قید کیا تھا ۔ اسے قید کرنے میں قبیلہ غنی کے ایک آدمی نے جس کا نام ابو عمیلہ عصمہ بن وھب تھا ان کا ساتھ دیا تھا ۔ ابو عمیلہ طفیل کا رضائی بھائی تھا ۔ معبد ان کی قید میں ہی مر گیا تھا ، انھوں نے اس ڈر سے کہ کہیں بنو تمیم اسے چھڑا کر نہ لے جائیں اسے بیڑیوں میں جکڑ کر طائف بھیج دیا تھا ۔ اس تمام واقعہ کا سبب یہ تھا کہ الحٰرث بن ظالم المری نے خالد بن جعفر کو الاسود بن المنذر کے سامنے دھوکے سے مار ڈالا تھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ نعمان کے سامنے مارا تھا اسی لیے زرارہ بن عُدَس کے پاس آ کر پناہ لی تھی ۔ رحرحان کی جنگ ختم ہو جانے کے بعد لقیط بن زرارہ نے بنی عامر سے جنگ کرنے کے لیے فوج جمع کی اور ان کے خلاف دیگر قبائل کو بھی آکسایا ۔ رحرحان اور جبلہ کی جنگ کے درمیان ایک سال کا وقفہ تھا ۔

(۲۹) یوم صَرِیۃ : بنی حنظلہ کے بارے میں سعد اور رباب کے

---

۱ ۔ عربی ناموں میں جہاں کہیں عدس نام آئے گا اسے عُدَس [عین پر پیش اور دال پر زبر] پڑھیں گے سوائے عُدُس بن زید کے کہ یہاں عین اور دال دونوں پر پیش پڑھی جائے گی (امالی : ۲ : ۱۸۶ اور ۳ : ۲۱۱) ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں یوں ہے : یثربی بن عُدُس بن زید بن عبداللہ بن دارم بنو عامر بن صعصعہ ۔ اسے علی بنی عامر بن صعصعہ پڑھیں ۔

مابین پھوٹ پڑ گئی ۔ بنو عمرو بن تمیم بکر بن وائل کے حلیف بن چکے تھے ۔ حنظلہ نے سعد اور رباب سے جنگ کرنے کے لیے صف آرائی کی اور عمرو بن تمیم کی طرف روانہ ہو گئے ، انھوں نے ان کو لوٹا دیا اور ان کے حلیف بن گئے ، اس کے بعد وہ سعد اور رباب سے جنگ کرنے کے لیے جمع ہو گئے ، اس جنگ میں ان کا رئیس ناجیہ بن عقال تھا ۔ سعد اور رباب کا سردار قیس بن عاصم تھا ۔ اس پر ابن حفاف نے سعد اور رباب کو کہا : اگر تم نے بنو عمرو اور بنو حنظلہ کے جنگجو سپاہیوں کو قتل کر ڈالا تو ان کے عیال کا کون ضامن ہوگا ؟ انھوں نے جواب دیا : ہم ۔ اس نے پھر کہا : اگر انھوں نے تمہارے جنگجو سپاہیوں کو مار ڈالا تو تمہارے اہل و عیال کا کون ضامن ہوگا ؟ انھوں نے جواب دیا : وہ ۔ ابن حفاف نے کہا : تم انھیں ان کے اہل و عیال کے لیے چھوڑ دو اور وہ تمھیں تمہارے اہل و عیال کے لیے چھوڑ دیں ۔ اس بات پر اہم اور قبیلہ سعد کے اشراف نے گفتگو کی اور حمیٰ ضریہ میں مقام نسار پر پہنچ کر عمرو اور حنظلہ کے پاس آئے ۔ ناجیہ بن عقال ، قعقاع بن معبد بن زرارہ اور سنان بن علقمہ بن زرارہ نے صلح کی تجویز کو قبول کر لیا مگر مالک بن نویرہ نے انکار کر[1] دیا ۔

عربوں کے گھوڑے اور ان کا حسن و قبح

یاد رکھیں کہ صورت کے اعتبار سے گھوڑے تمام چوپاؤں سے زیادہ خوبصورت ہوتے ہیں اور کرم طبع ، شرافت نفس اور علو ہمت کے اعتبار سے تمام جانوروں سے افضل اور انسانوں کے ساتھ زیادہ مشابہت رکھتے ہیں ۔

---

۱ ۔ بہجہ اثری کہتے ہیں : عربوں کی بہت سی جنگیں تھیں ، مصنف نے صرف چند ایک کا ذکر کیا ہے جو شخص ان کا بالاستیعاب مطالعہ کرنا چاہے اسے عقدالفرید لابن عبد ربہ ، العمدہ لابن رشیق القیروانی ، اغانی لابی الفرج الاصبہانی اور کامل لابن اثیر وغیرہ کی طرف رجوع کرنا چاہیے ۔

قرآن ، حدیث اور عربوں کے اشعار میں ان کی بڑی تعریف کی گئی ہے ۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں :

وَمِنْ[1] رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ

(اور تم دشمن کے خلاف جنگ کے لیے) گھوڑوں کو باندھ رکھا کرو جن سے تم اللہ کے دشمنوں اور اپنے دشمنوں کو خوفزدہ کر سکو

نیز فرمایا :

وَالْعَادِيَاتِ[2] ضَبْحًا فَالْمُوْرِيَاتِ قَدْحًا فَالْمُغِيرَاتِ صُبْحًا فَأَثَرْنَ بِهٖ نَقْعًا فَوَسَطْنَ بِهٖ جَمْعًا

قسم ہے ان گھوڑوں کی جو ہانپتے ہوئے دوڑتے ہیں ۔ پھر پتھروں (پر پاؤں مار کر) ان سے آگ نکالتے ہیں ۔ پھر صبح کے وقت غارت ڈالتے ہیں پھر گرد اڑاتے ہیں اور (دشمن کی) فوج میں گھس جاتے ہیں ۔

(اس آیت میں) اللہ تعالی نے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم کھائی ہے جو دوڑتے ہیں اور پھر ہانپتے ہیں ، ضبح اس آواز کو کہتے ہیں جو دوڑتے وقت گھوڑوں کے سانس لینے سے پیدا ہوتی ہے۔ موریات : وہ گھوڑے جو آگ نکالتے ہیں ۔ اِیراء کے معنی آگ نکالنے کے ہیں محاورے میں کہتے ہیں قَدَحَ الزَّنْدَ فَاَوْرَی (اس نے چقماق کو مار کر آگ نکالی) مغیرات وہ گھوڑے جن کے سوار دشمن پر غارت ڈالتے ہیں ۔ صُبْحاً : صبح کے وقت ، فَاَثَرْنَ بِهٖ نقعا اور اس وقت وہ گرد اڑاتے ہیں فوسطن به جمعاً : یعنی صبح کے وقت دشمن کے کسی گروہ میں گھس جاتے ہیں ۔

---

۱ ۔ سورہ انفال آیت ۶۰

۲ ۔ پارہ تیس سورہ عادیات

ایک اور حدیث میں ہے :

الخَیْلُ مَعْقُودٌ[1] فِی نَوَاصِیْهَا الخَیْرُ إلیٰ یَوْمِ القِیٰمة

گھوڑوں کی پیشانیوں میں خیر و برکت قیامت تک بندھی ہوئی ہے ۔

ایک اور حدیث میں ہے :

بُطُونُهَا کَنْزٌ و ظُهُورُهَا حِرْزٌ و اَصحَابُهَا مُعَانُون عَلَیْهَا ۔

ان کے پیٹ خزانہ ہیں ، ان کی پشت محفوظ پناہ گاہ ہے اور ان کے مالکوں کی اللہ تعالی مدد کرتے ہیں ۔

ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ [۲ : ۷۶] میں ایک گھوڑا خریدنا چاہتا ہوں جسے میں اللہ کی راہ میں تیار کر رکھوں گا ۔

تو آپ نے فرمایا :

اشْتَرِ[2] اَدْهَمَ اَوْ کُمَیْتًا اَقْرَحَ اَرْثَمَ مُحَجَّلاً مُطْلَقَ[3] الیمین فَاِنَّهَا مَیَامِینُ الخَیْل۔

سیاہ یا کمیت گھوڑا خریدو جس کی پیشانی پر سفیدی ہو ، ناک پر سفیدی ہو ٹانگوں پر سفیدی ہو مگر دائیں ٹانگ پر سفیدی نہ ہو یہی با برکت گھوڑے ہیں

عربی گھوڑے دنیا کے بہترین گھوڑوں میں سے ہیں ۔ کہا جاتا ہے کہ در اصل یہ وحشی جانوروں میں سے تھے ۔ سب سے پہلے اکھڑ گھوڑوں

---

۱ ۔ کتاب الخیل میں ابو عبیدہ نے یوں نقل کیا ہے : الخیل معقودٌ فی نواصیها الخیر إلیٰ یوم القیٰمة الأجر و المغنم ۔

۲ ۔ کتاب الخیل میں یوں ہے (صفحہ ۶) : التمسوا الحوائج علی الفرس الکمیت الأرثم المحجل الثلاث المطلق الید الیُمنیٰ ۔

۳ ۔ مطلق الیمین جس کی دائیں ٹانگ پر سفیدی نہ ہو ۔

کو عربوں کے باپ اسماعیل علیہ السلام نے مطیع کیا -

جنگوں میں عربوں کا سب سے بڑا ساز و سامان یہی گھوڑے ہوتے تھے ، انھی پر ان کی جنگوں کا دار و مدار ہوتا تھا - کروفر کی جنگ میں انھی کے ذریعے سے وہ پیچھے ہٹ کر حملہ کرتے تھے ، عرب (سفر یا جنگ میں) اپنے گھوڑوں کو آرام دینے کی غرض سے اپنے اونٹوں پر سوار ہوتے اور گھوڑوں کو ساتھ ساتھ لے جاتے تھے پھر جب دشمن کے پاس پہنچتے اور یورش کرتے تو اس خوف سے کہ کہیں دشمن پیچھے سے نہ آ پہنچے وہ اونٹوں سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہو جاتے - ان کا ایک[1] شاعر کہتا ہے :

النَّا زِلِينَ بِكُلِّ مُعْتَرَكٍ
وَالطَّيِّبِينَ مَعَاقِدَ الأُزُرِ

یہ لوگ ہر میدان جنگ میں اپنی سواریوں سے نیچے اتر کر لڑتے ہیں ، یہ لوگ بد کاری سے پاک ہیں

بعض نے اس شعر کی یوں تشریح کی ہے کہ جب میدان جنگ (گھمسان کی لڑائی کی وجہ سے) تنگ ہو جائے تو یہ لوگ اپنے گھوڑوں سے اتر کر پیدل ہو کر لڑتے ہیں اور اس وقت ایک دوسرے کو نَزَالِ نزالِ کہہ کر پکارتے ہیں حالانکہ ربیعہ[2] بن مقروم الضبی کہتا ہے :

وَلَقَدْ شَهِدْتُ الخَيْلَ يَوْمَ طِرَادِهَا
بِسَلِيمِ أَوْظِفَةِ القَوَائِمِ هَيْكَلِ

---

۱ - یہ شعر طرفہ بن العبد کی ماں جائی بہن خرنق بنت ھفّان کا ہے - اس میں وہ اپنے خاوند عمرو بن مرثد ، اپنے بیٹے علقمہ بن عمرو اور اپنے دو بھائیوں حسّان اور شرحبیل کا مرثیہ کہہ رہی ہے (امالی : ۲ : ۱۵۴) -

۲ - ربیعہ بنی مقروم الضبی مخضرمین میں سے ہے - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو حماسہ صفحہ ۱۵ - اور کتاب الخیل : ۲ : ۱۷۲ -

گھوڑ سواروں کے حملے کے دن میں بھی ایک صحیح و سالم ٹانگوں قوی ہیکل گھوڑے کو لے کر موجود تھا

فَدَعَوْا نَزَالِ فَكُنْتُ أَوَّلَ نَازِلٍ
وَعَلَامَ أَرْكَبُهُ إِذَا لَمْ أَنْزِلِ

پھر انھوں نے ایک دوسرے کو نیچے اتر کر جنگ کرنے کے لیے چیلنج کیا تو میں پہلا شخص تھا جو گھوڑے پر سے اتر کر آیا۔ اگر میں گھوڑے پر سے اتر نہیں سکتا تو پھر سوار کس لیے ہؤا ہوں

ابن السید کہتا ہے: جنگ میں گھوڑے پر سے دو طرح اترتے ہیں۔ ایک طریقہ تو وہی ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جنگ کی ابتدا میں ہی اونٹوں سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہو جائیں۔

لخمی کہتا ہے: عرب صرف غارت گری کے وقت اونٹوں سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہؤا کرتے تھے۔ عربوں کے سواری سے اترنے کے متعلق ابن سیدہ کا خیال ہے کہ یہ صرف اونٹوں سے اتر کر گھوڑوں پر سوار ہونا ہوتا تھا مگر حقیقت اس طرح نہیں ہے۔

ربیعہ کا النازلین الخ کہنے میں اسی بات کی طرف اشارہ پایا جاتا ہے کہ خواہ یہ گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگ کر رہے ہوں خواہ پیدل ہو کر اس سے ان کی حالت میں کوئی فرق نہیں آتا:

اور یہ گھوڑوں سے اترنے میں رکتے نہیں ، کیونکہ جنگ میں لوگوں کی مختلف حالتیں ہوتی ہیں اور ایسے موقع پر صرف بہادر اور قوی لوگ ہی اترتے ہیں۔ اسی لیے مہلہل نے کہا ہے:

لَمْ يُطِيقُوا أَنْ يَنْزِلُوا فَنَزَلْنَا
وَأَخُو الْحَرْبِ مَنْ أَطَاقَ النُّزُولَا

[۲:۷۷] ان میں اترنے کی قدرت نہ تھی لہٰذا ہم اتر آئے ، جنگجو وہی

شخص ہوتا ہے جو اترنے کی طاقت رکھتا ہو (گھوڑے سے اتر کر لڑنے کی ہمت رکھتا ہو) ۔

عرب گھوڑوں کی تربیت پر بہت زور دیا کرتے تھے ، عہد جاہلیت میں بھی اور عہد اسلام میں بھی ۔ ایک شخص خود بھوکا رہتا مگر گھوڑے کو پیٹ بھر کر کھلاتا ، اسے اپنی ذات اور اپنے اہل و اولاد پر ترجیح دیتا تھا ، جیسا کہ ان کے اشعار سے پتا چلتا ہے ۔ چنانچہ جعفی[1] کہتا ہے :

اَلْخَيْرُ مَا طَلَعَتْ شَمْسٌ وَمَا غَرَبَتْ
مُعَلَّقٌ بِنَوَاصِي الْخَيْرِ مَعْقُودُ[2]

جب تک سورج طلوع اور غروب ہوتا رہے گا نیکی گھوڑوں کی پیشانی کے بالوں کے ساتھ لٹکی اور بندھی رہے گی

طفیل غنوی[3] کہتا ہے :

وَلِلْخَيْلِ أَيَّامٌ فَمَنْ يَصْطَبِرْ لَهَا
وَيَعْرِفْ لَهَا أَيَّامَهَا الْخَيْرَ يُعْقِبِ[4]

گھوڑوں کے دن ہوتے ہیں لہٰذا جو ان دنوں میں ثابت قدمی دکھائے گا اور ان کو پہچانے گا اسے نیک انجام حاصل ہوگا ۔

---

۱ - کتاب الخیل میں اس شعر کو کسی انصاری کی طرف منسوب کیا گیا جس نے ابتدائے اسلام میں یہ شعر کہے اور محشی نے شاعر کا نام ابراہیم بن عمران لکھا ہے ۔

۲ - کتاب الخیل میں ایک جگہ (صفحہ ۱۴) پر معقود کی جگہ مطلوب منقول ہے اور دوسری جگہ (صفحہ ۱۶۰) پر معصوب ۔

۳ - طفیل غنوی جاہلی شاعر ہے اور فحول الشعرا میں شمار ہوتا ہے ۔ گھوڑے کی تعریف میں اسے خاص ملکہ تھا اور اسی وجہ سے اسے طفیل الخیل کہا جاتا تھا ملاحظہ ہو کتاب الخیل : ۲

۴ - کتاب الخیل صفحہ ۲۵۲ میں یُعقِب ہے ۔

بنی عامر[1] کا ایک شاعر کہتا ہے :

بَنِي عَامِرٍ مَاذَا أَرَى الخَيْلَ أَصْبَحَتْ
بِطَانًا وبَعْضُ الضُرِّ[2] لِلخَيْلِ أَمْثَلُ[3]

اے بنی عامر کیا وجہ ہے کہ میں گھوڑوں کو بڑے پیٹ والا دیکھتا ہوں اور بعض مرض ایسے ہوتے ہیں جو گھوڑوں کے لیے بہتر خیال کیے جاتے ہیں

بَنِي عَامِرٍ إنَّ الخُيُولَ وِقَايَةٌ
لِأَنْفُسِكُمْ والمَوتُ[4] وَقْتٌ مُؤَجَّلُ

اے بنی عامر گھوڑے تمھاری ذات کے لیے بچاؤ کا ذریعہ ہیں ورنہ ظاہر ہے کہ موت کا ایک مُعیّن وقت ہے

أَهِينُوا لها ما تكرِمُون وَبَاشِرُوا
صِيَانَتَهَا والصَّونُ للخَيْلِ أَجْمَلُ

جن چیزوں کی تم تعظیم کرتے ہو ان کو ان گھوڑوں کے لیے ذلیل سمجھو اور ان کی حفاظت کرتے رہو ، گھوڑے کی حفاظت کرنا ہی زیادہ مناسب ہے

مَتَى تُكْرِمُوهَا يُكْرِمُ المَرْءُ نَفْسَهُ
وَكُلُّ امرِىءٍ مِنْ قَوْمِهِ حَيْثُ يُنْزِلُ

---

۱ - ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الخیل : ۱۲

۲ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر درست الضمر ہے جیسا کہ کتاب الخیل میں ہے -

۳ - کتاب الخیل میں امثل کی جگہ افضل ہے اور دونوں کے ایک ہی معنی ہیں -

۴ - کتاب الخیل میں والوقت وقت مؤجل ہے

جب تم ان گھوڑوں کی تعظیم کرو گے تو تم اپنی ذات کی عزت کرو گے
ہر انسان اپنی قوم میں اسی مرتبہ پر ہوتا ہے جہاں وہ اپنے آپ کو
رکھے

فرس کا ایک آدمی کہتا ہے :

أَقِیهِ دُوْنَهُ الْمَنَایَا بِنَفْسِی
وَهُوَ یَغْشِی بِنَا صُدُوْرَ الْعَوَالِی

میں گھوڑے کے آگے ہو کر اپنی ذات کا موتوں سے بچاؤ کرتا ہوں
اور گھوڑا ہمیں لے کر نیزوں کی نوکوں پر چڑھ جاتا ہے

وَإِذَا مِتُّ كَانَ ذَاكَ تُرَاثِی
وَسِجَالاً مَحْمُودَةً مِنْ سِجَالِی

جب میں مروں گا تو یہی میرا ترکہ ہوگا ، کچھ ڈول بھی ہوں گے
جو قابل تعریف ہوں گے

لبید کہتا ہے :

مَعَاقِلُنَا الَّتِی نَأْوِی إِلَیْهَا
بَنَاتُ الْأَعْوَجِیَّةِ وَالسُّیُوْفُ

ہمارے قلعے جن کے پاس ہم پناہ لیتے ہیں اعوجی گھوڑیاں اور
تلواریں ہیں

طفیل غنوی کہتا ہے :

جَزَى اللهُ الأَغَرَّ جَزَاءَ صِدْقٍ
إِذَا مَا أُوقِدَتْ نَارُ الْحُرُوْبِ

خدا میرے گھوڑے اغر کو عمدہ جزا دے جب جنگوں کی آگیں
بھڑکا دی جاتی ہیں

یَقِیْنِی بِاللَّبَانِ وَمَنْكِبَیْهِ
وَأَحْمِیْهِ بِمُطَّرِدِ الْكُعُوبِ

تو یہ گھوڑا اپنے سینے اور دونوں کندھوں کے ذریعے مجھے بچاتا ہے اور میں اسے اپنے نیزے سے بچاتا ہوں

وَأُدْفِيهِ إِذَا هَبَّتْ شَمَالٌ
بَلِيلٌ حَرْجَفٌ عِنْدَ الغُرُوبِ

اور جب نمی والی سرد اور تندباد شمال سورج غروب ہونے کے وقت چلتی ہے تو میں اسے (سردی سے بچانے کے لیے) گرم کپڑا پہنا دیتا ہوں

[۲ : ۷۸] أَرَاهُ أَهْلَ ذَلِكَ حِينَ يَسْعَى
رِعَاءُ الحَيِّ فِي جَمْعِ الحَلُوبِ

جب قبیلے کے چرواہے دودھ دینے والی اونٹنیوں کے جمع کرنے میں لگے ہوں اس وقت میں اس گھوڑے کو اس بات کا اہل سمجھتا ہوں (لوگ دودھ دینے والی اونٹنیوں کو جمع کر رہے ہوتے ہیں اور مجھے یہ فکر ہوتی ہے کہ میرے گھوڑے کو سردی نہ لگ جائے)۔

فَيَخْفِقُ مَرَّةً وَ يُفِيدُ أُخْرَى
وَ يَفْجَعُ ذَا الضَّغَائِنِ بِالأَرِيبِ

کبھی وہ ناکام رہتا ہے اور کبھی فائدہ پہنچاتا ہے اور کینہ وروں کو کسی ہشیار آدمی کے قتل سے دکھی کر دیتا ہے

إِذَا سَمِنَ الأَغَرُّ دَنَا لِقَاءٌ
يَغَصُّ الشَّيْخُ بِاللَّبَنِ الحَلِيبِ

جب أغر موٹا ہو جاتا ہے تو کوئی جنگ قریب آ جاتی ہے جس کی شدت کی وجہ سے تازہ دودھ بھی بوڑھے کے گلے سے نیچے نہیں اترتا

شَدِيدٌ مُتَجَامِعُ الكَتِفَيْنِ طِرْفٌ
بِهِ أَثَرُ الأَسِنَّةِ كَالعُلُوبِ

اس کے کندھوں کا درمیانی حصہ مضبوط ہے ، یہ اصیل گھوڑا ہے
تیروں کے لگے ہوئے زخم تلوار کے زخموں کی طرح دکھائی
دیتے ہیں

وَاَكْثَرِ هُمْ عَلَى الْاَبْطَالِ حَتَّى
يُرَى كَالْاُرْجُوَانِ الْمَجُوبِ

میں اسے بہادروں پر حملہ کرنے پر مجبور کرتا ہوں یہاں تک کہ یہ
(خون سے رنگے جانے کی وجہ سے) پھٹے ہوئے سرخ رنگ کی طرح
دکھائی دینے لگتا ہے

أَلَسْتَ بِصَاحِبِي يَوْمَ التَّقَيْنَا
بِسِيفٍ وَ صَاحِبِي يَوْمَ الكَثِيبِ

جب ہم سیف کے مقام پر (دشمنوں سے) ملے تھے تو کیا تو اس وقت
میرا ساتھی نہ تھا اور کثیب کے دن بھی

بعض لوگوں کی روایت کے مطابق یہ اشعار شداد کے ہیں - ابو محمد
الاعرابی کتاب الخیل میں کہتا ہے کہ ابو الندی نے اس بات سے انکار
کیا ہے کہ یہ اشعار شداد بن معاویہ کے ہیں - اس بات سے بھی انکار
کیا ہے کہ اعر شداد کا گھوڑا ہے - اس نے بیان کیا ہے کہ اغرّ ضبیعہ
بن الحارث العبسی کا گھوڑا ہے - وہی اس گھوڑے کے متعلق کہتا ہے :

لَوْلَا اعْتِرَاضٌ فِي الْاَغَرِّ وَ جُرْاَةٌ
لَفَعَلْتُ فَاقِرَةً بِجَيْشِ مُقَيَّدٍ

اگر میرے گھوڑے اغر میں جرأت اور دشمنوں کے سامنے آنے کی
خوبی نہ ہوتی تو میں مُقَیَّد کی فوج کو ناکوں چنے چبوا دیتا

(ابو محمد الاعرابی) کہتا ہے : مُقَیَّد سے مراد عامر بن الطفیل بن
مالک الجعفری ہے کیونکہ اس نے رقم کی جنگ میں عربوں کو اپنی
قوم کے خون کا بدلہ لینے کی اجازت دی تھی - اعرابی کا بیان ختم ہوا -

عنترہ بن شداد بن معاویہ بن قراد جس کا تعلق بنی مخزوم بن عوذ

بن غالب سے تھا کہتا ہے کہ اس کی والدہ ایک سیاہ حبشی عورت تھی ، عنترہ سیاہ فام عربوں میں سے تھا وہ ایک معلقہ کا مصنف تھا ۔

وَيَمْنَعُنَا مِنْ كُلِّ ثَغْرٍ نَخَافُهُ
أَقَبُّ كَسِرْحَانِ الأَبَاءَةِ ضَامِرُ

ہمیں ہر سرحدی علاقے سے ایک ایسا گھوڑا بچاتا ہے جو دبلا ' پتلی کمر والا اور نیستان کے بھیڑیے کی طرح ہے

وَكُلُّ سَبُوحٍ فِي العِنَانِ كَأَنَّهَا
إِذَا اغْتَسَلَتْ بِالمَاءِ فَتْخَاءُ كَاسِرُ

اور ہر وہ گھوڑا (ہمیں بچاتا ہے) جو باگ میں تیز رفتار ہے اور جب اسے پانی سے نہلایا جائے تو نیچے اترنے والے عقاب کی طرح معلوم ہوتا ہے

وہی اپنے معلقہ میں کہتا ہے :

تُمْسِي وَتُصْبِحُ فَوْقَ ظَهْرِ حَشِيَّةٍ
وَأَبِيتُ فَوْقَ سَرَاةِ أَدْهَمَ مُلْجَمِ

(محبوبہ) اپنی صبح و شام گدوں پر گزار دیتی ہے مگر میں سیاہ ، لگام ڈالے گھوڑے کی پیٹھ پر بیٹھا رات گزار دیتا ہوں

وَحَشِيَّتِي سَرْجٌ عَلَى عَبْلِ الشَّوَى
نَهْدٍ مَرَاكِلُهُ نَبِيلِ المَحْزِمِ

میرا گدا وہ زین ہے جو موٹی ٹانگوں والے موٹے پہلوؤں والے اور تنگ باندھنے کی موٹی جگہ والے گھوڑے پر رکھی ہو

هَلْ تُبْلِغَنِّي دَارَهَا شَدَنِيَّةٌ
لُعِنَتْ بِمَحْرُومِ الشَّرَابِ مُصَرَّمِ

کیا مجھے محبوبہ کے گھر تک وہ شدنی اونٹنی پہنچا دے گی جسے یہ بد دعا دی گئی ہو کہ اس کا دودھ خشک ہو جائے۔

خَنْظَارَهٌ غِبَّ السُّرٰی زَیَّافَۃٌ
نَقَضُ الاُکَامَ بِذَاتِ خُفٍّ مِیثَمِ

یہ رات بھر چلنے کے بعد بھی دم ہلا ہلا کر تیز رفتاری سے چلتی ہے
اور ایسی ٹانگوں سے جن میں زور سے پڑنے والے پاؤں ہیں ٹیلوں کو
کاٹتی چلی جاتی ہے

ان ابیات میں ایسے الفاظ ہیں جن کے معانی مطالعہ کرنے والوں پر مخفی رہے ہیں لہٰذا ہم یہاں مختصراً ان کی وضاحت کرتے ہیں ۔ اس نے تمسی و تصبح کہنے سے اپنی محبوبہ عبلہ مراد لی ہے ۔ حشیہ : وہ بچھونا جس کے اندر کچھ بھر دیا گیا ہو (گدا) ۔ سَرَاہ [سین پر فتحہ] ہر چیز کا اوپر کا حصہ ، یہاں گھوڑے کی پیٹھ مراد ہے ۔ عنترہ کہتا ہے : میری محبوبہ نرم بستر پر رات اور دن گزار دیتی ہے اور میں سیاہ لگام والے گھوڑے کی پیٹھ پر ہی رات گزار دیتا ہوں ۔ مقصد یہ ہے کہ وہ ناز و نعمت میں وقت گزارتی ہے اور میں سفروں اور جنگوں کے مصائب جھیلتا ہوں اور " و حشیتی سرج " سے اس کی مراد یہ ہے کہ میں گھوڑے کی زین کو نرم بچھونا سمجھتا ہوں جس طرح اور لوگ گدوں کو نرم بستر سمجھتے ہیں اور ان پر سوتے ہیں ۔ اس کے بعد اس نے اپنے گھوڑے کے پسندیدہ اوصاف کا ذکر کیا ہے ۔ یہ کہ اس کی ٹانگیں موٹی ، تہلو پھولے ہوئے اور موٹے ہیں ۔ عبل [زبر کے ساتھ] کے معنی موٹے کے ہیں اور شَوی [فتحہ کے ساتھ] کے معنی ٹانگوں کے ہیں اس کا مفرد سواہ ہے یعنی ایسا گھوڑا جس کی ٹانگیں موٹی ہوں ۔ ہڈیاں موٹی ہوں اور پٹھے بہت ہوں اور نہد کے معنی موٹے اور اوپر اٹھے ہوئے کے ہیں ۔ مَرَا کل جمع ہے مَرکل کی [بر وزن جَعفَر] وہ جگہ جہاں زین پر بیٹھنے کے بعد سوار کی ٹانگیں دونوں پہلوؤں پر پڑتی ہیں ۔ نبیل کے معنی عظیم کے ہیں اور مَحزِم وہ جگہ جہاں تنگ باندھی جاتی ہے ۔

رہا اس کا ھل تُبلِغَنّی الخ کہنا تو اس نے بہت زیادہ مسافت

کی وجہ سے محبوبہ تک پہنچنے کو ناممکن سمجھا ہے ، اسی لیے استفہام کے طور پر یوں کہا ہے ۔ اَبْلَغَتْہُ المنزلَ اسی وقت بولا جاتا ہے جب کوئی کسی کو منزل تک پہنچا دے اور داوھا سے مراد عبلہ کا گھر ہے ۔ شَدَنِیَّۃ وہ اونٹنی جو شَدَن [دو زبروں کے ساتھ] کی طرف منسوب ہو اور شدن یمن کا ایک قبیلہ ہے ، بعض کہتے ہیں کہ شدن وہاں کا ایک علاقہ ہے ۔ اس کا لُعِنَتْ کہنے سے مطلب یہ ہے ۔ تبریزی اس معلقہ کی شرح میں کہتا ہے کہ اس نے بد دعا کی ہے کہ اس کا دودھ منقطع ہو جائے یعنی یہ کہ اس کے پستان دودھ سے محروم ہو جائیں تا کہ یہ اونٹنی زیادہ قوی ، زیادہ موٹی اور سفر کی تکالیف کو برداشت کرنے کے معاملے میں زیادہ صبر کر سکے کیونکہ گوشت کی زیادتی اور زیادہ بچے پیدا کرنے سے کمزوری اور دبلا پن پیدا ہوتا ہے ۔ ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد بد دعا نہ ہو بلکہ صرف یہ بتانا مقصود ہو (کہ وہ ایسی ہے)۔ لعن کے اصلی معنی دوری کے ہیں اس کے بمحروم الشراب کہنے سے مراد وہ پستان ہے جس کا پینا ممنوع ہے ۔ حرم کے اصلی معنی ” منع “ کے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں بمحروم الشراب سے مراد فی محروم الشراب ۔ خالد بن کلثوم کہتا ہے : لُعِنَتْ کے معنی نُحِّیَتْ عن الابل (اونٹوں سے اسے الگ رکھا گیا ہے) ہیں کیونکہ اسے معلوم ہے کہ یہ بانجھ ہو چکی ہے لہٰذا یہ سواری ہی کے لیے وقف ہو کر رہ گئی ہے ۔ سواری کے لیے اسی قسم کی اونٹنی مناسب ہوتی ہے ۔ مُصَرَّم وہ جس کے پستانوں [۲ : ۸۰] کو کوئی تکلیف پہنچی ہو جس سے اس کا دودھ منقطع ہو چکا ہو مثلاً پستانوں کو باندھ دینے وغیرہ سے ۔ رہا مصرّم تو ابو جعفر کہتا ہے : مُصَرَّم وہ جانور ہے جس کے پستان کا سرا مڑا ہؤا ہو یہاں تک کہ دودھ ہی بند ہو گیا ہو ۔ یہاں یہ الفاظ مثال کے طور پر آئے ہیں ، اس کی مراد یہ ہے کہ یہ اونٹنی بانجھ ہے اور اس میں قطعاً دودھ نہیں ہے ۔ تبریزی کا بیان ختم ہؤا ۔

الاعلم ان چھے اشعار کی تشریح میں کہتا ہے ، اس کے لُعِنَتْ کہنے سے مراد یہ ہے کہ اسے پستانوں کی گالی دی گئی ہے جس طرح

کہتے ہیں لَعَنَہُ اللہ ماأدْهاهُ وَمَاأشعَرَہ (خدا اسے لعنت کرے ، وہ کسی قدر سمجھدار ہے یا کتنا عمدہ شاعر ہے ، اس کی مراد صرف یہ ہے کہ اس کے پستان دودھ سے محروم کر دیے گئے ہیں اور یہ بات اس کی قوت کے زیادہ ہونے اور اس کو زیادہ مضبوط بنانے کا سبب ہے ۔ اس کی قوت کو دیکھ کر تعجب کے طور پر اس پر لعنت کی گئی ہے اور بد دعا کی گئی ہے اور مُصَرَّم سے مراد ہے وہ اونٹنی جس کا دودھ منقطع ہو چکا ہو ۔ بعض کہتے ہیں کہ لُعِنت کے معنی یہ ہیں کہ اس نے بد دعا کی ہے کہ اس کے پستانوں سے دودھ منقطع ہو جائے کیونکہ اس سے اس کی طاقت زیادہ ہو جائے گی ۔ پہلے معنی بہتر اور زیادہ بلیغ ہیں ۔ اعلم کا بیان ختم ہؤا ۔

رہا اس کا خطّارہ الخ کہنا تو یہ شدنیہ کی صفت ہے ۔ خطارہ وہ اونٹنی ہے جو نشاط کی وجہ سے اپنی دم دائیں بائیں ہلاتی ہے ۔ سُریٰ : رات کا چلنا اور غب الشئی کے معنی کسی چیز کے بعد کے ہیں ۔ شاعر کہتا ہے : رات کا سفر کر چکنے کے باوجود یہ نشاط کی وجہ سے دم ہلاتی رہتی ہے ۔ اگر رات بھر چلی نہ ہوتی تو اس کی نشاط کا کیا حال ہوتا ۔ ذیافہ وہ اونٹنی ہے جو اس طرح تیزی سے چلے جس طرح کبوتری چلتی ہے اس کے نقص الاکام کہنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پاؤں سختی سے روندتے اور تیز رفتاری کی وجہ سے ٹیلوں کو توڑتے جاتے ہیں ۔ محاورہ ہے وَقَصَ يَقِصُ [قاف اور صاد مہملہ کے ساتھ] ایک روایت میں تَطِيسُ ہے معنی ایک ہی ہیں ، محاورہ ہے وَطَسَ يَطِيسُ جس کے معنی توڑنے کے ہیں ۔ إكام [زیر کے ساتھ] أَكَمَ [دو زبروں کے ساتھ] کی جمع ہے جس طرح جبال جمع ہے جَبَل (ٹیلہ) کی

اور میثم : سخت روندنے والا وَثَمَ الأرض يَثِمُها [ثاء مثلثہ کے ساتھ] اس وقت بولتے ہیں جب اونٹ زور سے زمین کو روندے ۔ بداب خیف سے مراد بقوائم ذات اخفاف ہے ۔

وہ اشعار جن سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ عرب گھوڑوں کی دیکھ

بھال پر بہت زور دیتے تھے[1]۔

طفیل غنوی کے یہ اشعار ہیں :

إِنِّي وَإِنْ قَلَّ مَالِي لَا يُفَارِقُنِي
مِثْلُ النَّعَامَةِ فِي أَوْصَالِهَا طُولُ

خواہ میں محتاج ہی کیوں نہ ہو جاؤں پھر بھی میرے پاس شتر مرغ کی طرح ایک گھوڑی رہے گی جس کے جوڑ لمبے ہوں گے

تَقْرِيبُهَا المَرَطَى وَالجَوْزُ مُعْتَدِلٌ
كَأَنَّهُ سُبَدٌ بِالْمَاءِ مَغْسُولُ

اس کا پویہ دُلکی کی طرح ہے ، اس کا سینہ معتدل ہے وہ یوں معلوم ہوتی ہے جیسے ابابیل پرندے کو پانی سے دھویا گیا ہو .

أَوْ سَاهِمُ الوَجْهِ لَمْ تُقْطَعْ أَبَاجِلُهُ
يُصَانُ وَهْوَ لِيَوْمِ الرَّوْعِ مَبْذُولُ

یا (میرے پاس) ایسا گھوڑا ہوگا جس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا

---

۱ - بہجۃ اثری نے اس سعر کو قطعاً نہیں سمجھا ، اس کی تشریح میں ادھر اُدھر کی ہانکی ہیں ، اولاً ساھم الوجہ کے معنی عالیہ کیے ہیں جو سرا سر غلط ہیں ۔ جنگ میں گھوڑے کے چہرے کا رنگ خوں کی وجہ سے بدل جاتا ہے ۔ پھر آنا جلہ نون کے ساتھ رقم کیا ہے اور تشریح میں لکھا ہے والناجل : الکریم النسل ان معنوں کا اصل مفہوم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں یہ لفظ اَباجِلُہ ہے ۔ باء موحدہ کے ساتھ ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۱ : ۱۱۳ ابو عبیدہ کہتا ہے (کتاب الخیل : ۲۸) وأباجِلُہ : عِرقانِ بین العصب و الشظاز اباجل گھوڑے کے لیے وہی حیثیت رکھتی ہیں جو انسان کے لیے اکحلان ۔

ہوگا جس کی ٹانگوں کی رگیں نئی ہوئی نہیں ہیں اسے محفوظ رکھا جاتا ہے مگر جنگ کے دن اسے فراخ دلی سے خرچ کیا جاتا ہے ۔

انھی معنوں میں ایک اور کہتا ہے :

لَمَّا رَأَیْتُ قَبِیْلَةً مَسْعُوْدَةً
بِالخَیْلِ یُسْعِفُھَا الرِّھَانُ وَیُحْلِبُ

جب میں نے قبیلے کو گھوڑوں سے سعادت مند پایا اور دیکھا کہ ان کی اعانت و مدد گھوڑوں کی دوڑ سے ہوتی ہے

صَافَیْتُ مَمْھُوْسَ اللَّبَانِ کَأَنَّهُ
بَادٍ نَسَا وَجْھُهُ الیَدَانِ سُدَرَّبُ[۲]

تو میں نے ایک ایسے گھوڑے کو منتخب کیا جس کی چھاتی پر کم گوشت تھا اور وہ سدھایا ہؤا نار معلوم ہو رہا تھا جسے باری باری دونوں ہاتھوں پر لیا جاتا ہے

وَإِذَا تَصَفَّحَهُ الفَوَارِسُ مَعْرِضاً
فَتَقُوْلُ سِرْحَانُ الغَضَا المُتَنَصِّبُ

جب گھوڑ سوار اسے سامنے آتے ہوئے غور سے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ تو غضا کے جنگل کا بھیڑیا کھڑا ہے ۔

روایت ہے کہ جاہلیت میں ایک شاہسوار ہے جس کا نام عبیدۃ بن ربیعہ تمیمی ہے کسی بادشاہ نے اس کی سکاب نامی گھوڑی مانگی مگر اس نے دینے سے انکار کر دیا اور اس کے متعلق یہ اشعار کہے :

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں یجلب دیا ہے اسے یُحْلِبُ حاء مہملہ کے ساتھ پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں مُذَرَّب ذال معجمہ کے ساتھ دیا ہے اسے مُدَرَّب دال مہملہ کے ساتھ پڑھیں ۔

أَتَشْتَ اللَّعْنَ اِنَّ سَكَابِ عِلْقٌ
نَفِيْسٌ لاَ يُعَارُ وَ لاَ يُبَاعُ

(اے بادشاہ) تو لعنت کو قبول نہ کرے ۔ میری سکاب نامی گھوڑی محبوب اور عمدہ ہے ، جسے نہ عاریتاً دیا جا سکتا ہے اور نہ بیچا جا سکتا ہے

مُفَدَّاةٌ مُكَرَّمَةٌ عَلَيْنَا
يُجَاعُ لَهَا العِيَالُ وَلاَ تُجَاعُ

اس پر ہم فدا ہوتے ہیں ، ہم اس کی عزت کرتے ہیں ۔ ہم اس کی خاطر اپنے اہل و عیال کو بھوکا رکھتے ہیں مگر اسے (کسی کی خاطر) بھوکا رکھا نہیں جاتا

سَلِيلَةُ سَابِقَيْنِ تَنَاجَلاَهَا
اِذَا نُسِبَا يَضُمُّهُمَا الكُرَاعُ

یہ گھوڑی دو سبقت لے جانے والوں کی نسل سے ہے۔ انھوں نے اسے جنا ہے ۔ جب ان دونوں کا نسب بیان کیا جائے تو کراع نامی نر پر دونوں کا اجتماع ہوتا ہے

فَفِيْهَا عِزَّةٌ مِنْ غَيْرِ نَفْرٍ
يُحَيِّدُهَا اِذَا حَرَّ القِرَاعُ

اس میں ہمارے لیے عزت ہے ۔ جب جنگ زوروں پر ہو تو یہ گھوڑی بھاگتی نہیں کہ میدان جنگ سے علٰحدہ ہو جائے

فَلاَ تَطْمَعْ ۔ أَبَيْتَ اللَّعْنَ فِيْهَا
وَ مَنْعُكَهَا بِشَيْءٍ يُسْتَطَاعُ

خدا کرے لعنت تجھ سے دور رہے تو اس گھوڑی کے حاصل کرنے کی خواہش نہ کر اور ہم نے جو تمھیں اس بات سے روکا ہے تو یہ اس لیے کہ ہم میں روکنے کی طاقت پائی جاتی ہے

وَ كَفِّىْ تَسْتَقِلُّ بِحَمْلِ سَيْفِى
وَ بِىْ مِمَّنْ تَهَضَّمَنِىْ امْتِنَاعُ

میرا ہاتھ تلوار اٹھانے کو معمولی بات سمجھتا ہے اور مجھ میں ان لوگوں سے محفوظ رہنے کی قوت پائی جاتی ہے جو مجھ پر ظلم کرنا چاہیں

وَ حَوْلِىْ مِنْ بَنِىْ قُحْفَانَ شِيْبٌ
وَ شُبَّانٌ اِلَى الْهَيْجَا سِرَاعُ

میرے ارد گرد بنی قحفان کے وہ بوڑھے اور نوجوان ہیں جو جنگ کی طرف سرعت سے جاتے ہیں

اِذَا فَزِعُوْا فَاَمْرُهُمْ جَمِيْعٌ
وَ اِنْ لَاقَوْا فَاَيْدِ يْهِمْ شُعَاعُ

جب یہ خوفزدہ ہوتے ہیں تو تمام متفق ہو کر سوچتے ہیں اور جب دشمن سے جنگ میں ملتے ہیں تو ان کے ہاتھ مختلف ہوتے ہیں ، (ہر سمت کو پھیل جاتے ہیں) ۔

وغیرہ وغیرہ بہت سے اشعار ہیں جو اس جگہ درج کیے جا سکتے مگر اُن سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ان کے یہاں گھوڑوں کی کس قدر عزت تھی ، وہ انھیں اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز سمجھتے تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ عرب اپنے ماں باپ کو ان پر فدا کر دیتے تھے اور تنگی اور تکلیف میں انھیں اپنے اہل و عیال سے بھی مقدم سمجھتے تھے ، کھانے اور پینے میں انھیں اپنے عزیزوں پر ترجیح دیتے تھے ۔

عربوں کے نزدیک گھوڑوں کے کون سے اوصاف پسندیدہ اور کون سے ناپسندیدہ ھیں

ہر وہ شخص جو کسی چیز کو لگاتار کرتا رہے اور چھوڑے نہیں وہ اوروں کے مقابلے میں اس چیز کے حالات کو بہتر جانتا اور سمجھتا

ہوتا ہے - یہ عرب لوگ چونکہ مدت مدید تک کروفر ، آگے بڑھنے اور پیچھے ہٹنے میں لگے رہے ، وہ ہمیشہ دشمن کے مقابلے میں صف آرا رہے ، ان کی فوجیں گتھم گتھا ہوتی رہیں ، ان کی جھنڈیاں لہراتی اور جھنڈے بلند رہے ، ان کے علَم حرکت کرتے رہے اور فوجیں ایک دوسرے کے اندر گھس جاتی رہیں ، ان کے مدّمقابل ایک دوسرے پر نیزوں کا وار کرتے رہے ، شہسوار تیغ زنی کرتے رہے ' ان کی تلوارں سینوں کے خونوں سے رنگی رہیں ، ان کے نیزے ایک دوسرے سے ٹکراتے رہے ، ان کے گھوڑے ہنہناتے رہے ، ان کے جنگوں کی آگیں روشن رہیں لہٰذا ان کے یہاں گھوڑے ان کا سب سے بڑا ساز و سامان ہوتے اور حصول مقصد کے لیے بہت ہی کار گر آلہ ہوتے ، نہیں بلکہ گھوڑے ان کے لیے مضبوط قلعوں کا کام دیتے اور ان کے ہمیشہ باقی رہنے والے خزانے ثابت ہوتے ، ان کی بلند مقام عزت ہوتے اور پناہ گاہ - یہی وجہ تھی کہ انھیں ان گھوڑوں کے پسندیدہ اور ناپسندیدہ اوصاف کے متعلق اس قدر معلومات حاصل تھیں کہ دیگر اقوام کو اس قدر حاصل نہ تھیں - انھیں گھوڑوں کی بیماریوں کے متعلق اتنا علم میسر تھا کہ اوروں کو نہ تھا یہاں تک کہ ان کے بچوں کو بھی اتنی معلومات حاصل تھیں کہ دیگر اقوام کے بوڑھوں کو بھی حاصل نہ تھیں - اس بات کے بہت سے شواہد موجود ہیں جن کا تفصیلی ذکر ان کتابوں میں پایا جاتا ہے جو گھوڑوں کے متعلق لکھی گئیں - ہم اپنے بیان کی تائید میں گواہ کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہیں -

ابو بکر بن درید[1] نے روایت کی ہے کہ مجھے میرے چچا نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے بتایا ، اس نے کلبی[2] سے روایت کی اور کلبی اپنے باپ سے ، وہ کہتا ہے کہ عربوں کی پانچ لڑکیاں ایک جگہ اکٹھی بیٹھی ہوئی تھیں کہ انھوں نے ایک دوسرے کو اپنے اپنے باپ کے

---

۱ - اس واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو کتاب الامالی : ۱ : ۱۸۵ -

۲ - امالی میں ابن الکلبی مرقوم ہے -

گھوڑے کی صفات بیان کرنے کی دعوت دی ۔

پہلی بولی :

میرے والد کی گھوڑی گلابی رنگ کی ہے ، یہ گلابی رنگ کی گھوڑی کیا ہے اس کا پچھلا حصہ ایسا ہے جیسے بچوں کے پھسلنے کی جگہ ہو ۔ پیٹھ ہموار ہے ۔ پیٹ وسیع ہے ۔ اس کا نفس نشاط سے لبریز ہے ، نگاہ [۸۳:۲] دور تک جاتی ہے ، ٹانگیں پتھروں کو ٹھوکر لگا کر دور پھینک دیتی ہیں ، ہاتھ سریع الحرکت ہیں ۔ جب یکایک چلتی ہے تو (حب بھی) تیز رفتاری سے چلتی ہے ، پھر اس کے بعد جب رواں ہوتی ہے تو سب پر غالب آ جاتی ہے ۔

دوسری نے کہا : میرے والد کے گھوڑے کا نام لَعَّاب ہے ۔ لَعَّاب کیا ہے : بادل کی بوچھاڑ ہے اور جنگل ہے کہ شعلہ زن ہے ، اس کے جوڑ مضبوط اور اس کی گردن اونچی ہے ، اس کی پیٹھ کے مہرے ایک دوسرے کے اندر اچھی طرح سے دھنسے ہوئے ہیں ۔ اس کا سوار اصیل گھوڑے کا مالک ہے ، اس کا شکار ہر وقت تیار اور حاضر ہوتا ہے ، سامنے آئے تو تیز رفتار ہرن کی طرح ہوتا ہے ، اگر مڑ کر پیچھے کو جائے تو آہستہ آہستہ چلنے والے شتر مرغ کی طرح ہوتا ہے اور اگر دُلکی چلے تو بہت چلنے والے گدھے کی طرح ہوتا ہے ۔

تیسری نے کہا : میرے باپ کی گھوڑی حَذَمَہ ہے : حَذَمَہ کیا ہے : جب تمھاری طرف (چل کر) آئے تو یوں معلوم ہوتی ہے کہ یہ سیدھا کیا ہوا نیزہ ہے اور پیٹھ دے کر جائے تو گول پتھر کی طرح دکھائی دیتی ہے ، اگر عرض میں دکھائی دے تو تیز رفتار مادہ بھیڑیے کی طرح ہوتی ہے ۔ اس کے پہونچے مضبوط ہیں ، گھٹنوں کے جوڑ بھی مستحکم

---

۱ ۔ ابن درید نے کتاب الاشتقاق میں صرف اسی قدر درج کیا ہے کہ : وحَذَمَةَ اسم فرس مُشتق من هذا (صفحہ : ۱۱۹) امالی میں اسے حُذَمة [بر وزن فُعَلَةٌ] ضبط کیا گیا ہے اور کتاب الاشتقاق میں فَعَلَةٌ کے وزن پر حَذَمَة ۔

ہیں ۔ اس کی چال تیز اور پویہ ایسے ہے جیسے کوئی پرندہ جھپٹ کر نیچے کو آئے ۔

چوتھی نے کہا : میرے باپ کی گھوڑی ضَیْشَفْق ہے ۔ ضَیْشَفْق کیا ہے : اس کے رخسارے کی ہڈیاں کم گوشت ہیں اور باچھیں فراخ ۔ اس کی کھال ہموار ہے ۔ یہ بڑے ڈیل ڈول کی مالک ہے ۔ گردن کا جوڑ وسیع ہے ، اس کی گردن تلوار کی طرح ہے ۔ تیزی سے کودتی ہے ۔ یہ مکڑی کی طرح تیز رفتار ہے اور خوب غبار اڑاتی ہے ۔ اس کا پویہ بھی دوڑ کے مترادف ہے ، اس کے حُضر[1] یعنی تیز خراسی میں بجلی کا سا اضطراب ہے ۔

پانچویں نے کہا : میرے باپ کی گھوڑی ھُذْلُول ہے ۔ ھُذْلول کیا ہے ؟ جس جانور کا یہ پیچھا کرے اس کی ایسی حالت ہوتی ہے جیسے کسی کو رسیوں میں جکڑ دیا گیا اور اس کا تعاقب کرنے والا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ اس کے پاؤں میں بیڑیاں پڑ گئی ہوں ۔ اس کے ہونٹ پتلے اور جوڑ محفوظ ہیں ۔ اس کے تنگ باندھنے کی جگہ ضخیم ہے ، یہ اس قدر زور سے چلتی ہے کہ زمین کو چیرتی اور پتھروں کو اڑاتی چلی جاتی ہے ، اس کے کندھے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں ، سموں کے اطراف اونچے ہیں ۔ اس کے بال بٹے ہوئے ہیں مگر گھنگریلے نہیں ہیں ، اس کی گردن (ایسی) نرم ہے کہ ہر طرف کو بآسانی مڑ سکتی ہے ، اس کے ہنہنانے کی آواز اچھی طرح سے سنائی دیتی ہے ۔ اس کی کھال صاف اور اس کی پیشانی کے بال گھنے ہیں ، اور ایال کافی ہیں ۔

ان فقروں سے جوان لڑکیوں نے جو ابھی سن بلوغ کو بھی نہ پہنچی تھیں اور جنھوں نے کسی قسم کے بھی فنونِ علم کی تحصیل نہ کی تھی جو کچھ کہا ہے فی البدیہ کہا ہے ۔ ایک ماہر انسان ہی جان سکتا ہے کہ عربوں میں کس حد تک سمجھ بوجھ ، قُسوتِ فہم اور ادراک پایا جاتا تھا اور اللہ تعالی نے انھیں کسی قدر ذکاوت ، دمائی

---

[1] ۔ گھوڑے کی ایک قسم کی چال کو حُضر کہتے ہیں ۔

عاثق نے بانجہ ی اور شیرینی گفتار کے ساتھ کس قدر فصاحت عطا کر رکھی تھی ۔ چونکہ یہ کلمات جو اُن عبارات پر مشتمل ہیں جن کے معانی بہت سے لوگوں پر عیاں نہیں لہٰذا ان کے مبہم اور مشتبہ معانی کی وضاحت کرنا ضروری ہوگیا ۔ اب ہم پہلی لڑکی کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں ۔ وہ کہتی ہے : فَرَسُ أَبِيْ وَرْدَةٌ وَمَا وَرْدَةٌ ؟ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لطیف محاورات میں عربوں کی یہ عادت ہے کہ جب کسی چیز کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مخاطب کو شوق دلانا چاہتے ہیں تو وہ اجمال اور تفصیل سے کام لیتے ہیں یعنی مخاطب کو کیسے معلوم ہؤا کہ یہ گھوڑی کیا ہے ۔ اس سے ان کی غرض اس گھوڑی کے اصل اور عمدہ ہونے میں تاکید کرنا ہوتی ہے یہاں تک کہ یہ گھوڑی مخاطب کے دائرۂ علم سے باہر ہو چکی ہے ۔ مقصد یہ ہے کہ اس گھوڑی کی حالت اور وہ اوصاف جو اس میں پائے جاتے ہیں اس قدر عظیم ہیں کہ ہر مخاطب کے ذہن کی رسائی سے باہر ہیں ۔ نہ کسی سامع کی معرفت وہاں تک پہنچ سکتی ہے اور نہ اس کا وہم اس کا ادراک کر سکتا ہے ۔ اس گھوڑی کی حالت کا جو اندازہ بھی لگایا جائے وہ اس سے بھی بڑھ کر اور اس سے بھی عظیم تر ہے ۔ یہیں سے بھی یہ معلوم ہو گیا کہ استفہام سے کمالہٗ مراد اس کا لازم ہے یعنی یہ کہ اسے نہ کوئی جان سکتا ہے اور نہ اس کے حقیقی اوصاف تک کسی وہم و فہم کی رسائی ہو سکتی ہے ۔ ان پانچوں لڑکیوں نے یہی عجیب طرز اور بلند اسلوب اختیار کیا ہے ۔

وردہ اس کے باپ کی گھوڑی کا نام یا تو اس لیے رکھا گیا ہے کہ اس کا رنگ گلاب سے مشابہت رکھتا ہے یا اس لیے کہ یہ گلاب کی طرح لطیف ہے ۔ یہ عربوں کے ہاں عام دستور تھا کہ جس طرح وہ اپنے مخصوص اسباب و آلات کا نام شخص کا سا ، یعنی اسم علم کی طرح رکھتے تھے تاکہ انھیں اس سے ان کی جنس کے دوسرے افراد کے مقابل امتیاز حاصل ہو سکے کیونکہ اگر وہ اس طرح اسم علم نہ رکھتے تو اصل مقصد میں ابہام کا پیدا ہونا ضروری تھا حالانکہ عربوں کی گفتار میں

فطری طور پر فصاحت و بلاغت پائی جاتی ہے اور گھوڑے تو ان کے یہاں ایسی چیز ہیں جن کا خیال رکھنا زیادہ مناسب اور ان میں امتیاز رکھنا بہت ہی ضروری ہے ، اسی لیے انھوں نے گھوڑوں کے وہ نام رکھے جو ان کے حالات کے مناسب تھے ۔

اس لڑکی نے "ذات کفل مز حلق" کہا ۔ کَفَل [کاف اور فاء پر زبر] پچھلا حصہ یا چوتڑ یا دونوں چوتڑوں کا درمیانی حصہ ہے مُزحلق کے معنی ایسے ہموار مقام کے ہیں جو زحلوقہ کی طرح ہو اور زحلوقہ بچوں کے پھسلنے کی جگہ ہے جہاں وہ اوپر سے نیچے کو پھسل کر آتے ہیں ۔ اس صفت کا گھوڑے میں پایا جانا اس بات کی علامت ہے کہ گھوڑا اصیل و نجیب ہے ۔

رہا اس کا " متن اخلق " کہنا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی کھال نرم و نازک ہے ۔ متن اس حصے کو کہتے ہیں جو ریڑھ کی ہڈی اور پیٹھ کو گھیرے ہوئے ہو ۔ اخلق کے معنی ہیں ہموار صخرہ خلقاء [ہموار پتھر] کا محاورہ اسی سے لیا گیا ہے ۔ گھوڑوں میں کھال کا نرم ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ گھوڑا اصیل اور عمدہ ہے بر عکس اس کے کھال کا کھردراپن اس بات کی دلیل اور علامت ہے کہ گھوڑا دوغلا ہے ۔

اس کے قول " وجوف اخوق " کے معنی یہ ہیں کہ اس کا پیٹ وسیع ہے کیونکہ اخوق بمعنی واسع کے ہے اور گھوڑوں میں پیٹ کا وسیع ہونا عمدہ گھوڑوں کی خصوصیت اور ان کی پسندیدہ صفات[1] میں سے ہے ،

---

۱ ۔ شاعر کہتا ہے :

رَحیبُ الجَوفِ مُعتَدِلٌ قَرَاہ
هَریتُ الشِدقِ فضفاض الاِھَاب

شاعر طئی کہتا ہے :

طَویلُ بِتَلّ العُنُقَ اشرف کاھلاً
اشَقُ ، رحیب الجوف معتدل الحرم

علقمہ بن عبدہ کہتا ہے :

وجَوفٌ ھَواءٌ تحت متن کانہ
مِنَ الھَضبَہ الخَلقاء زحلوق ملعب

پسٹ کی دکی دوعلے بن کی علامت اور ناپسندیدہ صفات میں سے ہے -

روایت ہے کہ حجاج بن یوسف ثقفی نے ابن قریہ سے اصیل گھوڑے کی صفات کے متعلق دریافت کیا تو اس نے جواب دیا : بہت خوب خدا امیر کی اصلاح درست - (عمدہ گھوڑا وہ ہوتا ہے) جس کی تین چیزیں لمبی ، تین چھوٹی اور تین فراخ اور تین صاف ہوں -

حجاج نے کہا : ان صفات کو بیان کرو اور اپنے الفاظ کی وضاحت کرو -

اس نے جواب دیا : تین چیزیں یہ ہیں - کان ، گردن اور بازو اور تین چھوٹی یہ ہیں دم کی ہڈی ، پنڈلی اور پٹھہ - تین فراخ چیزیں یہ ہیں : پیٹ ، نتھنے اور پیشانی ، تین صاف چیزیں یہ ہیں : کھال ، آنکھ اور سُم -

اس کے قول " نفس مروح " کے معنی یہ ہیں کہ یہ بہت آسانی[1] سے سانس لیتی ہے اور سانس خوب اچھی طرح آتا جاتا ہے - کیونکہ سانس کی تنگی اور اس کا مشکل سے آنا گھوڑوں میں عیب سمجھا جاتا ہے -

اس کے قول " عین طروح " کے معنی یہ ہیں کہ اس کی بینائی تیز ہے [۸۵:۲] اور دور دور تک کام کرتی ہے - طروح کے یہی معنی ہیں - یہ صفات محمودہ میں سے ہے ، جو اس کے برعکس ہو وہ عیب شمار کیا جاتا ہے -

اس کے قول "رجل ضروح" کے معنی یہ ہیں کہ یہ چلنے کی بڑی قوت رکھتی ہے ، چلے چلے تھکتی ہی نہیں ، جو پتھر راستے میں آ جائے اسے دور پھینکتی ہے ، وہ اسے چلنے سے روک نہیں سکتا کیونکہ " ضروح " کے معنی " دفوع " (دولتّی مارنے والی) کے ہیں ، اس کی

---

۱ - اور اس کا ترجمہ " اس کا نفس نشاط سے لبریز ہے " کیا گیا ہے یہ ترجمہ ابو علی قالی کی تشریح کے مطابق کیا گیا ہے وہاں (امالی : ۱ : ۱۸۶) مَرُوح کی تشریح کثیرہ المَرَح سے کی گئی ہے -

مراد یہ ہے کہ جب چلتی[1] ہے تو اپنے دونوں پاؤں سے پتھروں کر دور پھینک دیتی ہے۔

اور اس کے قول " یَدٌ سَبُوح " کے معنی ہیں کہ یہ نرم رفتار ہے اس کی حال عمدہ ہے اپنے سوار کو نہیں تھکاتی بلکہ یوں چلتی[2] ہے کہ اس کا سوار اپنے آپ کو کشتی پر سوار سمجھتا ہے جو پانی پر چل رہی ہو۔ سست رفتار گھوڑی اپنے سوار کو تھکا دیتی اور مضطرب کر دیتی ہے۔

اس کے قول " بداهتها اهداب " کے معنی ہیں کہ جب اسے ایڑی لگائی جائے تو یوں نہیں چلتی کہ پہلے آہستہ چلے پھر تیز بلکہ بغیر کسی قسم کی ابتدا کے یکایک تیز چلنا شروع کر دیتی ہے۔ بُداهه اور بدیهه دونوں ہم معنی ہیں جس کے معنی یکایک کے ہیں اور اهداب کے معنی سرعت کے ہیں۔ محاورے میں یوں کہتے ہیں اَهْذَبَ الفَرَسُ اهذاباً اور اسم فاعل مُهذِبٌ آتا ہے۔

اس کے قول " عقبها غلاّب " کے معنی ہیں کہ یہ مسلسل چلتی رہتی ہے ، تھکتی نہیں ، بلکہ یوں ہوتا ہے کہ جب اس کے پاؤں کے لگنے سے پتھر اڑتا ہے تو یہ پتھر کے گرنے سے پہلے ہی پتھر کے گرنے کی جگہ پہنچ جاتی ہے اور تھکاوٹ کا نہ ہونا اصل اور عمدہ ہونے کی علامت ہے۔ اس کے مقابل جلدی تھک جانا دوغلا پن ساز ہوتا ہے۔ عقب کے معنی لگاتار چلنے کے ہیں اور غلاب مصدر ہے غَالَبتُہُ مغالبۃ وغلاباً سے ، گویا یہ پتھروں[3] سے غلبے میں مقابلہ کرتی ہے۔

اس لڑکی نے اپنے باپ کی گھوڑی " ورده " کی جو تعریف کی ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ پر گوشت ہے اور اس کے چوڑے لڑے ہیں ،

---

۱ - امالی (۱ : ۱۸۶) میں مَشَت کی بجائے عَدَت لکھا ہے۔

۲ - امالی میں یہ الفاظ مرقوم ہیں ، کانها تسبح فی عدوها من سُرعتها ۔

۳ - بلوغ الارب میں کأنها تعالب الحجر لکھا ہے مگر امالی میں کأنها تُغالب الحَجَرَ ہے۔

اس کی کھال نرم و ملایم ہے ، پیٹ بڑا ہے ، آسانی سے سانس لے لیتی ہے ، سبز بینائی والی ہے ، مضبوط ٹانگوں والی ہے ، اس کی چال عمدہ ہے کہ اسے سوار کو تھکاتی نہیں ، یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ پانی پر چل رہی ہے ، سریع الحرکت ہے ، بیدار مغز ہے ، جب سوار اسے مہمیز لگاتا ہے تو شروع ہی سے تیز رفتار اور بہت سریع الحرکت ہوتی ہے ، تا ایں ہمہ اسے تھکان لاحق نہیں ہوتی اس کے برعکس جو اوصاف ہیں وہ اس میں نہیں پائے جاتے کیونکہ وہ عیب شمار کیے جاتے ہیں ۔

دوسری لڑکی کے قول کی تشریح ۔ فرس ابی اللعاب وما اللعاب غبیہ سحاب یعنی بارش کی بوچھاڑ اور یہ اس لیے کہ جب یہ تیزی سے چلتی ہے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے آسمان سے بارش اتر رہی ہو ۔ (اس کی تشریح میں) یوں بھی کہا جاتا ہے کہ جب اس پر سوار ہو کر اس کا سوار کسی در چڑھائی کرتا ہے تو وہ سر سبزی و ناز و نعمت میں ہوتا ہے کیونکہ یہ بمنزلہ برسنے والی بارش کے ہے یا یوں کہہ لیں کہ تیزی سے نیچے کو جائے اور چلنے میں بمنزلہ آسمان سے اترنے والی بارش کے ہے ۔ جس طرح امرؤالقیس کے اس شعر میں ہے :

مِکَرٍّ مِفَرٍّ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعاً
کَجُلْمُودِ صَخْرٍ حَطَّہُ السیلُ مِنْ عَلِ

یہ معاً مڑ کر حملہ کرنے والا ، بھاگنے والا ، معاً سامنے آنے والا پیٹھ دے جانے والا ہے ہر ایک حرکت اس قدر تیز ہوتی ہے گویا ایک بہت بڑے سخت پتھر کو سیلاب نے بلندی پر پھینک دیا ہو

اس کا "واضطرام غاب" کہنا بھی اسی قسم کا ہے کیونکہ اضطرام کے معنی شعلہ زن ہونے کے ہیں اور غاب غابہ کی جمع ہے جس کے معنی گھنے جنگل کے ہیں ، اس کی مراد یہ ہے کہ یہ اس سرعت سے چلتا ہے جس سرعت سے جنگل[1] میں آگ پھیل

---

[1] ۔ ملاحظہ ہو انگریزی کا محاورہ To spread like wild fire

جاتی ہے جیسا کہ کسی کا یہ مصرع ہے :

مِثلُ الحَرِیق وَافَی القَصَبَا

(اس آگ کی طرح جو سر کنڈوں کو لگ جائے)

" مُتَرَص الاَوصال " کے معنی یہ ہیں کہ اس کے اعضا مضبوط اور قوی ہیں ۔ چلتے ہوئے نہ اعضا متزلزل ہوتے ہیں نہ گھوڑا جھکتا ہے ۔ مترص کے معنی محکم اور اوصال کے معنی اعضا ، اور " اَسَمّ القَذَال " کے معنی ہیں کہ اس کی گردن کا پچھلا حصہ جو اس کی لگام کے باندھنے کا مقام ہے اونچا اور بلند ہے اور یہ بات گھوڑے کے اصیل ہونے کے علامات میں سے ہے کیونکہ اس سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ اس کا دماغ بڑا ہے لہٰذا وہ جلدی سدھایا جا سکتا ہے ۔ دوغلے میں اس کے برعکس صفات ہوتی ہیں ۔

اور " مُتَلاحِک المحَال " کے معنی یہ ہیں کہ اس کی پیٹھ کے مُہرے ایک دوسرے کے قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ ایسے ملے ہوئے ہیں کہ ایک دوسرے کے اندر گھسے ہوئے ہیں ۔ مُتلاحک کے معنی مُدا خل کے ہیں اور مَحَال مَحَالہ کی جمع ہے جس کے معنی پیٹھ کے مہرے ہیں اور فقار کا مفرد فَقَارَہ ہے ۔ جب تو کسی گھوڑے کے مہرے الگ الگ اور ایک دوسرے سے دور دیکھے تو سمجھ لے کہ وہ دوغلہ ہے ، اس کی پیٹھ کمزور ہے اور وہ زیادہ سواری کا متحمل نہیں ہو سکتا ۔

اس کے قول " فارسہ مُجَیِّد " کا مطلب یہ ہے کہ اس کا سوار ایک عمدہ گھوڑے پر سوار ہوتا ہے ۔ عمدہ گھوڑے کی تعریف ابن القریہ

---

۱ ۔ اس کے ساتھ کا شعر یہ ہے :

والتِّین و الحَلفَاءَ فَالتَهَبَا

بہجہ اثری کہتے ہیں کہ سیبویہ نے اپنی کتاب میں اسے رؤبہ کی طرف منسوب کیا ہے ۔ ابن یسعون کہتا ہے کہ یہ شعر ربیعہ بن صبیح کا ہے جیسا کہ جرمی کا خیال ہے ۔

کے قول کے مطابق پہلے گزر چکی ہے ، یہ کہ عمدہ گھوڑے کی تین چیزیں لمبی ، تین چھوٹی ، تین وسیع ، اور تین صاف ہوتی ہیں بعض اوقات یوں بھی کہا جاتا ہے کہ اس گھوڑے کے سوار کو جنگوں میں عمدہ گھوڑے کا سوار شمار کیا جاتا ہے ، اس بنا پر کہ عرب اصیل گھوڑے کے سوار اور دوغلے گھوڑے کے سوار میں امتیاز روا رکھا کرتے تھے اسی طرح جس طرح شریعت نے ان دونوں کے درمیان امتیاز رکھا ہے۔

اس کے قول '' صید عتید '' کے معنی یہ ہیں کہ جب یہ اپنے سوار کے ہاتھ سے چھوٹ جائے تو دور نہیں جاتا بلکہ اس کا حاضر شکار ہوتا ہے یعنی پاس ہی کھڑا رہتا ہے۔ اصیل گھوڑوں کی یہی شان ہوتی ہے کہ جب وہ اپنے سوار کے ہاتھ سے چھوٹ جائیں یا سوار نیچے گر جائے تو یہ گھوڑے ٹھہر جاتے ہیں یا سوار کے گرد گھومتے رہتے ہیں دوغلہ گھوڑا اس کے برعکس ہوتا ہے۔

اس کے قول '' ان أقبَلَ فطبی مَعَّاج وإن أدبَرَ فظلیم هَدَّاج و ان احصر فحلج هراج '' کے معنی ہیں کہ یہ تینوں حالتوں میں تیز رفتار ہے چنانچہ سامنے کی طرف سے آئے تو تیز رفتار ہرن کی طرح ہوتا ہے ، پیٹھ دے کر جائے تو شتر مرغ کی طرح اور جب دوڑے تو جنگلی گدھے کی طرح۔ معّاج کا لفظ معَجَ[1] فی سَیْرِہ و عَمَجَ اذا أسْرَعَ کے محاورہ سے لیا گیا ہے اور ظلیم شتر مرغ کے بچے کو کہتے ہیں جو تیز رفتاری میں مشہور ہے۔ هَدَّاج کا لفظ هَدَجَ سے لیا گیا ہے جو آرام آرام سے چلنے اور تیز تیز چلنے دونوں معنوں میں آتا ہے۔ اس جگہ

---

۱ - امالیٔ قالی (۱ : ۱۸۶) میں یوں ہے : قال ابوعبیدہ : مَعَجَ الفَرَس اذا إعْتَمَدَ علی إحدی عِیضادَتَی العِنان مَرَّہ فی الشِق الأیمن و مرَّہ فی الشق الأیسر وقال الاصمعی : معج فی سیرہ و عمج إذا أسْرَعَ۔

عِلج کے معنی جنگلی گدھے کے ہیں اور ھَرّاج کے معنی کثیرالمشی[1] (بہت چلنے والا) کے ہیں ۔

(تیسری لڑکی کے قول کی تشریح) " إنْ أقْبَلَتْ فَقَنَاهٌ مُقَوَّمَہ " کے معنی یہ ہیں کہ یہ گھوڑی سیدھے نیزے کی طرح تیز رفتار ہے اس لیے کہ سیدھا نیزہ جلدی پار نکل جاتا ہے [قناہ بمعنی نیزہ اور مقوّمہ بمعنی سیدھا کیا ہؤا] بعض اوقات اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لیے اسے دَقیقۃُ المُقَدَّم (اس کا اگلا حصہ پتلا ہے) بھی کہا جاتا ہے اور یہ وصف مادہ میں اچھا سمجھا جاتا ہے ۔ اس سے اگلے جملے کے یہ الفاظ " إنْ أدْبَرَت فأُثفِیہ مُلَمْلَمَہ " اسی مفہوم کی طرف اشارہ کرتے ہیں ۔ اُثفِیَۃ مفرد اَثَافِیْ کا اور مُلَمْلَمَہ ، کے معنی ہیں گٹھا ہؤا ۔ مراد یہ ہے کہ اس گھوڑی کا پچھلا حصہ اور چوتڑ گول ہیں ۔

اور اس کے قول " وَإنْ أعْرَضَتْ فَذِئبَۃٌ مُعَجْرَمَۃ " کے معنوں[2] کی کسی نے تشریح نہیں کی ۔ گویا مراد یہ کہ گھوڑی ہر حالت اور وضع میں قابل تعریف ہے خواہ آپ اسے کسی حالت میں بھی پائیں یہ مناسب تعریف کی مستحق ہوگی ۔

جرْیُھَا اِنْتِرار و تَقْرِیْبُھَا اِنْکِدَار کے معنی یہ ہیں کہ یہ

---

۱ ۔ امالی (۱ : ۱۸۷) میں یوں دیا ہے : قال ابو نصر : ھَرَجَ الفرس یَھْرِج ھَرْجاً : اذا کان کثیر الجریْ وانہ لَمِھْراج و ھَرّاج ۔

۲ ۔ آلوسی سے عبارت کے سمجھنے اور نقل کرنے میں غلطی ہوئی ہے کیونکہ امالیٔ قالی (۱ : ۱۸۷) میں لکھا ہے قال ابو بکر : العجرمۃ وثب کوثب الظبی اس کے بعد لکھتے : ولا اعرف عین غیرہ فی ھذا الحرف تفسیرا اس جملے کو الوسی نے غلط سمجھ کر یہ کہہ دیا کہ کسی نے اس کی تشریح نہیں کی ۔ راقم الحروف کہتا ہے کہ

باقی حاشیہ صفحہ ۴۵۰ پر

تیز اور خوش رفتار ہے اس کی رفتار یوں معلوم ہوتی ہے جیسے پانی[1] بہ رہا ہو ۔ رہی اس کی " تقریب " دو " تقریب " ایک قسم کی چال ہے ایسی جیسے کوئی[2] ٹوٹ پڑے ۔ یہ الفاظ اس گھوڑی کی طاقت اور تیز رفتاری کی کافی دلیل ہیں ۔

چوتھی لڑکی کے قول کی تشریح ۔ " خیفق " کے معنی خَفَق سے لیے گئے ہیں جس سے مراد سرعت ہے ۔ " ذات ناهق مُعرّق " کے معنی یہ ہیں کہ اس کے رخسار کم گوشت والے ہیں ۔ ناهق گھوڑے کے رخسار کی ابھری ہوئی ہڈی کو کہتے ہیں ۔ اور نا هقان : دونوں رخساروں کی ابھری ہوئی ہڈیاں اور معرق کے معنی کم گوشت کے ہیں ۔ عرب ان

صفحہ ۴۴۹ کا بقیہ حاشیہ

لسان العرب میں ہے : العَجْرَمه مشی فیه شِدة و تقارب ۔ قال رجل من بنی ضبة یوم الجمل :

هٰذا عَلِیٌ ذُوْلَظیٌ و هَمْهَمَهْ
یُعَجْرِمُ المَشْیَ إلَیْنَا عَجْرَمَهْ
کَاللَّیْثِ یَحْمِی شِبْلَهُ فی الأَجَمَهْ

قال ابن درید : العَجْرَمة : العَدْو الشدید وأَنْشَدَ :

أَوْسِیدُ عَادِیهِ یُعَجْرِم عَجْرَمَهْ

۔ ۔ ۔ قال ابن بری : العجرمه اسراع فی مقاربة خَطْوٍ قال عمرو بن معدیکرب و یقال الأسعر بن حُمران :

أمَّا إذَا یَعْدُو فَتَعْلَبُ جَرْیَةٍ
أَوْ ذِئْبُ عَادِیَةٍ یُعَجْرِم عَجْرَمَهْ

۱ ۔ امالی (۱ : ۱۸۷) میں ہے : و انثرار ، قال ابوبکر : انصباب ، کأنَّه یَنْثُرُهُ نَثْراً ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : انکدر یعدو : اسرع بعض الاسراع وفی الصحاح : اسرع و انقضَّ وانکدر علیهم القوم اذا جاؤا ارسالاً حتی ینصبّوا علیهم ۔

صفات کو پسند کرتے اور انھیں اصالت کی دلیل سمجھتے تھے ۔ ابو عبیدہ کہتا ہے کہ حماں سے گدھے کے سیشپو سیشپو کرنے کی آواز نکلتی ہے اسے نواهق کہتے ہیں اور ''شَدْق' أشْدَق '' کے معنی یہ ہیں کہ اس کی باچھیں فراخ ہیں اور یہ بھی گھوڑے کے اصیل ہونے کی دلیل ہے ۔ شاید (اس کی وجہ یہ ہو کہ) اس سے گھوڑے کی خوبصورتی بڑھ جاتی ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ '' شدق ''[۱] کے معنی جسم کے ہیں اور اشدق کے معنی '' بڑے جسم والا '' ہیں اور اس معنی کا گھوڑے میں پایا جانا بھی درست ہے جیسا کہ ظاہر ہے ۔

اور ''ادیم مُملق '' کے معنی یہ ہیں کہ اس کی کھال ملایم ہے ۔ ادیم کے معنی کھال کے ہیں اور مملق کے معنی ملایم کے ہیں ، یہ بھی جیسا کہ بیان ہو چکا اصیل اور عمدہ گھوڑوں کی خصوصیات میں سے ہے ۔

''دسیع منَنف'' کے معنی یہ ہیں کہ اس کی گردن کی جڑ وسیع اور بڑی ہے [۲ ; ۸۸] دسیع وہ مقام جہاں گردن کندھے میں جڑی ہوتی ہے ۔ مُنتَفشَنَف کے معنی وسیع کے ہیں یہ نفنف سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں وہ ہوا جو آسان اور زمین کے درمیان ہے ۔ اگر گردن کی جڑ وسیع نہ ہو تو گھوڑے کی ایک نا پسندیدہ صفت سمجھی جاتی ہے ۔

تَلِیشْلٌ مُسَیَّف کے معنی یہ ہیں کہ اس کی گردن تلوار کی طرح باریک ، ٹیڑھی اور لمبی ہے اور گھوڑوں کے عالموں نے اس کے پسندیدہ ہونے کی تصریح کی ہے لٰہذا تلیل بمعنی گردن مُسیف کے معنی ہیں تلوار کی طرح ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں اسی طرح قاف کے ساتھ مرقوم ہے مگر درست شَدَف فاء کے ساتھ ہے جیسا کہ امالی (۱ : ۱۸۷) میں ہے ۔ لسان العرب میں ہے : والشَدَف بالتحریک : شخص کل شئی قال ابن بری و أنشد الأصمعی :

وَ إِذَا أَرَى شَدَفاً أَمَامِيَ خِلْتُهُ
رَجُلاً فَتَجُلُتُ كَأَنَّنِي مَحْذُورُ

اور " وثابة زلوج " کے معنی ہیں کہ یہ بہت تیزی سے اچھلنے والی ہے اور " حیفانة رھوج " کے بھی وہی معنی ہیں جو اس سے پہلے جملے کے ہیں - حیفانہ اس مکڑی کو کہتے ہیں جس میں سیاہ نقطے پائے جاتے ہوں جو اس کے تمام بدن کے رنگ کے نہ ہوں - گھوڑے کو اس کی تیز رفتاری کی وجہ سے حیفانة کہا جاتا ہے کیونکہ جب مکڑی میں یہ نقطے ظاہر ہو جاتے ہیں تو وہ اور بھی تیزی سے اڑنے لگتی ہے اور رھوج کے معنی کثیرہ الرھج (بہت غبار اڑانے والی) کے ہیں - رَھَج کے معنی غبار کے ہیں، مقصد یہ ہے کہ یہ تیز رفتار ہے بہت چلنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ ایسے اچھوتے بہت غبار اڑاتی ہے

اور " تقریبھا اھماج وحضرھا ارتعاج " کے معنی ہیں کہ اس کی کم از کم حال جو تقریب ہے بمنزلہ اھماج کے ہے جو بہر ترین دوڑ ہے - یہی بات حضر اور ارتعاج کے متعلق ہے کیونکہ حضر ایک قسم کی چال کا نام ہے جو ارتعاج سے کم رفتار ہوتی ہے - ارتعاج تیز رفتاری کو کہتے ہیں۔ اس کے اصلی معنی بجلی کے کثرت سے اور بار بار چمکنے کے ہیں - ان تمام اوصاف کا ماحصل یہ ہے کہ حیفی گھوڑی کے چہرے پرکم گوشت ہے ، فراخ باچھوں والی ہے ملایم جلد والی ہے ، اس کی گردن کی جڑ فراخ ہے ، گردن لمبی ہے ، باریک ہے ، کمان کی طرح ہے ، غایات کو سب سے پہلے پہنچنے والی ہے تیز گام اور سریع الحرکت ہے -

پانچویں لڑکی کے قول کی تشریح - طریدہ متحبول و طالبہ مکبول " کے معنی یہ ہیں کہ یہ جس کے تعاقب میں جائے اسے جا دبوچتی ہے اور جب کوئی اور اس کے تعاقب میں آئے تو اس تک نہیں پہنچ سکتا ، چنانچہ اس کا طالب اور مطلوب دونوں کی ایسی حالت ہوتی ہے جیسے کسی کے پاؤں میں بیڑیاں پڑی ہوں - اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ تیز رفتار ہے اور دیگر جانور سست رفتار ہیں ، طرید بمعنی مطرود کے ہیں (دھکیلا ہوا) اور محبول (رسیوں یا جال میں جکڑا ہوا) کے معنی فی حبالة اور مشکول (بیڑیوں میں جکڑا ہوا) کے معنی موثق فی اشکال

اور اشکال کے معنی بیڑی کے ہیں -

اور دقیقِ الملاغم کے معنی یہ ہیں کہ اس کے ہونٹ پتلے ہیں اور جَنحبَاقل حَجفلة کی جمع ہے اور جحفلة کے معنی معلوم ہیں - بعض شارحین نے اس معنی سے انکار کیا ہے اور کہا ہے کہ ملاغم انسان کے اس حصے کو کہتے ہیں جو منہ کے ارد گرد ہوتا ہے - دونوں تشریحیں ہمارے مطلب کے ساتھ مطابقت رکھتی ہیں -

" امین المعاقم " کے معنی امین المفاصل (اس کے اعضا کے جوڑ محفوظ ہیں) کے ہیں ، عَبْلُ المَحزِم کے معنی ہیں کہ اس کے تنگ باندھنے کی جگہ موٹی ہے اور یہ صنعت اصالت کی علامت ہے برخلاف اس کے کہ جب اس کے تنگ باندھے کی جگہ موٹی نہ ہو بلکہ پتلی ہو تو یہ صفت پسندیدہ نہیں ہوتی -

اور مِخِدُ مِرْجَم' کے معنی ہیں کہ یہ چلنے پر قدرت رکھتی ہے اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ چلتے ہوئے زمیں کو سموں کے ساتھ پھاڑتی ہوئی چلی جاتی ہے اور جو پتھر اس کے سموں کو لگتے ہیں انہیں ایسا کر دیتی ہے کہ وہ ایک دوسرے سے ٹکرا رہے ہوتے ہیں جیسا کہ شاعر نے کہا ہے :

تَنْفِي يَدَاهَا الحَصَى فِی كُلِّ هَاجِرَةٍ
نَفْيَ الدَّرَاهِيمِ تَنْقَادَ الصَّيَارِيفِ

ہر دوپہر کے وقت اس کے دونوں ہاتھ پتھروں کو یوں اڑاتے ہیں جس طرح صَرَّاف درہموں کو پرکھتے وقت اڑا کر پھینک دیتا ہے -

اور مخد خَدَّ الاَرْضَ یَخُدُّها سے لیا گیا ہے یعنی یہ زمیں میں شگاف ڈال دیتا ہے ، اخادید کے معنی شگاف کے ہیں اس کا مفرد اُخدُود ہے اور مِرْجم ، رجم سے لیا گیا ہے یہ بھی معنی لیے جا سکتے ہیں کہ یہ زمین کو اپنے سموں سے رجم کر رہی ہے - منیف الحارك کے

معنی یہ ہیں کہ اس کا حارک یعنی کندھا اونچا ہے ، اشم السنابک کے معنی یہ ہیں کہ اس کے سموں کے کنارے اوپر کو اٹھے ہوئے ہیں اور سنابک ، سنبک کی جمع ہے -

اور مجدول الخصائل کے معنی "بٹے ہوئے" کے ہیں اور خصائل خصلۃ کی جمع ہے -

یہ گھوڑے کے حذ. پسندیدہ اوصاف ہیں جو ان فقروں اور اس بلیغ سجع میں پائے گئے ہیں ، ان فقروں اور سجع نے میدان فصاحت کے شہسواروں کو مات دے دی ہے -

متاخرین میں ایک ادیب اور فاضل شخص کا گھوڑوں کے اوصاف کے متعلق ایک رسالہ ہے جس میں بہت سے فوائد شامل ہیں - ہم اس رسالہ کو تکمیل فائدہ کی غرض سے یہاں (نقل کر) دیتے ہیں - وہ یہ ہے :

جو گھوڑے آپ نے بطور انعام دیے ہیں وہ پہنچ گئے ہیں - یہ ایسے گھوڑے ہیں کہ بھلائی ان کی پیشانیوں میں (حلوہ گر) ہے ، ان کی پشت قلعے کی طرح بنی ہے کہ جنگ میں انھی قلعوں کی بدولت سوار اپنے آپ کو بچاتا ہے - ان گھوڑوں میں :

کچھ تو اشہب (بھورے رنگ کے) ہیں جنھیں دن نے اپنا لباس پہنایا ہؤا ہے اور رات نے اسے ہلالوں پر سوار کر رکھا ہے - ان کی کھال تازگی کی وجہ سے موجزن ہے اور خوشبو سے مہک رہی ہے - جو شخص سامنے سے ان کی لگام کے زیورات کو دیکھتا ہے وہ (بے ساختہ) یہ کہنے لگتا ہے کہ فجر ثریا کو ساتھ لے کر طلوع ہو گئی ہے - اگر انھیں تنگ راستوں کا سامنا کرنا پڑے تو یہ گھوڑے سانپ کی طرح رینگ[1] کر چلتے ہیں اور اگر راستے کھلے ہوئے ہوں تو بادل کی طرح گزر جاتے ہیں - کئی بار ایسا ہؤا کہ ان کے سوار نے ان کے چہرے کی

---

۱ - یہ انساب کے معنی ہیں - بہجۃ اثری نے انساب کے معنی جری و متشی متسرعاً دیے ہیں مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے -

بدولت سفید دن دیکھے اور نیزے کی نوک نے ان کی شعاعوں کے نور کی وجہ سے غبار کی تاریکیوں میں دشمنوں کے جسم کے وہ مقام دیکھے جہاں نیزہ لگنے سے دشمن مر جائے - نہ داجن[1] ان کے میدان میں دوڑ سکتا ہے اور نہ غبراء کو یہ خواہش ہوتی ہے کہ ان کے غبار میں راہ پا سکے - نہ ہی لاحق ان کے نقش قدم کے علامات تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکتا ہے - ان کے دونوں ہاتھ ان کی نگاہ کے پڑنے کی جگھوں تک نگاہ پڑنے سے پہلے جا پہنچتے ہیں اور پہلو موڑ کر بھکی ہوئی بجلیوں کو جا پکڑتی ہے -

اور ان میں کچھ سیاہ رنگ کے ہیں جن کی جلد سیاہ ہے - ان کی لگام کا دھاسہ زیور سے آراستہ ہے ، ان کی آنکھ خوبصورت عورت کی آنکھ کی سی ہے اور گردن ہرن کی سی - رات نے اپنی چادر انھیں پہنا رکھی ہے اور ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان اپنا سعد ستارہ طلوع کر رکھا ہے - جو کوئی بھی ان کی سیاہ زلفوں کو دیکھتا ہے اور ان کے پاؤں اور پیشانی کی سفیدی کو دیکھتا ہے یوں خیال کرتا ہے کہ اس نے دن کو نہر خیال کر لیا اور اس نہر میں گھس گیا اور اس نے ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان اس پایاب نہر کے چھینٹوں سے ایک نقطہ ڈال دیا ہے- ان کے پہلو نرم ہیں ، نہ بہت جلد مڑ جاتے ہیں اور جب سامنے کی طرف آئیں تو رات معلوم ہوتی ہے اور یوں گزر جاتے ہیں جیسے کہ طغیانی نے اونچی جگہ سے پتھر کو لڑھکا دیا ہو - گویا اپنے سائے سے بھی آگے نکل جانے کو ہیں اور جب تیر کا مقابلہ کرتے ہیں تو اس سے پیشتر کہ تیر نشانے پر لگے یہ وہاں جا پہنچتے ہیں -

اور کچھ سرخ رنگ کے ہیں : جنھیں صبح کے شعلوں نے منقش کپڑا پہنا رکھا ہے ، شام نے اپنا سونا ان پر چڑھایا ہوا ہے - یہ اپنے پاس کی

---

[1] - داجن ، غبراء اور لاحق گھوڑوں کے نام ہیں ، داجن کے مالک کا پتا نہ چل سکا - غبراء حمل بن بدر کی گھوڑی کا نام تھا اور لاحق قبیلۂ غنی کی گھوڑی تھی -

آواز اپنے دو باریک کانوں سے سنتے ہیں اور اپنے سر کے گھنے بال اپنی عقیق (جیسی چمکدار) آنکھوں سے ہٹاتے رہتے ہیں ، اپنی لگام کا اگلا حصہ گردن کی دونوں طرفوں کے درمیان اپنے دونوں رخساروں پر اتارتے ہیں - انھوں نے شراب سے اس کا رنگ لیا ہے اور ہواؤں سے ان کی نرمی - جب چلتے ہیں تو یوں معلوم ہوتا ہے گویا بجلی چمکی ہے - تیز رفتار ہوں تو شفق پر ہلال کی طرح (نمودار) ہوتے ہیں - اگر بنی وائل کی جنگ میں وائل کو یہ گھوڑا مل جاتا دو وجہ (نامی گھوڑے) کی کوئی قدر و منزلت نہ ہوتی ، نہ ہی " نعامہ " کو کوئی بزرگی حاصل ہوتی ، اور سکاب (نامی گھوڑی) کو عاریتاً نہ دینا کمینہ پن ہوتا اور اس کو بیچنے سے انکار کرنا بیوقوفی - جب تک انھیں زمین ملتی رہے یہ خوب دوڑتے ہیں اور جب ان کا سوار ان کو لے کر سمندر کے پاس آئے تو یہ بے کھٹکے اس میں کود پڑتے ہیں -

اور کچھ کمیت ہیں توانا اور خوبصورت ہیں (یوں چلتے ہیں کہ) ان کا سوار اپنے آپ کو پنگھوڑے میں پڑا ہوا خیال کرتا ہے - ان کی کھال کا رنگ دم الاخوین کی طرح سرخ ہے اور باد شمال کی طرح تیز رفتار ہے ، پتلا دبلا نوجوان ان کی پست در سے پھسل جاتا ہے - (آواز ایسی سریلی ہے) کہ ان کے منہ سے غریض اور معبد کے نغموں کی سی آواز آتی ہے - ان کی پشت چھوٹی ہے مگر قدم فراخ اٹھتے ہیں - اگر شکار کے لیے اس پر سوار ہوں تو یہ وحشی جانوروں کو مقید کر دیتا ہے اور وحشی گدھے بالوں والے جانوروں کو کودنے سے پہلے جا دبوچتا ہے ، اگر انھیں سادھ کھینچ کر کسی جنگ میں لے جائیں تو اپنے سینے کو نیزوں کے پڑنے کے خوف سے ایک طرف نہیں کرتے ، اگر اس طرح کرنا جانتے ہوں تو بھی زبان سے اس کی شکایت نہ کریں گے - انتہا تک پہنچنے سے پہلے انھیں باگ موڑتا ہوا نہ پایا جائے گا ان کے سوار کی بھی یہی غرض ہے - اگر ہموار میدان میں چلیں تو ایک مست انسان کی طرح اپنے سوار کو لے کر اکڑ کر چلتے ہیں اور اگر انھیں پہاڑ پر چڑھایا جائے تو یہ اس کی گھاٹیوں میں عقاب کی طرح اڑ کر جاتے ہیں - پہاڑی راستوں میں پہاڑی بکرے کی

طرح نیچے اترتے ہیں جب نگاہ (انھیں دیکھنے کے لیے) اوپر کو اٹھتی ہے تو فوراً نیچے کو چلی جاتی ہے ۔ جب تجلی ان کا مقابلہ کرنا چاہتی ہے تو یہ اس سے کہتے ہیں اپنے مقام پر ٹھہری رہ تیرا یہ مقام نہیں ، لہٰذا آہستہ چل ۔

. اور کچھ حبشی اور زرد رنگ کے ہیں ۔ آنکھوں کو خوشنما معلوم ہوتے ہیں اور سونے ۱ (یا دینار) سے مشابہت کی وجہ سے دل میں اشتیاق پیدا کرتے ہیں ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سورج نے اپنی شعاعوں کا جھول ان پر ڈال رکھا ہے گویا کہ انھوں نے تاریکی سے بھاگ کر گردن پر ابال اور پاؤں پر سفیدی حاصل کرلی ہے ۔ ان کے جوتڑ (بڑے ہونے کے باعث) زین کے لیے زیب بنے ہوئے ہیں اور دُم ایسی ہے کہ جب تو پچھلی جانب سے آئے تو یہ گھوڑے کے سوراخ کو ڈھانپے رکھتی ہے ۔ انھیں ایسی درست دی گئی ہے کہ اپنے سوار کی مرضی کو پا لیتے ہیں ۔ ان کے سنہری رنگ اور نازکی نے ان کے ہاروں کو مرصع کرنے اور لباس کو منقش کرنے سے مستغنی کر دیا ہے ۔ ان میں تجلی کی سی پھرتیلی چال اور جھپٹ کر لے جانے کی صفت پائی جاتی ہے ، ان میں باد نسیم کی طرح نرمی سے گزر جانا پایا جاتا ہے ' یہ بڑی لطافت کے مالک ہیں ۔ جب دو بار دوڑنے کے بعد ان کے پہلو (پسینے سے) تر ہو جائیں تو ان میں ہوا کی سی سر سراہٹ پائی جاتی ہے ، محض اشارے پر یہ اڑنے لگتے ہیں اور اپنی تربیت کی وجہ سے اشاروں کے مواقع کو

---

۱ ۔ العین : عین کے معنی دینار کے ہیں اور دینار سونے کا بنا ہوتا ہے ۔ اوپر ''حبشی اصفر'' کہا ہے لہٰذا اصفر کی مشابہت دینار سے ہے اور عین سونے کو بھی کہتے ہیں غالباً مصنف ابو المقدام کے اس شعر کی طرف اشارہ کر رہا ہے :

حَبَشِيٌّ لَهُ ثَمَانُونَ عَيْناً
بَيْنَ عَيْنَيْهِ قَدْ يَسُوقُ الْأَفَالَا

سمجھ جاتے ہیں ، یہ " الفِ وصل "[1] کی طرح سیدھے دوڑتے ہیں ، انھیں مہمیز لگانے کی ضرورت ہی نہیں ہوتی -

اور کچھ سبز رنگ کے ہیں : باغ کے رنگ رنگ کے پھول اور منقش کپڑے کی تقسیم و ترکیب اُن سے مشابہت رکھتی ہے - دن اور رات نے انھیں وقار اور چمک دمک کے دو دوشالے اُڑھا دیے ہیں ، سیاہی اور سفیدی جو ایک دوسرے کی ضد ہیں ان میں جمع ہو گئی ہیں - حسب ضدین ایک جگہ اکٹھی ہو جائیں تو خوبصورت معلوم ہونے لگتی ہیں - اللہ تعالی نے انھیں مختلف رنگوں کے زیور پہنا رکھے ہیں - ہواؤں اور ان کے جھونکوں نے انھیں دوڑنے کی قوت اور ہلکی چال عطا کر رکھی ہے - بیشتر اس کے کہ تو ان سے مطالبہ کرے وہ تجھے مختلف قسم کی چالیں حل کر دکھا دیں گے اور چونکہ کوئی گھوڑا ان سے آگے نہیں نکل سکا اس لیے فتحمندی کی محبت نے انھیں اپنے خیال سے دوڑ لگانے پر اُکسایا - یوں معلوم ہوتا ہے کہ رخسار کے سیاہ بالوں میں سفید بالوں کے کچھ ٹکڑے ہیں یا یہ صبح[2] کا ذب ہے جس کی سفیدی تاریکی سے ملی ہوتی ہے لٰہذا اس میں سکون پیدا ہو گیا - جس کی ظلمت دن کے ساتھ خلط ملط ہو گئی لٰہذا دن روشن نہ ہؤا چونکہ جاری ہونے کا اسم پانی اور رفتار دونوں میں مشترک ہے لٰہذا (ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ) سیلاب کی طرح چلتے ہیں اور یہ سبقت لے جانے کی وجہ سے اس مشترک معنی پر دلالت کرتے ہیں جو چمکنے والی بجلیوں اور برق رفتار گھوڑوں میں پائے جاتے ہیں اور یہ مانوی مذہب کے ماننے والوں کی تکذیب کرتے ہیں اس لیے کہ دن کے روشن ہونے اور رات کی تاریکی کے درمیان برکت و نیک بختی پیدا ہوتی ہے -

---

۱ - یہاں صرفی اصطلاح ' الف وصل ' اور " ہمزہ " کی تلمیح لایا ہے اور ہَمَزَ کے معنی " مہمیز لگانے " اور ہمزہ پڑھنے دونوں کے ہیں -

۲ - طوالع جمع طالع کی جس کے معنی صبح کاذب کے ہیں -

اور کچھ چتکبرے گھوڑے ہیں ، جن کی پشت حترم (کی طرح) ہے اور جن کی رفتار شعلہ بار ہے - اگر یہ کسی غایت کا قصد کریں تو ان کے اس غایت کے درمیان فضا کا وجود معدوم ہو جاتا ہے اور اگر انہیں جنگ میں سے پھیر کر لایا جائے تو ان کا عمل ہاتھ اور باگ کے منشا کے مطابق ہوتا ہے - ان کا فعل ہاتھ اور پاؤں کے ارادہ کے مطابق ہوتا ہے - ان کے دو متضاد رنگوں کے درمیان ایک عجیب قسم کے حسن کی موزونیت پیدا ہو گئی ہے - انھوں نے چاندنی رات اور بے چاند کی رات کی دونوں حالتوں میں تاریکی کے دونوں دوشالوں کا وصف اختیار کر لیا ہے - نہ ان کے کندھے جھکتے ہیں ، نہ ہی ان کا سوار موجوں کے اطراف میں راہ گم کرتا ہے ، نہ ان کی چمکدار رات کو دن کے[1] پڑوس کی وجہ سے اس بات کی ضرورت پڑتی ہے کہ تو رات کے وقت اس کے ستاروں سے راستہ دریافت کرے - گھوڑے تو کجا خیال بھی ان کے مقابلے میں نہیں جل سکتا اور نہ یہ رات کے وقت چلنے سے اکتاتے ہیں جب تک کہ ان سے مشابہت رکھنے والے دن اور رات دونوں اکتا[2] جائیں - چمکنے والی بجلیاں ان تک پہنچنے میں ان کے پاؤں کے نشان کے سوا کچھ اور نہیں پا سکتیں اور اگر بہت کوشش کریں تو ان کے دامن کو پکڑ سکتی ہیں - یہ بے نظیر[3] ابلق ہیں - یہ ایک ایسے اصیل گھوڑے ہیں - ان سے جنگ کرنے والا معکوس[4] ہو کر گرتا ہے اور یہ اسے دھکیلے چلے جاتے

---

۱ - کیونکہ گھوڑا چتکبرا ہے اس میں سفیدی اور سیاہی دونوں پائی جاتی ہیں -

۲ - اور دن اور رات تو اپنی گردش سے کبھی بھی نہ اکتائیں گے لہٰذا یہ گھوڑا کبھی بھی نہ اکتائے گا -

۳ - یہاں " ابلق " گھوڑوں کا ذکر چل رہا ہے - مصنف نے ایہام کے طور پر " ابلق فرد " کہا ہے ابلق سموأل بن عادیا کا قلعہ تھا جسے فتح کرنے سے زُبّاء عاجز آ گئی تھی -

۴ - یہاں پھر " طرد و عکس " کی فنی اصطلاح کی طرف ایہام ہے -

ہیں ۔ انھیں اپنی جنس میں سے ان کی اپنی نوع نے تمام اوصاف سے مستغنی کر دیا ہے اور چونکہ ہوائیں ان کی (تیز رفتاری) کا اعتراف کرنے میں جادۂ انصاف پر چلی ہیں لہٰذا (اس رویے نے) انھیں ان کا مقابلہ کرنے سے باز رکھا ہے ، چنانچہ ایک غلام ان کی پشتوں کی بدولت عزت کے رتبوں تک پہنچ جاتا ہے اور انھیں جنت کی سواری سمجھتا ہے کیونکہ ان گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد کرنا جنت کا نہایت قیمتی مہر ہے ۔ اسے ان پر سوار ہونے کا کام سونپا گیا چنانچہ جب بھی ایک جہاد کو مکمل کر لیتا ہے تو دوبارہ اسی طرح کرتا ہے ۔ وہ جب بھی ان سے اکتاتا ہے تو خوشی سے جہاد کی طرف لے جاتا ہے ۔ اگر زید الخیل[1] بھی ہوتا تو اس سے زیادہ جہاد نہ کرتا ۔ وہ ان میں ایسے آداب دیکھتا جن سے اس بات کا پتا چلتا کہ یہ نہایت معزز اصل سے ہیں اور اسے معلوم ہو جاتا کہ یہ صلح کے دن شکاری کی جنت اور جنگ کے دن حملہ آور کی ڈھال ہیں اور ان کو ہدیے کے طور پر دینے والے کے احسان کے بدلے میں اس

---

۱ ۔ زید الخیل : زید بن مہلہل بن زید بن منہب الطائی انھیں زید الخیل اس لیے کہا گیا کہ ان کے پاس بہت سے گھوڑے تھے ۔ ان کی قوم میں بھی اور بیشتر عربوں کے پاس ایک یا دو گھوڑے ہوتے تھے مگر ان کے پاس بہت تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام زید الخیر رکھا تھا ۔ ان گھوڑوں میں زید نے چھ کا نام اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے اور وہ یہ ہیں : الھَطّال ، الکُمیت ، الوَرد ، الکامل ، دؤول اور لاحق ۔ ان کی ابو مکنف کنیت ہے ۔ میں نے ان گھوڑوں کے نام اس لیے دے دیے ہیں کہ سہیلی (الروض الانف : ۲ : ۳۴۲) نے لکھا کہ انھیں ان گھوڑوں کے نام بھول گئے ہیں ۔ ان کا آگے چل کر اصل کتاب میں ذکر آئے گا ۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو اصابہ : ۲۹۴۱ ، استیعاب : ۱ : ۵۶۳ ، خزانہ الادب : ۲ : ۴۴۸ اغانی : ۱۶ : ۴۶ ، عینی : ۱ : ۳۴۶ اور الروض الانف : ۲ : ۳۴۲

کی تعریف اور اس کے حق میں دعا کہتا ، اور انھیں اپنے اور اللہ کے دشمنوں سے جنگ کرنے کے لیے یعنی جہاد کی خاطر تیار کرتا ، اللہ کے اس احسان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے کہ اس نے انھیں اپنے طرز پر سخاوت کرنے میں یکتا بنا دیا ہے اور عمدہ اور دین پاؤں پر کھڑے ہونے والے گھوڑوں کو اپنے عطیوں میں سے ایک عطیہ بنا دیا ۔

گھوڑوں کی چال اور دوڑ کے متعلق جو کچھ عربوں نے بیان کیا

گھوڑے کی ایک چال کو عَنَق کہتے ہیں ، یہ ابتدائی چال ہوتی ہے ۔ (ایک چال) توقص ہے ۔ وہ یہ[1] ہے کہ گھوڑا کودے اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھائے ۔ محاورہ ہے مَرَّ یَتَوَقَّصُ بِہٖ فَرَسُہٗ (وہ گزرا اور اس کا گھوڑا توقص چال چل رہا تھا)اور ایک چال دَأَلاَن ہے ۔ اس چال میں قدم نزدیک نزدیک پڑتے ہیں اور یوں بچ بچ کر چلتا ہے جیسے اس پر بوجھ لادا ہوا ہے ۔ ایک چال ذألان ہے ، یہ ہلکی مگر تیز چال ہے ۔ محاورہ ہے : مَرَّ فَرَسُہٗ یَذْأَلُ ذَأَلاناً ، اسی سے بھیڑیے کو ذؤالہ اس کی ہلکی رفتار کی وجہ سے کہا جاتا ہے اور اگر دونوں ہاتھ باری باری اٹھائے تو اسے خَبَب[2] کہتے ہیں ، جب گھوڑا اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے اٹھائے اور اکٹھے رکھے تو اسے تقریب[3] کہتے ہیں ، جب لومڑ کی طرح دوڑے تو اسے ثعلبیہ کہتے ہیں ، جب اس سے بھی ذرا تیز چلے یہاں تک کہ دوڑے

۱ - ابو عبیدہ کتاب الخیل (صفحہ ۱۲۶) میں لکھتے ہیں : وَاَمّا التوقص فانّ یقصر عن الخَبَبِ ویمرح فی العنق و نَقَلَ قوائمہ نقل الخَبَبِ غیر انہا اقرب قدراً من الارضِ۔

۲ - ابو عبیدہ نے یوں دیا ہے (کتاب الخیل صفحہ ۱۲۶) : واما الخَبَب فانہ اسط من التوقص وھو یفعل اَیَامِنَہ جمیعا و اَیَاسِرَہ جمیعاً

۳ - کتاب الخیل صفحہ ۱۲۷ میں ہے واما الماقلہ وھی الثعلبیتہ وھی التقریب الادنی و ذلک حین تجتمع یداہ و رجلاہ ۔

لگ جائے تو کہتے ہیں مَرَّ یُحضِرُ اور یوں بھی کہتے ہیں مَرَّ یَعدُو
جب اس سے بھی چڑھ جائے تو یوں کہتے ہیں : مَرَّ یَحرِی جَریاً اور
جب خوب بھڑک اٹھے تو کہتے ہیں مَرَّ یُھذِبُ اھذاباً اور مَرَّ یُلھِبُ
اِلھاباً ۔ جب دوڑ پڑے تو کہتے ہیں مَرَّ یَضطَرِمُ ، بعض یوں کہتے
ہیں : قَدِ اَمتَجَّ اِمتِجَاجاً ، جب مزید زور سے چلے تو کہتے ہیں : اَھمَجَ
یُھمِجُ اِھمَاجاً ، جب دوڑ اور تیز چلنے کے درمیانی رفتار میں زمین پر
[۲ : ۹۴] ٹھوکر مارے تو رَدَی یَردِی رَدَیَاناً کہتے ہیں ۔

کسی نے منتجع بن نبہان سے پوچھا رَدَیَان کیا ہے ؟ تو اس نے
جواب دیا :

اپنی ناند اور لوٹنے کی جگہ کے درمیان گدھے کے دوڑنے کو کہتے
ہیں اور جب اپنے دونوں ہاتھوں کو زور سے پھینکے اور سم کے اگلے
کنارے کو زمین سے نہ اٹھائے تو کہتے ہیں مَرَّ یَدحُو دَحواً ، جب
ایسی آسان رفتار سے چلے جو سخت تیز اور نرم رفتار کے درمیان ہو تو اسے
طمیم کہتے ہیں ۔ چنانچہ محاورہ میں یوں کہتے ہیں : مَرَّ یَطِیمُ طَمِیماً
جب اس کے دونوں پاؤں کے سم اس کے دونوں ہاتھوں کے سموں کی جگہ
پر پڑیں تو کہتے ہیں : قَد قَرَنَ قِرَاناً اور گھوڑے کو قرون کہتے
ہیں ۔ اور جب آہستہ سے گزر جائے تو کہتے ہیں مَرَّ یَھرَعُ و یَمرَعُ
وَیَمصَعُ اور جب ہملجہ[1] اور دیگر چالوں میں سے کسی ایک کو ملا
کر کبھی ایک طرز پر چلے اور کبھی دوسرے طرز پر تو کہتے ہیں : قد
اِرتَجَلَ اِرتِجالاً ۔

کہا جاتا ہے کہ نر گھوڑے کی بہترین حال یہ ہوتی ہے کہ وہ
سیدھا کھڑا ہو جائے اور مادہ کی بہترین چال یہ ہوتی ہے کہ وہ انبساط

۱ ۔ ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۱۲۶) کہتے ہیں : واذا اَخَذَ برجلیہ اَخذَہ
بیدیہ فی اجتماعھما فھی الھَملَجَہ (جب دونوں ٹانگوں کو اس
طرح زمین پر مارے جس طرح دونوں ہاتھوں کو مارتا ہے تو یہ
ہملجہ ہے) ۔

کے ساتھ ایک طرف جھک کر مادہ بھیڑئیے کی طرح دوڑے ۔

جب گھوڑا بڑی سرعت اور تندی سے دوڑ رہا ہو تو اسے مُھشِرح کہتے ہیں ، جب چلنا سروع کرے اور کسی چال کو دوسری چال کے ساتھ نہ ملائے تو [۱]عَلَجَ یَغْلِجُ غَلْجاً کہتے ہیں اور گھوڑے کو مِغْلَج کہتے ہیں ، جب لمبے لمبے قدم اٹھائے اور بہت سی زمین کو (قدم میں) لے لے تو اس گھوڑے کو ساط[۲] (یا ساطِی[۸]) کہتے ہیں ، گھوڑے کو عَمْرٌ ، سَکْبٌ ، بَحْرٌ ، فَیْضٌ اور حَتٌ اس وقت کہا جاتا ہے جب کثرت سے دوڑے ۔

جب گھوڑا دونوں ہاتھوں کو اکٹھا کرکے کودے اور دونوں اکٹھے پڑیں تو اسے ضَبْر[۳] کہتے ہیں ۔ اگر اپنے سموں کو بازو کی طرف لے جائے تو یہ ضَبْعٌ ہے اور گھوڑے کو ضَبُوع کہتے ہیں ۔ خناف یہ ہے کہ گھوڑا اپنے سم کو اپنی وحشی جانب یعنی دائیں جانب لے جائے ۔

کہا جاتا ہے : [۴]الخیل تجری علی مَسَاوِیْهَا اس سے مراد یہ لی جاتی ہے کہ (اصیل) گھوڑا خواہ اس میں کوئی عیب ہی کیوں نہ پایا

---

۱ - لسان العرب میں ہے غَلَجَ الفرس غَلْجاً و غَلَجَاناً خَلَطَ العَنَقَ بالهَمْلَجَةِ وفرس مِغلَجٌ وقیل : فرس مِغْلَجٌ اذا جری جریاً لا یختلط فیه

۲ - لسان العرب میں ہے : قال الاصمعی : الساطی من الخیل البعید الشحوة وهی الخَطْوةُ وسَطَا الفَرَسُ ای اَبْعَدَ الخَطْوَ

۳ - لسان العرب میں ہے : ضَبَرَ الفرس یَضْبُرُ ضَبْراً و ضَبَرَاناً اذا عَدَا وفی المحکم : جَمَعَ قَوَائِمَهُ و وَثَبَ... الاصمعی : اذا وَثَبَ الفرس فوقع مجموعة یداه فذلک الضَبْرُ

۴ - بلوغ الارب میں اسی طرح دیا ہے مگر درست : الخَیْلُ تجری علی مَسَاوِیْهَا ہے ۔ لسان العرب میں ہے : وقولهم الخیل تجری علی مساویها ای انها و ان کانت بها أو صاب و عیوب فان کرمها یحملها علی الجری

جاتا ہو خوب چلتا ہے اور جو گھوڑا دور کی دوڑ میں آگے نہ نکلے اسے آھْضَم[1] کہتے ہیں -
گھوڑوں کی ہملجہ چال کو پسند نہیں کیا جاتا -

گھوڑوں کے رنگ

کُمَیت[2] جس کے ساتھ گہرا سیری مائل رنگ ملا ہؤا ہو - یہ رنگ عربوں کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہے - کمیت وہ سرخ رنگ ہوتا ہے جس میں گہرا سرخ رنگ شامل ہو- محاورے میں یوں کہیں گے : إِکْمَاتَّ یکمیتُّ إِکمیتاتاً - یوں بھی کہا جاتا ہے أکمَتَّ یکتَمِتُّ [۲ : ۹۵] اکمتاتاً بعض إدْھَامَّ یَدھَامُّ ادھماماً کہتے ہیں -

کُمتہ میں دو رنگ ہوتے ہیں : کوئی گھوڑا کمیت مُدَمّی ہوتا ہے اور کوئی کمیت آحَمّ ، جو گھوڑے کمیت احم ہوں ان کی کھال اور سم سخت ترین ہوتے ہیں -

بعض گھوڑے زرد رنگ کے ہوتے ہیں چنانچہ فرس اصفر اور فرس صفراء کہا جاتا ہے - جب تک گھوڑے کی دم اور ایال زرد نہ ہو اس وقت تک اسے زرد نہ کہا جائے گا -

بعض میں حُوّہ رنگ پایا جاتا ہے اور حوہ سیاہی مائل سبز رنگ کو کہتے ہیں - اس کا فعل یوں آتا ہے إحْوَاوَی یَحْوَاوِی إحوِیَواءً - بعض عرب إحْوَوَی یَحْوَوِی إحْوِوَاءَ کہتے ہیں ، بعض حَوِیَ یحْوَی حُوّۃً کہتے ہیں -

اور بعض گھوڑے سرخ رنگ کے ہوتے ہیں ، چنانچہ کہتے ہیں فَرَس

۱ - لسان العرب میں ہے : الھضم : انضمام الجنبین وھو فی الفرس عیب یقال : لا یسبق آھْضَمُ من غایۃ بعیدۃ ابدا
۲ - ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۱۰۵) نے پانچ قسم کے کمیت شمار کیے ہیں : کُمیت آحَمّ ، کُمیت اَطحَم ، کمیت مُدَمّی : کمیت احمر اور کُمَیت اکلف -

وَرْد اور فرس وَرْدَۃ اور خَیل وُرْد۔

اور کچھ گھوڑے دُعم ہوتے ہیں یہ رنگ بہت کم پایا جاتا ہے ، اس میں گھوڑے[1] کا چہرہ سیاہی مائل اور ہونٹ گہرے سیاہ ہوتے ہیں فرس أدعم اور فرس دغماء کہتے ہیں -

اور رنگوں میں ایک رنگ اغراب[2] ہے ، اس میں خالص سرخ رنگ نہیں ہوتا لہٰذا جب کمر کے پاس والی دونوں رانوں کی جڑ سفید ہو ، آنکھ کے ارد گرد کا حصہ اور پپوٹوں کے کنارے سفید ہوں تو اس وقت ایسے مُغرِب کہیں گے ، جب آنکھ کی نتلی بھی سفید ہو تو یہ نہایت سخت قسم کا إغراب ہوتا ہے -

اور گھوڑوں کے رنگوں میں ایک رنگ " خضرہ " (سبز رنگ) ہے یہ وہ رنگ ہے جس میں مٹیالہ رنگ ملا ہوتا ہے الجعدی کہتا ہے :

[3]وَأخْضَرُ كَالْقَهْقَرِ يَنْفُضُ رأسه
أمَامَ رِعَال الخَيْل وهو يُقَرِّب

---

۱ - بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر لسان العرب میں ہے : الدُعمه و الدَعَمُ من الوان الخَيل : ان يضرب وجهُه و جحافلَه الى السواد مخالفا لسائر جسده ويكون وجهه ممايلى جحافله اشد سواداً من سائر جسده وقد إدْغَامّ و فرس أدْغَمُ والأنثى دعماء بيِّنة الدَّغم وهو الذى يسميه الأعاجم دِيزَجُ

۲ - ابو عبیدہ نے اس رنگ کا ذکر نہیں کیا - لسان العرب میں ہے : أغْرَبَ الدَّابّة إذا اشتدّ بياضُه حتى تَبْيَضّ محاجره و أرْفَاغُه، وهو مُغرِب پھر آگے چل کر لکھتے ہیں وقد أغرِبَ الفرس على مالم يُسَمّ فاعله اذا اخذت غُرَّته عَيْنَه، و ابيضّت الأشعارُ و كذلك اذا ابيضّت من الزَرَق ايضاً وقيل: الأغراب بياض الارْفاغ -

۳ - یہ شعر لسان العرب میں یوں ہے :

بأحضر كالقهقر ينفض رأسه
أمام رِعال الخيل وهى تقرب

اور ایک سیاہ ٹھوس پتھر کی طرح سبز رنگ کا گھوڑا ہے جو گھوڑوں
کی جماعتوں کے آگے آگے سر کو حرکت دیے چلا جاتا ہے جبکہ یہ
گھوڑے تیز دوڑ رہے ہوں ۔

بعض گھوڑوں میں ''شقرۃ'' رنگ پایا جاتا ہے اور شقرہ گیرو اسے ملی ہوئی سرخی کو کہتے ہیں چنانچہ فرس اسغر[1] اس گھوڑے کو کہتے ہیں جس میں گیروا رنگ واضح ہو ۔

بعض گھوڑوں کا رنگ سیاہ ہوتا ہے ۔ یہ سخت سیاہ بھی ہوتے ہیں اور معمولی سیاہ بھی اور بعض کا رنگ '' حُوّۃ[2] '' ہوتا ہے ۔ یہ ایسا سیاہ رنگ ہوتا ہے جو سخت سیاہ نہیں ہوتا جس کے ہوتے ہوئے جانور کی بغلیں اور آنکھوں کے گھیرے زرد اور بالائی حصہ سخت سیاہ ہوتا ہے ۔

اور ان میں ایک رنگ '' شہبہ '' ہوتا ہے اور یہ سفید رنگ ہے ۔

جب کسی جانور میں مختلف قسم کے رنگ ہوں مگر چتکبرا رنگ نہ ہو تو یہ دولیع کہلاتا ہے ۔ چنانچہ برذون مُوَلّع (مختلف رنگوں والا ٹٹو) کہا جاتا ہے ۔

[3]داغ اور دھبے

[۲ : ۹٦] ان داغوں میں سے ایک غُرّہ ہے اور غُرّہ پیشانی کی سفیدی

---

۱ ۔ لسان العرب میں یوں ہے : الأسغر من الخیل نحوٌ من الأسقر وھو الذی شُقرتہ تعلوھا مُغَرۃٌ ای کُدرۃ ۔ ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۱۰۷) نے اسمر کی پانچ قسمیں گنائی ہیں جن میں سے ایک اشقر اسغر ہے ۔

۲ ۔ حوّہ رنگ کا ذکر اصل کتاب میں پہلے ہو چکا ہے ۔ یہاں الوسی خود اپنے مذکورہ بالا بیان کے خلاف کہہ رہے ہیں ۔

۳ ۔ ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۱۰۸) نے شیہ کی یوں تعریف کی ہے : الشیہ کل لون یخالف معظم لون الفرس (شیہ ہر اس رنگ کو کہتے ہیں جو اس رنگ سے مختلف ہو جو گھوڑے میں بیشتر پایا جاتا ہو) ۔

کو کہتے ہیں حب یہ سفیدی تھوڑی سی ہو تو قرحہ[1] کہلائے گی ۔ جب یہ لمبی ہو اور پھیل جائے تو شمراخ ہوگی ۔ جب یہ پھیل جائے تو یوں کہتے ہیں [2]غُرّہٌ سَادِخَۃٌ اور فرس[3] شادخ الغُرّہِ اس مفرغ کہتا ہے :

شَدَخَتْ غُرّۃُ السّوابِقِ مِنھُمْ
فِی وُجُوہٍ مع اللّمَامِ الجِعَادِ

سبقت لے جانے والے گھوڑوں کی سفیدی ان کے چہروں میں اس قدر پھیل گئی کہ ان کی گھنگریلی لٹوں تک جا پہنچی

اور جب گھوڑے (کے ماتھے) کی وہ جگہ جہاں اسے تھپتھپایا جاتا ہے سفید ہو تو اس گھوڑے کو لَطِیْم کہتے ہیں اور جب بالائی ہونٹ سفید ہو تو اسے اَرْثَم کہتے ہیں اور مادہ کو رَثماء اور اس داغ کو رُثمہ کہتے ہیں ۔ بعض کہتے کہ یہ داغ ان گھوڑوں میں ہوتا ہے جن کے پاؤں میں سفیدی ہوتی ہے ۔ احجال کا مفرد حجل ہے اور جب سفیدی دم تک پہنچ جائے خواہ گھوڑے کا کوئی بھی رنگ ہو تو اس داغ کو شُعْلَہ کہا جاتا ہے ، خواہ گھوڑا کسی بھی رنگ کا ہو لیکن اگر وہ ہر قسم کے داغ سے مُبرا ہو تو اسے بَہیم[3] کہتے ہیں ۔ جب کہ رنگ ایک ہی قسم کا ہو اور مختلف نہ ہو ، اور جب گھوڑے کے ہونٹوں کے کناروں پر تھوڑی سفیدی ہو تو گھوڑے کو اَلمظ اور مادہ[3] کو لمظاء کہیں گے ۔

اور گھوڑوں میں ایک قسم کے داغ کو تجویف کہتے ہیں ، وہ یہ ہے کہ سفیدی اوپر کو چڑھتی ہوئی پیٹ تک چلی جائے عامر بن طفیل غنوی کہتا ہے :

---

۱ ۔ ابو عبیدہ نے یوں دیا ہے : والقرحۃ کل بیاض کان فی جبھتہ ثم انقطع قبل ان یبلغ المَرسن ۔

۲ ۔ کتاب الخیل میں ہے : و اذا فشت فی الوجہ و لم تصب العینین فھی شادخۃ

۳ ۔ بلوغ الارب میں فری چھپا ہے اسے فرس پڑھیں ۔

۱ سَمِيطُ الذُّنَابیٰ جُوْفُ وَ هَشیٌ جَنوبَه
بِنَقبَتهِ دِيبَاجٍ وَرَبْطٍ مُقطَّعٍ

اس کی دم میں سیاہی اور سفیدی ہے اور باوجود سیاہ رنگ ہونے کے مخمل کے کپڑے کے ٹکڑے اور چھوٹی سی سفید چادر کی وجہ سے اس کا پیٹ سفید معلوم ہوتا ہے

اور جب پاؤں کی سفیدی اوپر کو چلی جائے اور دونچوں کے عقب سے جہاں چند بال آگے ہوتے ہیں تجاوز کر جائے جہاں تک کہ پنڈلی کے پتلے حصے تک پہنچ جائے تو یہ تجبیب کہلاتا ہے ۔ نر کو فرس مُجَبَّب اور مادہ کو مُجَبَّبَه کہتے ہیں ، جب سفیدی گھوڑے کی اگلی ٹانگوں میں گھٹنے سے تجاوز کر جائے تو گھوڑے کو أبلق کہتے ہیں اور جب سفیدی پیٹ سے اوپر چڑھتی ہوئی پہلو تک چلی جائے تو گھوڑے کو ابط کہتے ہیں اور مصدر نَبَط آتا ہے دوالرمہ کہتا ہے :

۲ کعرض الحصَانِ الأنبَطِ البَطنِ قائماً
تمَايَلَ عنهُ الجُلُّ فاللَّونُ أشقَرُ

---

۱ ۔ جب کسی پرندے کی دم میں سیاہی اور سفیدی پائی جائے تو اسے سَمِيطُ الذُّنابیٰ کہتے ہیں

۲ ۔ لسان العرب (ن ب ط) میں اور سمط اللآلی (صفحہ ۳۱۴) پر یہ شعر یوں ہے :

کمثل الحصَانِ الأنبطِ البَطنِ قائماً
تمَايَلَ عنه الجُلّ وَاللَّونُ أشقَرُ

دوالرمہ صبح کا ذکر کر رہا ہے چنانچہ اس سے پہلا شعر یہ ہے :

وَ قَدْ لاحَ للسَّارِی الذی کَمَّلَ السُّریٰ
علی أخریاتِ اللَّیلِ فَتْقٌ مُشَهَّرُ

لسان العرب میں اس کی تشریح یوں کی گئی ہے :

شَبَّهَ بیاض الصُبح طالعاً فی احمرار الأُفُق بفرس اشقر قد مال عنه جُلُّهُ فبَان بیاض إبطيه ۔

(رات کے چلنےوالے کے لیے صبح) یوں ظاہر ہوئی جیسے سفید پیٹ والا
گھوڑا ہو اور جھول کے ایک طرف جھک جانے کی وجہ سے نیچے سے
اس کا سرخ رنگ ظاہر ہو گیا ہو

نر کو فرس أَنْبَط اور مادہ کو فرس نبطاء کہیں گے ۔ ہر رنگ میں بَلَق ہوتا ہے لہٰذا کسی قسم کا بھی رنگ ہو اگر اس میں سفیدی ملی ہوئی ہو تو گھوڑے کو اَبْلَق کہیں گے اور گھوڑے میں بلق کا پایا جانا عجیب سمجھا جاتا ہے اور جب صرف ایک ہاتھ میں سفیدی ہو تو گھوڑے کو أعْصَم[1] کہتے ہیں ، جب پاؤں سفید ہو تو اسے أرْجل کہتے ہیں اور دونوں کا مصدر رَجَل اور عَصَم آتا ہے ۔ جب گھوڑے کے ہاتھوں اور پاؤں کے بازوبند پہننے کے مقام پر سفیدی ہو تو یہ تجحیل کہلاتا ہے ۔ جب تین پاؤں پر سفیدی ہو اور ایک پر نہ ہو تو مُحَجّل ثلاث مُطْلَق واحدہ کہا جاتا ہے ۔

اور جب ایک پاؤں میں اور اسی طرف کے ایک ہاتھ میں سفیدی ہو [۲:۹۷] تو بِہٖ شِکَالٌ[2] کہتے ہیں اور اگر دائیں جانب کا پاؤں اور بائیں جانب کا ہاتھ سفید ہو تو یوں کہتے ہیں بِہٖ شِکال مُخَالِفٌ

اس موضوع پر زیادہ تفصیل کے لیے ان کتابوں کی طرف رجوع کریں جن میں تفصیلی بحث کی گئی ہے ۔

---

۱ ۔ لسان العرب میں ابو عبیدہ سے نقل کر کے یوں لکھا گیا ہے : قال ابو عبیدہ : اذا کان البیاض بِیَدَیْہ دون رِجْلَیہ فھوأعْصَمُ فاذا کان بِاِحدَی یَدَیْہِ دُون الأُخری قَلَّ او کَثُر قیل اعصم الیُمنی أو الیُسرٰی ۔

۲ ۔ ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۱۱۲) نے یوں ہے : و اذا کان البیاض بید ورجل من خِلاف ، قَلَّ او کَثُر فھو مشکولٌ لسان العرب میں بھی ابو عبیدہ سے اسی طرح منقول ہے ۔

سبقت لے جانے والے گھوڑے[1]

اصمعی کہتا ہے : وہ گھوڑا جس کی پسلیاں سیدھی کھڑی ہوں اور پیٹ کا اوپر کا حصہ پچکا ہؤا ہو گھڑ دوڑ میں کبھی بھی آگے نہیں نکل سکتا ۔ اس نے ابوالنجم[2] کا یہ شعر پسند کیا ہے :

منتفج الجوف عریضٌ کَلکَلُہٗ

اس کا پیٹ پھولا ہؤا اور سینہ چوڑا ہے

ابو النجم کہتا ہے : ہشام بن عبدالملک گھڑ دوڑ میں کبھی آگے نہ نکلتا تھا اتفاق سے ایک بار اس کی گھوڑی آگے نکل آئی اور اس کی بیٹی دوم آئی ۔ اس پر عبدالملک کو انتہائی خوشی ہوئی اور کہا شعرا کو بلاؤ ۔ ابو النجم کہتا ہے کہ اس پر ہمیں بلایا گیا اور ہمیں حکم ہؤا کہ اس گھوڑی اور اس کی بیٹی کے بارے میں شعر کہیں ۔ شعرا نے شعر کہنے کے لیے مہلت چاہی مگر میں نے جب یہ دیکھا کہ لوگ تاخیر کر رہے ہیں تو کہا فوراً کچھ پیش کر سکتا ہوں ۔ ہشام نے کہا : پیش کرو ، تو میں نے اسی وقت یہ شعر کہے

---

۱ - یہ باب تمام کا تمام العقد الفرید لابن عبدربہ (۱ : ۱۱۳ تا ۱۱۸ طبع مطبعہ الاستقامہ ۔ قاہرہ ۱۳۷۲ھ - ۱۹۰۳ء) سے لیا گیا مگر اس کا اعتراف نہیں کیا ۔

۲ - ابو النجم : ابوالنجم الفضل بن قدامہ العجلی مشہور رجز گو ہے ۔ اس کا یہ شعر اس کے ایک مشہور ارجوزہ سے لیا گیا جس میں وہ گھڑ دوڑ کا ذکر کرتے ہوئے گھوڑے کی تعریف بھی کرتا ہے ۔ یہ ارجوزہ العقدالفرید (۱ : ۱۱۸ - ۱۱۹) میں دیا ہے اور اس کے متفرق اشعار سمط اللآل : ۲۱۵ ، ۳۲۸ ، ۵۸۷ اور ۸۸۰ پر دیے ہیں ۔ امالی میں منتفج کی بجائے منتفخ دیا ہے ۔ قصیدہ کا مطلع یہ ہے

قَد کُنتُ للبِ-ستائیسِ دُہٗ اَعشِجیلُہٗ

وَ اغتدُ لسَعتقاۃ الرِھان نُرسلُہٗ

أَشَاعَ لِلْغُـرَّاءِ فِيْنَا ذِكْـرَهَا
قَـوَائِم عُـوْجٌ أَطَـعْنَ أَمْرَهَـا

ٹیڑھی ٹانگوں نے جنھوں نے غُـرّا کا حکم مانا ہم میں عراء (نامی گھوڑی) کا نام مشہور کر دیا

وَمَا نَسِيْنَا بِالطَّرِيْقِ مُهْرَهَا
حَتَّى نَقِيْسَ قَدْرَهُ وَ قَدْرَهَا

ہم راستے میں اس کے بچھڑے کو نہیں بھولے تا کہ ان دونوں کے اندازے کا قیاس کر سکیں

وَ صَبْرَهُ إِذَا عَدَا او صَبْرَهَا
وَ المَاءُ يَعْلُو نَحْرَهُ و نَحْرَهَا

نیز یہ کہ ان دونوں کے صبر کا بھی اندازہ لگا لیں جبکہ پانی ان دونوں کے سینوں تک چڑھ رہا تھا

مَلْمُومَةٌ شَدَّ المَلِيكُ أَزْرَهَا
أَسْفَلَهَا وَ بَطْنَهَا وَ ظَهْرَهَا

اس کا جسم گٹھا ہوا ہے اور اللہ نے اس کو قوی بنایا تھا (خواہ) اس کا نچلا حصہ ہو خواہ پیٹ خواہ پشتھ

قَدْ كَادَ هَادِيْهَا يكون شَطْرَها

(اس کی گردن اس قدر لمبی ہے کہ) اس کے تمام جسم کا آدھا حصہ معلوم ہونے لگی ہے

ابو النجم کہتا ہے کہ اس پر ھشام نے حکم دیا کہ مجھے انعام دیا جائے پھر میں واپس چلا آیا

اصمعی سے روایت ہے کہ ۱۸۵ھ میں ہارون الرشید گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کو دیکھنے کے لیے میدان میں گیا ۔ اصمعی کہتا ہے میں بھی [۲ : ۹۸] دیکھنے گیا اور امیرالمؤمنین کے دیگر خواص بھی گئے ۔ اس وقت

دوڑنے والے گھوڑوں میں کچھ رشید کے تھے کچھ اس کے دونوں بیٹوں امین اور مامون کے ، کچھ سلیمان بن ابی جعفر المنصور کے اور کچھ عیسیٰ بن جعفر کے ۔ رشید کا سیاہ رنگ کا گھوڑا جس کا نام الربذ تھا سب سے آگے نکل گیا ۔ اس سے اسے اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کا اثر اس کے چہرے سے ظاہر ہو رہا تھا ۔ رشید نے کہا اصمعی کو بلاؤ ۔ ہر طرف سے مجھے آواز دی گئی ۔ میں جلدی سے آیا اور رشید کے سامنے باادب کھڑا ہو گیا ۔ رشید نے کہا : اصمعی الربذ کی پیشانی کو پکڑ کر سر کی چوٹی سے لے کر سم تک اس کی تعریف کرتے جاؤ ۔ کہا جاتا ہے کہ اس کے جسم میں پرندوں کے بیس[1] نام پائے جاتے ہیں ۔ میں نے عرض کیا : بہتر ۔ اے امیرالمؤمنین میں [2]ابو حرزہ کے وہ اشعار پیش کرتا ہوں جن میں یہ سب نام آ جاتے ہیں ۔

رشید نے کہا : بہت خوب ! سناؤ اصمعی کہتا ہے کہ اس پر میں نے یہ شعر پڑھے :

وَأَقَبُّ كَالسِّرْحَانِ تَمَّ لَهُ
مَا بَيْنَ هَامَتِهِ إِلَى النَّسْرِ

۱ - گھوڑے کے جسم میں پرندوں کے ناموں کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۲ : ۲۵۰ تا ۲۵۳ : کتاب الخیل لابی عبیدہ : ۴۶- مگر وہاں صرف سولہ نام گنوائے ہیں نیز الروض الانف : ۲ : ۲۱۵ المزهر : ۱ : ۳۷۸ تا ۳۸۱ ۔

۲ - ابو حرزہ جریر کی کنیت ہے اور جریر کی بیوی ام حرزہ کہلاتی تھی جس کے متعلق جریر کہتا ہے :

تَعَزَّتْ أُمُّ حَزْرَةَ ثُمَّ قَالَتْ
رَأَيْتُ الْمُوْرِ دِيْنَ ذَوِي لِقَاحِ

بلوغ الارب میں دیے ہوئے اشعار کے لیے ملاحظہ ہو الروض الانف : ۲ : ۲۱۵ - سہیلی نے خود چودہ نام گنوائے ہیں اور جریر کے اشعار میں اٹھارہ کا ذکر آیا ہے ۔

ایک ہلکے پیٹ والا بھیڑیے کی طرح کا گھوڑا جس (کے جسم کے تمام اعضا) سر سے پاؤں تک مکمل ہیں

الاُقب : ہلکے اور پچکے ہوئے پیٹ والا - یہ یا تو پیدائشی ایسا ہوتا ہے یا لاغری یا دور تک کھنچ کر لے جانے سے ایسا ہوتا - مادہ کو قبّاءُ کہیں گے اور (دونوں کی) جمع قُبٌ آتی ہے اور مصدر قببٌ ہے - سرحان کے معنی بھیڑیا ہیں - اس نے گھوڑے کو بھیڑیے سے اس کے پتلا ہونے اور تیز دوڑنے کے باعث تشبیہ دی ہے - اس کی جمع سَرَاحِین ہے ، بعض سِرَاح بھی بتاتے ہیں اور ھَامَۃ : سر کا اوپر کا حصہ جہاں بھیجا ہوتا ہے اور ھامۃ ایک پرندہ بھی ہے اور نسر سُم کے اوپر[1] کی جانب سے اندر کی طرف کا وہ مقام جو ابھرا ہؤا ہو ، گٹھلی یا کنکر کی طرح دکھائی دے ، نسر ایک درندہ بھی ہے اس کی جمع نسور ہے -

رَحُبَتْ نَعَامَتُہٗ وَ وَفَرَ فَرْخُہٗ
وتمکّنَ الصُّرَدَانِ فِی النَّحْرِ

اس کے سر کے اوپر کی کھال فراخ اور دماغ مکمل ہے اور زبان کے نیچے کی دونوں رگیں سینے میں اپنی جگہ کو مضبوط پکڑ چکی ہیں

رحبت کے معنی وسیع ہونے کے ہیں - نَعَامَۃ : گھوڑے کے سر کی وہ کھال ہے جو دماغ کو ڈھانپے ہوئے ہوتی ہے ، نعامہ ایک پرندہ بھی ہے ، رہا اس کا وَفَرَ فَرْخُہٗ کہنا : تو فرخ کے معنی دماغ کے ہیں اور پرندے (کے بچے) کو کہتے ہیں - اور وفر کے معنی تامّ ہونے کے ہیں - محاورے میں کہتے ہیں وَفَرْتُ الشئیَ و وَفَرْتُہٗ [تخفیف کے ساتھ] اور اس چیز کو موفور کہتے ہیں اور صُرَدَان ، زبان کی جڑ میں دو رگیں ہیں - بعض

---

۱ - بلوغ الارب اور العقد الفرید دونوں میں من بطن الحافر چھپا ہے اسے من باطن الحافر پڑھیں - لسان العرب میں ہے والنَّسْرُ : لَحمۃ صُلبۃ فی باطن الحافر کأنھا حَصاۃ او نَوَاۃٌ وقیل : ھو ما ارتفع فی باطن حافر الفرس من اعلاہ وقیل ھو باطن الحافر

کہتے ہیں کہ صُرَدان سبز رنگ کی دو رگیں ہیں جو زبان کے اندرونی حصے کو گھیرے ہوئے ہیں ۔ انھی سے لُعاب دہن اور پھیپھڑوں سے سانس نکلتا ہے اور صُرَد[1] پرندے کو بھی کہتے ہیں ۔

۲۔ (کے ایک داغ کو) صُرَد کہتے ہیں ۔ رگڑ لگنے سے زین کے مقام پر جو سفیدی پیدا ہو جاتی ہے اسے صُرَد کہتے ہیں ، جس گھوڑے میں یہ داغ پایا جاتا اسے فرس صُرَد کہتے ہیں ۔ نحر ۔ سینے کے اس حصے کو کہتے ہیں جہاں نیزہ ڈالا جاتا ہے ۔ اسے مُرک بھی کہتے ہیں ۔

وأنافَ بالعُصفور مِن[2] سَعَفٍ
هـامٍ أشَمَّ مُوثقٍ الجذرِ[3]

اور اس نے انسانی کے پھیلے ہوئے بالوں میں ایک اونچی مضبوط جڑ والی ناک کو اونچا کیا ہوا ہے

[۲۰۹۹] أناف : اونچا کرنا : عصفور : پیشانی کے بالوں کے آگے کی ہڈی ۔ اس ہڈی کو بھی عصفور کہتے ہیں جو ماتھے کی دونوں جانب ابھری ہوئی ہوتی ہے عصفور غرہ کی ایک قسم بھی ہے ، اور اس سفیدی کو کہتے ہیں جو باریک اور لمبی ہو مگر بڑھ کر آنکھوں تک نہ جائے اور نہ ہی دریچہ کی طرح گول ہو ۔ عصفور ایک پرندہ بھی ہے ۔ سعف : مذکورہ ہے فرس اسْعَفُ السَّعَفِ ، وہ گھوڑا جس کی پیشانی کے بال پھیلے ہوئے ہوں ۔ هام : پھیلے ہوئے ۔ اشم : اونچی ۔ شمم ناک کے بانسے کے اٹھے ہوئے کو کہتے ہیں ۔ ایک روایت میں (هام کی جگہ) هاد اَشَمّ آیا ہے ، اس سے مراد اٹھی ہوئی گردن ہے اور (هاد کی) جمع هواد ہے ۔ اُس کا موٹی کہنا یعنی مضبوط اور قوی اور الجذر ہر چیز کی اصل کو کہتے

۱ ۔ بلوغ الارب میں صُرَدان درج ہے ، صُرَدان کوئی پرندہ نہیں ۔ صُرَد چڑیا سے چھوٹا پرندہ ہے جس کی جمع صِردان آتی ہے ۔

۲ الروض الانف میں من کی بجائے فی ہے ۔

۳ ۔ الروض الانف میں الجدر دال مہملہ کے ساتھ چھپا ہے اسے الجذر ذال معجمہ کے ساتھ پڑھیں ۔

ہیں ۔ اصمعی اور دیگر لغت داں کہتے ہیں کہ یہ فتحہ کے ساتھ ہے لیکن ادو عمرو بن العلاء کہتا ہے کہ یہ کسرہ کے ساتھ ہے ۔

وَازْدَانَ بِالِيدِ يَكَيْنِ صُلْصُلُهُ
وَنَبَتْ دَجَاجَتُهُ عَنِ الصَّدْرِ

اس کے ساتھ کی سمدی کو کان کے پیچھے کی اُبھری ہوئی ہڈی زینت بخش رہی ہے اور اس کی چھاتی کے اوپر کے حصے کا گوشت سینے سے ایک طرف کو ہٹا ہؤا ہے

اِزْدَانَ : باب افتعال سے زَانَ يَزِينُ سے ۔ یہ دراصل اِزْتَانَ تھا چونکہ زال اور دال قریب المخرج ہیں اس لیے تاء کو دال سے بدل دیا گیا ۔ زَادَ يَزِيدُ سے اِزْدَادَ بھی اسی طرح بنا ہے اور دِيکَان کا مفرد دِيشَک ہے ۔ وہ ہڈی جو کان کی نچھلی طرف ابھری ہوئی ہوتی ہے اسے حُشَشَاء اور حشاء بھی کہتے ہیں اور صلصل : پیشانی کی سفیدی ، بعض کہتے ہیں : پیشانی کے بالوں کی جڑ ۔ دجاجہ : وہ گوشت جو سامنے کی جانب چھاتی کے اوپر کے حصے میں ہوتا ہے اور دِيشَک ، صُلْصُل اور دجاجہ پرندے ہیں ۔

وَالنَّاهِضَانِ اُمِرَّ جَاشِرهُمَا
فَكَأَنَّمَا عَثَمَا عَلَى كَسْرِ

اور اس کے دونوں کندھوں کا گوشت خوب اچھی طرح سے بٹا ہؤا ہے ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ٹوٹی ہوئی ہڈی کو جوڑ دیا گیا ہے اور وہ پھر بھی ٹیڑھی رہ گئی ہے

النَّاهِضَان : مفرد ناهض ہے ۔ ناهض کندھے کے گوشت کو کہتے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ ناهض اس گوشت کو کہتے ہیں جو اوپر کی جانب سے بازوؤں کے ساتھ ملا ہو ۔ اس کی جمع نواهض ہے ۔ اس کی جمع خلاف قیاس اَنْهُض بھی آتی ہے ، ناهض بھٹ تیتر کے بچے کو بھی کہتے ہیں یہ ایک پرندہ ہے ۔ رہا اس کا اُمِرَّ جَلْزهما کہنا تو اُمِرَّ کے معنی ہیں مضبوط بٹا ہؤا ، محاورہ ہے اَمْرَرْتُ الحَبْلَ فَهُوَ مُمَرٌّ یعنی میں نے

اسی کو لٹا ۔ الحَلْشر[1] : باندھنا اور اس کے فکا'نما'عثمَا عَـلٰی کَسْـر کہنے سے اس کا مطلب یہ ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ابھی ٹوٹ جانے کے بعد جوڑا گیا ہے ۔ محاورے میں کہتے ہیں : عَشَمْتُ یَدَہٗ ۔ اور عثم[2] گرہ اور ٹیڑھا رکھ کر ہڈی کو باندھنے کو کہتے ہیں اور عثمان [بروزن فُعْلاَن] اسی سے لیا گیا ہے ۔

مُسْحَنْفِرُ الحَشَیْشِ مُلْتَئِمٌ

مَابَیْنَ شِمَتِہ النَّسِی الغُرُ

اس کے دونوں پہلو پھولے ہوئے ہیں اور اس کے نتھنوں سے لے کر پنڈلیوں کے گوشت تک کا حصہ معتدل ہے

مُسحَنفِرُ الحسین سے مراد یہ ہے کہ دونوں پہلو پھولے ہوئے ہیں ۔ ملتئم کے معنی ہیں معتدل اور شیمہ : نتھنے اور شمہ کے معنی سمندی ہیں ۔ محاورہ ہے فرس بس الشیمہ ۔ بعض کہتے ہیں کہ شیمہ کے معنی [۲ : ۱۰۰] ہیں کہ گھوڑے میں دل کا ہونا یا یہ کہ اس کے جسم میں دل ہوں اور غر کے اعلٰے معنی پنڈلی کا عُضلہ ہیں جیسے رحمہ الفرس کہا جاتا ہے ۔

وصَفَتْ سُمَانَاہُ و حَافِرُہ،

وَأَدِیْمُہٗ[3]، و منابتُ الشعر[4]

---

۱ ۔ الحَلْزُ : لسان العرب میں ہے : الجَلْزُ الطّیّ و اللّیّ وکل عُقدہ عَقَدتَہ، حتی یستدیر فقد جَلَزتَہ، وکل شئی یُلوَی علی شئی ففعلہ الجَلْزُ

۲ ۔ لسان العرب میں ہے : العثم : اساءہ الجبر حتی تبقی فیہ أود کھیئہ المشی ، عَثَمَ العَظمُ یعثِمُ عَثْماً و عَثِمَ عَثَماً فھو عَثِیمٌ : ساء جبرہ و بقی فیہ أود فلم یستو اور کتاب الاشتقاق (صفحہ : ۵۰) میں ہے العثم ان ینکسر العظم ثم ینجبر ولا یستوی

۳ ۔ الروض الانف میں ادیمہ چھپا ہے مگر درست ادیمہ ہے جیسے یہاں ۔

۴ ۔ بلوغ الارب میں الشعر عین کے ساتھ ہے مگر درست الشمر ہے جیسا کہ الروض الانف میں ہے ۔

اس کا سُمّانی ، سم اور کھال اور مژگان کے اگنے کی جگہ سب صاف ہیں
سُمانی ایک پرندہ ہے اور [1] سمانی گھوڑے کے جسم کی ایک جگہ کا بھی نام ہے مگر مجھے اس وقت وہ جگہ یاد نہیں البتہ ہو سکتا ہے کہ جریر نے سمامہ مراد لی ہو اور سمامہ گھوڑے کی گردن میں ایک دائرے کا نام ہے ، سمامہ ایک پرندہ بھی ہے ، ادیم کے معنی کھال کے ہیں -

وَسَمَا الغُرَابُ لِمَوقِعَيهِ مَعاً
فَأُبِينَ بَينَهُمَا عَلَى قَدرِ

چوتڑ کی چوٹی سے لے کر کمر کے اوپر تک تمام حصہ اونچا ہے
حالانکہ صحیح طور پر ان دونوں کے درمیان فرق کر دیا گیا ہے
سَمَا الغُرابَ : غراب اونچا ہے ، غُراب چوتڑ کی چوٹی کو کہتے ہیں ، صلوان کو بھی غرابان کہتے ہیں -

وَاكتَسَّ دُونَ قَبِيحِهِ [2] خُطَّافُهُ
وَنَأَتْ سَمَامَتُهُ عَلَى الصَّقرِ

---

۱ - ابو عبیدہ نے کتاب الخیل میں سُمانی کا ذکر کیا ہے اور نہ ہی لسان العرب میں اس کا ذکر ہے -

۲ - قبیح کی تشریح میں بہت اختلاف پایا جاتا - ابو عبیدہ (کتاب الخیل : ۲۷) ایک جگہ یوں کہتے ہیں : ثم الذراعان وفی ذراعیہ مرفقاھما وإشرَاھما و قسحاھما و قبیحاھما اعالی الدراعین مرکبھا فی العضدین - پھر صفحہ ۳۷ پر یوں کہتے ہیں : والقبیحان ملتقی الساقین فی الفخذین فمایلی الثفنین - لسان العرب میں مختلف اقوال منقول ہیں : الازھری : القبیح : طرف عظم المرفق...وقال غیرہ : القبیح طَرَف عظم العضد ممایلی المرفق بین القبیح (المرفق ؟) و بین إبرہ الدراع و ابرہ الدراع من عندھا یدرع الدارع و طرف عظم العضد الذی یلی المنکب یُسمّی الحَسَنَ لکثرہ لحمہ و الاسفل القبیح - وقال الفراء : اسفل العضد القبیح و اعلاھا الحسن اسی طرح اور اقوال بھی ہیں -

ہے اور قطا ایک پرندہ (بھٹ بیتر) ہے اور حر ایک پرندہ ہے بعض نر کبوتر بتاتے ہیں اور حُرّ گھوڑے کے کان کے بیرونی حصے کی سیاہی کو بھی کہتے ہیں -

وُشِيَتَا عَلَى سَعَوشِهِ دُونَ حَيدَاِهِ
حَرَتَانِ تَيشُمَهَا مَدَى الشِبرِ

اس کی گردن کے آگے حصے دو حھوڑ کر اس کے چوتروں کی دونوں ہڈیوں پر دو دائرے ہیں جن میں ایک بالشت کا فاصلہ ہے

سَعَوانِ کا مفرد نعو ہے اور جمع اَسْعَاء اور نعو دمر والی ہڈی کو کہتے ہیں - یہاں دونوں چوتڑوں کی ہڈیاں مراد لی ہیں کیونکہ حرب گھوڑے کے چوتڑوں پر کا وہ حلقہ ہے جو بوتل کی طرح دکھائی دیتا ہے - حرب پرندوں میں سے نر بھٹ بتر کو بھی کہتے ہیں - الحداٗہ بھی ایک پرندہ ہے (چیل) مگر یہاں ہمزہ کو حذف کیا گیا ہے اور گھوڑے کی گردن [۲ : ۱۰۱] کا اگلا حصہ مراد ہے ، اس کی جمع حِیدَا آتی ہے [بروزن فِعَال] جس طرح عِیطَاہ کی جمع عِیطَاءٌ - عَطَاَیہ بھی کہتے ہیں - اگر حَدَاہ [حاء پر فتحہ کے ساتھ] پڑھیں تو اس کے معنی دو دھاری کلہاڑی کے ہیں اور اس کی جمع حَدَا آئے گی جس طرح نَواہ کی جمع نَوی اور قَطَاہ کی قَطَا -

يَدَعُ الرَّصِيفَمَ إذَا جَرَى فِلَقَا
بِتَوَائِمِ كَمَتَوَاسِمِ سُمرِ

جب یہ چلتا ہے تو اپنے سُموں سے جو مٹیالے رنگ کے داغنے والے آلے کی طرح سخت ہیں پتھروں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے

رصیم کے معنی پتھر ہیں - فِلق : ٹوٹے ہوئے ، ٹکڑے ٹکڑے ، توائم جمع توأم کی - آتْؤُم بروزن آفْعُل بھی آتی ہے اور یہ جمع خلاف قیاس آتی ہے - کیونکہ سم جوڑا جوڑا ہوتے ہیں - مراد سموں سے ہے -

---

۳ - بلوغ الارب میں عمہ کی بجائے عند ہے تصحیح از روی العقد الفرید (۱ : ۱۱۷) المزهر (۱ : ۳۷۹) اور الروض الانف کی گئی ہے -

اور مِتوّاسم : میسم الحدید کی جمع ہے اور سُمّر کہیے سے اس کی مراد یہ ہے کہ سم ایک ہی رنگ کے ہیں اور اس طرح کے سم نہایت ٹھوس ہوتے ہیں -

رُکّتِبش بِی^ متحّص ۱ السوَی سَبِطٍ
کَنفَتِ الوُنئُوبِ مُسدّدِ الاَسْرِ

یہ سم کم گوشت والی ، لمبی ، تیزی سے اچھلنے والی اور مضبوط بنی ہوئی ٹانگوں میں لگے ہوئے ہیں

یہاں سوَی کے معنی ٹانگیں ہیں اس کا مفرد شوَاہ ہے - جب گھوڑے کی ٹانگیں مضبوط ہوں تو اسے فرس ۲محص الشوی کہا جاتا ہے اور سَبِط کے معنی سہل۳ کے ہیں - کَنفَتُ الوثُوب کے معنی مجتمع۴ ہیں محاورہ ہے : کَفَتّہ النشّی میں نے اسے جمع اور مکمل کیا - مُسَدّدُ الاَسْر میں اَسر بمعنی خَلْق ہے -

---

۱ - بلوغ الارب ، الروض الانف ، العقد الفرید اور المزھر سب نے محض [صاد معجمہ کے ساتھ] لکھا ہے مگر یہ غلط ہے - اسے صاد مہملہ کے ساتھ مَتحّص پڑھیں - لسان العرب میں ہے : والمحص شدّہ الخلق و یستحب من الفرس ان تمحص قوائمہ ای تخلص من الرّھَل یقال منہ : فرس ممحوص القوائم اذا خلص من الرھل - وقال ابو عبیدہ فی صفات الخیل : الممحص و المحص...قال و معنی محص الشوی : قلیل اللحم

۲ - یہاں پھر بلوغ الارب اور العقد الفرید میں محض - صاد معجمہ کے ساتھ - دیا ہے اسے محص پڑھیں -

۳ - یہاں یہ معنی چسپاں نہیں ہوتے یہاں رجل سَبِط الجسم و سَبْطُہ بمعنی طویل الالواح مراد ہے -

۴ - یہاں بھی یہ مراد نہیں ہیں - محاورہ ہے : کَفَتَ یکْفِتُ کَفتاً : اَسْرَعَ فی العدو و الطیران و فرس کَفَتٌ : سریع - وقال الاَزھری : الکَفْتُ فی عدو ذی الحافر سرعتہ و قبض الید

اصمعی کہتا ہے کہ اس پر وسید نے حکم دیا کہ مجھے ایک ہزار درہم انعام میں دے جائیں۔

کسی نے یہ شعر پس کیے ہیں :

قَدْ أَطْرُقُ الحَيَّ عَلَى سَابِحٍ
أَسْطَعَ مِثْلِ الصَّدَعِ الأَجْرَدِ[1]

میں ایک تیز رفتار ، لمبی گردن والے ، چھوٹے چھوٹے بالوں والے گھوڑے پر جو تازہ سکھیے کی طرح معلوم ہوتا ہو سوار ہو کر رات کے وقت قبیلے کے پاس جاتا ہوں

لَمَّا أَتَيْتُ الحَيَّ فِي مَتْنِهِ[2]
كَأَنَّ عُرْجُوناً بِمَتْنَى يَدِى

جب میں اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر قبیلے کے پاس آیا تو یوں معلوم ہو رہا تھا کہ کھجور کا ٹیڑھا خوشہ میرے دونوں ہاتھوں میں ہے

أَقْبَلَ يَخْتَالُ وَ فِي سَأْوِهِ
يَضْرِبُ فِي الأَقْرَبِ وَالأَبْعَدِ

یہ اکڑ کر چلتا ہوا آیا ، دوڑتے ہوئے قریب اور بعید سب کو مار رہا تھا

كَأَنَّهُ سَكْرَانُ أَوْ عَابِسٌ
أَوِ ابْنُ رَبٍّ حَدَثٌ[3] المَوْلِدِ

یوں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ مست ہے یا اس کے تیور چڑھے ہوئے ہیں یا کسی بادشاہ کا نوخیز بیٹا ہے

---

۱ - العقد الفرید (۱ : ۱۲۰) میں ہے : وأنشد الأصمعی۔
۲ - اصلاح العقد الفرید سے کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں ودقہ ہے۔
۳ - تصحیح از روئی العقد الفرید : (۱ : ۱۲۰) کی گئی ہے۔ بلوغ الارب میں الحرث ہے۔

اور عنترہ[1] کہتا ہے :

أمّا إذا استقبلته فكأنّه
جذع سما فوق النخيل مشذّب

جب تو اسے سامنے کی طرف سے آتا دیکھے گا تو یہ کھجور کے اس لمبے تنے کی طرح دکھائی دے گا جو دوسرے درختوں سے اونچا نظر آ رہا ہو

وإذا عرضت له استتب أقرابه[2]
وكأنه مستدبرا متصوب[3]

اور جب تو اسے عرض یعنی پہلو کی طرف سے دیکھے گا تو اس کے پہلو ایک جیسے دکھائی دیں گے اور اگر پشت کی طرف سے دیکھے گا یہ یوں معلوم ہوگا کہ یہ ڈھلان کی طرف جا رہا ہے -

اس موضوع پر بکثرت اشعار پائے جاتے ہیں کیونکہ عربوں کے اعلی اشعار وہ ہیں جو گھوڑوں اور ان کی متعلقہ اشیا کے بارے میں کہے گئے ہیں -

---

۱ - آلوسی نے ان اشعار کو عنترہ کی طرف منسوب کیا ہے مگر ابو عبیدہ نے کتاب الخیل (صفحہ ۱۰۰) میں پہلا شعر ضرار العدوی کی طرف منسوب کیا ہے اور دوسرا شعر (صفحہ ۹۹ ، ۱٦۹) أنیف بن جبلہ الضبی کی طرف ، ابو القاسم عبدالرحمٰن بن اسحاق الزجاجی (م ۳۳۹ھ) نے اپنی امالی میں ان اشعار کو انیف بن جبلہ الضبی الجمحی فارس الشیظ کی طرف منسوب کیا ہے (صفحہ ۵)

۲ - امالی الزجاجی اور العقد الفرید میں اقرابہ کی بجائے أقطاره ہے -

۳ - بلوغ الارب میں مستصوبا ہے - اسے متصوبا پڑھیں جیسا کہ کتاب الخیل ، العقد الفرید (۱ : ۱۲۰) مروج الذهب (۳ : ۳۴۷) اور امالی الزجاجی (صفحہ ۵) میں ہے -

الحلبه[1] والرہان

حلبتہ[2] : گھوڑوں کے اکٹھا ہونے کی جگہ ۔ بعض کہتے ہیں کہ وہ جگہ جہاں لوگ گھڑ دوڑ کی شرط لگانے کے لیے اکٹھے ہوں حلبہ کہلاتی ہے ۔ یہ لفظ حلب بنو فلان علی بنی فلان کے محاورے سے لیا [۱۰۲:۲] گیا ہے جس کے معنی ہیں فلاں قبیلہ فلاں قبیلے کے خلاف اکٹھا ہو گیا ۔ بعض کہتے ہیں اسی سے یہ محاورہ لیا گیا ہے حلب الحالب اللبن فی القدح دودھ دوہنے والے نے پیالے میں دودھ جمع کیا اور حلب اس رسی کو بھی کہتے ہیں جسے گھوڑوں کو چھوڑتے وقت ان کے سینوں پر باندھ دیا جاتا ہے تاکہ ان کو چھوڑتے وقت پکڑ کر روکا جائے ۔ مصبہ ان گھوڑوں کو کہتے ہیں جو (دوڑ کے لیے) چھوڑے جانے کی خاطر تیار ہوں ۔

رہان در اصل رہن سے لیا گیا ہے ۔ ایک شخص دوسرے شخص سے آگے نکلنے کی شرط لگاتا تھا ۔ یہ بھی شرط مقرر کرتا اور وہ بھی ۔ جس کا گھوڑا آگے نکل جاتا وہ شرط لے لیتا اور اپنے ساتھی کو شرط میں ہرا دیتا ہے ۔ رہان مصدر ہے، چنانچہ کہتے ہیں راھنہ مُراھنَۃ و رِھاناً جس طرح قاتلتہ مُقاتلۃً وقتالاً کہتے ہیں ۔

یہ شرط بازی عہد جاہلیت کی بات تھی ، اس کا شمار جوئے میں ہوتا ہے جس سے اسلام نے منع کیا ہے ۔ اگر شرط ایک ہی جانب سے ہو اور اس نے کوئی چیز مخصوص کر دی ہو اس طرح کہ اگر یہ آگے نکل جائے تو اسے کچھ نہیں ملے گا اور اگر دوسرا شخص آگے نکل گیا تو وہ شرط پر قبضہ کر لے گا تو یہ بات جائز ہے کیونکہ اس میں شرط صرف ایک

---

۱ - حلبہ موجودہ زمانے کی racing ground اور رہان races یہ مضمون العقد الفرید : ۱ : ۱۲۰–۱۲۱ سے دیا گیا ہے ۔

۲ - لسان العرب میں ہے : الحَلْبَۃُ بالسکون خَیْلٌ تجمع للسِّباق من کل أوب ، لا تخرج من موضع واحد ولکن من کل حیٍّ ۔

طرف سے ہوتی ہے ۔ اسی طرح اگر دو کوئی سرط مقرر کر لیں اور درمیاں میں تسرے محلل یعنی تیسرے گھوڑے کو سامل کر اس اس تسرے کو دخیل بھی کہتے ہیں اور تسرے گھوڑے والے کے لیے کچھ نہ ہو ، اس کے بعد تینوں گھوڑوں کو چھوڑا جائے پھر اگر پہلے دو گھوڑوں میں سے کوئی آگے نکل جائے تو وہ اپنی شرط بھی اور اپنے حریف کی سرط بھی لے لے گا اور یہ اس کے لیے جائز ہوگا اور اگر دخیل آگے نکل جائے تو وہ بھی دونوں طرف کی شرطوں کو لے لے گا اور اگر وہ پیچھے رہ جائے تو اسے کچھ نہیں دینا پڑے گا ۔ ایسی صورت میں دخیل ہمیشہ خوشحال اور اصیل گھوڑا ہوتا ہے جس کے آگے نکل جانے کا انہیں ہر وقت خطرہ ہوتا ہے ۔ اگر دخیل[1] اصل اور خوشحال گھوڑا نہ ہو تو یہ جؤا ہوگا کیونکہ ایسی صورت میں ایسا ہوگا گویا انھوں نے محلل کو شامل ہی نہیں کیا ۔

اصمعی کہتا ہے : سبقت لے جانے والے کو اول کہتے ہیں ۔ جو پہلے کے پیچھے پیچھے دوسرے نمبر پر آئے اسے مصلی کہتے ہیں ۔ اصمعی کہتا ہے کہ اسے مصلی اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے آنے والے کے " صلوین " کے پاس ہوتا ہے اور صلوین گھوڑے کی دم کے دونوں جانب کے حصے کو کہتے ہیں یعنی وہ حصہ دم کے دائیں اور بائیں ہوتا ہے ۔ اس کے بعد تیسرا اور چوتھا ، ان دونوں کا کوئی خاص نام نہیں ۔ پھر دس تک اسی طرح کہیں گے ۔ دسویں کو سُکَّیْت کہتے ہیں ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ جن لوگوں کے علم پر ہم اعتماد کر سکتے

---

۱ ۔ لسان العرب کی عبارت زیادہ واضح ہے وہاں یوں دیا ہے وأمّا اذا کان المبدأ بطیئًا قد أمن ان یسبقهما فذلک القمار المنهی عنه (اگر گھوڑا پیچھے رہنے والا اور سست رفتار ہو اور انھیں اس کے آگے نکل جانے کا کوئی خطرہ نہ ہو تو یہ جؤا ہوگا جس سے منع کیا گیا ہے) ۔

ہیں ان میں سے کسی ایک سے بھی ہم نے آگے نکلنے والے گھوڑوں کے ناموں میں سے دوسرے اور دسویں کے نام کے سوا کسی اور کا نام نہیں سنا ۔ کیونکہ دوسرے کا نام مُصَلّی اور دسویں کا سُکَّیت ہے ۔ ان کے علاوہ اوروں کو ثالث اور رابع ، اسی طرح تاسع تک کہا جاتا ہے ۔ اس کے بعد سُکَیت آتا ہے ۔ سُکَیت کو مشدد اور مخفف دونوں طرح پڑھا جاتا ہے ۔ دسویں کے بعد آنے والے گھوڑوں کو کسی شمار میں نہیں لایا جاتا ۔

فسکل اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو سب سے آخر میں آئے ۔ عوام اسے فُسکل [ضمہ کے ساتھ] بولتے ہیں ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے قاشور اس گھوڑے کو کہتے ہیں جو سب سے آخر میں آئے ، اسے فُسکل بھی کہتے ہیں ۔ سکیت کو سُکیت اس لیے کہا گیا کہ یہ وہ آخری عدد ہے جہاں گنتی کرنے والا آ کر ٹھہر جاتا ہے ۔ سکت کے معنی ٹھہر جانے کے ہیں ۔ اہل لغت اسی طرح بیان کیا کرتے تھے مگر اب لوگوں نے اس میں تبدیلی کر دی ہے ۔

عربوں کا دستور تھا کہ وہ سب سے آگے نکلنے والے گھوڑے کے کے چہرے کو ہاتھ سے تھپکا کرتے تھے ۔ چنانچہ جریر کہتا ہے :

إذَا شِئْتُمْ أَنْ تَمْسَحُوا وَجْهَ سَابِقٍ
جَوَادٍ فَمُدُّوا فِي الرِّهَانِ عِنَانِيَا

جب ہم پہلے نمبر پر آنے والے گھوڑے کے منہ کو تھپکنا چاہو تو گھڑ دوڑ میں میری باگ کو چھوڑ دو (پھر دیکھو کون اول آتا ہے)

میں کہتا ہوں کہ خطیب تبریزی اور اس کے علاوہ دیگر مشاہیر اہل ادب اور ائمہ لغت نے ذکر کیا ہے کہ گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کے دس نام ہیں کیونکہ عرب دس دس کی تعداد میں گھوڑے چھوڑا کرتے تھے ۔ ان میں سے ہر ایک کو مخصوص نام دیا گیا ہے ۔ چنانچہ سب سے پہلے آنے والے کو سابق اور مُجلی" کہا جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے مالک کو

نمایاں کر دیتا ہے ، دوسرے کو مُصَلّی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے ہونٹ پہلے آنے والے گھوڑے کی دم کی جڑ پر رکھتا ہے ، تیسرے کو مُسَلّی کہتے ہیں کیونکہ وہ اپنے مالک کو تسلی دیتا ہے ، چوتھے کا نام تَالی، پانچویں کا مرتاح ، چھٹے کا عاطف ، ساتویں کا مؤمّل ، آٹھویں کا حَظِی ، نویں کا لَطیم کیونکہ اسے[1] تھپڑ مار کر حجرے میں داخل ہونے سے روک دیا جاتا ہے۔ دسویں کو سُکَیت کہتے ہیں کیونکہ اس پر خشوع اور سکوت طاری ہو جاتا ہے ۔ اسے سُکَیّت [کاف کی شد کے ساتھ] بھی کہا جاتا ہے اور جو سب سے آخر میں آئے اسے فسکل کہتے ہیں ۔ وہ رسی[2] جو دوڑ کے دن گھوڑے کے سینے پر لگائی جاتی ہے اسے مِقبص[3] اور مِقوس بھی کہا جاتا ہے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :

الخَیْلُ تَجرِی بِاَعْرَاقِهَا و عِیشِیهَا یا دَا وضُعَتْ عَلَی المِقوَسِ حَرَبْ بِجُدُودِ اَرْبَابِهَا

گھوڑے اپنی نسل اور اصالت کے زور پر چلتے ہیں پھر جب انھیں (دوڑانے کے لیے) رسی پر لا کر کھڑا کر دیا جاتا ہے تو اپنے مالکوں کے بخت کے زور پر دوڑتے ہیں ۔

گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کے نام اس طرح بھی بیان کیے جاتے ہیں ۔

---

۱ - لسان العرب میں یوں دیا ہے : وذلک انه یُلطم وجهه فَلا یَدخُلُ السُّرادِق ۔

۲ - لسان العرب کے الفاظ زیادہ واضح ہیں ۔ وہاں یوں دیا ہے : والمِقوس الحبل الذی یُصَفّ علیه الخیل عندالسباق وجمعه مقاوس ویقال المِقبَص ایضاً ۔

۳ - بلوغ الارب میں مِقْبَض [ضاد معجمه کے ساتھ] دیا ہے اسے مقبص [صاد مہملہ کے ساتھ] پڑھیں ۔ لسان العرب میں ہے : المِقبص : هوالحبل الذی یُمدّ بین ایدی الخیل فی الحلبه اذا سُوبِقَ بَیْنَهَا ۔

پہلا مُجَلّی[1] پھر مُصَلّی[2] پھر مُسَلّی[3] پھر عاطف[4] پھر مُرتاح[5] پھر حَظِی[6] پھر مؤمل[7] - یہ وہ سات ہیں جن کو حصہ ملتا ہے ان کے بعد وہ ہیں جن کا کوئی حصہ نہیں ہوتا اور وہ لطیم[8] پھر وَغد پھر سُکیت ہیں -

محمد بن یزید[1] بن مسلمۃ بن عبدالملک بن مروان نے گھڑ دوڑ کے گھوڑوں کا ذکر کیا ہے اور گھوڑوں کے نام بھی بتائے ہیں :

وَجَلّی الاَغَـرُّ وصَلّی الکُمَیتُ
وَسَلّی فلَـم یُذمَمِ الاَدهَـم

---

۱ - محمد بن یزید کے ان اشعار کے لیے ملاحظہ ہو مروج الذّھب (۲ : ۳۴۹ تا ۳۵۱) وہاں ۴۴ شعروں کا پورا قصیدہ دیا ہے - مروج الذّھب کی عبارت یوں ہے : قال کلاب بن حمزہ : ولم نعلم احداً من العرب فی الجاھلیۃ و الاسلام وصف حمل الحلبۃ العشرہ باسمائھا و صفاتھا و ذکرھا علی مراتبھا غیر محمد بن یزید بن مسلمۃ بن عبدالملک بن مروان وکان بالجزیرہ بالقریۃ المعروفہ بحصن مسلمہ فانہ قال فی ذلک :

شَہِدنا الرِهـان غَدَاۃ الرِهـان
بمجمعـہ ضَمَّہا المَوسِـم

لسان العرب میں ابن بری کے یہ اشعار دیے ہیں جن میں اس نے ان ناموں کو جمع کر دیا ہے -

أتانا المُجلّی[1] و المُصَلّی[2] و بعدہ
مُسَلٍ[3] وتالٍ[4] بعدَہ عاطف[5] یجری
ومُرتاحھا[6] ثم الحَظِی[7] و مؤمّل[8]
وجاء اللطیم[9] و السکیت[10] لہ یجری

الوسی نے اپنے دستور کے مطابق اشعار کو درست کیے بغیر نقل کر دیا ہے -

آعر سب سے آگے نکلا ، کمیت دوسرے درجے پر آیا ، ادہم تیسرے نمبر پر آیا اور کسی نے اس کی مذمت نہیں کی

وَأَشْبَعَتْهَا رَابِعٌ تَالِيًا
وَأَنْثَى مِنَ الْمُنْجِدِ الْمُتْهِمِ

اس کے پیچھے چوتھا تالی آیا مگر کجا نجد کو جانے والا اور کجا تہامہ کو جانے والا

وَمَا ذُمَّ مُرْتَاحُهَا خَامِسًا
وَقَدْ جَاءَ يَقْدُمُ مَا يَقْدُمُ

مرتاح پانچویں نمبر پر آیا مگر کسی نے اس کی مذمت نہ کی جبکہ پہلے آنے والے پہلے آ چکے تھے

[1]وَ سَادِسُهَا الْعَاطِفُ الْمُسْتَحِيرُ
يَكَادُ لِحَيْرَتِهِ يُحْرَمُ

حیرت زدہ عاطف چھٹے نمبر پر آیا اور وہ اسی حیرت کی وجہ سے محروم ہؤا چاہتا تھا

وَخَابَ[2] الْمُؤَمِّلُ فِيمَا يَخِيبُ
وَعَنَّ لَهُ الطَّائِرُ الْأَشْأَمُ

نا کام ہونے والوں میں مؤمل بھی نا کام رہا اور اسے منحوس پرندہ پیش آیا

وَجَاءَ[3] الْحَظِيُّ لَهَا ثَامِنًا
فَأَسْهَمَ حِصَّتَهُ الْمُسْهِمُ

---

۱ - مروج الذهب میں و سابعها العاطف الخ دیا ہے اور چھٹے درجے میں یوں دیا ہے :

وَجَاءَ الْحَظِيُّ لها سَادِسا
فأسهم حِصَّتَهُ الْمُسْهِمُ

۲ - مروج الذهب میں : وجاء المؤمل فيها الخ ہے ۔

۳ - الوسی نے یہ شعر غلط لکھا ہے کیونکہ آٹھویں کا کوئی حصہ نہیں ہوتا لہٰذا ثامناً کی جگہ سادساً پڑھیں ۔

آٹھویں نمبر پر حظی آیا اور حصہ مقرر کرنے والے نے اس کا بھی حصہ مقرر کر دیا

حَذاً ۱ مُشْعَةٌ وأتَى ثَامِناً
وثَامِنَةُ الخَيْلِ لاَ تُسْهَمُ

یہ سات کے بعد آیا اور آٹھواں تھا اور آٹھویں گھوڑے کا کوئی حصہ نہیں ہوتا

وجَاءَ اللَّطِيمُ لَهَا تَاسِعاً
فَمِنْ كُلِّ نَاحِيَةٍ يُلْطَمُ

نویں نمبر پر لطیم آتا اسے ہر جانب سے تھپڑ مارے گئے

يَخُبُّ السُّكَيْتُ عَلَى إثْرِهَا
وعَلاهُ۲ مِنْ قُنْيه أعْظَمُ

ان کے پیچھے پیچھے سکیت دوڑتا آتا ہے اور اس کے تھے اس کے آلہ تناسل سے بھی بڑے تھے

عَلَى سَاقِهِ الخَيْلِ يَعْدُو بِهِ
مُلِيماً وسَائِسُهُ ألْأَمُ

یہ تمام گھوڑوں کے پیچھے تھا لہٰذا قابل ملامت تھا ، اس کا سوار اس سے بھی زیادہ قابل ملامت تھا

إذَا قِيلَ مَنْ رَبُّ ذَا لَمْ يُحِرْ
مِن۳ الحُزْنِ بِالصَّمْتِ مُسْتَعْصِمُ

---

۱ - یہ شعر وخاب المؤمل کے بعد آنا چاہیے -

۲ - مروج الذهب میں یہ شعر یوں ہے :

يَخِيبُ السُّكَيْتُ على إثره
و ذِفْراه من قبّة أعظم

۳ - مروج الذهب میں یہ شعر یوں ہے :

إذا قِيلَ من ربّ ذا لم يُحِر
مِن الخِزي بالصمت يَسْتَعْصِمُ

جب دریافت کیا جائے کہ اس کا مالک کون ہے تو وہ غم کے مارے
جواب نہیں دیتا اور خاموشی کے دامن میں پناہ ڈھونڈتا ہے ۔

عربوں کے مشہور گھوڑے

ابو محمد الاعرابی الغندجانی مشہور لغت دان تھا ۔ اس نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس میں اس نے عربوں کے ان نر گھوڑوں اور بچھیریوں کا ذکر کیا ہے جن کی نسل چلی اور جنھوں نے نجیب گھوڑے پیدا کیے اور ان کی نسل عربوں میں پھیل گئی ۔ اس نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ یہ گھوڑے سب سے پہلے کن کے پاس تھے پھر کن کے پاس گئے اور عربوں میں سے جن لوگوں نے ان کا ذکر کیا ہے اور جاہلیت اور اسلام میں ان پر فخر کیا ہے وہ کون لوگ رہے ۔ نیز ان لوگوں کا بھی ذکر کیا ہے جن کے یہاں ان کی نسل چلی ۔ ان گھوڑوں کے نام بھی دیے ہیں جو تنہا ہوئے ۔ جن کا خود تو ذکر آتا ہے ۔ مگر ان کی نسل کا کہیں ذکر نہیں ۔ اس نے ان کا ذکر حروف تہجی کی ترتیب کے مطابق کیا ہے تاکہ مطالعہ کنندہ کو ان کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے اور ان کی باگ اس کے ہاتھوں میں ہو ۔ درحقیقت یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ کسی نے اس سے پہلے ایسی کتاب نہیں لکھی ۔ میں نے کئی بار اس کا مطالعہ کیا ہے اور اسے اس موضوع کے ضمن میں مفید پایا ہے ۔ یہاں چند ایک گھوڑوں کا نمونے کے طور پر ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں محسوس ہوتا ۔ بہر حال ان مشہور گھوڑوں میں سے ایک اعوج[1] ا کبر

---

۱ ۔ کتاب الخیل (صفحہ : ۶۶) میں ہے : اعوج بنی کندہ کا تھا ۔ پھر بنی سُلیم کے پاس چلا گیا پھر ان سے نکل کر بنی ہلال بن عامر بن صعصعہ کے پاس چلا گیا ۔ اس بات کی خبر مجھے عباس بن مرداس سلمی کی اولاد میں سے ایک شخص نے دی ۔ اس نے ذکر کیا کہ یہ گھوڑا در اصل کندہ کے کسی بادشاہ کا تھا اس نے علاف کی جنگ میں بنی سلیم پر چڑھائی کی ۔ بنی سلیم نے اسے قتل کر کے اس کا گھوڑا لے لیا ۔ پھر بنو سلیم کے ہاتھ سے نکل کر بنی ہلال میں چلا گیا ۔ اس کے بعد شعرا نے اس کا ذکر کیا ۔

تھا ۔ یہ غنی بن أعصر کی ملکیت تھا ۔

[1] بشر بن ابی خازم ، اعوج کی بیٹیوں پر فخر کرتا ہے اور کہتا ہے :

وَبِكُلِّ أَجْرَدَ سَابِحٍ ذِي مَيْعَةٍ
مُتَمَاحِلٍ فِي آلِ أَعْوَجَ يَنْتَمِي

ہر چھوٹے بالوں والے ، تیز رفتار ، نشاط والے لمبے گھوڑے کو لے کر جس کی نسبت آل اعوج کے ساتھ ہے

[۲ : ۱۰۵] طفیل بن عوف کہتا ہے :

بَنَاتُ الوَجِيهِ وَالغُرَابِ وَ لَاحِقٍ
وَأَعْوَجَ تَنْمِي نِسْبَةَ المُتَنَسِّبِ

یہ وجیہ ، غراب ، لاحق اور اعوج کی اولاد ہیں ان کی نسب اسی طرح بیان ہوتی ہے

عربوں کے یہاں شہرت اور نسل کے معاملے میں کوئی گھوڑا اعوج سے بڑھ نہ سکا ۔ شاعروں اور سواروں نے بھی نہ اس سے بڑھ کر کسی اور کا ذکر کیا نہ اس سے زیادہ کسی اور پر فخر کیا ۔

اصمعی کہتا ہے : مجھ سے حبیب بن سَوذَب نے بیان کیا ۔ حبیب اہل نجد میں سے تھا اور ضَرِیّہ میں مقیم تھا ۔ وہ کہتا ہے میرے باپ نے مجھ سے ذکر کیا وہ کہتا ہے میں نے کعب بن سعد غنوی کو راذان

---

۱ - بشر بن ابی خازم : بشر بن ابی خازم عمرو بن عوف بن حِمْیَرِیؔ ۔ جاہلی اور قدیم شاعر ہے اور فحول شعرا سے لگا کھاتا ہے ۔ کسی نے اسے اوس بن حارثہ بن لأم مشہور سخی کی ہجو کہنے پر کچھ رقم دے دی چنانچہ اس نے اس کی ہجو میں چند قصائد کہے بعد میں اوس نے اسے گرفتار کر لیا مگر اس پر مہربانی کرکے چھوڑ دیا اور انعام بھی بخشا ، اس پر اس نے ہر ہجویہ قصیدے کے مقابل ایک مدحیہ قصیدہ کہا ۔ اس نے اثناء پر غارت ڈالی تو ایک لڑکے نے اسے تیر مار کر ہلاک کر دیا (سمط الآلی : ۶۶۳)

میں مرثیہ پڑھتے ہوئے سنا ۔ میرا خیال ہے کہ یہ عمر بن الخطابؓ کے زمانے کی بات ہے ۔ وہ کہتا ہے کہ سب سے پہلی بار جب اعوج کی دوڑ کو دیکھا گیا ۔ اعوج سے مراد اعوج اکبر ہے جو قبیلہ غنی کا گھوڑا تھا ۔ ہؤا یوں کہ نسار کی جنگ میں لوگوں پر غارت ڈالی گئی ، اعوج اکبر کا مالک اسے تمامہ گھاس سے باندھے ہوئے تھا ۔ جب صبح ہوتے ہی گھوڑا سواروں نے حملہ کر دیا تو وہ اچھل کر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو گیا ، گھوڑے کو آواز دی اور بندھن کو بھول گیا چنانچہ وہ گھاس کو اکھاڑ کر لے گیا ۔ پھرکی کی طرح اسے لے کر آواز نکالتا ہؤا نکل گیا ۔ دن بھر اسے چلاتا رہا ۔ رات کو وہ قباء کی گھاس کھاتا رہا ، پھر چار مرحلے چلا گویا اسے ضریہ" کے علاقے کے مقام انسر سے دھکیل کر لے جا رہا ہے پھر عین آیا ، پھر فلجہ ، پھر دفینہ ، پھر قباء ، پھر اسے چھوڑ دیا ۔ اس وقت وہ مسلسل چار راتیں چل چکا تھا اور قباء کی گھاس کھائے بھی چار راتیں گزر چکی تھیں ۔

اعوج اصغر بنی ہلال کی ملک تھا ۔

ان میں سے ایک گھوڑا اَغَر" تھا ۔ یہ [۱] بلعاء بن قیس کنانی کا تھا جس کے یہ شعر ہیں :

أبلغ الحرب عنّي أنّني
شرّ شيخ في أيادٍ و مُضَر

حارث کو میری طرف سے پیغام پہنچا دو کہ میں ایاد اور مضر کا بدترین شخص ہوں

رَأسُه مُنقَشِفٌ بُلعُومُهَا
يَأكُلُ القتَّ وخُمّانَ الشّجَرْ

---

۱ ۔ بلعاء بنی کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ میں سے تھا اور عہد جاہلیت میں رئیس تھا ۔ اس کے جسم پر برص کے نشانات تھے ، کسی نے اس سے پوچھا : یہ سفیدی کیسی ہے ؟ جواب دیا : اللہ نے اپنی تلوار پر زیور چڑھا رکھا ہے (استقاق : ۱۷۱)

(س) ایک ایسے سر مرغ کے بچے کی طرح ہوں جس کی گردن کے بال نوچ دیے گئے ہوں اور جو بر جارہ اور ردی قسم کے درخت کھاتا ہو

إنْ متضفّـــي الحَوْلُ وَلَـــم أعركُـــمُ
في عَتَـــاجٍ يَهْتَدِي أحوْى طِمِرّ

اگر سال گزر جانے پر بھی میں تم پر ایسے عمدہ گھوڑوں کو لے کر چڑھائی نہ کروں جو سرخی مائل سیاہ رنگ کے ہوں اور صحیح راہ پر جا رہے ہوں

فَدَّرَ الرّحْمٰنُ أنْ أَلْقَاكُمُ
عَارِضاً رُمحِيْ علي مَتْنِ الأغَرّ

تو خدا میری قسمت میں یہ لکھ دے کہ میں تمہیں اغر گھوڑے کی پشت پر سوار ہو کر نیزے کو عرض میں رکھ کر ملوں

ان میں سے ایک اشقر ہے ۔ یہ قتیبہ بن مسلم کا تھا ۔ اس نے یہ گھوڑا حجاج کی طرف بھیجا ۔ راستے میں جُوخَى کے مقام پر اشکاب نامی رہزن نے راستہ روک کر اسے اُڑا لیا ۔ اس واقعہ کی روداد یوں ہے کہ حجاج بن یوسف نے قتیبہ بن مسلم کو لکھا کہ خراسان میں عمدہ گھوڑے جمع ہو گئے ہیں ۔ ہر ضلع کو لکھو کہ وہ گھوڑے دوڑائیں ، جو آگے نکل جائے اسے میرے پاس بھیج دو ۔ قتیبہ نے ایسا ہی کیا ۔ چنانچہ قتیبہ نے اشقر اور رؤاسی گھوڑے بھیج دیے ۔ یہ دونوں حمیراء کے پیٹ سے تھے ۔ انھیں قتیبہ کے قاصد لے کر آ گئے ، جُوخَى کے مقام پر اشکاب نامی ڈاکو نے انھیں روک لیا اور اشقر کو چرا لے گیا ۔ قاصد رُؤاسی کو لے کر حجاج کے پاس آئے ۔ حجاج نے اسے عبدالملک کے پاس بھیج دیا ۔ عبدالملک سے اس کے بھائی بشر بن مروان نے مانگا تو عبدالملک نے اسے دے دیا ۔ چنانچہ عبدالملک بن بشر کی گھوڑیاں رؤاسی کی اولاد تھیں ۔ عراق میں

نہ آگے نکل جانے والے گھوڑے مانے جاتے تھے ، [1] یوسف بن عمر گھوڑے دوڑایا کرتا تھا ۔ ان گھوڑوں کی وجہ سے جو رؤاسی کی اولاد میں سے تھیں عبدالملک بن بسر دوڑ میں اس سے آگے نکل گیا ۔

کسی نے یوسف بن عمر سے کہا : تو گھوڑے کیوں نہیں دوڑاتا ؟ جواب دیا : کیا میں اس سے مستغنی نہ ہو جاؤں اور آگے نکلنے والے گھوڑوں کو عبدالملک بن بسر کے پاس نہ بھیج دوں ۔ عبدالملک نے انھیں (نسل کے لیے) ایک دوسرے پر سوار کیا جس سے یہ کمزور پڑ گئے ۔ اس کے بعد عبدالملک انھیں دائد کی اولاد کے پاس شام لے گیا اور ذائدیہ [2] گھوڑے ان سے آگے نکل گئے ۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ان کی ہڈیاں کمزور ہو گئی تھیں ۔ جس سے (یہ خود بھی) کمزور ہو گئے ۔ دائدیہ زیادہ موٹے اور طاقتور تھے اور رؤاسیہ پر اپنی قوت کی وجہ سے غالب آ گئے تھے ۔ ابو یحییٰ کہتا ہے ۔ ان کا نام رؤاسیہ اس لیے پڑا کہ بنی سلیم کے

---

۱ ۔ یوسف بن عمر : هشام بن عبدالملک نے خالد بن عبداللہ القسری کے بعد یوسف بن عمر کو ۱۲۰ھ میں عراق کا گورنر بنایا تھا ۔ یوسف نے خالد کو قید کر دیا اور اسے سخت سزا دی یہاں تک کہ خالد جیل خانے ہی میں مر گیا ۔ یوسف عراق کا حاکم رہا یہاں تک کہ ۱۲۶ھ میں یزید بن الولید خلیفہ ہؤا تو اس نے منصور بن جمہور کو عراق کا حاکم مقرر کر دیا ۔ یوسف یہ خبر سنتے ہی شام کی طرف بھاگ گیا مگر وہاں سے گرفتار کر لیا گیا اور جیل خانے میں بھیج دیا گیا ۔ یزید بن الولید کے مرنے کے بعد جب مروانی حکومت متزلزل ہو گئی تو یزید بن خالد بن عبداللہ القسری نے یوسف کو پکڑ کر جیل خانے ہی میں مار ڈالا اور اس طرح اپنے باپ کا بدلہ لے لیا ۔ (التنبیہ : ۱۰۳)

۲ ۔ دائد : حرون کی نسل میں سے ذائد ایک نجیب گھوڑے کا نام ہے ۔ اصمعی کہتا ہے : یہ دائد بن بُطَیْن بن بطان بن الحَرُوْن ہے ۔ (لسان العرب)

ایک شخص نے جسے عبدالملک رؤاس کہا جاتا تھا معقل بن عروہ سے کہا کہ حمیراء کے بطن سے جو کچھ بھی پیدا ہو وہ مجھے عطا کر دو۔ اس نے یہ بات مان لی ، مگر جب بچہ جنا تو وہ معقل بن عروہ کو بہت پسند آیا۔ اس نے عبدالملک رؤاس سے کہا اس سال اسے رہنے دو۔ اس کے عوض جو تم چاہو گے میں تمھیں دے دوں گا مگر عبدالملک رؤاس نہ مانا۔ اس پر معقل نے کہا : اس صورت میں میں اسے اس کا دودھ[1] نہ پینے دوں گا۔ عبدالملک نے کہا : لاؤ مجھے دے دو۔ اس نے بچھیرا لے لیا اور اس کے لیے ایک مادہ نسل کی گھوڑی خرید لی جس نے ابھی بچہ دیا تھا۔ اور اس کا دودھ اُس بچھیرے کو پلایا ، پھر اسے چارے[2] اور جورا کے سے موٹا کیا تاآنکہ وہ دوسرے[3] سال میں داخل ہو گیا۔ پھر اسے (گھوڑوں کے ساتھ) دوڑایا مگر اس نے اور کچھ نہ کیا۔ جب تیسرے سال میں داخل ہؤا تو پھر چھوڑا مگر پھر اس نے کچھ نہ کیا اس پر اس نے وہ گھوڑا خراسان کے کسی زمیندار کو عاریتاً دے دیا۔ زمیندار اسے عام استعمال میں لاتا رہا تاآنکہ یہ چوتھے سال میں داخل ہو گیا ، اس وقت عام استعمال میں لائے جانے کے بعد یہ اپنی اصل اور نسل کی طرف لوٹا چنانچہ یہ آگے نکلنے والا اور غالب[4] آنے والا بن گیا۔ إِنْتَسَبَ کے معنی ہیں اپنے نسب اور اپنی اصل کی طرف لوٹا۔

---

۱ - بلوغ الارب میں لا ألبنه چھپا ہے اسے لا اُشبئُه پڑھیں یہ لفظ لِبَأ سے نکلا ہے۔

۲ - صنعه - محاورہ ہے صَنَعَ فرسه : اذا قام بعلفه و تسمينه

۳ - جب بکری کا بچہ پورے ایک سال کا ہو جائے تو نر کو تیس اور مادہ کو عنز کہتے ہیں اور جب دوسرے سال میں داخل ہو جائے تو اسے جَذَع اور مادہ کو جذعه کہتے ہیں پھر تیسرے سال میں ثَنِي کہتے ہیں اور چوتھے سال میں رَبَاعي۔ اور ان سے فعل اَجْذَعَ ، اَثْنٰى اور اَرْبَعَ آتا ہے۔

۴ - مُبِرّاً : اَبَرّ علیهم : غلبهم والابرار : الغلبه و المُبِر : الغالب

ابو یحییٰ کہتا ہے : حمیراء معقل بن عروہ کی گھوڑی تھی - یہ سب سے آگے نکل جایا کرتی تھی - اس کی بیٹیاں بھی ایسی ہی تھیں - معقل گھوڑوں سے خوب واقف تھا - جب گھوڑوں کو دوڑایا جاتا تو ان کی پشت کی طرف سے آ کر ان کو دیکھتا ، ان میں سے جس کے سموں کے کنارے زمین سے زیادہ قریب ہوتے اسے دوسروں پر ترجیح دیتا -

ان میں سے ایک " احزم " ہے - یہ نُشَیْشَہ بن حبیب السلمی کا گھوڑا تھا - جب اس نے کَدِید کی جنگ میں ربیعہ بن مکدّم کو قتل کیا تو اس دن اس نے یہ شعر کہے :

سَائِلْ کِنَانَةَ أَنْشُ فَارِسُهَا الَّذِیْ
وَرَدَ الکَدِیْدَ رَبِیْعَةُ بْنُ مُکَدَّمٍ

ذرا بنی کنانہ سے پوچھو تو سہی کہ ان کا ربیعہ بن مکدم نامی سوار جو کدید میں آیا تھا کہاں ہے

فَلْتُخْبِرَنَّ بَنُو فِرَاسٍ أَنَّهُ
أَلْشَوَی بِمُهْجَتِهِ جَرِیُّ المَقْدَمِ

بنو فراس کو بتا دو کہ ایک جرأت مندی کے ساتھ آنے والے شخص نے اس کی جان نکال دی ہے

لَمَّا أَطَالَ عِنَانَهُ مُسْتَقْصِیًا
نَحْوِیْ قَصَرْتُ لَهُ عِنَانَ الأَحْزَمِ

جب اسی نے میری طرف آنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنی باگ کو لمبا کیا تو میں نے احزم کی باگ کو چھوٹا کر دیا

فَأَثَرْتُ بَیْنَ ضُلُوعِهِ جَیَّاشَةً
فَوْهَاءَ تَقْذِفُ بِالحَمِیْنِ وَ بِالدَّمِ

میں نے اس کی پسلیوں کے درمیان جوش مارنے والے تیرے کے زخم کو ابھارا جس کا منہ فراخ تھا اور وہ روکے ہوئے پیشاب اور خون کو باہر پھینک رہا تھا -

ان میں سے ایک " ازور " ہے - یہ ۱عبداللہ بن خازم السلمی کا گھوڑا تھا جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

لَعَمْرِیْ لَقَدْ أَنْظَرْتُ بَکر بن وَائِلٍ
و خِندفَ حَتّٰی لَمْ أَجِدْ مُتَنَظَّرَا

اپنی جان کی قسم میں نے بکر بن وائل اور خندف کو اس قدر مہلت دی کہ اور انتظار کی گنجائش نہ رہی

إِذَا أَکْثَرُوْا یَوْماً عَلَیَّ فَرَحْتُهُمْ
بِرُمْحِیْ وَالْحَقْتُ الفَوَارِسَ أَزْوَرَا

جب وہ ایک دن میرے خلاف کثیر تعداد میں اکٹھے ہو کر آ گئے تو میں نے اپنے نیزے سے ان کی جماعت کو منتشر کر دیا اور گھوڑ سواروں کے ساتھ اپنے گھوڑے ازور کو جا ملایا

ان میں سے ایک " البیضاء " تھا یہ قعنب بن عتاب بن الحرث بن عمرو بن ہمام بن ریاح بن یربوع کا گھوڑا تھا - ایک شاعر کہتا ہے :

لَوْأَمْکَنَتْنِیْ مِنْ بِشَامَةَ مُهْرَتِیْ
لَلَاقَی کَمَا لَاقَی فَوَارِسُ قَعْنَبِ

اگر میری بچھیری مجھے بشامہ پر قابو پا لینے دیتی تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو قعنب کے سواروں کا ہوا تھا

نَمَطَّتْ بِهِ البَیْضَاءُ بَعْدَ اخْتِلَاسِهِ
عَلَی دَهْشٍ و خِلْتُنِیْ لَمْ أُکَذَّبِ

بے خبری میں اچک لینے کے بعد بیضاء اسے لے کر دور تک چلی

---

۱ - بلوغ الارب میں عبداللہ بن حازم ہے - اسے عبداللہ بن خازم پڑھیں - اسے وکیع بن عمیر نے قتل کیا تھا (اشتقاق : ۲۵۵) اس کے حالات کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۳ : ۳۱ اور شرح ذیل الامالی : ۱۷

رہی اور میرا خیال ہے کہ مجھے جھوٹا نہیں قرار دیا جائے گا

ابوبکر بن درید کہتا ہے : کہ بصباء بحیشر کی گھوڑی ہے اور اسی کے متعلق اس نے یہ شعر کہے ہیں ۔ ابو محمد کہتا ہے نہ صحیح بات یہ ہے کہ یہ قعنب کی گھوڑی ہے ۔ واقعہ یوں ہے کہ قعنب اور [۱] بحیر بن عبداللہ بن سلمہ بن قشیر بن کعب عکاظ میں ایک دوسرے سے ملے ، وہاں بہت سے لوگ تھے ۔ بحیر نے قعنب سے کہا :
قعنب ! تو بصباء کا کس قدر مشکور ہے ؟ قعنب نے جواب دیا :
میں اس کا شکریہ کیوں ادا کروں ؟

اس نے کہا : تو اس کا شکریہ کیوں نہ ادا کرے گا حالانکہ اس نے تجھے مجھ سے نجات دلائی ہے ۔

قعنب نے کہا : کب ؟ بحیشر نے کہا : جب میں نے یہ شعر کہے تھے :

أَسُحْتَرِمِيَّ رَيْبُ المنون ولم أَزَعْ
بِسُعُنِ الشَّوا أَصِيَّ سَرْحَ عمرو بن جُندَبِ [۲]

کیا حوادث زمانہ مجھے ، مار ڈالیں گے جبکہ میں عمرو بن جندب کے

---

۱ - بلوغ الارب میں بحیشر ہے اسے بحیشر پڑھیں ملاحظہ ہو کتاب الاشتقاق : ۱۰۱ ، ۲۲۲ -

۲ - میمن (شرح امالی : ۶۵۳) نے جُندُب دیا ہے مگر اس قسم کے الفاظ میں فُعلُل اور فُعلَل دونوں طرح پڑھنا جائز ہے چنانچہ کتاب الاشتقاق میں ہے : وذکرالخلیل أن کل اسم علی هذا الوزن ثانیه نون اور همزه فلک ان تقول فیه فُعْلُلٌ و فُعلَلٌ مثل جُندُب و جُندَب، وعُنصُر وعُنصَر ، وجُوذُر، وجؤذر و سُؤدُد، وسُؤدَد، و فی لغة طائیة بهمزون السؤدُد (کتاب الاشتقاق : ۲۱۱) عمرو بن جندب حضرت عثمان کی بیوی ام عمرو کے والد ہیں ان کے بطن سے عمرو ، أبان اور خالد پیدا ہوئے (اشتقاق : ۵۰۵) -

بکھرے ہوئے بالوں والے جانوروں سے نہیں ڈرا تھا

ولو اسْکَنَتْنِیْ مِنْ بَشَامَۃَ مُھْرَتِیْ
لَلاقَی کَمَالاقَی قَتَی فَوارِسُ قَعْنَبِ

اگر میری بچھیری مجھے بشامہ پر قابو پا لینے دیتی تو اس کا بھی وہی حشر ہوتا جو قعنب کے سواروں کا ہؤا تھا

تَمَطَّتْ بِہِ البَیْضَاءُ بَعْدَ اخْلاَسِہٖ
عَلَیَ دَھَشٍ و خِلْتُنِیْ لَمْ اَکْذِبٖ

اسے بے خبری میں اچک کر لے جانے کے بعد بیضاء اسے دور تک لے کر چلتی رہی اور میں نے خیال کیا کہ مجھے جھوٹا نہیں قرار دیا جائے گا

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ قعنب نے اس واقعہ سے انکار کیا تو دونوں نے حلف اٹھائے اور ایک دوسرے پر لعنت کی ۔ اس پر قعنب نے قسم کھا کر کہا اگر میں اور تم ایک چھت کے نیچے اکٹھے ہو گئے (یعنی ہم دونوں ایک جگہ اکٹھے ہوئے) تو یا میں تجھے مار ڈالوں گا یا تیرے سامنے قتل ہو جاؤں گا ۔ یہ قصہ لمبا ہے ۔ قعنب نے بَحیْر[1] کو مَرّوت میں قتل کیا اس دن کو یوم ارم الکلبہ کہا جاتا ہے ۔

ان میں سے ایک '' بُرجہ '' ہے ، یہ سنان بن ابی حارثہ المری کی گھوڑی تھی ۔ اس کے متعلق وہ کہتا ہے :

لَمّا رَاَوْنِیْ وَ وَجْہُ بُرجَۃَ
وَ الرَّیْطَۃَ وَلَّی فَوَارِسُ المَلِکٖ

جب بادشاہ کے سواروں نے مجھے ، برجہ اور ریطہ کے چہرے کو دیکھا تو بھاگ نکلے

---

۱ ۔ یہاں پھر بلوغ الارب میں بُجَیْر درج ہے اسے بَحیر ۔ حاء مہملہ کے ساتھ پڑھیں کتاب الاشتقاق : ۲۲۲ پر ہے : ومن رجال بنی ھِمّام : قعنب بن عتاب فارس بنی تمیم قاتل بَحِیْر بن عبداللہ القُشَیری ۔

فَأَدْبَرُوْا وَالرِّمَاحُ بِأَحُدِهِمْ
نَبْوَ القَطَا فِي حَبَائِلِ الشَّرَكِ

وہ منہ موڑ کر بھاگ اٹھے در انحالیکہ نیزے ان کو نوچ رہے تھے اور وہ اس طرح اچھل رہے تھے جس طرح بھٹ تیتر جال کی رسیوں میں اُچھلتا ہے۔

اسی کے متعلق کہا ہے :

أَلاَ فَاعْجَلْ لِسُرْجَتِهِ بِالصَّبُوحِ
صَرِيْحاً إِنَّهَا بِنْتُ الصَّرِيْحِ

سرجہ کے لیے جلدی سے خالص دودھ لاؤ کیونکہ وہ اصیلوں کی اولاد ہے

ان میں سے ایک " البِرِيْث " ہے ، یہ ایاس[1] بن قبیصہ الطائی کا گھوڑا تھا ۔ حارثہ بن اوس کلبی کہتا ہے :

وَنَجَّى إِيَاساً مِنِّيْ سَيْفُ مُجَنَّبٌ
تَرَاهُ إِذَا مَاجَدَّتِ الخَيْلُ يَلْعَبُ

ایاس کو مجھ سے کھلی ہوئی ٹانگوں والے گھوڑے نے نجات دلائی ۔ جب اور گھوڑے بڑی کوشش سے چل رہے ہوں تو تو اسے کھیلتا ہؤا دیکھے گا

أَبُو أُمِّهِ البِرِيْثُ أَوْهُوَ خَالُهُ
إِلَى كُلِّ عِرْقٍ صَالِحٍ يَتَنَسَّبُ

۱ ۔ ایاس بن قبیصہ : ایاس بن قَبِيْصَة بن ابی عُمر بن النعمان بن حیتہ بن سَعْنہ ۔ نعمان کے بعد یہ حیرہ کا بادشاہ بنا ۔ کسرٰی اسے بڑا برکت والا سمجھا کرتا تھا ۔ اور جب پرویز کے عہد میں رومی نہروان کے مقام پر آ کر اترے تو اسی نے ان کو شکست دی تھی ۔ (اشتقاق : ۳۸۶)

اس کی ماں کا باپ بریث ہے یا وہ اس کا خالو ہے ، بہر حال اس کی نسبت ہر اصیل اور عمدہ گھوڑے کی طرف ہے ۔

بعض علما نے ابو اُمیّہ العریان روایت کیا ہے مگر ابوالندی نے روایت کی صحت سے انکار کیا ہے ، اس نے کہا ہے کہ صحیح روایت العریب ہی ہے ۔ ابوبکر بن درید کہتا ہے کہ یہ لفظ بُریث ۔ باء پر ضمہ اور راء مخفف ۔ ہے اور اس نے ان اشعار کو ابو محمد کی روایت سے مختلف طریق پر روایت کیا ہے ۔

وَ نَجَّی اِیَاساً سابحٌ ذُوْعُلالَۃِ
مُلِحٌّ اِذَا یَعْلُو الحَزَابِیَّ یَغْلِبُ

ایاس کو بیر رفتار بار بار دوڑنے والے گھوڑے نے نجات دلائی جو دوسرے گھوڑوں پر غالب آ جاتا ہے مگر جب سخت زمین پر آتا ہے تو (سختی کی پروا نہ کرتے ہوئے) رک جاتا ہے

ابو اُمیّہ العُریان اَوْھُوَ خَالُہٗ
اِلَی کُلِّ عِرْقٍ صالحٍ یَتَنَسَّبُ

اس کی ماں کا باپ عریان تھا یا خالوعریان تھا بہر حال وہ ہر اصیل اور عمدہ گھوڑے کی طرف منسوب ہوتا ہے

کَاَنَّ اسۃُ اذْاَخطَاَتْہُ رِمَاحُنَا
وَفَاتَ البُریثَ لِبْدُہٗ یَتَعَصَّبُ

جب ہمارے نیزے اس سے اچٹ گئے اور بریث پر سے اس کا نمدہ گر گیا تو اس کی دبر کی یہ حالت تھی کہ وہ پسینہ پسینہ ہو رہی تھی

ذُنَاتَی حُبَارَی اَخْطَاَ الصَقْرُرَاْسَہ
فَجَادَتْ بِمَکْنُونِ مِنَ السَّلْحِ یَشْعَبُ

اس کی مثال ٹیڑی کی دم سی تھی جس کے سر کو شکرہ پکڑ نہ سکا ہو تو وہ اپنی پوشیدہ بیٹھ کو اس کے اوپر بہا دے

ان میں سے ایک " برخاء " ہے یہ عوف بن کاہن سلمی کا گھوڑا تھا ۔ جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

نَصَبْتُ لَهُ وَجْهِي " و بَرخَاء " جَونَةً
إِذَا نُصِبَتْ لِلشَّرِّ اَقْعَتْ عَلَى رِجْلِ[1]

میں نے اپنے چہرے اور سیاہ برخاء گھوڑے کو اس کے سامنے کھڑا کر دیا ۔ جب برخاء کو جنگ کے لیے کھڑا کر دیا جائے تو اپنی ٹانگوں پر سینہ تان کر کھڑا ہو جاتا ہے

كَأَنَّ بِهَا كُرَّاتُ رَمْلٍ خَمِيلَةٍ
وَلَتْ نَبْتَهُ الجَوزَاءُ بِالنَّبْلِ[2] وَالدَّوْبَلِ

گویا وہاں گھنے درختوں والی ریت کی گندنا بوٹی پائی جاتی ہے اور اس کی گھاس پر جوزاء برج نے نرم اور زور کی بارش برسائی ہوئی ہے

ان میں سے ایک " جروه "[3] ہے ، یہ معن بن عامر الحُمَیری کی گھوڑی تھی جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

تَرَكْتُ ابنَ بَدْرٍ وَالسِّبَاعُ يَعُدْنَهُ
وَفِي النفسِ مِمَّا يَذْكُرُ النَّاسُ عَاذِرُ

میں نے ابن بدر کو اس حالت میں چھوڑا کہ پرندے اسے نوچ رہے تھے اور میرے دل میں اُن باتوں کے متعلق جو لوگ کہہ رہے تھے

---

۱ ۔ بہجہ اثری نے اقعی کے معنی ردہ القهقری لکھے ہیں مگر یہ معنی یہاں چسپاں نہیں ہوتے أَقْعَى الفَرَسُ : تقاعس على أَسْتَادِهِ مراد ہے ۔

۲ ۔ اصل کتاب میں اسی طرح بالنبل ہی درج ہے مگر اسی سے کوئی معنی نہیں بنتے میں نے بالطل والویل پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۳ ۔ لسان العرب میں ہے و جروة فرس شداد العبسی ابی عنترة و جَرْوه ایضاً : فرس ابی قتادة شهد علیه یوم السرح ۱۲ ۔

غدر موجود تھا ، (میں نے اسے بلا سبب قتل نہ کیا تھا)

فَتَصَرَّتْ لَهُ مِنْ صَدْرِ جِرْوَةَ إِنَّهَا
تُصَادِمُ أَحْيَاناً وَ حِيناً تُغَادِرُ

میں نے جروہ کا سینہ اس کے سامنے تان رکھا اور جروہ کبھی ٹکراتی اور کبھی ٹکرانا چھوڑ دیتی ۔

فَتَصَرَّتْ لَهُ مِنْ صَدْرِهَا وَكَأَنَّهَا
عُقَابٌ تَدَلَّتْ مطلع الشمس كاسِرُ

میں نے اس کا سینہ تانے رکھا اور یوں معلوم ہو رہا تھا کہ یہ گھوڑی مشرق کی جانب سے ان پر عقاب کی طرح ٹوٹ پڑی ہے

ان میں سے ایک الحَرُون بن الاثاتی بن الخزز بن ذی الصوفہ بن اعوج ہے ، یہ قتیبہ بن مسلم کے باپ مسلم بن عمرو الباہلی کا گھوڑا تھا ۔ اسے حرُون اس لیے کہا گیا کہ یہ گھوڑوں کے آگے نکل جایا کرتا تھا جب ان سے نکل کر آگے چلا جاتا تو اکڑ جاتا اور جب دوسرے گھوڑے اس تک پہنچ جاتے تو یہ پھر چھوٹ کر نکل جاتا اور پھر اکڑ جاتا ۔ اسی کے بارے میں کسی نے کہا ہے :

إِذَا مَا قُرَيْشٌ خَلَا مُلْكُهَا
فَإِنَّ الخِلَافَةَ فِي بَاهِلَه

---

۱ ۔ حرون کے متعلق لسان العرب کی عبارت بہت واضح عبارت ہے وہاں یوں مرقوم ہے : الحَرُون اسم فرس كان لباهلة اليه تنتسب الخيل الحَرُونية ۔ والحَرُونُ اسم فرس مسلم بن عمرو الباهلی فی الاسلام كان يسابق الخيل فاذا اشتَدَّ رَجَرْيُه وَقَفَ حتى تكاد تَسبقه ثم يجرى فيسبقها ۔ ۔ ۔ و قال الاصمعی هو من نسل اعوج وهوا الحَرُونُ بن الاثاثی بن الخُزَز بن ذی الصوفة بن اعوج قال وكان يسابق الخيل ثم يحرن حتى تلحقه فاذا لَحَقَتْهُ سَبَقَهَا ثم حرن ثم سبقها ۔

جب قریش کی حکومت جاتی رہے تو خلاف ناھلہ قبیلے میں ہوگی

[۲ : ۱۱۰] لربٌ الحَرُوْنِ أبيٌ صالح
وَمَا تِلكَ بالسنة العادلة

چروں کے مالک ابو صالح (کی حکومت ہوگی) اور یہ کوئی عادلانہ دستور نہیں ہے -

مسلم[1] نے اس گھوڑے کو بصرے میں ایک بدوی سے ایک ہزار درہم سے خریدا تھا اور ایک ہزار درہم کے عوض[2] سامان دیا تھا - کہتے ہیں کہ جب بدوی اسے لے کر اندر آیا تو اس کی گردن میں رسی تھی اور اس کے بال اڑ رہے تھے مسلم اس پر سوار ہو کر بیس سال تک سب سے آگے نکلتا رہا -

حجاج نے حرون کی اولاد میں سے ایک بچے[3] کو جسے بِطَان کہتے تھے الولید بن عبدالملک کے پاس بھیجا تھا - مگر ولید نے اسے اپنے بیٹے محمد کے پاس بھیج دیا - بطان کا بیٹا بَطِیْن بھی محمد بن الولید کے پاس تھا العجلی کہتا ہے :

اَغَرٌ مِنْ خَيْلِ بَنِي مَيْمُونِ
بَيْنَ الحُمَيْلِيَّاتِ وَالبَطِيْنِ

حُمیلیات اور بطین کے درمیان یہ بنی میمون کے گھوڑوں میں سے ہے اس کا نام اغر ہے

اس کی مراد میمون بن موسی المرائی سے ہے -

بطین کے ہاں " ذائد " پیدا ہؤا یہ عباس بن الولید بن عبدالملک

---

۱ - ملاحظہ ہو ذیل الامالی : ۱۸۵ -

۲ - بلوغ الارب میں معارضہ چھپا ہے اسے معاوضہ پڑھیں جیسا کہ ذیل الامالی میں ہے -

۳ - بلوغ الارب میں ناس ہے اسے بابن لہ پڑھیں جیسا کہ ذیل الامالی میں دیا ہے -

کا گھوڑا تھا اس کا سائس اس کے پاس بغیر اجازت نہیں آتا تھا ۔ وہ جو سے بھرا ہؤا توبرا اٹھا کر اس کو دکھاتا ، اگر یہ[1] سر اٹھاتا تو سائس اندر آ جاتا اور اگر سائس ایسا نہ کرتا تو یہ گھوڑا اس پر حملہ کرکے اسے اندر آنے سے روک دیتا ۔ اسی طرح جب کوئی گھوڑا اس کے مقابلہ میں دوڑتا تو یہ اسے منہ سے کاٹتا ۔ اصمعی کہتا ہے جب اس کے ساتھ کسی گدھے یا ایسے گھوڑے کو چھوڑا جاتا جو اتنا ہی عمدہ گھوڑا ہوتا تو یہ اس سے ایک نیزہ آگے آگے آتا ۔ اس کے کئی ایک واقعات ہیں ۔

ان میں سے ایک " حزمہ " ہے ۔ اصمعی نے ذکر کیا ہے کہ مجھے ایک بوڑھے شخص نے جن کا نام ابن قسب تھا کہا کہ ایک بدوی جو نجد کا رہنے والا تھا ولید بن عبدالملک کے پاس آیا ۔ ولید نے گھوڑے چھوڑنے کے لیے گھوڑوں کو خوب تیار کر رکھا تھا کہ یہ بدوی آ پہنچا اور کہا اے امیرالمؤمنین ! میں اپنے گھوڑے تمہارے گھوڑوں کے ساتھ چھوڑنا چاہتا ہوں۔ ولید نے أسیلم سے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے ۔ اسیلم نے جواب دیا : یہ ایک حجازی گھوڑی ہے اگر تمہاری تربیت گاہ میں شامل ہو جائے تو یہ چلے ۔ بدوی نے اسیلم سے پوچھا : تمہارا کیا نام ہے اس نے جواب دیا : أسیلم بن احنف ۔ بدوی نے کہا : تمہارا نام ناقص[2] ہے اور تمہارے باپ کا نام ٹیڑھا ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ پھر گھوڑوں کو چھوڑا گیا اور بدوی اپنے حزمہ نامی گھوڑے پر آگے نکل گیا ۔ اس پر ولید نے کہا : کیا تو یہ گھوڑا مجھے عنایت کر دے گا بدوی نے کہا یہ ہماری صحبت میں عرصہ دراز سے چلا آ رہا ہے اور اس کا ہم پر حق ہے ۔ لیکن میں آپ کو سواری کے لیے اس کا ایک بچھیرا دیتا ہوں جو پہلے سال ہی جبکہ یہ ابھی اس کے پیٹ ہی میں تھا اور دس ماہ کا ہو چکا تھا سب کے آگے آیا تھا اور جب گھوڑے کو دس

---

۱ ۔ ذیل الامالی میں فاں رفع رأسہ کی بجائے فان تحمحم دیا ہے ۔
۲ ۔ أسیلم اسلم کی تصغیر ہے لہذا مصغر ہونے کی وجہ سے ناقص ہو گیا اور احنف : جس کے پاؤں ٹیڑھے ہوں ۔

ماہ گزر جائیں اور وہ ابھی وہاں کے بستر میں ہی ہو تو وہ لیٹ جاتا ہے [۲ : ۱۱۱] یہی حال اونٹ کا ہے مگر وہ بیٹھ جاتا ہے۔ پھر یہ بدوی بیمار پڑ گیا تو ولید بن عبدالملک نے طبیبوں کو اس کے علاج کے لیے بھیجا اس پر بدوی نے یہ اشعار کہے .

جاءَ ا لأَطِبَّاءُ مِنْ حِمْصٍ كَأَنَّهُمْ
مِنْ أَجْلِ أَنْ لاَ يُدَاوُونِي مَجَانِينُ

حمص سے طبیب آئے اور وہ میرا علاج نہ کر سکنے کی وجہ سے دیوانہ ہو رہے تھے

قال[۱] الأطباء : ما يشفي فقلت لهم
دُخَانُ رِمْثٍ مِنَ التَّسْرِيرِ يَشْفِينِي

طبیبوں نے پوچھا " کس چیز سے شفا ہوگی " میں نے کہا مقام تسریر کی رمث بوٹی کا دھواں مجھے شفایاب کرے گا

مِمَّا يَجُرُّ إِلَى عُمْرَانَ حَاطِبُهُ
مِنَ الجُنَيْنَةِ جَزْلاً غَيْرَ مَمْنُونِ

(یہ وہ بوٹی ہے جسے) لکڑہارا جنینہ سے یہ ختم ہونے والا ایندھن کھینچ کر آبادی کی طرف لے جاتا ہے

---

۱ - یہ شعر اور اس سے اگلا شعر بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر لسان العرب میں یہ دونوں اشعار یوں دیے ہیں :

إِذَا يَقُولُونَ : مَا أَشْفِي ؟ أَقُولُ لَهُمْ
دُخَانُ رِمْثٍ مِنَ التَّسْرِيرِ يَشْفِينِي
مِمَّا يَضُمُّ إِلَى عُمْرَانَ حَاطِبُهُ
مِنَ الجُنَيْنَةِ جَزْلاً غَيْرَ مَوْزُونِ

پھر لکھتے ہیں :

الجُنَيْنَة بِنْتٌ من السرير واعلى السرير لبني غاضرة والتسرير موضع في بلاد غاضرة

رمث [راء کی زیر کے ساتھ] اونٹوں کی چراگاہ ہے ۔ راوی کہتا ہے کہ اس کے گھر والے سوکھا رمث لے کر آئے مگر وہ اس وقت مر چکا تھا ۔ رہا " سلیخہ " تو ابو بکر بن درید کہتا ہے کہ " سلیخہ یہ ہے کہ رمث اس قدر سوکھ جائے کہ اس میں کسی قسم کی نمی نہ رہے "۔

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے کہ میں نے ابو الندی سے اس بدوی کا نام اور نسب پوچھا تو کہا کہ وہ الاصم حکم بن حباب النمری تھا ۔ وہ کہتا ہے کہ اصم کے بیٹے عتاب نے حرمہ کے متعلق یہ رجزیہ مصرعے کہے :

یَا حَرْمَ قَـد حَسَّ الرِّهَانُ بالـقَوْمِ
لیس عَلیکِ الیَـومَ فی جَـرْیٍ لـوْمِ

اے حرمہ قوم کی گھڑ دوڑ تیز ہو گئی ہے آج چلنے میں تجھے کوئی ملامت نہیں کر سکتا

إنْ أنْتَ جَلَّيْتَ الوُجُوهَ ذا اليوم
اگر تو آج کے دن چہروں کو روشن کر دے

ان میں سے ایک "حومل" ہے ، یہ حارثہ بن اوس کلبی کا گھوڑا تھا ۔ جس دن بنو یربوع نے بنی کلب کی شاخ بنی عبد ود کو شکست دی ۔

وَلَولاَ جَرْيُ حَوْمَلَ يوم غدر
لَمَرَّقَنِي وَإيَّاهَا السِّلاَحُ

اگر غدر کے دن حومل نہ دوڑتا تو ہتھیار مجھے اور اس کو دونوں کو پھاڑ ڈالتے

نُشَيِّبُ إِثْنَاءَ السَّعْسُودِ لَمَّا
تَنَاوَلَ رَأْسَهَا الشُّعَبُ الشِّجَاحُ

[۲ : ۱۱۲] اس نے وہی جزا دی جو یعمور نامی گھوڑی نے اپنے مالک کو دی تھی ۔ جب بکھرے ہوئے بالوں والے حریص دشمن

اس تک آ پہنچے تھے

ان میں سے " الحمار " ہے یہ سراقہ بن مالک الکلابی کا گھوڑا تھا جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي وَ أَحْرَزْتُ جَنَّتِي
و مثل مَشَدِّي يَوْمَ ذلک يُذكَر

میں ان کے سامنے ڈٹا رہا اور جنت کو پا لیا اور اس دن جس طرح میں نے حملہ کیا ہے اس کا چرچا عام ہے

وَمَرْجَعِي الحَمَّارُ خَلْفَ ظُهُورِهِمْ
بِمُعْتَرَكٍ ضَنْكٍ بِهِ الصَّمم اعسر

ان کے پیچھے میرا مرجع حمار تھا ایسے تنگ مقام جنگ میں جہاں کسی پر ظلم کرنا بد بختی کا سبب ہوتا ہے

ان میں سے ایک حسامہ ہے ، یہ حُمَید بن حُرَیث بن بحدل الکلبی کی گھوڑی تھی جس کے متعلق سبل بن حسار العمیری کہتا ہے :

وَأَتَّى حُمَيدٌ وَ لَمْ يَنْظُر فَوارِسَهُ
مِثلَ التَّمَشِّ والمَغْرُورُ مَغْرُورُ

حمید بھاگ نکلا ۔ اس نے غائر نظر ڈالنے سے پہلے اپنے سواروں کو دیکھا ہی نہ تھا اور ظاہر ہے کہ فریب خوردہ فریب خوردہ ہے

مِنْ بَعْدِ مَا أَلْبَسَ السِّربالَ طَعنَتُهُ
كَأَنَّهُ بِعَصِيرِ الوَرْسِ مَكْتُورُ

بعد ازانکہ اس کے نیزے کے زخم نے اس کی قمیص کو رنگ دیا تھا اور وہ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اسے ورس کے رنگ میں ڈبو دیا گیا ہو

نجّى الحسامية الكبداء مُبتركٌ
مِنْ جَرْيِهَا و حَثِيثُ الرَّكْضِ مَذْعُورُ

بڑے پیٹ والی حسامیہ گھوڑی کو گھٹنوں پر بیٹھ کر لڑنے والے کے حملے سے نجات دلائی اور تیز رفتار خوفزدہ گھوڑے نے

كَأَنَّهُنَّ الْمُلْدَغُ الأَفْرَاسَ إِذْ حَمِيَتْ
مِنْ سَدِّهَا يَحْتَصِي الأَرْضَ الزَّنَابِيرُ

جب یہ زمین کے ٹکڑوں پر تیز چل رہی تھی تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس کے پہلوؤں کو بھڑیں ڈس رہی ہیں

اور ان میں سے ایک خیصاف[1] ہے ، یہ سُمیر بن ربیعہ باہلی کا گھوڑا تھا اور عمر تو فارسِ خیصاف کہا جاتا ہے ، جس میں ضرب المثل بن گیا ہے ۔ چنانچہ کہتے ہیں : اَجْرَأُ مِن فارسِ خَیصافٍ (خصاف کے سوار سے بھی زیادہ جرأت مند) ایک شاعر کہتا ہے :

إِذَا وَجَّهَ الدَّهْرُ السِّهَامَ إِلَى امْرِئٍ
أَصَابَ وَلَمْ يُخْطِئْ وَتَمَّمَ قَاصِداً

۱ ۔ لسان العرب میں ہے خیصاف [ہارون کتاب] سُمیر بن ربیعہ کا گھوڑا تھا ۔ ایک اور خیصاف حمل بن بدر کا گھوڑا تھا ۔ ابن الکلبی نے اپنے باپ سے روایت کیا ہے کہ مالک بن عمرو الغسانی کو '' فارس خصاف '' کہا جاتا تھا ۔ اور وہ بزدل ترین شخص تھا ۔ راوی کہتا ہے کہ ایک بار اس نے چڑھائی کی ۔ مخالف جانب سے ایک تیر آیا اور اس کے گھوڑے کے سم کے پاس آ کر پڑا ۔ تیر تھوڑی دیر کے لیے حرکت کرتا رہا ۔ اس نے کہا اس کے حرکت کرنے کا کوئی سبب ہے ۔ اس نے اس جگہ کو کھودا، دیکھا تو تیر ایک سوسمار کے سوراخ پر پڑا تھا اور اس کے سر کو لگا تھا ۔ سوسمار نے تھوری دیر حرکت کی پھر مر گیا ۔ اس پر اس نے کہا کہ زمین کے اندر ہوتے ہوئے ایک تیر نے اسے مار ڈالا اور میں اپنے گھوڑے کی پیٹھ پر کھلم کھلا پڑا ہوں ۔ نہ انسان کی کوئی ہستی ہے نہ سوسمار کی ۔ اس کے بعد اس نے دشمنوں پر حملہ کر دیا ، پھر نہایت دلیر لوگوں میں شمار کیا جانے لگا ۔ لسان نے اور اقوال بھی نقل کیے ہیں ۔ ابن درید (کتاب الاشتقاق : ۲۸۷) نے خصاف ۔ ضاد معجمہ کے ساتھ لکھا ہے ۔

جب زمانہ کسی کی طرف تیر پھینکتا ہے تو وہ خطا نہیں جاتے بلکہ
نشانے پر لگتے ہیں اور زمانہ صحیح اندازے سے ارادہ کرتا ہے

وَرُبَّ خَصَافٍ قَدْ أَصَابَتْ سِهَامُهُ
وَأَيُّ فَتًى يَبْقَى عَلَى الدَّهْرِ خَالِداً

زمانے کے تیر کئی خصافوں کو لگے ، زمانے میں کون شخص ہمیشہ
باقی رہ سکتا ہے

مالک بن عمرو الغسانی کی ایک مادہ گھوڑی تھی اسے بھی خصاف
کہا جاتا تھا ۔ اس مالک نے حلیمہ کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور خوب
بہادری کے جوہر دکھائے تھے ۔ حلیمہ اپنے باپ کے ساتھیوں کو خوشبو
لگانے کے لیے آئی ۔ خوشبو ایک لگن میں رکھی تھی ، جب اس کے پاس
آئی تو اس نے اس کا بوسہ لے لیا ۔ حلیمہ نے اپنے باپ سے اس کی شکایت
کی ۔ باپ نے کہا : اسی پر تو میری امیدوں کا دار و مدار ہے یا تو یہ مارا
جائے گا یا جوانمردی دکھائے گا ۔ اسے (بھی) فارس خصاف کہا جاتا ہے
اسی واقعہ کی وجہ سے " اجرأ من فارس خصاف " کی مثال بیان کی جاتی ہے ۔

ایک اور خصاف حمل بن زید بن عوف بن عامر بن ذهل بن ثعلبہ بن
عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل کا گھوڑا تھا ۔ منذر بن امرؤ القیس
[۲ : ۱۱۳] نے اس سے اپنی گھوڑیوں کے لیے یہ گھوڑا مانگا تاکہ اس سے
نسل حاصل کرے ، تو اپنی جرأت مندی کی وجہ سے حمل نے اس کے
سامنے گھوڑے کو خصی کر دیا لہٰذا اسے " خَاصِی خِصَافٍ " کہا
گیا ۔ مثال ہے : أجرأ مِنْ خَاصِي خِصَافٍ [1]

اور ان میں سے ایک " جَرَاح " ہے ، یہ جریبہ بن الاشیم الاسدی

---

[1] ۔ خصاف کو دو طرح پڑھا جائے گا جب اسے خِصَاف [بروزن کتاب]
پڑھیں گے تو یہ مذکر ہوگا اور " خاصی خِصاف " کہنا درست
ہوگا اور جب خَصَافِ [بروزن قَطَامِ] پڑھیں گے تو مؤنث اس
صورت میں " خاصی خَصَافِ " کہنا درست نہ ہوگا کیونکہ نر کو
خصی کیا جاتا ہے نہ کہ مادہ کو ۔

کی گھوڑی تھی جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

تَاللهِ مَا مَنُّوا عَلَيَّ وَ إِنَّمَا
مَنَّتْ عَلَيَّ خَرَاجِ حِينَ تَصَرَّفُوا

اللہ کی قسم انھوں نے مجھ پر احسان نہیں کیا بلکہ خراج نے مجھ پر احسان کیا ہے جب وہ پھر گئے

ابو الندی اور ابن الاعرابی دونوں خراج کو " خَرَاج " مخفف بتاتے ہیں مگر اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ خَرّاج [مشدّد] ہے اور انھوں نے دوسرے مصرع کو یوں پڑھا ہے :

مَنُّوا عَلَيَّ الخرّاج حين تصرّفُوا

جریبہ کا یہ شعر بھی پیش کیا جاتا ہے :

وكُنْتُ إِذَا الخَرّاجُ جَالَ اسْتَحَثْتُهُ
بِمُنْتَجِيهِ أو قلت : خَرّاج أَعْقِبَا

جب خراج اپنی جگہ سے ہٹ جاتا تو میں بھی ایک بچاب دینے والی ٹھوکر سے اسے ہٹا دیتا یا کہتا اے خراج ! خوب تیز چلو

فما الأَزْرَقُ الحَوْلِيُّ مِنْهُ بِأَوْثَبِ
رَأَى أَرْنَبًا فَاشْتَلَّ فِي سَاْوِ أَرْنَبَا

ایک سالہ ازرق جو ایک خرگوش کو دیکھ کر اس کے پیچھے تیز دوڑے اس خرّاج سے زیادہ تیز رفتار نہیں ہو سکتا

اور ان میں سے ایک " دریہم " ہے ، یہ خداش بن زہیر العامری کا گھوڑا تھا چنانچہ وہ کہتا ہے :

---

۱ - خداش بن زُهیر العامری : خداش بن زہیر بن ربیعہ بن عمرو بن عامر بن صعصعہ جاہلی شاعر اور شہسوار ہے اس نے حروب الفجار میں جو قیس اور قریش کے درمیان ہوئیں خوب بہادری دکھائی (اشتقاق : ۲۹۵)

وَقُلْتُ لِعَبْدِ اللهِ فِي السِّرِّ ايْتِنَا
لَكَ الْوَيْلُ قَدِّمْ لِي اللِّجَامَ وَدِرْهَمَا

میں نے عبداللہ کو رازدارانہ کہا : ارے میرے لیے لگام اور درہم کو لاؤ

فَجَاءَ بِلَا سَخْتٍ قَصِيرٍ لَبَانُهُ
وَلَا حَنْكَلٍ بَادِي الشَّرَارَةِ أَدْهَمَا

درہم آیا تو نہ تو یہ پتلے جسم والا تھا نہ چھوٹی چھاتی والا نہ کوتاہ قد اس کے انگارے ظاہر تھے یہ سیاہ رنگ کا تھا

وَقُلْتُ لَهُ : إِنْ تُدْرِكِ الْقَوْمَ لَا تَزَلْ
مَكَانَ "بُجَيْرٍ" أَوْ أَحَبَّ وَأَكْرَمَا

میں نے اسے کہا اگر تو نے قوم کو جا پکڑا تو تو بجیر کی طرح سمجھا جائے گا بلکہ بجیر سے بھی زیادہ محبوب اور زیادہ معزز ہوگا.

بُجَيْر : درہم کا بیٹا ہے - خداش ایک مہمان کا ذکر کرتے ہوئے کہتا ہے :

وَآثَرْتُهُ دُوْنَ الْعِيَالِ لِحَافَنَا
وَبَاتَ أَنِيْسَيْهِ بُجَيْرٌ وَدِرْهَمُ

میں نے اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر لحاف پہنانے میں اسے ترجیح دی اور بجیر اور درہم دونوں اس کے انیس بن گئے

اور ان میں سے ایک " دِعلج " ہے ، یہ عبد عمرو بن شریح بن الاحوص بن جعفر بن کلاب کا گھوڑا ہے ، اس کے متعلق فیف الریح کی جنگ میں اس نے کہا تھا :

طُلِّقْتِ إِنْ لَمْ تَسْأَلِي أَيُّ فَارِسٍ
حَلِيلُكِ إِذْ لَاقَى صُدَاءً وَخَثْعَمَا

جب صداء اور خثعم کی جنگ ہوئی اس دن کے متعلق اگر تو نے لوگوں سے نہ پوچھا کہ تمہارا خاوند کیسا سوار نکلا تو تجھے

طلاق ہو جائے گی ،

أُقَدِّمُ بِهِمْ دِعْلِجاً وَأُكِرُّهُ
إِذَا كَرِهُوا فِيهِ الرِّمَاحَ تَحَمْحَمَا

میں دعلج کو آگے کرتا اور پھر پیچھے کی طرف لاتا تھا جب وہ
نیزوں کو ناپسند کرتے تھے تو یہ ہنہنتا رہا ہوتا تھا

[۲ : ۱۱۴] ان میں سے ایک " دباس " ہے ، یہ جبار بن قرط
الکلبی کا گھوڑا تھا جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

أَلَا أَبْلِغْ أَبَا كَرِبٍ رَسُولاً
مُغَلْغَلَةً وَلَيْسَ بِالمِزَاحِ

ابو کرب کو میرا پیغام پہنچا دو اور یہ کوئی ہنسی کی بات نہیں ہے

فَإِنِّي لَنْ يُفَارِقَنِي دِبَاسٌ
وَمُطَّرِدٌ أَحَدٌ مِنَ الرِّمَاحِ

کیونکہ میرے ساتھ ہر وقت دباس گھوڑا اور نیزوں میں سے ایک
چھوٹا جلدی پار نکل جانے والا نیزہ موجود رہتا ہے

يُرَاخِينِي إِذَا مَا شِئْتُ مِنْهُ
وَيُدْنِينِي إِذَا كَرِهُوا جَنَاحِي

جب میں چاہتا ہوں تو یہ گھوڑا ڈھیلا چلتا ہے اور جب دشمن
مجھے ناپسند کرتے ہیں تو یہ مجھے ان کے قریب کر دیتا ہے

ان میں سے ایک " عرادہ " ہے ، یہ ھبیرہ بن عبد مناف یربوعی کا
گھوڑا تھا ، وہ ہبیرہ ابن کَلْحَبَہْ کے نام سے مشہور ہؤا ، کلحبہ اس کی
والدہ کا نام ہے ، یہ شخص عرادہ کے متعلق کہتا ہے :

فَإِنْ تَنْجُ مِنْهَا يَا حَزِيمَ بْنَ طَارِقٍ
فَقَدْ تَرَكَتْ مَا خَلْفَ ظَهْرِكَ بَلْقَعَا

اے حریم بن طارق اگر تو اس سے نجات پا جائے (تو بہت بڑی بات

ہوگی) کیونکہ اس نے اس تمام علاقے کو جو تمھاری سمت کی طرف ہے چٹیل کر دیا ہے

وَ نَادَى مُنَادِي الحَيِّ أَن قَد أُتِيتُم
وَقَدْ شَرِبَتْ مَاءَ المَزَادَةِ أَجْمَعَا

قبیلے کے پکارنے والے نے پکارا تھا کہ اے قبیلے والو تم پر دشمن چڑھ آئے ہیں جبکہ اس نے بڑے مشکیزے کا تمام کا تمام پانی پی لیا تھا

وَ قُلْتُ لِكَأْسٍ أَلْجِمِيهَا فَإِنَّمَا
نَزَلْنَا الكَثِيبَ مِن زَرُودَ لِنَفْزَعَا

میں نے کاس کو کہا کہ اسے لگام ڈال دو کیونکہ ہم زرود کے ریت کے ٹیلے پر صرف فریاد رسی کے لیے اترے ہیں

فَأَدْرَكَ إِبْقَاءَ العَرَادَةِ ظَلْعُهَا
وَقَدْ جَعَلَتْنِي مِن حَزِيمَةَ إِصْبَعَا

عرادہ کے ٹھہر جانے کی وجہ سے باقی ماندہ رفتار ضائع ہو گئی حالانکہ عرادہ نے مجھے حزیمہ کے بالکل قریب پہنچا دیا تھا

أَمَرْتُكُمْ أَمْرِي بِمُنْعَرَجِ اللِّوَى
وَلَا أَمْرَ لِلْمَعْصِيِّ إِلَّا مُضَيَّعَا

میں نے وادی کے موڑ پر تم کو حکم دیا مگر جس کی بات نہ مانی جاتی ہو اس کا حکم ضائع ہی جاتا ہے

إِذَا المَرْءُ لَمْ يَغْشَ الكَرِيهَةَ أَوْشَكَتْ
حِبَالُ الهُوَيْنَى بِالفَتَى أَنْ تَقَطَّعَا

جب کوئی شخص جنگ نہیں کرتا تو اس کے لیے آرام و راحت کے اسباب منقطع ہو جاتے ہیں

ان اشعار کے کہنے کا سبب یہ ہوا کہ ابن الکلحبہ زَرُود کے مقام

پر اترا ہؤا تھا ، یہ بنی مالک بن حنظلہ کا علاقہ ہے ، مالک بنی یربوع میں سے ہے ۔ بنو تغلب نے بنو مالک پر چڑھائی کی ، ان کا رئیس حزیمہ بن طارق تھا ، وہ ان کے اونٹ ہانک کر لے گیا ۔ فریادی بنی یربوع کے پاس آیا تو بنی یربوع نے سوار ہو کر حزیمہ کا تعاقب کیا اور اسے شکست دے کر تمام مال اس کے ہاتھوں سے چھڑا لیا ۔

رہا اس کا '' ان تنُج منها الخ '' کہنا تو اس سے مراد یہ ہے کہ اگر تو گھوڑی سے بچ کر نکل گیا اور حزیم [حاء مہملہ پر زبر زاء کے نیچے زیر] حزیمہ کا مرخم ہے ۔ اس شعر سے معلوم ہوتا ہے کہ حزیمہ بچ نکلا تھا مگر جریر کے اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے قید کر لیا گیا تھا ۔ چنانچہ جریر کہتا ہے :

قُدْنَا حَزِيمَةَ قَدْ عَلِمْتُمْ عَنْوَةً

تمھیں معلوم ہے کہ ہم حزیمہ کو جبراً ہانک کر لے گئے تھے ۔

اور اس میں کوئی محال بات بھی نہیں پائی جاتی کیونکہ ہو سکتا کہ جب اس الکلحبہ کا گھوڑا ٹھہر گیا ہو تو کسی اور نے اسے جا پکڑا ہو ۔

کہا جاتا ہے کہ جب وہ گرفتار ہوگیا تو اس کے متعلق دو شخصوں میں جھگڑا ہوگیا ۔ ایک اُنَیف بن جبلہ الضبی تھا جو بنی [۲ : ۱۱۵] عبد مناہ بن سعد بن ضبہ کا ایک فرد ہے ، ان دنوں ایھی بنی یربوع کے یہاں اترا ہؤا تھا ۔ اس کے ساتھ اس کی قوم کا کوئی اور شخص نہ تھا اور دوسرا اُسَید بن حناءہ سلیطی ۔ دونوں الحُرب بن قراد کے پاس مقدمہ لے گئے ۔ اس نے یہ فیصلہ دیا کہ انیف حزیمہ کے پیشانی کے بال کاٹ لے اور اُسید کو ایک سو اونٹ دے جائیں ۔ اس پر دونوں راضی ہو گئے ۔ الحُرب بن قراد بنی حمیری بن ریاح بن یربوع میں سے ہے اور اس کی والدہ بنی عبد مناہ بن بکر بن سعد بن ضبہ میں سے ہے ۔

رہا اس کا فَقَد تركتُ الخ کہنا تو عرب اکثر اس طرح بیان کرتے ہیں کہ گھوڑوں نے ایسا کیا مگر مراد یہ ہوتی ہے کہ گھوڑوں والوں نے ایسا کیا اس لیے کہ انھوں نے ان گھوڑوں پر سوار ہو کر ایسا کیا

ہوتا ہے اور دشمن کو پکڑا ہوتا ہے ۔ بہر حال وہ کہنا چاہتا ہے : اگر تو میرے گھوڑے سے بچ نکلا ہے تو صرف اپنی ذات ہی کو بچا سکا ہے تمہارا مال اور جو کچھ تم نے اکٹھا کیا اور لوٹا تھا سب ہم سے چھن گیا ہے۔ اس گھوڑی نے تمہارے لیے کچھ نہیں چھوڑا ۔

رہا اس کا نادی سادی الحی الخ کہنا تو یہ ابن الکلحبہ کی طرف سے حریمہ کے بچ نکلنے کا عذر ہے ۔ اس کی مراد یہ ہے کہ فریادی اس وقت آیا جب میری گھوڑی بھرے ہوئے حوض کا پانی پی چکی تھی ۔ جب عربوں کے گھوڑوں کو معلوم ہو کہ ان پر سوار ہو کر چڑھائی کی جائے گی اور اس وقت انھیں پیاس بھی لگ رہی ہو تو بعض ان میں سے تھوڑا سا ہی لیتے ہیں ، سیر ہو کر نہیں پیتے ، بعض بالکل ہی نہیں پیتے کیونکہ انھیں تجربہ ہو چکا ہوتا ہے کہ اگر انھوں نے پانی پی لیا اور ان پر سوار ہو کر جنگ کی گئی تو بہت تکلیف کا سامنا کرنا پڑے گا ۔

رہا اس کا کہنا : " و قلت لکأس الجمی " تو کأس ابن الکلحبہ کی بیٹی کا نام ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ کأس اس کی لونڈی تھی ۔ عرب اپنے گھوڑوں کے متعلق اپنی اولاد اور اپنی عورتوں کے سوا کسی پر اعتماد نہیں کرتے تھے اور اس کے لنفزع کہنے کے معنی ہیں کہ ہم فریاد رسی کریں ۔ وہ کہتا ہے : ہم اس مقام پر صرف اس لیے آ کر اترے ہیں کہ ہم ان لوگوں کی فریاد کو پہنچیں جو ہم سے فریاد خواہ ہوں ۔ فزع اضداد میں سے ہے اس کے معنی فریاد رسی کرنے اور فریاد خواہ ہونے کے آتے ہیں ۔

اور اس کے وقا تدارک ابقاء العرادۃ الخ کہنے کا مفہوم ، عرادہ [عین مہملہ ، راء مہملہ اور دال مہملہ پر زبر] ابن کلحبہ کی گھوڑی کا نام ہے ۔ یہ مادہ تھی ۔ ابقاء اس دوڑ کو کہتے ہیں جسے گھوڑا اپنے اندر باقی رکھ چھوڑتا ہے کیونکہ بعض اصیل گھوڑے ایسے ہوتے ہیں جو اپنی تمام دوڑ تو صرف نہیں کر دیتے بلکہ ضرورت کے وقت کے لیے کچھ باقی رکھ چھوڑتے ہیں ۔ چنانچہ فرس مُبْقِیَہ اس گھوڑی کو کہتے ہیں جو ضرورت کے وقت دوڑ کے منقطع ہو جانے کے باوجود دوڑتی ہے ۔ اس

کا مقصد یہ ہے کہ اس نے پانی پی لیا جس سے اس کی باقی ماندہ دوڑ ختم ہو گئی اور حریمہ بچ کر نکل گیا ۔ ایک روایت میں '' آنقاء العرادہ '' ہے ۔ ہمزہ پر زبر اور نون پہ نِقْو [زیر کے ساتھ] کی جمع ہے اور نِقْو ہر مغز والی ہڈی کو کہتے ہیں ۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ اس قدر ٹھہر چکی تھی کہ اس کا اثر اس کی ہڈیوں تک جا پہنچا تھا ۔ ایک اور روایت میں اِرْقَال العرادہ ہے [ہمزہ کے نیچے زیر اور قاف کے ساتھ] جس کے معنی تیز رفتاری ہے ۔ یہ مفعول ہے اور ظلع فاعل ۔ ابن الانباری کہتا ہے کہ اونٹوں میں ظلوع بمنزلہ غمز یعنی معمولی سا لنگڑا پن ہوتا ہے ۔ محاورے میں کہتے ہیں ظَلَعَ یَظْلَعُ ۔ ماضی اور مضارع دونوں میں [۲ : ۱۱۶] لام پر زبر ۔ ظَلْعاً و ظلوعاً گھوڑوں کے لیے ظلع کا استعمال استعارہ کے طور پر ہی ہو سکتا ہے ۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حریمہ مجھ سے اس وقت بچ نکلا جب میرے اور اس کے درمیان صرف ایک انگشت کا فاصلہ رہ گیا تھا ۔

رہا اس کا اَمَرْتُکم اَمْرِیْ الخ کہنا تو اللّوی [مقصور] وہ جگہ جہاں ریت منقطع ہو جاتی ہے اور پھر پہلی ریت شروع ہو جاتی ہے اور منعرج وہ مقام جہاں سے یہ مڑ جائے ۔ اس نے بمنعرج اللّوی اس لیے کہا کہ پتا چل جائے کہ اس نے ان کو کہاں ٹھہرنے کے لیے کہا تھا ۔ جیسا کہ ایک اور شاعر کہتا ہے :

[1] وَلَقَدْ اَمَرْتُ اَخَاکَ عمراً اِمْرَہٗ
فأبی وَضَیَّعَہٗ بِذَاتِ العِجْرِمِ

میں نے تمہارے بھائی کو ذات العجرم کے مقام پر حکم دیا تھا مگر اس نے نہ مانا اور میری بات کو کھو دیا

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں پہلا مصرع نامکمل درج ہے جس سے شعر میں سکتہ پڑتا ہے ، وہاں صرف : ولقد امرت اخاک عمراً ہے تصحیح معجم البلدان (۶ : ۱۲۳ طبع مصر ۱۳۲۴ھ - ۱۹۰۶ء) سے کی گئی اور وہاں اس شعر کو بشر بن سلوہ کی طرف منسوب کیا گیا ہے ۔

اور ان میں سے ایک غَرّاف[1] ہے ، یہ براء بن قس بن عتاب بن هرمی بن رباح الیربوعی کا گھوڑا تھا ۔ اسی کے متعلق وہ کہتا ہے :

فَاِنْ یَکُ غَرّافٌ تَبَدَّلَ فَارِساً
سِوَایَ فَقَدْ بُدِّلْتُ مِنْهُ سَمَیْدَعا

اگر غَرّاف نے میرے بدلے کسی اور سوار کو لے لیا ہے تو میں نے بھی اس کے عوض سمدع کو لے لیا ہے

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے میں نے ابو الندی سے دریافت کیا کہ یہ سمیدع کون ہے ۔ اس نے جواب دیا : یہ براء بن قیس کا ہمسایہ تھا ، دونوں ایک مکان میں تھے کہ بکر بن وائل کے کچھ لوگوں نے ان دونوں پر چھاپہ مارا ، براء اپنے بال بچے کو لے کر اپنے عراف نامی گھوڑے پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا ان کا جو سوار اس تک پہنچتا یہ اسے اپنے نیزے کے ذریعے پھیر دیتا ۔ سمدع گرفتار ہؤا اور اس نے بلند آواز سے کہا اے براء میں تجھے حق جوار کی قسم دیتا ہوں ۔ حملہ آوروں کو گھوڑا پسند آ گیا اور انھوں نے کہا ہم تمھیں تمھارا پڑوسی بھی دے دیتے ہیں اور تجھے بھی امان دیتے ہیں مگر تو ہمیں اپنا گھوڑا دے دے ۔ اس نے ان سے پختہ عہد لے لیا ، انھیں گھوڑا دے دیا اور اپنے پڑوسی کو چھڑا لیا ۔ جب اپنے دونوں بھائیوں عمرو اور اسود کے پاس لوٹ کر آیا تو انھوں نے گھوڑا دینے پر اسے ملامت کی اس پر براء نے یہ شعر کہے :

اَلاَ اَبْلِغَا عَمْرو وَبْنَ قَیْسٍ رِسَالَۃً
وَاَسْوَدَ اَنْ لُوْمَا عَلَی الشَّغْبِ اَوْدَعا

عمرو بن قیس اور اسود کو پیغام پہنچا دو کہ تم غائبانہ ملامت کرتے رہو یا ملامت کرنا چھوڑ دو

وشَرُّ عَوَانِ المُسْتَعِیْنِ علی النَّدَی
مَلامَۃٌ مَن یُرجَی اذا العَتْبُ اَضْلَعَا

---

۱ ۔ لسان العرب میں غرّاف کو خزز بن لوذان کا گھوڑا بتایا ہے ۔

سخاوت کرنے پر مدد کے طلب گار کا ندترس معاون ان لوگوں کی ملامت ہے جن سے امید وابستہ ہو جبکہ عتاب سدب اختیار کر جائے

فَإِنْ تَكُ عَرَّافُ تَبَدَّلَ فَارِساً
سِوَايَ فَقَدْ بَدَّلْتُ مِنْهُ سَمَيْدَعَا

اگر عرّاف نے میرے بدلے کوئی اور سوار لے لیا ہے تو میں نے بھی اس کے بدلے میں سمیدع کو لے لیا ہے

دَعَانِي فَلَمْ أُورَعْ[1] بِهِ، فَاجَبْتُهُ
وَمَدَّ بِثَدْيٍ بَيْنَنَا غَيْرِ أَقْطَعَا

اس نے مجھے بلایا اور مجھے معلوم بھی نہیں ہوا لہذا میں نے اس کی دعوت کو قبول کیا اور اس نے نہ ٹوٹنے والے رسے کو ہمارے درمیان بڑھایا

وَقَالَ: تَذَكَّرْ سَعْيَكُمْ فِي رِقَابِنَا
وَلَا تَتْرُكَنِّي الْعَامَ أَخْضَرَ لِعْلَعَا

اور کہا: ہماری گردنوں پر جو کوشش عائد ہوئی ہے اسے یاد کرو اور مجھے سبز سراب کی طرح نہ چھوڑ دو

ان میں سے ایک ”الکاملہ“ ہے نہ [2]عمرو بن معدیکرب کی گھوڑی تھی ، اس نے اسے [3]سلمان بن ربیعہ باہلی کے سامنے پیش کیا تو سلمان نے اسے دوغلی قرار دیا اس پر عمرو نے کہا :

---

۱ ۔ لَمْ أُورَعْ بِهِ : لم اَشْعُرْبِهِ،

۲ ۔ عمرو بن معدیکرب بن عبداللہ بن عمرو بن عصم بن عمرو بن زُبَيد ، عربوں کا شہسوار ۔ اس نے اسلام کا زمانہ پایا ، قادسیہ کی جنگ میں حصہ لیا اور ایک سانپ کے کاٹنے سے بستر پر مرا ۔ (اشتقاق : ۴۱۱)

۳ ۔ سلمان بن ربیعہ : حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں کوفے کا گورنر تھا ۔ اس نے چین کی سرحد پر بلنجر پر چڑھائی کی اورو ہاں اپنے ساتھیوں سمیت مارا گیا ۔ (اشتقاق : ۲۷۳)

إنَّ الهَجِيْنَ يَعْرِفُ الهَجِيْنَا
دوغلے کو دوغلہ ہی پہچانتا ہے

اور پھر یہ شعر کہے :

يُهَجِّنُ سَلْمَانُ بِنْتَ البَعِيْثِ
جَهْلاً لِسَلْمَانَ بِالكَامِلَهْ

سلمان بعیث کی بیٹی کو دوغلہ کہہ رہا ہے سلمان کاملہ سے ناواقف ہے

فَإِنْ كَانَ أَبْصَرَ مِنِّي بِهَا
فَأُمِّيَ لَا أُمُّهُ الثَّاكِلَهْ

[۲ : ۱۱۷] اگر وہ اس گھوڑی کے متعلق مجھ سے زیادہ بصیرت رکھتا ہو تو خدا کرے میں مر جاؤں وہ نہ مرے

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے کہ ابو الندی کا بیان ہے : میں نہ کاملہ کو جانتا ہوں ، نہ بعیث کو اور نہ ان شعروں کو۔ابو محمد کہتا ہے کہ میں نے یعقوب بن السکیت کے ہاتھ کا لکھا ہؤا پڑھا ہے کہ سلمان بن ربیعہ باہلی کے سامنے گھوڑے پیش کیے گئے تو عمرو بن معدیکرب بھی ایک گھوڑے پر سوار ہو کر گزرا ۔ سلمان نے کہا : یہ دوغلہ ہے ، عمرو نے کہا : اصیل ہے ۔ سلمان نے حکم دیا کہ اسے پیاسا رکھا جائے ۔ اس کے بعد اس نے پانی منگوایا اور اصیل گھوڑے بلوائے انھوں نے پانی پیا ۔ عمرو کا گھوڑا جب آیا تو اس نے ہاتھ دوہرا کرکے پانی پیا ، یہ دوغلے گھوڑے کا کام ہے ۔ اس پر سلمان نے کہا : دیکھا ؟ عمرو نے کہا : ہاں دوغلہ دوغلے کو پہچانتا ہے ۔ یہ بات عمر رضی اللہ عنہ تک پہنچی تو انھوں نے اس کی طرف لکھ بھیجا : وہ کلمات جو تو نے اپنے امیر سے کہے ہیں مجھ تک پہنچے ہیں اور مجھے یہ بھی خبر ملی ہے کہ تیرے پاس ایک تلوار ہے جسے تو صمصامہ کا نام دیتا ہے ، میرے پاس بھی ایک تلوار جس کا میں نے مصمم نام رکھا ہے ۔ اللہ کی قسم اگر میں اسے تمھاری کھوپڑی پر رکھ دوں تو میں اسے اس وقت تک نہ اٹھاؤں گا جب تک میں اسے ایسی جگہ تک نہ پہنچا دوں جس کے اندرونی حصے کو اس

تلوار کی تیزی چیر نہ ڈالے ، اگر تو یہ معلوم کرکے خوش ہونا چاہتا ہے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ درست ہے تو پھر وہی کاماب دہرا کر دیکھ لے ۔

ان میں سے ایک ''کاب'' ہے : یہ عامر بن الطفیل کا گھوڑا تھا اسے الوَرْد اور المَزْنُوق بھی کہا جاتا تھا کیونکہ اس نے اس کے حلق کے نیچے رسی ڈال رکھی تھی ابو الندی کہتا ہے:

ابو الندی کہتا ہے : زِناق ہونٹوں میں ڈالی جاتی ہے ۔

اور آحوی کاب کا بھائی بھی عامر کا گھوڑا تھا ، ان دونوں کا باپ المہد[1] تھا جو مرہ بن خالد بن جعفر بن کلاب کا گھوڑا تھا ۔ عامر کہتا ہے :

وقَدْ [2]علم المَزْنُوق أنّي أكُرّه
عَشِيّة فَيْفِ الريح كَرّ المُدَوّرِ

مزنوق کو معلوم ہے کہ میں نے فیف الریح کی رات اسے گول چکر کی طرح لوٹایا تھا

اذَا ازْوَرّ مِن وَقْعِ الرّمَاحِ زَجَرْتُهُ
و قُلْتُ لَهُ : ارْجِعْ مُقبِلاً غير مُدْبِرِ

جب نیزوں کے لڑنے کی وجہ سے وہ ایک طرف ہٹ جاتا تو میں اسے ڈانٹ کر کہتا ہوں '' لوٹ کر سامنے کو آؤ اور پیٹھ نہ دکھاؤ ''

---

۱ - المتهد : بلوغ الارب میں اسی طرح ہے مگر الوسی کو بھی اس کی صحت میں شک ہے ۔ ہوسکتا ہے کہ یہ لفظ النَهْدُ ہو جس کے معنی جسیم گھوڑے کے ہیں ۔

۲ - تاج العروس اور لسان دونوں میں یہ شعر اس طرح دیا ہے :
وقَدْ عَلِمَ المَزْنُوقُ أنّي أكُرّهُ
عَلَى جَمْعِهِم كَرّ المَنِيح المُشَهّرِ
اور فیف الریح ایک جنگ کا نام ہے ۔

و اَسأَلْتُهُ اَنَّ الفِرَارَ خِزَايَةٌ
علی المَرْءِ مَالَمْ یُبْلِ جهداً فَیعْذَرِ

اور اسے بتایا کہ بھاگ جانا انسان کے لیے رسوائی کا سبب ہے جب تک اسے انتہائی زخم نہ لگے ہوں پھر بھاگے تو معذور ہوگا

ان میں سے ایک المُحَبَّر ہے ، یہ ضرار بن الازور الاسدی کا گھوڑا تھا ، یہی ضرار مالک بن نُوَیرہ[1] کا قاتل تھا - ضرار کو فارس المحبّر کہا جاتا ہے - چنانچہ وہ اس گھوڑے کے متعلق کہتا ہے :

جزَانِیْ دُوْ الْسُّہ المُحَبَّرُ إذْ بَدَا
لدی الرِّدْفِ أعجَازُ السَّوَامِ المُؤَبَّلِ

جب ذی الردف کے مقام پر لشکر تعداد میں چرنے والے جانوروں کے پچھلے حصے ظاہر ہوئے تو محبّر کی پیشانی کے بالوں نے مجھے جزا دی

کَأَنَّنِی طَلَبْتُ الخَیْلَ حِیْنَ تَفَاوَتَتْ
سِوَا بِقُهَا دُوْنَ السَّمَاءِ بِاَجْدَلِ

جب آگے چلنے والے گھوڑے آسمان تک پہنچنے کے معاملے میں ایک دوسرے سے دور ہو گئے تو میں نے گھوڑ سواروں کی تلاش ایک (شکرے کی طرح کے گھوڑے) سے کی

مِنَ الْمُشْرِفَاتِ الرَّأْسِ ظَلَّ كَأَنَّه
عَلَى الجَمْرِ حَتَّى يَسْتَغِيثَ بِمِثْكَلِ

[۲ : ۱۱۸] یہ گھوڑا دوڑ میں مقابلہ کرنے والوں میں سے ہے اور دن بھر یوں ہوتا ہے گویا انگاروں پر چل رہا ہے یہاں تک کہ یہ جوڑا لانے کے لیے فریاد کرے

---

۱ - عام مشہور یہی ہے کہ خالد بن الولید نے مالک بن نویرہ کو قتل کیا تھا - تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں اس طرح منقول ہے -

أخَالِطُ مِنْهُمْ مَنْ أَرَدْتُ بِمُخَالِطٍ
وَإِنْ أَنْأَ عَنْهُمْ أَنْأَ عَنْهُمْ بِمِزْيَلِ

میں (عساکر) کے اندر گھس جانا چاہتا ہوں تو اس بہت گھسنے والے گھوڑے کو لے کر ان میں گھس جاتا ہوں اور اگر ان سے دور ہونا چاہوں تو اس بہت فاصلہ ڈالنے والے گھوڑے کے ذریعے دور چلا جاتا ہوں

أَنَهْنِهُهُ عَنِّي بِنَفْسِهِ وَكَأَنَّهُ
بِذِي الرِّمْثِ وَ الغَضَاةِ ۱ مِسْرَنْشَحٌ مُعْتَلِي

میں اسے اپنے سے روکے رکھتا ہوں مگر یہ گھوڑا (ایسا لمبا ہے کہ) رمث اور غضا کے اگنے کی جگہوں پر فاصلہ ناپنے والا تیر معلوم ہوتا ہے

ان میں سے ایک مرھوب ہے ، یہ ۲ جُمیح بن الطماح الاسدی کا گھوڑا تھا اور جو اسے خراشہ بن علقمہ المرّی نے دیا تھا ۔ جمیح نے کسی پر چڑھائی کی تھی کہ اس کا سواری کا جانور ہلاک ہو گیا ۔ چنانچہ وہ بنی مرہ بن عوف بن سعد بن ذبیان کے یہاں اپنے دوست خراشہ بن علقمہ نامی کے پاس آیا ۔ خراشہ کا ایک بیٹا تھا جسے برال کہا جاتا تھا ، اسے بنی سلیم نے قید کر رکھا تھا ۔ خراشہ کا ایک اور گھوڑا تھا جسے مرھوب

---

۱ ۔ مسرنشح : وہ تیر جس سے تیر پھینکنے کے فاصلے کو ناپا جاتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ مریخ اس لمبے تیر کو کہتے ہیں جس میں چار ٹکڑے ہوں اور جس سے اس فاصلے کو ناپا جاتا ہے جہاں تیر جا کر پڑا ہو ۔ بلوغ الارب میں مُعتلی عین مہملہ کے ساتھ لکھا ہے اسے مُغتلی غین معجمہ کے ساتھ پڑھیں ۔

۲ ۔ جُمیح لقب ہے اس کا اصلی نام مُنقذ ہے ۔ اس کا شمار بنی اسد کے شعرا اور شہسواروں میں ہوتا ہے ۔ جاہلی ہے ۔ یوم جبلہ میں قتل ہوا ۔ (شرح الامالی : ۳۰)

کہا جاتا تھا ، نہ بڑا خوشنما تھا ، بہر حال خراشہ کا بیٹا قید میں تھا وہ لوگ بڑا گراں بہا فدیہ طلب کر رہے تھے اور مجبور کر رہے تھے کہ وہ فدیے میں اپنا گھوڑا بھی دے دے مگر (اس حالت کے باوصف) اس نے گھوڑا حمیح کو سواری کے لیے دے دیا اور اپنے بیٹے کو قید ہی میں رہنے دیا ۔ اس پر حمیح نے یہ شعر کہے :

نَفْسِي الفِدَاءُ لِمَنْ لَمَّا تَكَاتَدَنِي[۱]
كَسْبُ الجِيَادِ حَشَاسَرْجِي بِمَرْهُوبِ

میری جان اس شخص پر فدا ہو جس نے اس وقت میری زین کو مرھوب گھوڑے سے بھر دیا جب گھوڑوں کا حاصل کرنا میرے لیے مشکل ہو گیا تھا

و قَلَّتِ الخَيْلُ عِنْدِي وَاخْتَلَلْتُ لها
و حَضَّنِي[۲] السركَ أرْبَابُ المُسَاجِيْبِ[۳]

میرے پاس گھوڑے نہ رہے حالانکہ مجھے ان کی ضرورت تھی ، اس وقت بڑے پیالے والوں نے مجھے ان کے ساتھ شریک ہونے کی رغبت دلائی

هَـٰذَا الثناء و ان يحلبك مـأربـه
فِي الشَّمَالِ دَائِكه او عشرَ مَنكُوبِ

یہ تعریف میری طرف سے ہے اور اگر اُن سے مال حاصل کرنے کی کشش پیدا ہو خواہ تم مصیبت زدہ ہو یا نہ ہو

---

۱ - بلوغ الارب میں تکاندنی ہے اسے تکاءدنی پڑھیں ۔

۲ - بلوغ الارب میں حَصّنی صاد مہملہ کے ساتھ ہے اسے حَضَّنِي ضاد کے ساتھ پڑھیں ۔

۳ - بلوغ الارب میں المشاحیب ہے اور یہ عربی زبان کا کوئی لفظ نہیں ہے اسے المساجیب پڑھیں ۔ اس کا مفرد منجوب ہے جس کے معنی فراخ پیالے کے ہیں ۔

اِصْبِرْ لها و تَجِدْنِي دائماً حُلُقِي
و القَوْلُ مِنهُ كثيرٌ عَمْرٌ مَرْتُوبٍ

تو پھر ان مصائب پر صبر کرو ، مجھے بھی اسی عادت پر ہمیشہ کاربند پاؤ گے ۔ تم لوگوں میں صبر کی گفتگو تو بہت پاؤ گے مگر وہ صبر گفتگو کو (عمل کے وقت) ملحوظ نہیں رکھتے

ان میں سے ایک " نعامہ " ہے ، یہ نام کئی ایک گھوڑوں کا تھا ۔ ایک نام الحارث بن عُبَاد[1] کے گھوڑے کا تھا جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

قَرِّبَا مَرْبَطَ النَّعَامَةِ مِنِّي
لَقِحَتْ[2] حَرْبُ وَائِلٍ عَنْ حِيالٍ

نعامہ کے باندھنے کی جگہ میرے قریب کر دو کیونکہ وائل کی جنگ بانجھ ہونے کے بعد پھر سے حاملہ ہو گئی ہے

" نعامہ " خالد بن نضلہ الاسدی کے گھوڑے کا بھی نام ہے ۔ جب نسار کی جنگ میں حَنْشَرْ بن نجر نے وھب بن ودر بن الاصبط بن کلاب اور بنی نفیل کے دَوْدَان بن خالد کو قید کیا تو اس نے کہا :

تَدَارَكَ إرْخَاءُ النَّعَامَةِ حَنْشَراً
و دَوْدَانَ أَدَّتْ فِي الحَدِيدِ مُكَبَّلاً

نعامہ کی تیز رفتاری نے حنشر اور دودان کو جا لیا جس کے نتیجے کے طور پر دونوں بیڑیوں میں جکڑے گئے

[۲ : ۱۱۹] مرداس بن معاد الجشمی کے گھوڑے کا نام بھی

---

۱ ۔ عُباد بر وزن غُراب ۔ حارث جاہلی زمانے میں بڑا شہسوار مانا جاتا تھا ۔ اس نے اپنے بھتیجے بُجَیر بن عمرو بن عُباد کے قتل کے بدلے میں بنی تغلب کے بہت سے آدمی قتل کیے تھے ۔ (اشتقاق : ۳۵۶)

۲ ۔ کتاب الاشتقاق (۱۳۸) میں یہ شعر اس طرح ہے :

قربا مَربِطَ النعامہ مِنّی
وَائِلُ أَصْبَحَتْ عَلَى بِلْبَالِ

" نعامہ " ہے ایسے اسد ضمعر بھی کہا جاتا تھا ۔ اسی کے متعلق مرداس کہتا ہے :

وَلَمْ أَزْجُ فِيْ ظِلِّ اللِّوَاءِ ظَهِيْرَةً
حَسُوْا إِذَا صَاحَ الرَّوِيْشُ وَتَفَرَّا

جب ناسماں جلایا اور اس نے لوگوں کو منتشر کر دیا تو اس دوپہر کے وقت میں نے جھنڈے کے سائے میں پیچھے مڑ مڑ کر دیکھنے والے گھوڑے کو نہیں ہانکا

إِذَا الكَلْبُ لَمْ يَعْرِفْ حَلِيلَتَهُ أَهْلِهِ
و حَالَطَ[1] فِي يَوْمِ الصَّبَاحِ و أَنْكَرَا

ایسے عالم میں کہ کتا اپنے مالکوں کی بیویوں کو نہیں پہچانتا تھا ، لوٹ مار کے دن اس نے انھی پر حملہ کر دیا اور ان کو نہ پہچانا

و قُلْتُ لَهُمْ سُلُّوا مَعَ الْقَوْمِ إِنَّنِي
مُطَرِّفٌ أُوْلَى الْقَوْمِ يَا ابْنَةَ ضَمْعَرَا

اے اسد ضمعر میں نے ان سے کہا تھا کہ لوگوں کے ساتھ ساتھ تم بھی جانوروں کو ہانکتے جاؤ ۔ میں ان کے سب سے آگے کے لوگوں کو واپس لے کر آتا ہوں

فَلَمْ أَقِ نَفْسِيْ و النَعَامَةَ عَامِداً
كُلُوْمَ السِّلَاحِ أَنْ أُصَابَ و تُعْقَرَا

میں نے ارادتاً اپنے آپ کو اور نعامہ کو ہتھیاروں کے زخموں سے نہیں بچایا تاکہ میں خود بھی زخمی ہوں اور اس کی بھی ٹانگیں کٹ جائیں (یا وہ ہلاک ہو جائے)

ظَلَلْتُ كَأَنِّيْ لِلرِّمَاحِ دَرِيْئَةٌ
أُقَلِّبُ سِرْبَالاً مِنَ الدَّمِ أَحْمَرَا

---

۱ ۔ حَالَطَ ار حَالَطَ الذئب الغَنَمَ وَقَعَ فيها ۔ و يوم الصباح : يوم الغارة

دن بھر میری یہی حالت رہی کہ میں نیزوں کی آماجگاہ تھا اور خون کی سرخ قمیص الٹ پلٹ رہا تھا

مسافع بن عبدالعزّی الصمری کے گھوڑے کا نام بھی " نعامہ " ہے - چنانچہ وہ کہتا ہے :

وَ وَاللهِ لَا أَنْسَى النَّعَامَةَ مِثْلَهُ
وَلَا يَوْمَهَا حَتَّى أُوَسَّدَ¹ مِعْصَمِي

اللہ کی قسم میں کسی دن اور کسی رات بھی نعامہ کو نہیں بھول سکتا تاآنکہ میں مر جاؤں

مُسَخِّرَةٌ غِيطَانَ الْقَضَاءِ وَ لَقْوَةٌ
اذا طُوطِئَتْ دَاثِهَا حَتْمِيٌّ مُشَيَّمٍ

یہ فضا کے میدانوں کو تیزی سے طے کرنے والی ہے عقاب کی طرح ہے جب اسے اڑ لگاؤ تو یہ راستے کو کرتا دیتی ہے

اور ان میں ایک ابن النعامہ ہے جو عنترہ کا گھوڑا ہے - عنترہ اسے اپنے باقی گھوڑوں پر ترجیح دیا کرتا تھا ، وہ اسے دودھ پلایا کرتا تھا اور اس کی بیوی اسے اس بات پر ملامت کیا کرتی تھی چنانچہ عنترہ اسے مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے² :

لَا تَذْكُرِي فَرَسِي وَمَا أَطْعَمْتُهُ
فَيَكُونُ جِلْدُكِ مِثْلَ جِلْدِ الأَجْرَبِ

تو میرے گھوڑے اور اس دودھ کا ذکر نہ کر جو میں اسے پلاتا ہوں ورنہ تیری کھال خارشی اونٹ کی کھال کی سی ہو جائے گی

---

۱ - لفظی ترجمہ " یہاں تک کہ میں اپنے بازو کو اپنا تکیہ نہ بنا لوں " یعنی مرتے دم تک -

۲ - یہ اشعار عنترہ اور حرز بن لوذان دونوں کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں اس کے لیے ملاحظہ ہو شرح ذیل الامالی : ۸۶ اور لسان العرب مادہ ع ب ی

إنَّ الغَبُوقَ لہ وَأنتِ مَسُوءَۃٌ
فتأوَّهِي مَاشِئتِ ثُمَّ تَحَوَّبِي

رات کا دوہا ہؤا دودھ تو اس گھوڑے کے لیے ہے مگر تجھے دکھ
ہوتا ہے ، جب تک تو چاہے آہ و زاری کرتی رہ اور غم کھاتی رہ

[1] کَذَبَ العتیقُ و مَاءُ شَنٍّ بَارِدٍ
إنْ کُنتِ سائِلتِی غَبُوقاً فَاذْهَبِي

تو خشک اور پرانی کھجوریں کھا اور مشکیزے کا ٹھنڈا پانی پی
لیکن اگر رات کا دودھ مانگتا ہے تو پھر یہاں سے چلی جا

إنْ الرِجالَ لَهُم الیکِ وسیلہ
أن یأخذوکِ تَکحّلِي و تَخَضّبِي

اگر تجھے ان لوگوں نے پکڑ لیا تو پھر تیرے قریب آنا چاہیں گے
اسی لیے تو سرمہ اور خضاب لگا لے

و یکون مَرکبُکِ القَعُودَ و حِدْجَہ
و ابنُ النّعَامَۃِ عندَ ذلکِ مَرکَبِي

وہ تجھے اونٹنی اور ہودے پر بٹھا لیں گے درآنحالیکہ میں اپنے
گھوڑے ابن النعامہ پر سوار ہوں گا

---

۱ - لسان العرب (مادہ ک ذ ب) میں ان کی تشریح اس طرح ہے :
ابن سُمَیل : کَذَبَتکَ الحَجُّ ای امکنک فحُجَّ و کَذَبَتکَ
الصیدُ ای امکنک فارمِہ قال : و رفع الحج بکذب معناہ نَصْبٌ
لانہ یرید ان یأ مربا لحجّ کما یقال امکنکَ الصَّیدُ یرید إرْمِہ
پھر یہی شعر نقل کرکے لکھتے ہیں : یقول لھا : علیک با کل العتیقَ
وھو التمر الیابس و شربِ الماء البارد ولا تعرضی لغبوق اللبن
وھو شربہ عشیاً لانّ اللبن خَصَصْتُ بہ مُهر ی الذی انتفع بہ
و یُسلمی و ایاک من اعدائی کذب اور اس کے معنی کے) اعراب
کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب مادہ ک ذ ب

وَأَنَا امْرُؤٌ إِنْ يَأْخُذُونِي عَنْوَةً
أُقْرَنْ إِلَى شَرِّ الرِّكَابِ وَأُجْنَبِ

[۲ : ۱۲۰] میں تو وہ شخص ہوں کہ اگر مجھے زبردستی پکڑ لیا جائے تو مجھے بدترین سواری کے ساتھ باندھ کر لے جایا جائے گا ۔

إِنِّي أُحَاذِرُ أَنْ تَقُولَ ظَعِينَتِي
هٰذَا غُبَارٌ سَاطِعٌ فَتَلَبَّبِ

مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں میری بیوی یہ نہ کہے کہ یہ گھوڑوں کا غبار اٹھ رہا ہے لہٰذا کمر باندھ لو

ان اشعار کا مطلب دور فہم ہے لہٰذا ان کی تشریح اور بیان کی ضرورت ہے[۱] :

اس کے " مثل جلد الاجرب " کہنے سے مراد یہ ہے کہ گھوڑے کو ترجیح دینے میں مجھے ملامت نہ کر ورنہ پھر میں تجھ سے ناراض ہو کر تجھ سے ہم بستری نہ کروں گا اور تجھ سے اس طرح بچوں گا جس طرح خارشتی اونٹ سے بچتے اور دور دور رہتے ہیں تاکہ چھوت ان کو بھی نہ لگ جائے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ میں تجھے ماروں گا اور مار کے نشانات خارش کے نشانات کی طرح ہوں گے گویا وہ اسے سخت مار پیٹ کی دھمکی دے رہا ہے ۔

رہا اس کا " ان الغبوق له الخ " کہنا : تو غبوق " عشی " کے وقت دودھ پینے کو کہتے ہیں اور عشی اس وقت کو کہتے ہیں جو زوال سے غروب تک ہوتا ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ زوال سے لے کر صبح تک کا وقت[۲] ۔

---

۱ - بلوغ الارب کی پہلی جلد میں تشریح دی جا چکی ہے اسے بھی ملاحظہ فرما لیا جائے ۔

۲ - غبوق کی یہ تشریح غلط ہے : لسان العرب میں ہے : غَبَقَ الرجلَ يغبُقُه و يغبِقُه غَبْقًا و غَبَّقَه سقاه غَبُوقًا......و اسم ما يحلب منها الغبوق و الغَبُوق : ما اغتُبِقَ من اللبن بالعَشِيِّ " ۔ غبوق اس دودھ کو کہتے ہیں جو شام کے وقت دوہا جائے یا پیا جائے ۔ دودھ پینے کو نہیں کہتے ۔

متسوءہ کے معنی ہیں کہ میں اسے گھوڑے کو دم بر ترجیح دیتے ہوئے تم سے وہ برتاؤ کروں گا جس سے تمھیں دکھ ہوگا ۔ تأوہ کے معنی غم کھانے اور درد کی وجہ سے آہ آہ کرنے کے ہیں اور تحوّب کے معنی بھی دردمند ہونے کے ہیں ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کے معنی کسی کو بددعا دینے کے ہیں ۔

اس کے " کذب العتیق الخ " کہنے سے مراد یہ ہے کہ عتیق ہی کھاتی رہ ۔ یہ ایسے اکسانا ہے ۔ عتیق پرانی کھجوروں کو کہتے ہیں ۔ دینوری کتاب النبات میں کہتا ہے : جب کوئی چیز پرانی ہو جائے تو عَتَق اور عَتُق [زبر اور پیش دونوں کے ساتھ] کہا جاتا ہے اور عتیق اس کھجور کا نام اور عَلَتم ہے ، اس نے یہی شعر بطور استشہاد پیش کیا ہے ۔ شن برانے مشکیزے کو کہتے ہیں ، پرانے مشکیزے کا پانی بمقابلہ نئے مشکیزے کے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے : وہ یہ کہہ رہا ہے کہ تو کھجوریں کھاتی رہ اور ٹھنڈا پانی پیتی رہ اور مجھے اپنے گھوڑے کو دودھ پلانے دے ، اگر تو اس کے دودھ پینے سے تعرّض کرے تو پھر یہاں سے چلی جا ۔ اسے طلاق دینے کی دھمکی دے رہا ہے ۔

رہا اس کا " ان الرجال الخ " کہنا ۔ تو ایک روایت میں ان الرجال کی بجائے ان العَدُوّ آیا ہے ، وسیلہ کے معنی قربت یا بقول بعض قریبی منزلت کے ہیں ۔ مختارُ شعر عنترہ کی شرح میں الاعلم کہتا ہے ۔ یہ اس کی طرف سے دھمکی اور ڈراوا ہے کہ کہیں تو قید کر لی گئی تو لوگ تجھ سے حظ اٹھائیں گے لِتَهذا تکتحّلیِ و تخضّبی کہا ۔ مراد یہ ہے کہ اگر انھوں نے تجھے گرفتار کر لیا تو تو ان کے لیے سرمہ اور خضاب لگانے کی تا کہ وہ تجھ سے حظ اٹھائیں ۔

اس کے " و یکون الخ " کہنے سے مراد ، قَعود [قاف پر زبر] وہ اونٹ جو سواری ہی کے لیے مخصوص ہو ۔ اور حِدِج [حاء مہملہ کے نیچے زیر اور آخر میں جیم] عورتوں کے سوار ہونے کی چیز ۔ حِدْجہ کے بجائے رحلہ بھی مروی ہے ، اور ابن النعامہ اس کے گھوڑے کا نام ہے ۔

(مطلب یہ ہے کہ) اگر وہ گرفتار کر لی گئی تو تو قیدی[1] ہو کر اونٹ پر سوار کر لی جائے گی اور میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر جان بچا کر نکل جاؤں گا ۔

اور اس کے '' و انا امرُوٌ الخ '' کہنے کا مطلب ، عَنوَہ [زبر کے ساتھ] جبر اور قہر ۔ اور رکاب ان اونٹوں کو کہتے ہیں جن پر بوجھ لادا جاتا ہے اور اُقرن : میں ساتھ چمٹا دیا جاؤں گا اور ان کے ساتھ جکڑا جاؤں گا اور اُجنَبُ کے معنی میں ہانکا جاؤں گا ۔

وہ کہتا ہے کہ اگر مجھے جبراً پکڑ لیا گیا تو مجھ کو بدبریں اونٹوں کے ساتھ باندھ دیا جائے گا اور جانور کی طرح ساتھ ساتھ ہانک کر لے جایا جائے گا ۔

[۱۲۱:۲] اس کے ''انی احاذر الخ'' کہنے سے مراد [ظعینۃ کے معنی بیوی کے ہیں] جب تک ہودے کے اندر ہو ۔ تلبّب کے معنی تحزّم کے ہیں یعنی جنگ کے لیے سینہ باندھ لے ۔ بعض نے اس کے معنی '' ہتھیار باندھنے '' کے لیے ہیں ۔ اس کے '' ھٰذا عبار '' کہنے سے مراد وہ عبار ہے جو لوٹ مار کے وقت اٹھتا ہے ۔ ساطع کے معنی آسمان کو اٹھنے والے کے ہیں ۔

ان میں سے ایک ناصح ہے ، یہ سوید بن شدّاد عبشمی کا گھوڑا تھا ۔ اسی کے متعلق وہ کہا کرتا تھا :

أنَاصِحُ بَرِّزْ[2] للسِّبَاق فإنَّهَا
غَداةَ رِهَانٍ جَمَّعَتْهُ الحَلائِبُ

اے ناصح گھڑ دوڑ کے وقت سب سے آگے نکلنا کیونکہ دوڑ کی صبح مختلف قسم کے گھوڑے جمع ہوں گے ۔

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں سبیہ چھپا ہے اسے سَبِیّۃ پڑھیں ۔

۲ ۔ برّزَ الرَجُل : فاقَ اصحابه و کذلک الفرس اذا سَبَقَ ۔ منجد البری برزر بُرُوزاً بنا در اس کے معنی کھلے میدان میں نکلنے کے کئے ہیں مگر یہاں بَرِّزْ پڑھیں گے ۔

فَاِنَّکَ مجْلُوبٌ[۱] عَلَیَّ ضُحیً غَدٍ
وَمَالَکَ اِنْ لَمْ یجْلب اللهُ جَالبٌ

کیونکہ کل چاشت کے وقت تجھے آوازیں دے کر دوڑنے پر اکسایا جائے گا لیکن اگر اللہ نے تجھے آواز دے کر نہ ہانکا تو پھر کوئی اور ہانکنے والا نہ ہوگا ۔

ابو الندی کہتا ہے کہ یہ اشعار حارث بن مراغہ الحبطی کے ہیں اور ناصح گھوڑا بھی اسی کا ہے سوید بن سداد کا نہیں ۔

اور ان میں سے ایک " البر " ہے ، یہ طارق بن ضمرہ کا گھوڑا ہے ۔ جب حدیج بن قیس بن عمرو بن قطن اور طارق بن ضمرہ بن جابر بن قطن نے شرط لگا کر اپنے گھوڑے مجحہ اور بہیر دوڑائے اور نبیز آگے نکل آیا تو طارق کے بھائی نمرہ نے یہ شعر کہے ۔ اس کے بعد لوگ حوفردہ ہو گئے اور سوار ہو کر چل دیے تو طارق نے مُجَنّہ پر سوار ہو کر اونٹوں کی ایک جماعت کو جا پکڑا ۔ جب ان کو قبضے میں لے لیا تو اس کے گھوڑے کا دم ٹوٹ گیا ۔ اس پر لوگوں کے ایک انبوہ[۲] نے اسے آن لیا اور ان اونٹوں کو آپس میں تقسیم کر لیا ۔ اس وقت طارق ابھی بچہ ہی تھا ۔ اسی عالم میں طارق بن ضمرہ کے بھائی ضمرہ[۳] نے یہ شعر کہے:

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے جلَبَ علی الفرس و اجْتَلَبَ اور جلب یجلُبُ جَلَباً (مگر یہ آخری کم مستعمل ہے) زَجَرَہ' وقیل : ھو اِذا رکب فرساً وقاد خلفہ آخر یَستحِثُّہ' و ذلک فی الرھان وقیل ھو اذا صاح مِنْ خَلْفِہٖ واستحثہ للسبق وقیل : ھوان یُرْکِبَ فرسَہ رجلاً فاذا قَرُبَ من الغایۃ تَبِعَ فَرَسَہ فَجَلَّبَ علیہ و صَاحَ بِہٖ لیکون ھوالسابق وھو ضرب من الخدیعۃ ۔ اس کے علاوہ اور اقوال بھی درج ہیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں خبیب الناس ہے جس کے کوئی معنی نہیں بنتے ، میں نے جنب الناس پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

۳ ۔ ضمرہ بن ضمرہ جاہلی شاعر ہے اس کا اصلی نام شقہ تھا نعمان نے اس کا نام ضمرہ رکھا : شرح امالی : ۹۲۲ اور اشتقاق : ۲۴۴

أَلْقَى رِهَانَ أَبِي رَبِيعَةَ غُدْوَةً
مِنْهَا وَلَمْ يَكُ بَعْدَهَا تَعْقِيبُ[۱]

کل صبح میں ابو ربیعہ کی دوڑ میں جاؤں گا اور یہ ارادہ کر لینے کے بعد پھر پیچھے ہٹنا نہ ہو گا۔

وَتَسُوقُهَا رِجْلاً[۲] جَدَايَةَ حُلَّبٍ
وَ تَسُدُّ لَبَّةَ صَدْرِهَا وَ تَصُوبُ

اسے حُلّب کھانے والے یعنی تیز رفتار ہرن کے پاؤں چلا رہے تھے ، اور اس کے سینے کا اگلا حصہ (جو گردن کے قریب ہوتا ہے) سیدھا اور راست رہتا ہے

غُيِّبْتُ عَنْ ذَاكَ الصَّبِيحِ وَ أَهْلِهِ
وَالعِزُّ يَشْهَدُ مَرَّةً وَ يَغِيبُ

مجھے اس کارنامے اور کارنامے والوں سے غائب کر دیا گیا ۔ ظاہر ہے کہ عزت ایک بار حاضر ہو کر پھر غائب ہو جاتی ہے ۔

اور ان میں سے ایک نِحَالَة ہے ۔ یہ سُبَیع بن الحطیم کی گھوڑی تھی جس کے متعلق وہ کہتا ہے :

[۲ : ۱۲۲] بَقُول نِحَالَةٌ أَوْ دِرْعِي[۳] وقلبٌ لَهَا
عَوَّل عَلَيَّ بِأبكارٍ هَرَاجِيبِ

---

۱ ۔ لسان العرب میں ہے : التَعْقِيبُ أَنْ ينصرف من أمرٍ اراده ۔

۲ ۔ رِجْل : گروہ مراد ریوڑ ۔ جِدَایہ اور جَدَایہ : جب ہرنی کا نر یا مادہ بچہ چھ یا سات ماہ کا ہو جائے اور مضبوط اور توانا ہو جائے تو جِدایہ یا جَدایہ کہلاتا ہے۔ حُلّب ایک قسم کی بوٹی ہوتی ہے جو بھیڑ بکریوں اور ہرنوں کے لیے بڑی مفید ہوتی ہے ۔ لسان العرب میں ہے : الا صمعی : أَسْرَعُ الظباء تيس الحُلَّبِ وہ ہرن جو حلب بوٹی کھاتے ہیں وہ نہایت تیز رفتار ہوتے ہیں ۔

۳ ۔ أَوْدَعَ الثوب : صَانَه ۔

مجھے نحلہ گھوڑی کہتی ہے میری حفاظت کرو میں نے کہا مجھ پر اعتماد رکھو (کہ تمھارے بدلے) لمبی اور موٹی اونٹنیاں (ادا کر دوں گا)

۱لَجِئْتُ عَلَيَّ يَمِينٌ لاَ أَبَدَ لَهَا
مِنْ ذَاتِ قُرْطَيْنِ بَيْنَ النَّحْرِ وَاللُّوبِ

مجھ پر یہ قسم واجب ہو چکی ہے کہ میں اس کے بدلے میں ہرگز دو بالیوں والی نہ لوں گا جس کی بالیاں سینے اور کان کی لو کے درمیان لٹک رہی ہوں

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے میں نے ابوالندّی سے ان دونوں شعروں کا مطلب دریافت کیا تو اس نے کہا اس نے اپنے چچا سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا تھا تو اس نے اس کے مہر میں نحلہ گھوڑی کا مطالبہ کیا تھا۔ اس نے کہا : گھوڑی نہ دوں گا اونٹ لے لو۔ اس پر اس کے چچا نے اس کے مطالبے کو پورا کرنے سے انکار کر دیا اور رشتہ نہ دیا۔

اور ان میں سے ایک " یحموم " ہے ، یہ نعمان بن منذر کا گھوڑا تھا۔ اعشی کہتا ہے :

وَيَأْمُرُ لِلْيَحْمُومِ كُلَّ عَشِيَّةٍ
بِقَتٍّ وَتَعْلِيقٍ فَقَدْ كَادَ٢ يَسْنَقُ

وہ ہر رات یحموم کو لوسن اور چارہ ڈالنے کا حکم دیتا (یہاں تک کہ) بد ہضمی ہونے کے قریب ہو جاتا۔ اسی کے یہ اشعار بھی ہیں جیسا کہ اس کے دیوان سے عیاں ہے۔

وَالشَّكِّ أَعْمَلْتُ الْمَطِيَّةَ مِنْ
سَهْلِ الْعِرَاقِ وَأَنْتَ بِالْقَفْرِ

---

۱ - لَجِئْتُ : وَجَبَتْ۔

۲ - بلوغ الارب میں " کان " ہے اسے کَادَ پڑھیں جیسا کہ لسان العرب (مادہ ح م م) اور شرح الامالی : ۲۵۳ میں ہے۔

میں عراق کے میدانوں سے سواریوں کو تیز دوڑاتا ہؤا تیرے ہاں آیا ہوں جبکہ تو چٹیل میدان میں تھا

أَنْتَ الرَّئِيسُ إِذَا هُمْ نَزَلُوا
وَتَوَا جَهُوا كَالأُسْدِ وَالنَّمِرِ

جب وہ اترتے ہیں اور شیر اور چیتے کی طرح بالمقابل ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو تُو ہی ان کا سردار ہوتا ہے

أَوْ فَارِسُ الْيَحْمُومِ يَتْبَعُهُمْ
كَالطَّلْقِ يَتْبَعُ لَيْلَةَ الْبُهْرِ

یا تُو یحموم کا سوار ہے جو ان کے پیچھے چلتا ہے جس طرح چاندنی رات کے بعد وہ رات آتی ہے جو نہ گرم ہو نہ سرد

*ولَأَنْتَ أَشْجَعُ مِنْ أُسَامَةَ إِذْ
يَقَعُ الصُّرَاخُ وَلُجَّ فِي الذُّعْرِ

جب فریادی فریاد کریں اور چاروں طرف خوف و ہراس چھایا ہؤا ہو اس وقت تو شیر سے بھی زیادہ بہادر ہوتا ہے۔

وَلَأَنْتَ أَجْوَدُ بِالعَطَاءِ مِنَ الرَّيَّانِ لَمَّا ضُنَّ بِالقَطْرِ

جب بارش بند ہو جائے تو تو ریّان پہاڑ سے بھی زیادہ سخاوت کرنے والا ہوتا ہے

وَلَأَنْتَ أَحْيَا مِن مُخَبَّأَةٍ
عَذْرَاءَ بَطْنَ جَانِبَ الْكِسْرِ

تو اس باکرہ چھپائی ہوئی لڑکی سے بھی زیادہ حیا دار ہے جو خیمے کے ایک کونے میں رہتی ہو

---

* تقریباً اسی طرح کا زہیر بن ابی سلمیٰ کا یہ شعر ہے :
ولَأَنْتَ أَشجع مِن أُسَامَة إِذْ
دُعِيَتْ نَزَالِ وَلُجَّ فِي الذُّعْرِ

ولا نَتْ ابْيَنُ حِينَ تَنطِقُ مِنْ
لُقمَانَ لَمَّا عَيَّ بالأَمْرِ

جب لقمان جیسا عقلمند بھی کسی معاملے میں عاجز آ جائے تو اس وقت تو جب بولتا ہے تو اس سے بھی زیادہ واضح وصیح الکلام ہوتا ہے

لَو كُنْتَ مِن شَيءٍ سِوى بَشَرٍ
كُنْتَ المُنَوِّر لَيْلَةَ البَدْرِ

اگر تو بشر کے سوا کوئی اور چیز ہوتا تو چودھویں رات کو تو ہی (آسمان پر) روشن ہوتا

فارس یحموم سے مراد حیرہ کا بادشاہ نعمان بن منذر ہے۔ یحموم اس کے گھوڑے کا نام ہے۔ طلق اس رات کو کہتے ہیں جو نہ ٹھنڈی ہو نہ گرم اور لیلۃ البھر چودھویں رات کو کہتے ہیں جبکہ چاند ستاروں پر غالب آ جاتا ہے۔ قاموس میں ہے اُسامہ [ضمہ کے ساتھ] معرفہ ہے اور اسد کا اسم علم ہے۔ رہا الأسامہ تو اس میں ایک اور بھی لغت ہے۔ صُراخ زور کی آواز جو فریاد یا کسی اور کام کے لیے دی جائے۔ رنّان : یاقوت معجم البلدان میں کہتا ہے کہ یہ طئی کے علاقے کا ایک پہاڑ ہے جہاں ہر وقت پانی بہتا رہتا ہے اور ضُنَّ فعل مجہول ہے۔ اس کے معنی بخل کیے جانے کے ہیں۔ اور نقطن [قاف کے ساتھ] بمعنی نسکن (سکونت پزیر ہے) اورکِسْر [کاف کے نیچے زیر] خیمے کا نچلا حصہ[1] ، لقمان - [۲:۱۲۳] البیان والتبین میں الجاحظ کے بیان کے مطابق لقمان بن عاد الاکبر ہے۔ عرب بزرگی اور بلند مرتبہ ، علم و حکمت ، فصاحت اور حلم میں اس کی بڑائی کا بہت ذکر کرتے ہیں۔ یہ وہ لقمان نہیں جس کا ذکر قرآن مجید میں آتا ہے۔

---

۱ - بلوغ الارب میں الشعہ [فاء کے ساتھ] چھپا ہے اسے الشقۃ قاف مثناہ کے ساتھ پڑھیں۔

ان میں سے ایک " هراوه " ہے - یہ ریّان[1] بن حُویص العبدی کا گھوڑا تھا - اسے کوئی پکڑ نہیں سکتا تھا - اسے هراوه[2] الاعزّاب بھی کہا جاتا تھا - اس کی وجہ یہ تھی کہ اس نے اسے اپنی قوم کے کنواروں کو دے رکھا تھا چنانچہ ایک کنوارہ اس پر سوار ہو کر چھاپے مارتا - جب وہ مالدار ہو جاتا اور شادی کر لیتا تو اپنی قوم کے کسی اور کنوارے کو دے دیتا - اسی طرح وہ باری باری اسے لیتے رہتے چنانچہ یہ ضرب المثل[3] بن گیا - لبید[4] کہتا ہے :

لاَ تَسْتَقِیْنِی بِیَدَیْکَ إِنْ لَمْ أَلْتَمِسْ[5]
نِعَمَ الضَّحُوعُ بِغَارَةٍ أَسْرَابِ

اگر میں تم سے نہ مانگوں تو مجھے اپنے ہاتھ سے پانی نہ پلانا -
عارہ‌اسراب کے مقام پر ضجوع کیا ہی عمدہ جگہ ہے

یَهْدِی[6] اوائلَهُنَّ کُلُّ طِمِرَّةٍ
جَرْدَاءَ مثل هَرَاوه الاَعزَابِ

---

۱ - ابن درید (الاستقاق : ۳۲۶) نے اس کا نسب نامہ یوں بتایا ہے : ریّان بن حُویص بن عوف بن عائذ بن مُرّة -

۲ - لسان العرب میں سیرافی کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ عبدالقیس کا گھوڑا تھا جس پر سوار ہو کر کنوارے لوٹ مار کیا کرتے تھے اور جب ایک کی شادی ہو جاتی تو وہ کسی دوسرے کنوارے کو دے دیتا -

۳ - ابن درید نے مثل یوں بیان کی ہے " مثلُ هراوه الاعزاب " -

۴ - ابو سعید السیرافی کے قول کے مطابق یہ شعر لبید کا ہے مگر لسان العرب میں ابن بری کا قول نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ یہ شعر عامر بن الطفیل کا ہے لبید کا نہیں ہے (لسان مادہ هرو) -

۵ - لسان العرب اور معجم البلدان (۵ : ۴۲۷) میں ان لم التمس کی جگہ إن لَمْ أغْتَرِفْ دیا ہے -

۶ - لسان العرب میں تهدی کی جگہ یهدی ہے -

کم بالوں والی سبز رفتار اونٹنی جو ہراوۃ الاعزاب کی طرح ہے ان
آباء کو تحفہ دیتی رہی ہے

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے کہ میں نے ابو النّدی سے ضجوع کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ ضجوع[1] قتادہ بن کعب بن عوف بن عبد بن ابی بکر بن کلاب کا لقب ہے اور وہ جواب بن کعب کا بھائی تھا۔

وسائلہ عبد قیس کا عمرو المحاربی کہتا ہے:

سَقَى حَدَثَ الرَّيَّانِ كُلُّ عَشِيَّةٍ
مِنَ المُزْنِ وَكَّافُ العَشِيِّ دَلُوحُ

خدا کرے اس قبر کو جو ریان میں واقع ہے ہر رات زور سے بہنے والے ، بہت بارش برسانے والے بادل سیراب کریں

أَقَامَ لِفِتْيَانِ العَشِيرَةِ سَهْوَةً
لَهُمْ مَنْكَحٌ مِنْ جَرْيِهَا وَصَبُوحُ

اس نے قبیلے کے نوجوانوں کے لیے ایک نرم رفتار گھوڑا مقرر کر رکھا تھا جس کی رفتار ان کے لیے نکاح کا سبب اور صبح کی شراب کا سبب بھی

فَتِيًّا مَتَى رَأَى مِثْلَ النَّهْرَاوَةِ مُنْكِحًا
إِذَا ابْتَلَّ أَعْطَافُ الجِيَادِ جُرُوحُ

جب عمدہ گھوڑوں کے پہلو خون سے تر ہو جائیں تو ایسے وقت

---

۱ ۔ لسان میں ہے ضجوع ایک مقام یا کھلی جگہ کا نام لکھا ہے۔ معجم البلدان میں ہے : قال الاصمعی : الضجوع رحبۃ لبنی ابی بکر بن کلاب و قیل : موضع لبنی أسد و قیل وادٍ اس کے بعد عامر بن الطفیل کا یہی شعر پیش کیا ہے مگر وہاں بغارۃ آسراب کی جگہ بغایۃ اسراب درج ہے۔

میں کیا کسی نے هراوه جیسا شادی کرا دینے والا کوئی گھوڑا دیکھا ؟

وذی إبِل لولا الهراوة لَم یَشُب
لَهُ المالُ ما انشقّ الصباحُ یلُوحُ

بہت سے اونٹوں والے ایسے ہیں کہ اگر ھراوہ نہ ہوتا تو جب تک صبح پھٹ کر چمکتی رہے ، انھیں کبھی مال نہ حاصل ہوتا (تا قیامت کچھ بھی حاصل نہ کر سکتے)

ابو بکر محمد بن درید نے ذکر کیا ہے کہ ھراوہ کو آوہ بھی کہا جاتا تھا بہر حال بعض اسے ھراوہ ہی کہتے ہیں -

ہمارے مقصد کے لیے جس قدر ہم نے بیان کر دیا ہے کافی ہے - یہ موضوع ایک موجزن سمندر ہے جس کے متعلق کئی کتابیں لکھی جا چکی ہیں -

مشہور عرب شہسواروں کے مختصر حالات

[۲ : ۱۲۴] یاد رکھیں کہ عرب جاہلیت کے زمانے میں حملہ کرنے پیچھے ہٹنے ، غارت ڈالنے اور جنگ کرنے میں لگے رہتے تھے - انھوں نے عزت حاصل کرنے اور وقار بلند کرنے کی غرض سے اپنی جانوں کو سستا کر رکھا تھا - اگر انھیں کوئی عیب لگ جاتا یا کوئی ذلت کی بات انھیں داغدار کر دیتی تو پھر ان کے لیے زندہ رہنا دوبھر ہو جاتا - اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان میں سے ہر شخص شہسوار اور جگر دار ہوتا تھا ، بلکہ جنگل کا شیر ہوتا گویا کہنے والا ان سے کہہ رہا ہو اور یہ کہنے والا نابغہ جعدی[1] ہے -

---

۱ - نابغہ جعدی : ان کا اصلی نام قیس بن عبداللہ بن عدس بن ربیعہ بن جعدہ ہے - ابو لیلیٰ کنیت - صحابی ہیں - انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے اور آپ کی مدح بھی کہی ہے - آنحضرت

باقی حاشیہ صفحہ ۵۴۰ پر

و إنّـا لَقـوم مَا نُعَوِّدُ خَيْلَنَا
إذَا مَا التَقَيْنَا أنْ تَحِيدَ و تَنْفِرَا

ہم وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گھوڑوں کو اس بات کا عادی نہیں بنا رکھا کہ جب جنگ ہو تو وہ ایک طرف ہٹ جائیں یا بھاگ نکلیں

و نُنكِرُ يَوْمَ الرَّوْعِ ألْوَانَ خَيْلِنا
مِنَ الطَّعْنِ حتى نَحسِبَ الجَوْنَ أشْقَرَا

جنگ کے دن ہم اپنے گھوڑوں کے رنگوں کو نیزے کے زخموں کی وجہ سے پہچان نہیں سکتے یہاں تک کہ ہم سیاہ رنگ کے گھوڑے کو سرخ رنگ کا خیال کرنے لگ جاتے ہیں

و لَيْسَ بِمَعْرُوفٍ لَنَا أنْ نَرُدَّهَا
صِحَاحاً و لا مُسْتَنْكراً أنْ تُعَقَّرا

ہمارا یہ دستور نہیں ہے کہ ہم انہیں صحیح و سلامت واپس لے آئیں، اور نہ ان کے زخمی ہو جانے کو کوئی عجب بات سمجھتے ہیں

یہاں تک کہ اس نے یہ شعر سنائے :

حَسِبْنَا زَمَاناً كُلَّ بَيْضَاءَ شَحْمَةً
لَيَالِيَ إذْ نَغْزُو جُذَاماً و حِمْيَرَا

صفحہ ۵۳۹ کا بقیہ حاشیہ

نے ان کے لیے دعا فرمائی اور یہ دو سو بیس سال زندہ رہے اور ان کا ایک دانت بھی نہ ٹوٹا تھا ۔ ان کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۲۴۷ اور وہ مراجع جن کا ممن نے ذکر کیا ہے ۔ بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ بعض نے ان اشعار کو ابو ہدیل زفر بن الحراث الکلابی کی طرف منسوب کیا ہے جو اپنے زمانے میں قبیلۂ قیس کا سردار تھا ۔ زفر کا شمار تابعین میں ہوتا ہے اس نے صفین کی جنگ میں معاویہؓ کی طرف سے شرکت کی ۔ (نابغہ کے لیے ملاحظہ ہو الروض الانف : ۱ : ۵۳)

ہم ایک زمانے تک (غلطی سے) ہر سفید چیز کو چربی سمجھتے رہے -
یہ وہ زمانہ تھا جب ہم جُذام اور حِمیَر سے جنگ کر رہے تھے

إلَى أنْ لَقِيْنَا الحيّ بَكرَ بنِ وائلٍ
ثَمَانِيْنَ ألفاً دَارِعِيْنَ و حُسَّرَا

تاآنکہ ہماری جنگ قبیلۂ بکر بن وائل سے ہوئی جن کی تعداد اسّی ہزار تھی ، کچھ زرہ پوش تھے کچھ بغیر زرہ کے

فَلَمَّا قَرَعْنَا النَبْعَ بالنَبْعِ بَعْضَهُ
بِبَعْضٍ أبَتْ عِيْدَانُهُ أن تَكسَّرَا

پھر جب ہم نے ایک دوسرے کے ساتھ نیزے ٹکرائے تو ان کی لکڑیوں نے ٹوٹنے سے انکار کر دیا

سَقَيْنَاهُمُ كَأساً سَقَوْنَا بِمِثْلِهَا
ولَكِنَّنَا كُنَّا عَلَى المَوْتِ أصْبَرَا[1]

ہم نے انھیں (موت کا) پیالہ پلایا ، انھوں نے بھی ہمیں ایسا ہی پیالہ پلایا مگر (ان کے مقابلے میں) ہم مرنے کے لیے زیادہ آمادہ تھے

ان کا تفصیلی ذکر مفصل کتابوں میں بھی نہیں سما سکتا تاہم ، ہم ان میں سے بعض ایسے لوگوں کا مختصر سا ذکر کرتے ہیں جو شہسواری کی رو سے اور دشمنوں کا مقابلہ کرنے کے معاملے میں مشہور تھے اور اس

---

۱ - امالی الزجاجی (صفحہ ۹) میں صبر کے مختلف معانی دیے ہیں ۔ ان میں سے ایک معنی جرأت کرنے کے ہیں ۔ چنانچہ لکھتے ہیں : والصبر الاجتراء علی الشئ و منہ قول اللہ عزوجل فَمَا أصْبَرَهُمْ عَلَى النَّارِ ای ما اجرأهم علیها وقال المبرد : تاویلہ مادعاهم الی الصبر علیها وانشد ابن الاعرابی :

سقیناهم کأساً سقونا بمثلها
ولکننا کنا علی الموت أصبرا

ای کنا اجرأ منهم علی الموت فاقتحمناہُ

اس میں ضرب المثل بن گئے تھے جن کا شعرا مفاخرت کے موقع پر ذکر کیا کرتے تھے ، ایسے افراد بھی کثیر تعداد میں ہیں ۔ ان میں سے ایک

[1]ربیعه بن مکدم

تھا ۔ یہ بنی فراس بن غنم بن مالک بن کنانہ میں سے تھا ۔ زمانۂ جاہلیت میں اس کی قبر پر اونٹ ذبح کیے جاتے تھے ۔ کسی اور کی قبر پر ایسا نہیں کیا جاتا تھا ۔ [2]حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا اس کی قبر کے پاس سے گزر ہؤا تو انھوں نے یہ شعر کہے :

نَفَرَتْ قَلُوصِيْ مِنْ حِجَارَةِ حَرَّةٍ
بُنِيَتْ عَلَى طَلْقِ الْيَدَيْنِ وَهُوْبِ

میری اونٹنی حرہ کے ان سیاہ پتھروں سے بدک گئی جو سخی اور بہت عطیے دینے والے (کی قبر پر) رکھے ہوئے تھے

لَا تَنْفِرِيْ يَا نَاقُ مِنْهُ فَإِنَّهُ
شِرِّيْبُ خَمْرٍ مِسْعَرٌ لِحُرُوْبِ

اے میری اونٹنی نہ بدک کیونکہ (یہ صاحب قبر) تو بہت شراب پینے والا اور جنگوں کو خوب بھڑکانے والا تھا

لَوْلَا السِّفَارُ وَطُوْلُ قَفْرٍ مَهْمَهٍ
لَتَرَكْتُهَا تَحْبُوْ عَلَى الْعُرْقُوبِ

اگر سفر اور دور دراز کے چٹیل بیابان درپیش نہ ہوتے (تو میں اس کی کونچیں کاٹ دیتا) اور اسے ٹانگوں پر رینگتا چھوڑ دیتا

---

۱ ۔ اسے نُبَیشَہ بن حبیب نے قتل کیا تھا ۔ اس کے کچھ واقعات جلد اول میں گزر چکے ہیں ۔ اس کی بہادری کے واقعات کے لیے ملاحظہ ہو امالی : ۲ : ۲۷۱ - ۲۷۲ اور شرح الامالی : ۹۱۰ - ۹۱۱

۲ ۔ بہجہ اثری لکھتے ہیں کہ دیوان مختارات اشعار القبائل میں ان اشعار کو حفص بن اخیف کنانی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور محمد بن سلام کہتے ہیں کہ درحقیقت یہ اشعار عمرو بن شقیق کے ہیں ۔

نو فراس بن کنانہ عرب بھر میں سب سے دلیر مانے جاتے تھے ۔ ان میں کا ایک آدمی دیگر قبائل کے دس آدمیوں کے برابر سمجھا جاتا تھا ۔ انھی کا ذکر کرتے ہوئے علی ابن طالب کرم اللہ وجہہ اہل کوفہ سے فرماتے ہیں : جس کے تم پلے پڑ گئے وہ نا کام رہا ۔ خدا میرے عوض تمہیں ایسا شخص دے جو تمہارے لیے برا ہو اور تمہارے بدلے میں مجھے اللہ وہ لوگ عطا کرے جو تم سے بہتر ہوں ۔ اللہ کی قسم میں چاہتا ہوں کہ تم سب کے بدلے ، حالانکہ تم ایک لاکھ ہو ، میرے پاس بنی فراس کے صرف تین سو آدمی ہوں ۔

هُنَالِکَ[1] لَو دَعَوْتَ أتاکَ مِنْهُم
فَوَارِسُ مِثْلُ أرْمِيَةِ الحَمِيمِ

اس وقت اگر تو پکارتا تو ان میں سے گرمیوں کی بارش کے بادلوں کی طرح کے سوار آ جاتے

[۲ : ۱۲۶] ان میں سے ایک

عنترہ بن شدّاد العبسی[2]

ہے ۔ کلبی کہتا ہے کہ شدّاد اس کا دادا ہے مگر باپ کے طور پر مشہور ہو گیا ۔ درحقیقت وہ عنترہ بن عمرو بن شداد ہے ۔ کسی اور کا قول

---

۱ - بلوغ الارب میں فوارس منهم درج ہے اسے فوارس مثل پڑھیں جیسا کہ لسان العرب میں ہے ۔ لسان العرب میں اس شعر کو ابو جندب الهذلی کی طرف منسوب کیا ہے ۔ رَمِيّ فعیل کے وزن پر وہ بادل جو موٹے موٹے بارش کے قطرے برسائے اور وہ قطرے جو زور سے زمین پر پڑیں ۔ اس کی جمع أرْمِيَة آتی ہے اور حمیم موسم گرما کی بارش جس کے قطرے موٹے اور زور سے برستی ہے ۔

۲ - عنترہ مشہور جاہلی شاعر اور معلقہ نویس ہے اسے عربوں اور عام علما کے خیال کے مطابق قبیلہ طیئی نے قتل کیا مگر ابو عبیدہ کو اس سے انکار ہے اور وہ کہتا ہے کہ یہ معمر ہونے کی وجہ سے سردی سے مرا تھا ۔ (کتاب الاشتقاق : ۲۸۰) وزر بن جابر نے اسے قتل کیا تھا ۔ یہ وزر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا مگر ایمان نہیں لایا ۔ (کتاب الاشتقاق : ۳۹۶)

ہے کہ شداد عنترہ کا چچا ہے جس نے اس کے باپ کی وفات کے بعد اس کی پرورش کی - چنانچہ وہ اسی کی طرف منسوب ہونے لگا -

کہا جاتا ہے کہ عنترہ کے باپ نے عنترہ کو خاصی بڑی عمر کا ہو جانے کے بعد کہیں اپنا بیٹا تسلیم کیا - اس کی وجہ یہ تھی کہ عنترہ ایک سیاہ لونڈی سے پیدا ہؤا تھا جس کا نام زَبِیبَہ تھا - جاہلیت کے زمانے میں عربوں کے یہاں یہ دستور تھا کہ اگر بیٹا لونڈی کے پیٹ سے پیدا ہوتا تو وہ اسے غلام بنا کر رکھتے تھے ، عنترہ کے دوسرے ماں جائے بھائی سب غلام تھے - عنترہ کے باپ کا اسے (فرزند) تسلیم کرنا اس وجہ سے ہؤا کہ ایک عربی قبیلے نے بنی عبس کے کچھ لوگوں پر چھاپہ مارا اور ان کا مال لوٹ لیا ، عبسیوں نے ان کا پیچھا کیا ، انھیں جا لیا - اب ان سے جنگ شروع ہو گئی ، انھی میں عنترہ بھی تھا - اس کے باپ نے اس سے کہا : عنترہ ! حملہ کرو - عنترہ نے جواب دیا : غلام کیا حملہ کرے گا وہ تو دودھ دوہنا اور اونٹنیوں کے پستان باندھنا جانتا ہے - اس پر اس کے باپ نے کہا : حملہ کرو ، تم آزاد ہو - اس پر عنترہ نے ان سے جنگ کی اور ان کے قبضے سے تمام غنیمت کا مال چھڑا لیا - اس واقعہ کے بعد اس کے باپ نے اسے بیٹا تسلیم کیا - یہ عربوں کے تین سیاہ فام افراد میں سے ایک ہے ، دوسرا خفاف[1] [بروزن غُـرَاب] ہے - خفاف کی والدہ کا نام ندبہ [بروزن تَمْرَہ] ہے اور تیسرا سُلَیک[2] [تصغیر کے ساتھ] اور اس کی والدہ کا نام سُلَکَہ [پیش پھر زبر کے ساتھ] تینوں کی مائیں سیاہ فام تھیں -

---

۱ - خفاف : اس کے والد کا نام عُمَیر ہے لیکن والدہ کے نام پر خفاف بن ندبہ مشہور ہؤا - اس نے اسلامی عہد پایا اور اسلام لانے کے بعد نیک مسلمان رہا - اس نے مالک بن حمار الشَمْجِیی کو قتل کیا تھا - (اشتقاق : ۳۰۹)

۲ سُلَیک لٹیرا اور نہایت تیز دوڑنے والا تھا - عربوں کے ہاں اس کی تیز رفتاری کے قصے مشہور ہیں -

عنترہ اپنے زمانے کا بہادر ترین انسان تھا اور اس قدر سخی تھا کہ جو کچھ بھی اس کے پاس ہوتا سب لٹا دیتا ۔ اس نے داحس اور غبراء کی جنگ میں حصہ لیا تھا اور اس جنگ کے تمام واقعات میں قابل تعریف کام کیے اور ضمضم المری ابو الحُصَین بن ضمضم اور اس کے بھائی کے باپ ھرم کو قتل کیا جن کے متعلق وہ اپنے معلّقے میں کہتا ہے :

وَلَقَدْ خَشِيتُ بِأَنْ أَمُوتَ وَلَمْ تَدُرْ
لِلْحَرْبِ دَائِرَةٌ عَلَى ابْنَيْ ضَمْضَمِ

مجھے ڈر تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور ضمضم کے دونوں بیٹوں پر جنگ کی چکی نہ چلی ہو

الشَّاتِمَيْ عِرْضِي وَلَمْ أَشْتِمْهُمَا
وَالنَّاذِرَيْنِ إِذَا لَمْ أَلْقَهُمَا دَمِي

وہ دونوں مجھے برا بھلا کہتے ہیں حالانکہ میں نے ایسا نہیں کیا ۔ وہ دونوں میرے خون کے پیاسے ہیں حالانکہ میری ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی

إِنْ يَفْعَلَا فَلَقَدْ تَرَكْتُ أَبَاهُمَا
جَزَرَ السِّبَاعِ وَكُلِّ نَسْرٍ قَشْعَمِ

اگر وہ ایسا کر گزریں (تو کوئی عجیب بات نہ ہوگی) کیونکہ میں نے ان دونوں کے باپ کو درندوں اور بوڑھی گدھوں کی خوراک بنا دیا تھا

یہ اشعار معلقے کے آخری اشعار میں سے ہیں ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ جبلہ کی جنگ کے بعد جب عبس نے غطفان کے ہاں پناہ لی اور سارے خون بہا ادا کر دیے گئے تو عنترہ محتاج ہو گیا حالانکہ بہت لوٹ مار کرنے والا شخص تھا مگر اب بڑھاپے کی وجہ سے عاجز ہو گیا تھا ۔ اس نے غطفان کے ایک آدمی پر احسان کیا ہؤا [۲ : ۱۲۷] تھا ۔ اس سے احسان کا بدلہ لینے کے لیے روانہ ہؤا مگر راستے

ہی میں مر گیا ۔

ابو عبیدہ سے یوں بھی منقول ہے کہ قبیلہ طیئی کا دعویٰ ہے کہ انھوں نے عنترہ کو قتل کیا اور ان کے خیال کے مطابق الاسد الرھیص[1] نے اسے قتل کیا تھا ۔ چنانچہ وہ کہتا ہے :

أنـــا الاســدُ الرھیــصُ قـتـلـتُ عمرواً
و عـنـتـرَةَ الفـوارِس قــدْ قـتـلـتُ

میں اسد رھیص ہوں، میں نے عمرو اور عنترہ الفوارس کو قتل کیا تھا

اللہ ہی بہتر جانتا ہے ۔ لغت میں عنترہ کے معنی نیلی مکھی کے ہیں، اس کا مفرد عنترہ ہے ۔ عنترہ کا نون زائد نہیں ہے ۔

اور ان میں سے ایک

ملاعب الاسنہ

ہے ۔ اس کا نام عامر[1] بن مالک ہے اسے مُلاعِب الاسِنّہ اوس بن حجر کے اس شعر کی وجہ سے کہتے ہیں :

وَلاعَـبَ أطْرافَ الاُسِنَّةِ عَامِرٌ
فَرَاحَ لـهُ حَـظُّ الكَـتِيبَـةِ أجْمَـعُ

عامر نیزوں کی نوکوں سے کھیلا اور فوج کا سارے کا سارا حصہ اسی کا ہو لیا

ابن قتیبہ کہتا ہے کہ ملاعب الاسنہ لبید[2] کا چچا تھا ۔ ابن قتیبہ کا قول ختم ہؤا ۔

---

۱ ۔ اغانی میں بھی الاسد الرھیص کو عنترہ کا قاتل بتایا گیا ہے ۔ الاسد الرھیص کا نام جَبّار بن عمرو بن عَمیرَہ ہے ۔

۲ ۔ ابن درید (کتاب الاشتقاق : ۲۹۶) نے عامر بن مالک کو عامر بن الطفیل کا چچا کہا ہے ۔

اس نے جاہلیت میں چالیس مرباع (مال غنیمت کا چوتھا حصہ) لیے ۔
یہ ان سواروں میں سے تھا جن کی بہادری اور پیش قدمی ضرب المثل تھی ۔
اور ان میں سے ایک

زید الخیل[1]

ہے ۔ مُصنّفِ استیعاب کے قول کے مطابق اس کا نام زید بن مہلہل بن زید بن منہب الطائی ہے ۔ ۹ ہجری میں قبیلہ طئی کے وفد کے ساتھ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان کا زید الخیر نام رکھا اور فرمایا : تمھارے سوا جاہلیت میں جس کسی کا بھی ذکر مجھ سے کیا گیا اور پھر میں نے اسے عالم اسلام میں دیکھا تو بیان کردہ تعریف سے کم پایا ۔

آنحضرت نے اس کے اپنے علاقے میں اسے جاگیر بھی عطا کی ۔ ان کی کنیت ابو مُکنِف تھی ۔

اس کے دو بیٹے تھے مُکنِف اور حُرَیث ، بعض حارث بتاتے ہیں دونوں اسلام لائے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے ۔ پھر خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مرتدین کی جنگ میں حصہ لیا ۔ زید الخیل عمدہ شاعر ، فصیح و بلیغ خطیب ، بہادر اور شریف آدمی تھے ۔

---

۱ ۔ زید الخیل کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۶۰ اور وہ مراجع جن کا میمنی نے ذکر کیا ہے ۔ نیز الروض الانف : ۲ : ۳۴۲ اور کتاب الاشتقاق : ۲۲ ، ۳۸۵ ، ۳۹۵ ۔ صحابی تھے ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے ۔ آپ نے ان کا نام زید الخیل کی بجائے زید الخیر رکھا ۔ اپنی چادر بیٹھنے کے لیے دی اور فرمایا : لوگوں کا میرے پاس ذکر کیا جاتا مگر جب انھیں دیکھتا تو بیان کردہ اوصاف سے انھیں کم پاتا مگر زید تو ایسا نہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے واپس جاتے ہوئے حیرہ میں بخار سے وفات ہوئی ۔

[۲ : ۱۲۸] انھوں نے اور کعب بن زہیر نے ایک دوسرے کی ہجو کہی اس لیے کہ کعب نے ان پر یہ تہمت لگائی تھی کہ انھوں نے ان کا گھوڑا لے لیا ہے ۔ زید الخیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے واپس جاتے ہوئے اپنے وطن پہنچ کر بخار کے باعث فوت ہوئے ، انھوں نے اسلام لانے سے پہلے عامر بن الطفیل کو قید کر لیا تھا اور اس کی پیشانی کے بال کاٹ لیے تھے ۔ یہ بیان استیعاب کے مصنف کا ہے ۔

اسے زید الخیل[۱] ان پانچ گھوڑوں کی وجہ سے کہا گیا جو ان کے پاس تھے ۔ یہ لمبے اور جسیم تھے ۔ اپنی لمبائی اور خوبصورت قد و قامت کی وجہ سے مشہور تھے ۔ یہ قدآور اور لمبے گھوڑے پر سوار ہوتے تو تب بھی دونوں پاؤں زمین پر گھسٹتے چلے جاتے تھے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ گدھے پر سوار ہیں (گھوڑے پر نہیں) ۔ انھی کے یہ اشعار ہیں :

تَمَنّـــى مِزْيَدٌ زَيداً فَلاَقَـــى
أخَا ثِقَةٍ إذَا اخْتَلَفَ العَوَالِي

مزْیَد نے زَید سے (جنگ میں) ملاقات کرنے کی خواہش کی پھر جب ملا تو اسے ایک خود اعتماد شخص ملا جب نیزے دونوں طرف سے چلنے لگے

كَمُنْيَــة جَابِرٍ إذْ قَــالَ لَيْتِـــي
أصَادِفُهُ وَ أُتْلِــفُ بَعْضَ مَــالِي

اس کی یہ آرزو بعینہٖ جابر کی سی تھی جب اس نے کہا تھا کاش کہ میں زید کو پا لیتا اور اس خواہش کے لیے اپنا کچھ مال صرف کر دیتا

---

۱ ۔ شرح الامالی (۶۰) میں ہے کہ انھیں زید الخیل اس لیے کہا گیا کہ ان کے پاس بہت سے گھوڑے تھے جبکہ ان کی قوم یا بیشتر عربوں کے پاس ایک آدھ گھوڑا ہوا کرتا تھا ۔ انھوں نے ان گھوڑوں میں سے چھ کا ذکر اپنے اشعار میں کیا ہے ۔ الهَطّال ، الكُمَيت ، الوَرْد ، الكامل ، دَؤول ، اور لاحق

تلاقینا فما کنّا سواءً
ولکن خرّ عن حالٍ لحالِ[1]

مگر جب ہم ایک دوسرے سے ملے تو ہم برابر نہ تھے ، وہ تو یکدم گھوڑے کی پیٹھ پر سے نیچے گر پڑا

ولولا قولہ یا زید قدنی
لقد قامت نویرۃ بالمآلی[2]

اگر وہ یہ نہ کہتا : کہ زید ! بس ، تو نویرہ اس کی بیوی کھڑی ہو کر اس کا ماتم کرنے ہی والی تھی

شککت ثیابہ لما التقینا
بمطرد المھزّۃ کالخلالِ

جب ہم ملے تو میں نے اس کے جسم کو مسلسل حرکت کرنے والے خلال کی طرح باریک نیزے سے پرو دیا

مزید بنی اسد کا ایک آدمی تھا جو زید الخیل سے دو چار ہونے کی آرزو رکھتا تھا مگر جب زید الخیل مزید سے دو چار ہؤا تو اس نے نیزہ مارا اور مزید بھاگ نکلا۔ جابر قبیلہ عطفان کا ایک شخص تھا جس نے زید سے ملنے کی خواہش کی یہاں تک کہ زید نے صبح کے وقت اس پر حملہ کیا ۔ جابر کی بیوی نے کہا تُو تو زید سے ملنے کی تمنا کیا کرتا تھا اور وہ اب تمھارے پاس آ گیا ہے ، دونوں نے دو دو مرتبہ ایک دوسرے کو نیزہ مارا ۔ دونوں نے زرہ پہن رکھی تھی ۔ جابر کا نیزہ ٹوٹ گیا مگر (وار) کارگر نہ ہو سکا ۔ زید نے اپنا ایک نیزہ مارا جس کے ایک پورے پر

---

۱ - پہلے حال کے معنی گھوڑے کی پیٹھ اور لحال کے معنی فی الساعہ یعنی جس حالت میں وہ اس وقت تھا مراد فوراً ، یکدم ۔

۲ - مآلی ، مئلاۃ کی جمع وہ کپڑے کا ٹکڑا ہے جسے نوحہ کرنے والی ہاتھ میں رکھتی ہے اور آنسو پونچھتی جاتی ہے ۔ مراد یہ ہے کہ میں اسے قتل کر دیتا اور اس کی بیوی اس کا ماتم کرتی ۔

لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا ۔ نیزہ لگنے سے جابر ٹوٹ پھوٹ ہونے لگا اور اس کی کمر ٹوٹ گئی ، اسی حالت میں جبکہ اس کی کمر ٹوٹی ہوئی تھی [۲ : ۱۲۹] اس کی بیوی نے اسے اٹھاتے ہوئے کہا : تو زید سے ملنے کی خواہش کیا کرتا تھا ۔ پھر جب تو اس سے ملا تو ایک خود اعتماد شخص سے ملا ۔

دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ مزید نے زید سے ملنے کی خواہش اسی طرح کی جس طرح جابر نے کی تھی اور دونوں پر وہ کچھ گزری جسے وہ ناپسند کرتے تھے ۔

اور ان میں سے ایک

عامر بن الطفیل

ہے ۔ اس کے دادا کا نام مالک بن کلاب العامری ہے اور حضرت لبید صحابی کا چچا زاد بھائی ہے ۔ جنگ کے موقع پر اس کی کنیت ابو عقیل اور صلح میں ابو علی ہوتی تھی ۔ اس کی ایک آنکھ[۱] ایک جنگ میں جاتی رہی تھی ۔

ابن الانباری شرح المفضلیات میں کہتا ہے : " عامر جنگ اور بہادری کے اعتبار سے عرب کے تمام شہسواروں سے زیادہ مشہور تھا اور اس کی سب سے زیادہ اور دور تک شہرت تھی ۔ حالت یہ ہو گئی تھی کہ جب عربوں میں سے کوئی شخص قیصر کے پاس جاتا تو قیصر اس سے پوچھتا کہ تمھاری عامر بن الطفیل سے کیا رشتہ داری ہے ۔ اگر وہ کوئی قرابت داری بتاتا تو قیصر کے دل میں اس کے لیے تعظیم کا جذبہ پیدا ہو جاتا ۔ یہاں تک کہ علقمہ بن علاثہ قیصر کے پاس آیا اور اپنا نسب بیان کیا ۔ قیصر نے کہا : کیا تو عامر بن الطفیل کا چچا زاد بھائی ہے؟ اس پر علقمہ کو غصہ آ گیا ۔ اسی بات نے اس کے سینے کو اس قدر غصے سے

---

۱ ۔ مُسہر نے فیف الریح کی جنگ میں اس کی آنکھ پھوڑ دی تھی ۔ (اشتقاق : ۳۰۱)

پھر دیا کہ اس نے عامر کو فخر میں مقابلے کی دعوت دے دی ۔

[1]عمرو بن معدیکرب یمن کا شہسوار کہا کرتا تھا کہ معد کے کسی پانی پر مجھے کوئی بھی عورت مل جائے تو اگر معد کے دو غلام یا دو آزاد مجھ سے دو چار نہ ہوں تو مجھے کسی کی بھی پروا نہیں ہوتی ۔ " دو آزاد " سے اس کی مراد عامر بن الطفیل اور عُتیبہ بن الحارث بن شہاب الیربوعی ہے اور " دو غلاموں " سے اس کی مراد عنترہ العبسی اور سُلیک بن سُلکہ ہے ۔

الاشرم کہتا ہے : مفاخرت کا سبب یہ ہؤا کہ علقمہ بن علاثہ نے شراب پی ۔ حضرت عمرؓ نے اس پر شراب کی حد عائد کی ، جس پر وہ مرتد ہو کر رومیوں کے یہاں چلا گیا ۔ جب قیصر کے پاس گیا تو اس نے اس سے اپنا نسب بیان کرنے کو کہا ۔ علقمہ نے اپنا نسب بیان کیا تو قیصر نے کہا : کیا تو عامر بن الطفیل کا چچازاد بھائی ہے ۔ علقمہ نے کہا : کیا عامر کے بغیر مجھے یہاں کوئی پہچان نہیں سکتا ؟ غرضیکہ ناراض ہو کر واپس چلا آیا اور دوبارہ مسلمان ہو گیا ۔

اس مفاخرت کا ذکر منافرت کے بیان میں پہلے کیا جا چکا ہے ۔

جب ۹ھ میں عربوں کے وفد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بنی عامر کا وفد بھی آیا ، ان میں عامر بن الطفیل اور لبید صحابی کا سلّی بھائی اربد بن قیس بھی تھا ۔ یہ دونوں بنی عامر کے سردار اور ان کے شیاطین میں سے تھے ۔ عامر بن الطفیل عدو اللہ ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آپؐ کو دھوکے سے قتل کرنے کے لیے آیا تھا ۔ اس کی قوم اس سے پہلے ہی کہہ چکی تھی کہ اے عامر لوگ [۲ : ۱۳۰] اسلام لا چکے ہیں تو بھی اسلام لے آ ۔ عامر نے جواب دیا : میں نے تو قسم کھا رکھی تھی کہ جب تک سارا عرب میرے[2] پیچھے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عمر چھپا ہے اسے عَمرو پڑھیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں ان لا انتھی عن نتبع العرب ہے اسے ان لا انتھی حتی تتبع العرب پڑھیں جیسا کہ سیرۃ ابن ھشام (برحاشیہ الروض الانف : ۲ : ۳۳۷) میں ہے ۔

نہ چلے گا میں باز نہ آؤں گا ، تو اب کیا میں اُس قریشی کے پیچھے چلوں گا ؟ ساتھ ہی اربد سے کہنے لگا جب ہم اس آدمی کے پاس پہنچیں تو میں اس کی توجہ اپنی طرف مشغول رکھوں گا ۔ جب میں ایسا کروں تو تم تلوار سے اس پر حملہ کر دینا ۔ پھر جب یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے ، عامر آپؐ سے باتیں کرنے لگا اور اُس بات کا منتظر رہا جس کا اس نے اربد کو حکم دیا تھا ، مگر اربد کی طرف سے کوئی نتیجہ خیز بات نہ ہوئی ۔ جب عامر نے اربد کو اس حالت میں دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا اگر مجھے مدینے کے آدھے پھل اور اپنے بعد زمین کا حکمران مجھے مقرر کر دیں تو میں مسلمان ہو جاتا ہوں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی شرائط نامنظور کر دیں ۔ اس پر عامر یہ کہتا ہؤا واپس چلا گیا : اللہ کی قسم میں عرب بھرکو تمھارے خلاف گھوڑ سوار اور پیادہ فوج سے بھر دوں گا ۔ جب وہ منہ موڑ کر روانہ ہؤا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : خدایا مجھے عامر بن الطفیل کے شر سے بچانا ۔ جب یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں سے رخصت ہو گئے تو عامر نے اربد سے کہا : اے اربد تمھارا خانہ خراب ! جو بات میں نے تم سے کہی تھی وہ تم نے کیوں نہ کی ، اللہ کی قسم میں دنیا میں تم سے زیادہ کسی سے نہ ڈرا کرتا تھا ۔ اللہ کی قسم آئندہ میں کبھی بھی تم سے نہ ڈروں گا ۔ اربد نے جواب دیا : تمھارا باپ مرے ، جلد بازی نہ کرو ، اللہ کی قسم جب بھی میں اس بات کا ارادہ کرتا جس کا تم نے مجھے حکم دیا تھا تو (کیا دیکھتا) کہ تم میرے اور اس کے درمیان کھڑے ہو ، یہاں تک کہ صرف تمھی مجھ کو دکھائی دیتے تھے ، کیا میں تمھیں تلوار مار دیتا ۔ بہر حال دونوں اپنے وطن کو واپس روانہ ہو گئے ۔ ابھی راستے ہی میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے عامر بن الطفیل کی گردن پر طاعون کی بیماری نازل کر دی ، اور اسے بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں ہلاک کر دیا ۔ عامر یہ کہتا ہی رہا کہ اے بنی عامر کیا اونٹوں کی طرح مجھے گلٹی نکل آئی ہے اور وہ بھی بنی سلول کی ایک عورت کے گھر میں ؟ اس کے بعد جب اس کے ساتھیوں نے اسے مٹی

میں دفن کر دیا تو روانہ ہو گئے تاآنکہ وہ نبی عامر کے علاقے میں پہنچ گئے ۔ انھوں نے اربد سے پوچھا : کیا خبر ہے ؟ اربد نے جواب دیا : کچھ نہیں ۔ خدا کی قسم اس نے ہمیں ایک چیز کی عبادت کرنے کا حکم دیا ۔ میں چاہتا ہوں کہ اب وہ میرے پاس ہوتا اور میں تیر مار مار کر اسے قتل کر دیتا " ۔ یہ الفاظ کہنے کے ایک یا دو دن بعد وہ روانہ ہؤا ۔ اس کے ساتھ اس کا اونٹ تھا جسے وہ بیچنا چاہتا تھا ۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر اور اس کے اونٹ پر بجلی گرائی جس سے دونوں بھسم ہو گئے ۔ اس واقعے کی طرف اس کے علاتی بھائی لبید نے اس کے مرثیہ میں اشارہ کیا ہے :

أَخْشَى عَلَى أَرْبَدَ الحُتُوفَ وَلاَ
أَرْهَبُ نَوْءَ السِّمَاكِ وَ الأَسَدِ

مجھے اربد کے متعلق موت کا ڈر ہے ، میں نوء سماک[1] اور نوء اسد سے نہیں ڈرتا

فَجَّعَنِي البَرْقُ وَالصَّوَاعِقُ بِالفَا
رِسِ يَوْمَ الكَرِيهَةِ النَّجُدِ

[۲ : ۱۳۱] بجلی اور کڑک نے ایک ایسے سوار کو (ہلاک کرکے) مجھے مصیبت زدہ کر دیا جو جنگ کے وقت بہادر ثابت ہوتا تھا

ابن الانباری نے المفضلیات کی شرح میں روایت کی ہے کہ جب عامر مر گیا تو بنی عامر نے میل در میل بت گاڑ دیے اور یہ تمام جگہ اس کی قبر کے لیے وقف کر دی ۔ نہ کوئی جھنڈا[2] یہاں پھیلایا جاتا اور نہ کوئی

---

۱ ۔ نوء کے متعلق اہل لغت کے مختلف اقوال ہیں عام قول یہ ہے کہ نوء کسی ستارے کا اپنی منزل سے مغرب کے وقت غروب ہونا اور صبح کو اس کے بالمقابل ستارے کا طلوع ہونا ہے ۔ عربوں کا خیال تھا کہ بارش انھی انواء کی بدولت ہوتی ہے اور موسم گرما کے انواء سماک اعزل اور رقیب ہیں ۔

۲ ۔ بلوغ الارب میں راعیہ ہے میں نے رأیة پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔

جانور چرتا اور نہ کوئی سوار یا پیادہ یہاں سے گزرتا ۔ اس وقت جبار بن سلمی بن عامر باہر گیا ہوا تھا ۔ جب واپس آیا تو اس نے پوچھا : یہ بت کیسے ہیں ؟ لوگوں نے جواب دیا ؛ ہم نے انھیں عامر کی قبر پر گاڑ دیا ہے ۔ اس پر اس نے کہا : تم نے ابو علی کے لیے جگہ تنگ کر دی ۔ ابو علی تین باتوں میں لوگوں سے منفرد اور ممتاز تھا ۔ جب تک اونٹ کو پیاس نہ لگی تھی اسے بھی پیاس نہ لگی تھی ۔ جب تک ستارہ راستے سے بھٹک نہ جائے وہ راستے سے بھٹکتا نہ تھا اور جب تک طغیانی بردل نہ ہوتی وہ بردل نہ ہوتا تھا ۔

مذحج ، خثعم ، غطفان اور دیگر عرب قبائل میں اس نے کئی جنگیں لڑیں ۔

اور ان میں سے ایک

عمرو بن معدیکرب

ہے ۔ اس کا نسب نامہ کہلان تک جاتا ہے ، [1]معدی کا وہی اشتقاق ہے جو معدان کا ہے ۔ علاوہ بریں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ عُدوان سے مشتق ہو ، تثریب کا لفظ ہو سکتا ہے یہ کرب سے ہو جس کے معنی سخت غم کے ہیں یا الکَرَبُ بمعنی تقارب کے ہو یا (یہ لفظ) اَکْثَرَبُ الدَّلْوَ سے لیا گیا ہو جس کے معنی ہیں میں نے ڈول کے (دونوں جانب) کے سمجھے باندھ دیئے ، کرب اس رسی کو کہتے ہیں جو ڈول کے دونوں پر باندھی جاتی ہے ۔ اس سے کہا ہے کہ ثعلب نے معدیکرب کے معنی عَدَاہُ الکَرَبُ لیے ہیں یعنی غم اسے چھوڑ کر آگے نکل گیا ۔ عمرو کی کنیت ابو ثور ہے ۔ عمرو ایک مشہور شہسوار ہے جس نے جاہلیت اور اسلام میں کئی بار غارت گری کی اور جنگیں لڑیں ۔

---

۱ - سہیلی (الروض الانف ۱ : ۳۹) لکھتے ہیں کہ معدی کرب کے معنی وجہ الفلاح کے ہیں اور یہ حمیری زبان کا لفظ ہے ۔ معدی بمعنی وجہ اور کرب بمعنی فلاح لہذا معدیکرب کے معنی ابو الفلاح کے ہوئے ۔

الاستیعاب کا مصنف کہتا ہے : عمرو ۹ھ میں اور بقول واقدی ۱۰ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بنی زُبَید کے وفد کے ساتھ آیا اور اسلام لایا ۔ استیعاب کا بیان ختم ہؤا ۔

عمرو مدت تک مدینے میں رہنے کے بعد اپنی قوم کے پاس چلا گیا اور وہاں مطیع و فرمانبردار ہو کر رہا ۔ عمرو کے یہاں کا حاکم فروہ بن مُسَیک تھا ، یہ عمرو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر مرتد ہو گیا ۔

نووی اپنی کتاب تہذیب الاسماء و اللغات میں کہتا ہے : یہ بھی اسی وقت مرتد ہؤا جس وقت اسود عنسی مرتد ہؤا تھا ۔ پھر خالد بن سعید اس کی طرف روانہ ہؤا اور اس نے عمرو سے جنگ کی ۔ خالد نے اس کے کندھے پر تلوار ماری اور یہ بھاگ نکلا ۔ خالد نے اس کی تلوار[1] لے لی ۔ جب عمرو نے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کی طرف سے کمک پہنچ رہی ہے تو یہ پھر مسلمان ہو گیا اور امان حاصل کیے بغیر مہاجر بن ابی امیہ کے پاس چلا گیا ۔ مہاجر نے اسے رسیوں میں جکڑ کر حضرت ابوبکرؓ [۲ : ۱۳۲] کے پاس بھیج دیا ۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس سے کہا : کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ آئے دن کبھی تو ہزیمت اٹھاتا ہے اور کبھی قید میں ہوتا ہے ، اگر تو اس دین کو مضبوط کرتا تو اللہ تعالیٰ تیرے

---

۱ ۔ مگر ابن درید کتاب الاشتقاق میں کہتا ہے کہ اس نے خود اپنی صمصامہ تلوار خالد بن سعید کو ہبہ کی تھی اور یہ اشعار کہے تھے :

خلیلٌ لَمْ أَهَبْهُ مِن قلاهُ
ولکِنّ التَّوَاهُبَ فی الکِرَام
خلیلٌ لم أخُنْهُ ولم یَخُنّی
کذلک ما خِلالِی او تِلادِی
حَبَوتُ بِهِ کریمًا من قریش
فسُرَّ بهِ و صِینَ عن اللئام

(کتاب الاشتقاق : ۷۸ - ۷۹ و روض الانف : ۱ : ۳۹)

درجات بلند کرتا ۔ عمرو نے کہا : بیشک میں قبول کرتا ہوں ، اب نہیں لوٹوں گا ، لہٰذا حضرت ابوبکرؓ نے اسے رہا کر دیا ۔ یہ اپنی قوم کی طرف واپس چلا گیا ، اور پھر جب مدینے آیا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے شام کی طرف بھیج دیا اور اس نے یرموک کی جنگ میں شرکت کی ۔ بیان ختم ہؤا ۔

یرموک میں اس نے کارہائے نمایاں انجام دیے ، اسی جنگ میں اس کی ایک آنکھ بھی جاتی رہی ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اسے عراق کی طرف روانہ کیا ۔ قادسیہ میں بھی اس نے بڑے جوہر دکھائے ۔ اسی نے اس جنگ میں ہاتھی کی سونڈ پر تلوار ماری تھی اور ایرانیوں کو شکست ہو گئی تھی ، یہی امر فتح عرب کا سبب بن گیا تھا ۔ ۲۱ھ میں وفات پائی ۔ اس کی موت کے متعلق اختلاف ہے کہ کیسے واقع ہوئی ۔ بعض کہتے ہیں کہ قادسیہ کی جنگ میں پیاس سے مرا ، بعض کہتے ہیں کہ اس جنگ میں قتل ہو گیا ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہاوند کی جنگ میں بعد فتح وفات ہوئی ۔ بعض کچھ اور بتاتے ہیں ۔ اس وقت اس کی عمر ایک سو بیس سال تھی بعض ایک سو پچاس بتاتے ہیں ، سجستانی نے معمرّین میں ان کا ذکر نہیں کیا ۔

روایت ہے کہ (ایک بار) جب یہ گھوڑے پر جا رہا تھا تو ایک شخص نے اسے دیکھا اور کہا : '' دیکھوں تو ابو ثور میں اب بھی کس قدر قوت باقی ہے ۔ چنانچہ اس نے اپنا ہاتھ عمرو کی پنڈلی اور گھوڑے کے پہلو کے درمیان ڈال دیا ۔ عمرو سمجھ گیا ۔ اس نے اپنی ٹانگ کو خوب بھینچا اور گھوڑے کو چلا دیا ۔ اس شخص نے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنا شروع کیا مگر اپنا ہاتھ نہ نکال سکا یہاں تک کہ جب بہت تکلیف محسوس ہوئی تو اس نے عمرو کو آواز دی ۔ عمرو نے کہا : بھتیجے کیا بات ہے ؟ اس نے کہا : میرا ہاتھ تمہاری پنڈلی کے نیچے ہے ۔ عمرو نے ہاتھ چھوڑ دیا اور کہا : ابھی تمہارے چچا میں قوت باقی ہے ۔

عمرو بن معدیکرب کے (کچھ) اشعار یہ ہیں :

وَلَمَّا رَأَيْتُ الخَيْلَ زُوراً كَأَنَّهَا
جَدَاوِلُ زَرْعٍ أُرْسِلَتْ فَاسْبَطَرَّتِ

جب میں نے دیکھا کہ گھوڑ سواروں کے سینے نیزے کا رخم کھانے سے ایک طرف ہٹ رہے ہیں حالانکہ دشمن نے اسے گھوڑے ہم پر چھوڑ رکھے تھے اور وہ یوں معلوم ہو رہے تھے گویا کھیتوں کی نہروں کا پانی چھوڑ رکھا ہو جو دور تک چلا گیا ہو

فَجَاشَتْ إِلَيَّ النَّفْسُ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَرُدَّتْ عَلَى مَكْرُوهِهَا فَاسْتَقَرَّتِ

چنانچہ پہلے پہل تو کلیجہ منہ کو آ گیا مگر پھر اسے ناپسند چیز یعنی جنگ کی طرف لوٹا دیا گیا اس پر جی کو قرار آ گیا

عَلَامَ تَقُولُ الرُّمْحُ يُثْقِلُ عَاتِقِي
إِذَا أَنَا لَمْ أَطْعَنْ إِذَا الخَيْلُ كَرَّتِ

تو یہ کس لیے کہہ رہا ہے کہ نیزے نے میرے کندھے کو بوجھل کر رکھا ہے درآنحالیکہ سواروں نے مڑ کر حملہ کیا ہے اور میں نے ابھی نیزے کو حرکت بھی نہیں دی

لَحَى اللهُ جَرْماً كُلَّمَا ذَرَّ شَارِقٌ
وُجُوهَ كِلَابٍ هَارَشَتْ فَازْبَأَرَّتِ

خدا جرم قبیلے کو رسوا کرتا رہے جب تک سورج طلوع ہوتا رہے ، میری مراد ان کتوں کے سے چہروں والوں سے ہے جو ایک دوسرے کے طیش میں آتے ہیں اور پھر چڑھ دوڑتے ہیں

فَلَمْ تُغْنِ جَرْمٌ نَهْدَهَا إِذْ تَلَاقَتَا
وَلَكِنَّ جَرْماً فِي اللِّقَاءِ ابْذَعَرَّتِ

جرم قبیلے نے نہد قبیلے کا کچھ نہ بگاڑا جب دونوں جنگ میں بالمقابل آئے ، بلکہ جرم تو جنگ سے بھاگ ہی گئے

ظَلَلْتُ كَأَنِّي لِلرِّمَاحِ دَرِيئَةٌ
أُقَاتِلُ عَنْ أَبْنَاءِ جَرْمٍ وَفَرَّتِ

دن بھر میری یہ حالت تھی کہ میں نیزوں کی آماجگاہ بنا ہؤا تھا ، میں جرم کے بیٹوں کی طرفداری میں لڑتا رہا تھا ، وہ تو خود بھاگ گئے تھے

فَلَوْ أَنَّ قَوْمِي أَنْطَقَتْنِي رِمَاحُهُمْ
نَطَقْتُ وَلَكِنَّ الرِّمَاحَ أَجَرَّتِ[1]

[۲ : ۱۳۳] اگر میری قوم کے نیزے (کارہائے نمایاں کرکے) مجھے بولنے کا موقع دیتے تو میں ضرور (ان کی مدح میں کچھ نہ کچھ) کہتا مگر ان کے نیزوں نے تو میری زبان ہی بند کر دی

ان اشعار کا قصہ یہ ہے جیسا کہ المفضل الطبرسی نے شرح حماسہ میں بیان کیا ہے کہ جرم اور نہد قضاعہ کے دو قبیلے تھے ، دونوں کا تعلق بنی الحٰرث بن کعب سے تھا ، چنانچہ جرم نے بنی الحٰرث کے اشراف میں سے ایک شخص[2] کو قتل کر ڈالا اور وہاں سے کوچ کرکے بنی زبید[3] کے پاس چلے گئے ۔ بنو الحٰرث گھر[4] سے نکلے اور جرم بھاگ نکلے ۔ نہانہ یہ تھا کہ وہ نہد کا خون بہا پسند نہیں کرتے ۔ اس وجہ سے بنو زُبید کو بھی شکست ہو گئی ۔ اس پر عمرو نے انھیں ملامت کرنے کی غرض

۱ ۔ ان ابیات کے لیے ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۳۶۶ مع حاشیہ از میمنی

جب عرب یہ چاہتے کہ اونٹ کا بچہ ماں کا دودھ نہ پی جائے تو اس کی زبان چیر کر اس میں ایک چھوٹی سی لکڑی ڈال دیتے جس سے وہ دودھ نہ پی سکتا تھا اسے إجْرَار کہتے ۔

۲ ۔ شرح امالی (۳۶۶) میں اس کا نام مُعَاذ بن یزید دیا ہے ۔
۳ ۔ بنو زُبید عمرو بن معدیکرب کا گھرانہ تھا ۔ (حوالہٗ مذکور)
۴ ۔ شرح الامالی میں یوں ہے : فخرجت بنو الحارث یطلبون بدمهم و معهم جیرانهم بنو نهد (حوالہٗ مذکور)

سے یہ اشعار کہے ، ازاں بعد اس نے ان پر چڑھائی کی اور ان سے بدلا لے لیا ۔

رہا اس کا زُوْرًا کہنا : تو یہ اَزْوَرُ کی جمع ہے جس کے معنی ہیں ٹیڑھے زَوْر [بالفتح] یعنی سینے والا ۔ وہ کہتا ہے : جب میں نے سواروں کو نیزہ زنی کے وقت ایک طرف جھکے ہوئے دیکھا جیسے انھوں نے اپنی سواریوں کی باگیں چھوڑ رکھی ہوں اور ہم نے (اسکر کو) اس طرح چھوڑ دیا تھا جیسے کھیتوں کی نہریں ہوں جن کا پانی چھوڑ دیا گیا ہو اور وہ دور تک پھیل گیا ہو ۔ تشبیہ صرف نہر میں پانی کے جانے کے ساتھ ہے ، نہر کے ساتھ نہیں گویا اس نے نیزہ کھانے سے انحراف کرنے میں گھوڑوں کے لمبا ہونے کو اس پانی سے تشبیہ دی ہے جو نہر میں لمبا ہو جاتا ہے ۔ وہ پیچ کھاتا ہوا اور اضطرار ہوتا ہوا دھکیلا جاتا ہے ۔ یہ نہایت عمدہ تشبیہ ہے ۔

اس کے فجاشت الخ لکھنے کا مطلب : جاشت کے معنی ہیں گھبراہٹ کی وجہ سے اوپر کو اٹھ آیا ۔ یہ اس کے بزدل ہونے کی وجہ سے نہ تھا بلکہ محض نفس کی حالت بیان کرنا مقصود ہے ۔ جنگ کے شروع ہوتے ہی جو خطرہ بزدل اور شجاع کو لاحق ہوتا ہے اس میں دونوں یکساں ہوتے ہیں مگر بعد میں دونوں کی حالت مختلف ہوتی ہے ۔ بزدل (تو بھاگ کر) اپنے قبیلے پر سوار ہو جاتا ہے اور بہادر دشمن کی مدافعت کرتا اور ثابت قدم رہتا ہے ۔

ابو عبیدہ کہتا ہے کہ عبدالملک بن مروان نے کہا : میں نے عرب کے چھ شہسوار پائے ہیں ان میں سے تین جنگ کے وقت موت سے گھبرائے مگر پھر ڈٹے رہے اور تین بالکل نہیں گھبرائے ۔

عمرو کہتا ہے :

فَجَاشَتْ إِلَيَّ النَّفْسُ أَوَّلَ مَرَّةٍ
فَرُدَّتْ عَلَى مَكْرُوهِهَا فَاسْتَقَرَّتِ

چنانچہ پہلے پہل تو کلیجہ منہ کو آ گیا مگر اسے ناپسند چیز یعنی جنگ کی طرف لوٹا دیا گیا ، پھر جی ٹھہر گیا

اور [1] ابن الاطنابہ کہتا ہے :

وَقَوْلِيْ كُلَّمَا جَشَأَتْ جَاشَتْ
مَكَانَكِ تُحْمَدِيْ أَوْ تَسْتَرِيْحِيْ

اور جب بھی میرا کلیجہ منہ کو آتا میں اس سے کہتا اپنی جگہ پر ثابت قدم رہ ، تب تیری تعریف ہوگی اور تو آرام پائے گا

[۲ : ۱۳۴] عمرہ کہتا ہے :

[2] إِنْ يَتَّقُوْنَ بِيَ الأَسِنَّةَ لَمْ أَخِمْ
عَنْهَا وَلٰكِنِّيْ تَضَايَقَ مُقْدَمِيْ

جب وہ مجھے آگے رکھ کر نیزوں سے (اپنا) بچاؤ کر رہے تھے تو میں جنگ سے پیچھے نہیں ہٹا البتہ آگے بڑھنے کی جگہ تنگ ہو چکی تھی

یہ تینوں شہسوار یہ بیان کر رہے ہیں کہ پہلے ان پر خوف طاری ہؤا ، پھر آگے بڑھے ۔

عامر بن الطفیل کہتا ہے :

[3] أَقُوْلُ لِنَفْسٍ مَا أُرِيْدُ بَقَاءَهَا
أَقِيْلِيْ المَرَاحِ إِنِّيْ غَيْرُ مُدْبِرِ (؟)

میں اپنے نفس کو جس کی بقا میں نہیں چاہتا کہتا ہوں نار و انداز مت دکھا اب میں پیٹھ تو کسی حال میں بھی نہیں دکھانے کا

---

۱ - ابن الاطنابہ کا نام عامر اور بقول بعض عمرو بن زید مناۃ بن مالک بن الاعرالخزرجی ہے ۔ جاہلی شاعر اور شہسوار ہے ۔ اطنابہ اس کی والدہ کا نام ہے ۔ (شرح امالی : ۵۷۵ اور اشتقاق : ۴۵۳)

۲ - یہ اس کے معلقہ کا شعر ہے اور وہاں إِنْ کی جگہ إِذْ درج ہے اور وہی درست ہے ۔

۳ - یہ شعر بلوغ الارب میں المراحم ہے ، بہجہ اثری اسے درست نہیں کر سکے اسی لیے علامت سوال لگا دی گئی ہے ، شرح الامالی میں یہ شعر درست درج ہے (صفحہ : ۳۴۴)

أَقُوْلُ لِنَفْسٍ لَا يُجَادُ بِمِثْلِهَا
أَقِلِّيْ الشُّكُوْكَ إِنَّنِيْ غَيْرُ مُدْبِرِ

[1]قیس بن الخطیم کہتا ہے :

وَإِنِّيَ فِي الحَرْبِ الضَّرُوسِ مُوَكَّلٌ
بِإِقْدَامِ نَفْسٍ مَا أُرِيدُ بَقَاءَهَا

میں سخت گھمسان کی جنگ میں اپنے نفس کو جسے میں زندہ رکھنا نہیں چاہتا آگے بڑھنے پر لگانے پر رکھتا ہوں

[2]عباس بن مرداس السلمی کہتا ہے :

أَشُدُّ عَلَى الكَتِيبَةِ لَا أُبَالِي
أَحَتْفِي كَانَ فِيهَا أَمْ سِوَاهَا

میں اس بات سے بے پروا ہو کر فوج پر حملہ کر دیتا ہوں کہ آیا میری موت اسی میں واقع ہوگی یا کسی اور جنگ میں

ان بیتوں نے یہ بتایا ہے کہ وہ بالکل نہیں گھبراتے۔

ان شعروں کی تشریح لمبی ہے ہو سکتا ہے کہ (اگر یہاں یہ تشریح کر دی جائے تو) اسے بے کار سمجھا جائے۔

اور ان میں سے ایک۔

درید[3] بن الصمه

ہے۔ ابو بکر[4] بن دُرَید نے ابو عبیدہ سے روایت کی ہے کہ درید

---

۱ - قیس بن الخطیم اصلی نام ثابت بن عدی بن عمرو ہے مخضرم ہے مدینہ میں رہا مگر ایمان نہیں لایا۔

۲ - عباس بن مرداس صحابی ہیں اور مؤلفه القلوب میں سے تھے۔

۳ - درید بن الصمہ : درید بن الصمه الجشمی یہ بنی جشم بن بکر بن ہوازن میں سے تھا اس نے حنین کی جنگ میں مشرکوں کی مدد کی۔ اس وقت اس کی عمر ایک سو ساٹھ سال تھی اور بقول لیث ایک سو بیس سال۔ اس کی کنیت ابوقرۃ تھی۔ اس نے خنساء سے شادی کرنی چاہی تھی مگر خنساء نے نہیں مانا تھا (سہیلی : ۲ : ۲۸۷ اور شرح امالی : ۳۹ ، ۱۶۱م اور اشتقاق : ۲۹۲)۔

۴ - اس واقعہ کے لیے ملاحظہ ہو امالی قالی : ۲ : ۲۷۱ - ۲۷۲

بن الصمہ بنی جُشم کے کچھ سوار ساتھ لے کر نکلا یہاں تک کہ بنی کنانہ کی ایک وادی میں پہنچے جسے الأخرم کہتے ہیں ان کا ارادہ بنی کنانہ پر چھاپہ مارنے کا تھا ۔ مگر اس وقت وادی کی ایک طرف انھیں ایک شخص دکھائی دیا جس کے ساتھ اس کی بیوی تھی ، جب دُرَید نے اسے دیکھا تو اپنے ایک سوار سے کہا : اُسے للکار اور کہہ : بیوی کو چھوڑ جا اور اپنی جان بچا کر لے جا ۔ ان لوگ اسے جانتے نہ تھے ، یہ سوار اس شخص کے پاس جا پہنچا للکارا ، اور بالاصرار للکارا ، [۱۳۵:۲] جب اس نے دیکھا کہ یہ باز نہیں آ رہا تو اس نے سواری کی مہار ہاتھ سے چھوڑ دی اور بیوی سے کہا :

سِيرِي عَلَى رِسْلِكِ سَيْرَ الآمِنِ
سَيْرَ رَدَاحٍ ذَاتِ جَأْسٍ سَاكِنِ

بے خوف شخص کی طرح مزے سے چلتی جا ۔ جس طرح کوئی موٹے .. والی پُر سکون دل کے ساتھ جاتی ہے

إِنَّ انْثِنَائِي دُونَ قِرْنِي شَائِنِي
الْدِي بَلائِي وَاخْبُرِي وَعَايِنِي

اپنے حریف کے سامنے سے ہٹ جانا مجھے عیب لگا دے گا میری مصیبت کو آزما ، تجربہ کر اور دیکھتی جا

اس کے بعد اس شخص نے سوار پر حملہ کر کے اسے پچھاڑ دیا اور اس کا گھوڑا لے کر بیوی کو دے دیا ، پھر درید نے ایک اور سوار کو بھیجا کہ دیکھے اس کے ساتھی کا کیا حشر ہوا ۔ جب وہ سوار اس کے پاس پہنچا اور اسے زمین پر پڑا ہوا دیکھا تو اس نے اسے آواز دی مگر اس نے یوں ظاہر کیا جیسے اس نے سنا ہی نہیں ۔ اس نے خیال کیا کہ اس نے سنا نہیں لہذا وہ اس کے پاس چلا آیا ۔ اس پر اس نے سواری کی مہار عورت کے حوالے کر دی اور یہ کہتے ہوئے سوار کی طرف لوٹا :

خَلِّ سَبِيلَ الْحُرَّةِ الْمَنِيعَهْ
إِنَّكَ لاقٍ دُونَهَا رَبِيعَهْ

سریف زادی اور محفوظ عورت کا راستہ چھوڑ دے بحھے اس تک پہنچنے سے پہلے ربیعہ کا سامنا کرنا ہوگا

فِیْ كَفِّهِ خَطِّيَّةٌ مُطِيعَةٌ
أَوْلاً وَجَدْتَهَا طَعْنَةٌ سَرِيعَةٌ

اس کے ہاتھ میں اطاعت گزار حطی نیزہ ہے اگر ایسا نہیں کرتا تو یہ لو کس سرعت سے نیزہ آیا

فَالطَّعْنُ مِنِّي فِي الْوَغَى شَرِيعَةٌ
جنگ میں نیزہ سے وار کرنا میرا مذہب ہے

اس کے بعد اس پر[1] حملہ کر کے اسے بھی زمین پر مار گرایا ، جب اس نے درید (کے پاس واپس جانے میں) دیر کر دی تو اس نے تیسرا سوار بھیجا کہ وہ دیکھے ان پر کیا گزری ۔ جب وہ ان دونوں کے پاس پہنچا تو انھیں زمین پر پڑا ہؤا پایا اور اسے دیکھا تو وہ عورت کو کھینچتا اور نیزے گھسیٹتا ہؤا جا رہا ہے ، اس نے اس سے کہا عورت کو چھوڑ دے ۔ اس نے بیوی سے کہا " تو تو اپنے گھر کو جا " اور خود اس کی طرف یہ کہتا ہؤا متوجہ ہؤا :

مَاذَا تُرِيدُ مِنْ شَتِيمٍ[2] عَابِسِ
أَلَمْ تَرَ الْفَارِسَ بَعْدَ الْفَارِسِ

تو ترش رو منظر والے ترش رو انسان سے کیا چاہتا ہے کیا تو نے یکے بعد دیگرے ان سواروں کا حشر نہیں دیکھا

أَرْدَاهُمَا عَامِلُ رُمْحٍ يَابِسِ

ان دونوں کو خشک نیزے کے پھل نے ہلاک کیا ہے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں حَمَلَ چھپا ہے اسے حَمَلَ علیہ پڑھیں جیسے کہ امالی میں ہے ۔

۲ ۔ لسان العرب میں ہے الشَّتِيمُ : الكَرِيهُ الوجه ۔

اس کے بعد اس نے اس سوار پر حملہ کیا اور اسے بھی زمین پر مار گرایا ، اور اس کا نیزہ ٹوٹ گیا ۔ دُرید کو شک گزرا اور خیال کیا کہ انھوں نے اس شخص کو قتل کر کے عورت کو گرفتار کر لیا ہے چنانچہ وہ خود ربیعہ سے جا ملا درآنحالیکہ وہ قبیلے کے قریب پہنچ چکا تھا اور دیکھا کہ اس کے ساتھی قتل ہو چکے ہیں ۔ یہ جان کر اس نے کہا : اے شخص تمھارے جیسے کو تو قتل نہیں کیا جائے گا ، میں دیکھ رہا ہوں کہ تمھارے پاس نیزہ بھی نہیں ہے اور گھوڑ سوار اپنے ساتھیوں کی وجہ سے حوس میں ہیں ۔ یہ نیزہ لے لو میں اپنے ساتھیوں کے پاس واپس جاتا ہوں اور انھیں تمھاری طرف آنے سے روکتا ہوں یہ کہ کر درید واپس چلا گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا : بیوی والے سوار نے بیوی کو بچا لیا ہے ، اس نے تمھارے ساتھیوں کو قتل کر دیا ہے[۲:۱۳۶] اور مجھ سے نیزہ چھین لیا ہے، تم اس کا خیال چھوڑ دو اور واپس چلے جاؤ ، چنانچہ وہ واپس چلے گئے ۔ اس واقعہ کے متعلق درید کہتا ہے :

مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلاَ سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ
حَامِي الظَّعِينَةِ فَارِساً لَمْ يُقْتَلِ

میں نے اس جیسے بیوی کو بچانے والے سوار کو نہ دیکھا نہ ایسا سنا جسے قتل نہ کیا گیا ہو ۔

أَرْدَى فَوَارِسَ لَمْ يَكُونُوا نُهْزَةً
ثُمَّ اسْتَمَرَّ كَأَنَّهُ لَمْ يَفْعَلِ

اس نے ان سواروں کو ہلاک کر دیا جو کسی سے مار کھانے والے نہ تھے ۔ پھر پہلے کی طرح روانہ ہو گیا یوں گویا اس نے کوئی بات ہی نہیں کی

مُتَهَلِّلاً تَبْدُو أَسِرَّةُ وَجْهِهِ
مِثْلَ الْحُسَامِ جَلَتْهُ كَفُّ الصَّيْقَلِ

اس کا چہرہ چمکدار تھا اور چہرے کے نقوش اس تلوار کی طرح دکھائی دیتے تھے جسے صیقل کرنے والے کے ہاتھ نے چمکا دیا ہو

یُزْجِیْ ظَعِیْنَتَہٗ وَیَسْحَبُ ذَیْلَہٗ
مُتَوَجِّھًا یُمْنَاہُ[۱] نَحْوَ الْمَنْزِلِ

وہ اپنی بیوی کو ہانک رہا تھا اور دامن گھسیٹ رہا تھا اور وہ خوش بختی اور کامرانی سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا

وَتَرَی الْفَوَارِسَ مِنْ مَخَافَۃِ رُمْحِہٖ
مِثْلَ الْبُغَاثِ خَشِیْنَ وَقْعَ الْاَجْدَلِ

تو سواروں کو اس کے نیزے کے ڈر سے ان کمزور پرندوں کی طرح دیکھے گا جو سکرے کے حملے سے ڈر رہے ہوں

یَالَیْتَ شِعْرِیْ مَنْ اَبُوْہُ وَاُمُّہٗ
یَاصَاحِ مَنْ یَکُ مِثْلَہٗ لَمْ[۲] یُجْھَلِ

کاش مجھے معلوم ہو کہ اس کے والدین کون ہیں یارو اس جیسا شخص غیر معروف نہیں ہو سکتا

تو ربیعہ نے کہا :

اِنْ کَانَ یَنْفَعُکَ الْیَقِیْنُ فَسَائِلِیْ
عَنِّیْ الظَّعِیْنَۃَ یَوْمَ وَادِی الْاَخْرَمِ

---

۱ - ابو عبید البکری شرح الامالی (صفحہ ۹۱۲) میں لکھتے ہیں کہ یمْنَا کی بجائے ایک روایت میں یمُنَاہ آیا ہے ۔ اس روایت کے مطابق معنی واضح ہیں یمُنَاہ کی روایت ہونے کی صورت میں یہ لفظ یُمْن سے لیا گیا ہے محاورہ ہے تَوَجَّہَ فلان یَمِیْنَہٗ و یمُنَاہ ای تَوَجَّہ ظافراً مَیْمُوناً و ضِدُّہ تَوَجَّہَ فُلان شِمَالَہٗ ای علی اَمْرٍ مشئُوم ۔

۲ - امالی میں لم یُجْھَلِ کی بجائے لا یُجْھَلِ دیا ہے ۔

اگر تیرے لیے یقین سود مند ہو سکتا ہے تو تُو میرے متعلق میری بیوی سے پوچھ کہ وادی احرم کے دن کیا واقعہ گزرا تھا

إذْهِيَ لَا وَّلِ مَنْ أَتَا هَانُهِنَّةٌ
لَوْلَا طِعَانُ رَبِيعَةَ بْنِ مُكَدَّمِ

اگر ربیعہ بن مکدم کی نیزہ زنی نہ ہوتی تو وہ پہلے آنے والے کے لیے ہی مال غنیمت بن جاتی

إذْ قَالَ لِي أَدْنَى الفَوَارِسِ مِيتَةً
خَلِّ الظَّعِينَةَ طَائِعًا لَا تَنْدَمِ

جب قریب ترین مرنے والے سوار نے مجھ سے کہا تھا : رضامندی سے عورت کو چھوڑ دے اور نادم نہ ہو

فَصَرَفْتُ رَاحِلَةَ الظَّعِينَةِ نَحْوَهُ
عَمْدًا لِيَعْلَمَ بَعْضَ مَا لَمْ يَعْلَمِ

میں نے عورت کی سواری کو اس کی طرف ارادتاً پھیر دیا تاکہ اسے کسی قدر ان باتوں کا پتا چل جائے جن کا اسے علم نہ تھا

وهَتَكْتُ بِالرُّمْحِ الطَّوِيلِ إِهَابَهُ
فَهَوَى صَرِيعًا لِلْيَدَيْنِ وَلِلْفَمِ

میں نے لمبے نیزے کے ساتھ اس (سوار) کی کھال کو پھاڑ ڈالا اور وہ ہاتھ اور منہ کے بل گر پڑا۔

وَمَنَحْتُ آخَرَ بَعْدَهُ جَيَّاشَةً
نَجْلَاءَ فَاغِرَةً كَشِدْقِ الأَضْجَمِ

اس کے بعد ایک اور سوار کو میں نے ایسا جوش مارنے والا وسیع اور کھلے منہ والا زخم لگایا جو ٹیڑھے منہ والے کی باچھ کی طرح کھلا تھا

وَلَقَدْ شَفَعْتُهُمَا بِآخَرَ ثَالِثٍ
وَأَبَى الفِرَارَ لِیَ الغَدَاةَ تَكَرُّمِی

میں نے ایک اور یعنی تیسرے کو بھی ان کے ساتھ ملا دیا اس دن میری سرافت نے مجھے بھاگنے سے منع کر دیا ،

ابھی چند ہی روز گزرے تھے کہ بنو کنانہ نے جُشم پر حھاپہ مارا کچھ لوگ قتل کیے اور درید بن الصمۃ کو گرفتار کر لیا ۔ درید نے اپنےآپکو ظاہر نہ کیا [۲:۱۳۷] ابھی وہ ان کی قید ہی میں تھا کہ کچھ عورتیں ٹہلتی ہوئی اس کی طرف آئیں ۔ ایک نے چیخ مار کر کہا : تم (خود بھی) ہلاک ہو گئے اور (ہمیں بھی) ہلاک کر دیا ۔ ہماری قوم نے ہم پر کیا ستم کیا ۔ یہ تو اللہ کی قسم وہی شخص ہے جس نے " ظعینہ کے دن " اپنا نیزہ ربیعہ کو دیا تھا ۔ یہ کہا اور اس نے اپنا کپڑا اس پر ڈال دیا اور کہا اے قوم فراس : میں نے اسے اپنی پناہ میں لے لیا ہے ۔ " وادی کے دن " یہی تو ہم سے " مہربانی کرنے والا " شخص تھا ۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ تم کون ہو تو اس نے بتایا کہ میں درید بن الصمۃ ہوں ۔ پھر اس نے پوچھا : میرا وہ رفیق کون تھا ؟ انھوں[1] نے کہا : ربیعہ بن مکدم ۔ اس نے پھر پوچھا : اس کا کیا حال ہے انھوں[2] نے کہا : اسے بنو سلیم[2] نے قتل کر دیا ہے ۔ اس نے پھر پوچھا : وہ عورت کہاں ہے ؟ عورت نے کہا : وہ میں ہوں ، میں ہی اس کی بیوی ہوں ۔ قوم نے درید کو روکے رکھا اور باہم[3] مشورہ کیا ۔ کچھ لوگوں نے کہا : یہ مناسب نہیں کہ جو احسان درید نے ہمارے آدمی پر کیا ہے ہم اس کی ناشکر گزاری کریں ۔ دوسروں نے کہا : اللہ کی قسم جب تک

۱ - بلوغ الارب میں " قال " درج ہے اسے " قالوا " پڑھو ۔
۲ - ربیعہ کو نبیشہ بن حبیب نے قتل کیا تھا (کتاب الاشتقاق : ۳۱۱) ۔
۳ - بلوغ الارب میں أمروا ہے اسے امروا پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔

مُخارق جس نے اسے گرفتار کیا ہے راضی نہ ہوگا یہ ہمارے ہاتھوں سے نکل کر نہیں جائے گا ۔ جیذل الطعان کی بیٹی ربطہ راتوں رات اٹھی اور اس نے یہ اشعار کہے :

سَنَجْزِی دُرَیْداً عن رَبِیْعَۃَ نِعمَۃً
وَکُلُّ امرِیءٍ تُجزَی بِمَا کَانَ قَدَّمَا

ہم ربیعہ کی طرف سے درید کے احسان کا بدلہ دیں گے ہر انسان کو اسی کا بدلہ ملتا ہے جو کچھ وہ پہلے کر چکا ہوتا ہے

فَاِنْ کَانَ خَیراً کَانَ خَیراً جَزَاؤُہُ
وَاِنْ کَانَ شَرّاً کَانَ شَرّاً مُذَمَّمَا

اگر اس کا عمل اچھا ہوگا دو اس کی جزاء بھی اچھی ہوگی اور اگر برا ہوگا تو اس کی جزا بھی بری اور قابل مذمت ہوگی

سَنَجْزِیْہِ نُعْمَی لَم تَکُنْ بِصَغِیرَۃٍ
بِاِعطَائِہِ الرُّمْحَ الطَّوِیْلَ المُقَوَّمَا

ہم درید کے احسان کا بدلہ دیں گے ، لمبے سیدھے کیے ہوئے نیزے کا عطا کرنا کوئی معمولی احسان نہ تھا

فَقَدْ اَدرَکَتْ کَفَّاہُ فِیْنَا جَزَاءَہُ
وَاَھْلٌ بِاَنْ یُجزَی الَّذِی کَانَ اَنْعَمَا

اسے اس کے کیے کا بدلہ مل گیا ہے اور وہ اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے احسان کا بدلہ اسے دیا جائے

فَلَا تَکفُرُوْہُ حَقَّ نُعماہُ[1] فِیکُمُ
وَلَا تَرکَبُوْا تِلکَ الَّتِی تَمْلَاُ الفَمَا

اس کے احسان کے حق کا انکار نہ کرو اور ایسی بات کا ارتکاب نہ

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں نعماء ہے اسے نُعمَاہُ پڑھیں جیسا کہ امالی میں ہے ۔

کرو جس سے منہ بھر جائے

فَلَو كَانَ حَيًّا لَمْ يَضِقْ بِثَوَابِهِ
ذِرَاعاً غَنِيّاً كَانَ أَوْ كَانَ مُعْدِمَا

اگر (ربیعہ) خود زندہ ہوتا تو وہ اسے جزا دینے کے معاملے میں تنگ دل ثابت نہ ہوتا خواہ وہ مالدار ہوتا خواہ مفلس

فَفُكُّوا دُرَيْداً مِنْ إِسَارِ مُخَارِقٍ
وَلَا تَجْعَلُوا الْبُؤْسَى إِلَى الشَّرِّ سُلَّمَا

درید کومخارق کی قید سے چھڑاؤ اور دکھ دینے کو جنگ کی سیڑھی نہ بناؤ

صبح ہوتے ہی جب انھوں نے درید کو رہا کر دیا تو اُس عورت نے اسے کپڑے پہننے کو دیے ، دیگر سامان بھی دیا اور وہ اپنی قوم کے پاس چلا گیا اور پھر مرتے دم تک اس نے اپنی قوم کو بنی فراس پر چڑھائی کرنے سے روکے رکھا ۔

اور ان میں سے ایک

زیدُ[1] الفوارس

ہے ۔ یہ حصین بن ضرار الضبی کا بیٹا تھا اور جاہلی زمانے کا شخص ہے ۔ آمدی نے المؤتلف و المختلف میں اس کا ذکر کیا ہے مگر نہ تو اس کا نسب درج کیا ہے اور نہ اس کے اشعار پیش کیے ہیں ۔ جمہرة ابن الکلبی

---

۱ ۔ اسے عبدالعُزّی کے دو بیٹوں نے جن کا نام عمر اور ابو عمرو تھا اور جو مِسْلَتَّان کے نام سے مشہور ہیں قتل کیا تھا ۔ (الاشتقاق : ۳۵۳) یہ جبل الأشرار میں دفن ہؤا ۔ شاعر کہتا ہے :

لَقَدْ تَرَكَ السَّعْدَانِ حَزْماً وَنَائِلاً
لَدَى جَبَلِ الأَشْرَارِ زَيْدَ الفَوَارِسِ

(الاشتقاق : ۲۳)

میں اس کا نسب نامہ اس طرح منقول ہے ، زید الفوارس بن حصین بن ضرار بن عمرو بن مالک بن زید بن کعب بن بجالہ بن ذھل بن مالک بن بکر بن سعد بن ضبہ بن أد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان ۔

یہ مشہور ترین شہسواروں میں سے تھا ، مدت دراز تک قوم کا رئیس رہا ، اس نے قرنتین کی جنگ میں شرکت کی ، اس وقت اس کے ساتھ اس کے اٹھارہ بیٹے بھی لڑ رہے تھے اور ان کا سردار خود زید [۲ : ۱۳۸] الفوارس تھا ۔ اسی بنا پر اسے زید الفوارس کہا گیا ہے ۔ اسی کے یہ اشعار ہیں :

وَلَبِهْتِ إِنْ لَمْ تَسْأَلِي أَيُّ امْرِئٍ
بِلِوَى الْعَقِيقَةِ إِذْ رِجَالُكِ غُيَّبُ

خدا کرے تو حیران و پریشان ہو جائے اگر تو یہ دریافت نہ کرے کہ لوی نقعہ کے مقام پر وہ کونسا شخص تھا درآنحالیکہ تیرے گھرانے کے لوگ موجود نہ تھے

إِذْ جَاءَ يَوْمٌ ضَوْؤُهُ كَظَلَامِهِ
بَادِي الْكَوَاكِبِ مُقْمَطِرٌّ أَشْهَبُ

جب ایسا دن آیا تھا جس کی روشنی اور تاریکی یکساں تھی ، ستارے ظاہر ہو چکے تھے اور یہ دن ترش رو اور سختی کا دن تھا

عَوْذٌ وَ بُهْثَةُ حَاشِدُونَ عَلَيْهِمُ
حَلَقُ الْحَدِيدِ مُضَاعَفًا يَتَلَهَّبُ

عوذ اور بہثہ قبائل جمع ہو چکے تھے اور انھوں نے دوہری اور شعلہ زن زرہیں پہن رکھی تھیں

وَأَتَوْا تَكُشُّهُمُ الرِّمَاحُ كَأَنَّهُمْ
أَثْلٌ جَأَفَتْ أُصُولَهُ أَوْ أَثْأَبُ

وہ دم دبا کر بھاگے ۔ نیزے انھیں منہ کے بل گرا رہے تھے اور وہ
یوں معلوم ہو رہے تھے کہ وہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینکے ہوئے حھاؤ
یا اثاب کی قسم کے درخت ہیں

لَوْعُدْوَةٌ حَتّٰی أغَاثَ شَرِیْدَھُمْ[۱]
جَوُّالعَشَاوَةِ فَالعُیُونُ فَزُنْقُبُ

(اور وہ کہہ رہے تھے) کاش کوئی دور کی جگہ ہوتی (جہاں ہم پناہ
لے سکتے) تاآنکہ جوالعشاوہ ، عیون اور زنقب نے ان کے بھاگے ہوئے
لوگوں کو پناہ دی

فَتَرَکْتُ زُرّاً فِی الغُبَارِ کَأَنَّهُ
یَشْقِیقَتِیْ فَدَسِیَّدٍ[۲] مُتَلَبِّبُ

میں نے زُر کو غبار میں حھوڑا تو وہ یوں معلوم ہو رہا تھا گویا اس
نے قدم کے رنگین کپڑے اپنے گرد لپیٹ لیے ہیں

ابو محمد الاعرابی کہتا ہے کہ ان اشعار کے کہنے کا سبب یہ ہوا کہ
بنی عوذ بن غالب بن قطیعہ بن عبس میں سے زُر بن ثعلبہ نامی ایک شخص
نے بنی عبس اور عبداللہ بن غطفان کے کچھ لوگوں کے ہمراہ غارت ڈالی ،
اور بنی بکر بن سعد بن ضبہ کے کچھ جانور ہانک کر لے گئے ۔ انھیں
کمک پہنچ گئی ، زید الفوارس ان کا اس دن سے سردار تھا ، چنانچہ
انھوں نے راتوں رات نقعہ کے مقام پر انھیں جا پکڑا اور بنی مخزوم میں
سے زر اور الحند بن بیجان کو اور بنی عبداللہ بن غطفان میں سے ابن ازم

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عُدْوہ عین معجمہ کے ساتھ ہے میں نے عین مہملہ
کے ساتھ پڑھ کر ترجمہ کیا ہے ۔ جو العشاوہ ، عیون ، اور زنقب
جگہوں کے نام ہیں ۔ درحقیقت جس صورت میں یہ شعر درج ہے میں
اسے نہیں سمجھ سکا اور نہ ہی اس کی تصحیح کر سکا ہوں

۲ ۔ قدم یمن میں ایک جگہ کا نام ہے جہاں کے رنگیں کپڑے مشہور
ہیں چنانچہ ثیاب قدمیّہ بولا جاتا ہے ۔

کو قتل کر ڈالا ۔ اسی واقعہ کے متعلق زید الفوارس نے یہ اشعار کہے ۔
اور ان میں سے ایک

آمیہ بن حرثان الکنانی

ہے ۔ اس کا سلسلہ نسب مُضر تک جاتا ہے ۔ یہ اپنی قوم کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھا ۔ اس نے کئی ایک جنگیں لڑیں جن کی یاد لوگوں میں باقی اور چرچا عام ہے ۔ اس کے بیٹے کلاب بن امیہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا ، پھر اس نے اور اس کے باپ دونوں نے اسلام قبول کر لیا ۔ اس کے بعد یہ ہجرت کرکے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہؤا ۔ مصنف کتاب الاغانی نے اپنی سند سے جو الزھری تک جاتی ہے عروہ بن الزبیر سے روایت کی ہے ۔ وہ کہتے ہیں :

[۲ : ۱۳۹] کلاب بن امیہ بن الاسکر حضرت عمر بن الخطاب کی خلافت کے زمانے میں ہجرت کرکے مدینہ چلا آیا اور مدت تک وہیں قیام پذیر رہا ، اس کے بعد ایک دن اس کی ملاقات طلحہ بن عبیداللہ اور الزبیر بن العوام سے ہوئی تو اس نے ان سے دریافت کیا کہ اسلام میں کونسا عمل افضل ترین سمجھا جاتا ہے ؟ دونوں نے جواب میں کہا : جہاد ۔ اس پر انھوں نے حضرت عمرؓ سے درخواست کی تو انھوں نے اسے ایک فوج دے کر جنگ کے لیے روانہ کر دیا ۔ اس وقت اس کا باپ بوڑھا اور ضعیف ہو چکا تھا ۔ جب کلاب طویل عرصہ تک (امیہ کی نگاہوں سے) غائب رہا تو امیہ نے یہ اشعار کہے :

لِمَنْ شَیْخَانِ قَدْ نَشَدَا[1] کِلاَبَا
کِتَابَ اللهِ لَوْ قَبِلَ[2] الکِتَابَا

---

۱ - اصابہ (۳ : ۲۸۷) میں پہلے ایک جگہ کلاب کے حالات میں قد شدوا چھپا پھر (۱ : ۷۸) میں امیہ بن الاسکر کے حالات میں درست لکھا ہے ۔

۲ - اصابہ (۱ : ۷۸) میں لو قل چھپا ہے وہ غلط ہے ۔

یہ دو بوڑھے (والدین) کس کے ہیں جنھوں نے کلاب کو کتاب اللہ کا واسطہ دے کر (واپس آنے کی) درخواست کی ہے اگر وہ کتاب اللہ کو قبول کر لے

أُنَادِيهِ فَيُعْرِضُ[1] فِي إِبَاءٍ
[2]فَلَا وَأَبِي كِلَابٍ مَا أَصَابَا

میں اسے بلاتا ہوں مگر وہ انکار کرتے ہوئے مجھ سے اعراض کرتا ہے - اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے میری جان کی قسم وہ راستی پر نہیں ہے

إِذَا سَجَعَتْ حَمَامَةُ بَطْنِ وَجٍّ
[3]عَلَى بَيْضَاتِهِمَا دَعَوَا كِلَابَا

جب بطن وج کی کبوتری اپنے انڈوں پر بیٹھ کر غٹغٹاتی ہے تو وہ دونوں کلاب کو پکارتے ہیں

أَتَاهُ مُهَاجِرَانِ تَكَنَّفَاهُ
فَفَارَقَ شَيْخَهُ خَطِئًا وَخَابَا

اس کے پاس دو مہاجر آئے جنھوں نے اسے گھیرے میں لے کر

---

۱ - ذیل الامالی اور اصابہ میں فیعرض فی اباء کی جگہ وَ وَلَّانِي قَفَاهُ درج ہے -

۲ - یہاں پر " لا " اسی قسم کا ہے جس قسم کا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ میں اور جس قسم کا امرؤ القیس کے اس شعر میں ہے :

فَلَا وَأَبِيكِ ابْنَةَ الْعَامِرِ
يِّ لَا يَدَّعِي الْقَوْمُ أَنِّي أَفِرْ

اصابہ میں پہلا مصرع یوں ہے : أَبِرًّا بَعْدَ ضَيْعَةِ وَالِدَيْهِ

۳ - بلوغ الارب میں " الی " ہے - تصحیح از روئے اسد الغابہ اور ذیل الامالی کی گئی ہے -

(پھانس لیا) اور اس نے اپنے بوڑھے باپ کو چھوڑ دیا اور دونوں نے
عاطی کی ، دونوں ہارے

تَرَكْتَ أَبَاكَ مُرْعِشَةً يَدَاهُ
وَأُمَّكَ لاَ تُسِيغُ لَهَا شَرَابَا

(اے کلاب) تو نے اپنے باپ کو ایسی حالت میں چھوڑا کہ اس کے
دونوں ہاتھوں میں رعشہ تھا اور تمھاری والدہ کی یہ حالت تھی کہ
وہ پانی بھی نہ پی سکتی تھی

تُمَسِّحُ مُهْرَهُ شَفَقاً عَلَيْهِ
وَتَجْنُبُهُ أَبَاعِرَهَا الصِّعَابَا

(اس کی والدہ) اس پر شفقت کرتے ہوئے اس کی گھوڑی پر ہاتھ
پھیرتی اور اسے اکھڑ اور غیر سدھائے ہوئے اونٹوں سے اسے دور رکھتی

فَإِنَّكَ وَالْتِمَاسُ الأَجْرِ بَعْدِي
لَبَاغِي الْمَاءِ يَتَّبِعُ السَّرَابَا

مجھے (اس حالت میں چھوڑ جانے کے) بعد تمھارا اللہ کے ہاں اجر
چاہنا ایسا ہے جیسے کوئی سراب کے پیچھے چل رہا ہو اور پانی
تلاش کر رہا ہو

اس کے اشعار حضرت عمرؓ کے پاس پہنچے مگر آپ نے کلاب کو
واپس نہ بھیجا ۔ امیہ (غم کے مارے) عقل و حواس[۳] کھو بیٹھا ۔ اس کے

---

۱ ۔ اصابہ اور ذیل الامالی دونوں میں " ما " ہے ۔
۲ ۔ بلوغ الارب میں یہ شعر اسی طرح ہے مگر ذیل الامالی میں یوں ہے :

نُنَفِّضُ مَهْدَهُ شَفَقاً عَلَيْهِ
وَتَجْنُبُهُ أَبَاعِرَنَا الصِّعَابَا

۳ ۔ بلوغ الارب میں فاهتر راء معجمہ کے ساتھ چھپا ہے اسے فَاهْتَرَ راء
مہملہ کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ اصابہ میں ہے ۔

بعد امیہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جبکہ وہ مسجد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تشریف فرما تھے اور مہاجرین و انصار ان کے گرد بیٹھے تھے ۔ اس نے وہیں کھڑے ہو کر یہ اشعار کہنے شروع کر دیے

أعَاذِلَ قَدْ عَذَلْتِ بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَمَا تَدْرِيْنَ عَاذِلَ مَا أُلَاقِي[1]

اے ملامت کرنے والی تو نے مجھے ملامت کی ہے حالانکہ تجھے حالات کا پتا ہی نہیں ہے ، اے ملامت کرنے والی تجھے کیا معلوم کہ میں کس مصیبت میں مبتلا ہوں

فَإِمَّا كُنْتِ عَاذِلَتِي فَرُدِّي
كِلَابًا إِذْ تَوَجَّهَ لِلْعِرَاقِ

اگر تجھے ملامت ہی کرنا ہے تو میرے بیٹے کعب کو جو عراق کو (جہاد کے لیے گیا ہے) واپس بھیج دے

وَلَمْ أَقْضِ اللُّبَانَةَ مِنْ كِلَابٍ
غَدَاةَ غَدٍ وَ آذَنَ بِالْفِرَاقِ

میں نے کلاب سے ابھی اپنی آرزو حاصل نہ کی تھی ، کہ دوسرے دن صبح کو ہی اس نے جدائی کی مجھے خبر دی

فَتَى الْفِتْيَانِ فِي عُسْرٍ وَيُسْرٍ
شَدِيْدُ الرُّكْنِ فِي يَوْمِ التَّلَاقِي

وہ تنگی اور فراخی دونوں حالتوں میں " سخیوں " کا سخی تھا اور جنگ کے دن مضبوط رکن والا تھا

فَلَا وَ أَبِيْكَ مَا بَالَيْتَ وَجْدِي
وَلَا شَغَفِي عَلَيْكَ وَلَا اشْتِيَاقِي

---

۱ ۔ اصابہ میں دوسرا مصرع یوں ہے : وما يدريك ويحك ما ألاقي

معاملہ یوں نہیں - اپنی جان کی قسم تو نے تو میرے غم ، میری محبت اور اشتیاق کی ذرا پروا نہیں کی

وَإِبْقَائِي عَلَيْكَ إِذَا شَتَوْنَا
وَضَمِّكَ تَحْتَ نَحْرِي وَاعْتِنَاقِي

[۲ : ۱۴۰] (تو نے اس بات کی بھی پروا نہیں کی) کہ جب قحط سالی کے عالم میں میں تجھ پر کس قدر مہربان ہوتا تھا اور تجھے کس طرح چھاتی اور گلے سے لگاتا

فَلَوْ فَلَقَ الفُؤَادَ سَدِيدُ وَجْدٍ
لَهَمَّ سَوَادُ قَلْبِي بِانْفِلَاقِ

اگر سخت غم دل کو پھاڑ سکتا تو میرا سویداء قلب بھی پھٹ جانے کو تیار ہوتا

سَأَسْتَعْدِي عَلَى الفَارُوقِ رَبًّا
لَهُ دَفَعَ[۱] الحَجِيجُ إِلَى بُسَاقِ

میں فاروق کے خلاف اس رب سے فریاد کروں گا جس کی خاطر حاجی بُساق تک جاتے ہیں

وَأَدْعُو اللهَ مُجْتَهِداً عَلَيْهِ
بِبَطْنِ الأَخْشَبَيْنِ إِلَى دُقَاقِ

اور ابو قبیس اور احمر پہاڑ سے لے کر وادی دقاق (تک کے علاقے) میں کھڑے ہو کر بڑے زور سے اس کے خلاف اللہ کو پکاروں گا

إِنِ الفَارُوقُ لَمْ يَرْدُدْ كِلَاباً
إِلَى شَيْخَيْنِ هَا[۲]مَهُمَا زَوَاقِي

---

۱ - بلوغ الارب میں رفع راء مہملہ کے ساتھ ہے - تصحیح شرح ذیل الامالی : ۵۱ سے کی گئی ہے مگر وہاں یہ مصرع یوں ہے :
لہ دَفَعَ الحجیج علی اتّساقِ
۲ - یعنی وہ مرنے کے قریب ہیں -

بشرطیکہ فاروق نے کلاب کو اس کے بوڑھے والدین کی طرف نہ لوٹا
دیا جن کے آنسو بھی چلا" اٹھنے کو ہیں

راوی کہتا ہے کہ اس پر عمر خوب روئے اور انھوں نے سعد بن ابی وقاص کو کوفے میں خط لکھا کہ کلاب بن امیہ کو مدینے واپس بھیج دو ۔ جب کلاب حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا تو انھوں نے اس سے پوچھا : تو اپنے باپ سے کیا نیک برتاؤ کیا کرتا تھا ؟ کلاب نے کہا : اس کے تمام کام میں کیا کرتا تھا اور جب دودھ دوہنے لگتا تو میں اس کے اونٹوں میں سے سب سے زیادہ دودھ دینے والی اور سب سے زیادہ موٹی اونٹنی کو لیتا اور اسے شام کو گھر واپس لاتا پھر اسے تھوڑی دیر کے لیے چھوڑ دیتا تاکہ وہ آرام سے بیٹھ جائے پھر اس کے پستانوں کو دھوتا یہاں تک کہ وہ ٹھنڈے ہو جاتے پھر اسے دوہتا اور باپ کو پلاتا ۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے امیہ کو بلایا ، وہ لڑکھڑاتا ہؤا آیا ، اس کی بینائی کمزور اور پیٹھ کبڑی ہو چکی تھی ۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا : اے ابو کلاب : کیا حال ہے ؟ اس نے جواب دیا : آپ دیکھ ہی رہے ہیں ۔ پھر پوچھا : کیا تمھاری کوئی حاجت ہے ؟ اس نے کہا : ہاں ، میں کلاب کو دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ اسے مرنے سے پہلے خوب سونگھ لوں اور خوب گلے لگاؤں ۔ اس پر حضرت عمرؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور کہا تو عنقریب انشاء اللہ اپنی اس آرزو کو پہنچ جائے گا ۔ اس کے بعد کلاب کو حکم دیا کہ وہ اپنے باپ کے لیے جس طرح دودھ دوہا کرتا تھا اسی طرح دوہے اور پھر باپ کے پاس دودھ بھیجے اس نے ایسا ہی کیا ۔ حضرت عمرؓ نے امیہ کو (دودھ والا) برتن دیا اور فرمایا : اے ابو کلاب یہ لو ، جب اس نے لے کر برتن منہ کے قریب کیا تو حضرت عمرؓ سے کہا : اے امیرالمؤمنین اللہ کی قسم مجھے تو اس برتن سے کلاب کے دونوں ہاتھوں کی بو آ رہی ہے ۔ اس پر حضرت عمرؓ رونے لگ گئے اور فرمایا : یہ کلاب ہے جو تمھارے پاس موجود ہے ۔ ہم اسے تمھارے پاس لے آئے ہیں ۔ امیہ اپنے بیٹے کی طرف لپکا اسے گلے لگایا [۲ : ۱۳۱]

اور اسے بوسہ دیا ۔ یہ دیکھ کر حضرت عمرؓ اور تمام وہ لوگ جو وہاں موجود تھے رونے لگ گئے اور کلاب سے کہا : جب تک تمھارے والدین زندہ ہیں تم ان کے پاس رہو ۔ ان کے بعد جس طرح تمھاری مرضی ہو کرنا ۔ حضرت عمرؓ نے اس کا وظیفہ مقرر کر دیا اور باپ کے ساتھ بھیج دیا ، جب تک اس کے والدین زندہ رہے وہ انھی کے پاس رہا ۔ امیہ نے یہ شعر بھی کہے ہیں :

أَلَا سَائِلْ هَوَازِنَ يَوْمَ لَاقَوْا
فَوَارِسَ مِنْ كِنَانَةَ مُعْلَمِينَا

جب قبیلہ ہوازن کی مڈ بھیڑ بنی کنانہ کے ان سواروں سے ہوئی جو خاص نشان لگا کر آئے تھے تو تو ان سے ذرا پوچھ تو سہی (کہ وہاں کیا گزری تھی)

لَدَى شَرْبٍ وَقَدْ جَاشُوا وَ جُشْنَا
فَأَوْعَبَ فِي النَّفِيرِ بَنُو أَبِينَا

یہ شرب کے مقام کا واقعہ ہے ، وہ بھی خوب جوش سے لڑے اور ہم بھی جوش سے لڑے اور ہمارے باپ کی تمام کی تمام اولاد جنگ کے لیے نکل کر آ گئی تھی

اور ان میں سے ایک

عمرو بن کلثوم

ہے ، یہ مشہور معلقہ گو ہے اس کا سلسلہ نسب تغلب بن وائل تک جاتا ہے ، ابو عبید البکری[1] نوادر القالی کی شرح میں لکھتا ہے : عمرو بن کلثوم شاعر ہے ، شہسوار ہے اور جاہلی زمانے کا ہے یہ عرب کے جری اور بہادر لوگوں میں سے ہے ، اس نے بادشاہ عمرو بن ہند کو بڑی دلیری سے قتل کیا ۔ اس کی کنیت ابوالاسود ہے ۔ اس کے بھائی

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو سمط اللآلی شرح امالی : ۶۳۵ - ۶۳۶ ۔

مُرّہ نے المندر بن نعمان کو قتل کیا تھا ، اس کی والدہ اسماء بنت مہلہل بن ربیعہ ہے ۔ جب مہلہل نے ہند بنت عتیبہ سے شادی کی تو اس سے ایک لڑکی پیدا ہوئی ۔ مہلہل نے اس کی والدہ سے کہا اسے مار ڈالو اور دفن کر دو ۔ جب سویا تو کسی نے آواز دے کر کہا :

مہلہل کی بیٹی کے پیٹ میں تو کئی ایسے نوجوان ہیں جن سے لوگوں کی امیدیں وابستہ ہیں ، جو اچھے اخلاق والے اور سردار ہیں تعداد اتنی ہے کہ اُن سے لوگ ناواقف نہیں رہ سکتے ۔

مہلہل اس آواز کو سن کر بیدار ہو گیا اور پھر کہا : میری بیٹی کہاں ہے ؟ بیوی نے جواب دیا : میں نے تو اسے مار ڈالا ہے اس نے کہا : ربیعہ کے خدا کی قسم ایسا نہیں ہو سکتا ۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے اس قسم کی قسم کھائی ۔ اس کے بعد اس نے اس کی تربیت کی اور اس کا اسماء نام رکھا ، بعض کہتے ہیں کہ لیلٰی نام رکھا تھا ۔ کلثوم بن مالک نے اس لیلٰی سے شادی کی ۔ جب عمرو پیٹ میں تھا تو خواب میں کسی نے آ کر کہا : اے لیلٰی تمھارا بچہ کیا ہی اچھا بچہ ہے ۔ وہ شیر کی طرح آگے بڑھ کر حملہ کرے گا ۔ یہ بنی جشم میں سے ہے جن کی تعداد بہت ہے ۔ میں ایسی بات کہہ رہا ہوں جس میں کوئی غلطی[1] نہیں پھر جب عمرو پیدا ہوا تو وہی آنے والا پھر آیا اور بولا :

أنــا[2] زَعـيـمٌ لـَکِ أمَّ عمرو
بِـمـاجِـدِ الجَـدّ کَـریم النَّجْـر،[3]

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں لا نفد ہے ۔ یہ غلط ہے اسے لا فَنَدَ پڑھیں جیسا کہ شرح الامالی میں ہے والفَنَدُ الخطأ فی القول اوالرأی ۔

۲ ۔ شرح الامالی اور اغانی میں اِنّی ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں النحر حاء ۔ مہملہ کے ساتھ لکھا ہے اسے النجر جیم معجمہ کے ساتھ پڑھیں جیسا کہ شرح الامالی میں ہے ۔

اے ام عمرو میں ایک بزرگ بخت والے شریف نسل والے کی دعویٰ داری لیتا ہوں

أشْجَعَ مِنْ ذِي لِبَدٍ هِزَبْرِ
وَقَّاصِ أقْرَانٍ شَدِيدِ الأسْرِ

جو اس شیر سے بھی زیادہ بہادر ہے جس کی گردن پر بال ہوتے ہیں ، یہ مد مقابل کی گردن مروڑنے والا ہے ، اس کے جسم کی ساخت مضبوط ہے ،

يَسُودُ هُمْ فِي خَمْسَةٍ و عَشْرِ
پندرہ سال کی عمر میں ان کا سردار بنے گا -

اور پھر ایسا ہی ہؤا - یہ پندرہ برس کی عمر میں اپنے قبیلے کا سردار بن گیا اور ایک سو پچاس سال کی عمر میں مرا -

ابن قتیبہ کتاب [1] الشعراء میں کہتا ہے : عمرو بن کلثوم قدیم جاہلی شاعر ہے - اسی نے بادشاہ عمرو بن ہند کو قتل کیا تھا - وجہ یہ ہوئی کہ ایک دن عمرو بن ہند نے (اپنے مصاحبوں سے) کہا : کیا عرب بھر میں تم کسی ایسے شخص کو جانتے ہو جس کی والدہ میری والدہ کی خدمت کرنے سے ناک بھوں چڑھائے - انھوں نے جواب دیا : ہم عمرو بن کلثوم کی والدہ لیلیٰ کے سوا کسی اور کو نہیں جانتے - عمرو بن ہند نے کہا - یہ کیوں ؟ انھوں نے جواب دیا : کیونکہ اس کا والد مہلہل بن ربیعہ ہے اور اس کا چچا کلیب وائل ہے جو عرب بھر میں سب سے عزت والا ہے - اس کا خاوند کلثوم بن مالک ہے جو عربوں کا شہسوار ہے اور اس کا بیٹا عمرو بن کلثوم اپنی قوم کا سردار ہے - اس پر عمرو بن ہند نے عمرو بن کلثوم کو ملاقات کے لیے بلایا اور اس سے کہا کہ وہ اپنی والدہ کو بھی ساتھ لائے - عمرو بن کلثوم بنی تغلب کے

---

۱ - ملاحظہ ہو الشعر و الشعراء طبع بیروت ۱۹۶۴ء : ۱۵۷ - ۱۵۸ -

کچھ لوگوں کے ساتھ جزیرہ سے آیا - لیلیٰ بھی بنی تغلب کی شریف زادیوں کے ساتھ آ گئی - عمرو بن ہند کی والدہ بھی اپنا خیمہ لے کر آن پہنچی ، حیرہ اور فراب کے درمیان خیمہ لگا دیا گیا اور اس نے اعیان مملکت کو بلا بھیجا ، چنانچہ وہ آ گئے - عمرو بن کلثوم اپنے خیمے میں داخل ہؤا اور مہلہل کی بیٹی لیلیٰ ہند کے خیمہ میں گئی ، عمرو بن ہند کی والدہ ہند امرؤ القیس شاعر کی پھوپھی ہوتی ہے اور مہلہل کی بیٹی لیلیٰ امرؤ القیس کی والدہ فاطمہ بنت ربیعہ کی بھتیجی ہے - عمرو بن ہند نے دسترخوان لگا دینے کا حکم دیا - چنانچہ دسترخوان لگا دیا گیا پھر لذیذ[1] اشیا منگوائیں ، اس پر ہند نے لیلیٰ سے کہا : ذرا یہ طبق تو پکڑا دینا - لیلیٰ نے کہا : جسے ضرورت ہو خود اٹھ کر لے - ہند نے دوبارہ وہی کہا جب اس نے اس پر اصرار کیا تو لیلیٰ بلند آواز سے پکاری اے تغلب میری فریاد کو پہنچو ، میری تو رسوائی ہو گئی - اس کے بیٹے عمرو بن کلثوم نے یہ کلمات سن لیے - اس کے چہرے میں خون جوش مارنے لگا - خیمے میں عمرو بن ہند کی تلوار لٹک رہی تھی ، وہاں اس کے سوا اور کوئی تلوار نہ تھی ، اس نے اٹھ کر وہ تلوار اڑائی اور عمرو بن ہند کے سر پر دے ماری یہاں تک کہ اسے قتل کر دیا ، پھر بنی تغلب کو پکارا - انھوں نے خیمے کی تمام چیزیں لوٹ لیں اور بادشاہ کی اصیل اونٹنیاں ہانک کر جزیرہ کی طرف روانہ ہو گئے - عمرو کے بیٹے عتاب بن عمرو بن کلثوم نے بشر بن عمرو بن عدس کو قتل کیا تھا ، اس کے بھائی مرہ بن کلثوم نے المنذر بن النعمان بن المنذر کو قتل کیا تھا - اسی لیے اخطل کہتا ہے -

[۱۴۳:۲] أَبَنِي كُلَيْبٍ إِنَّ عَمَّيَّ اللَّذَا
قَتَلَا الْمُلُوكَ وَفَكَّكَا الْأَغْلَالَا[2]

---

۱ - الشعر والشعرا میں یوں ہے : فَتَنَصَّبَهَا فَأَكَلُوا ثم دعا بالطُّرَف -

۲ - بلوغ الارب میں الأعلال ہے اسے الأغلالا پڑھیں جیسا کہ دیوان اخطل اور الشعر والشعرا میں ہے اور دونوں چچوں سے اس کی مراد کلثوم کے دونوں بیٹے عمرو اور مُرّہ ہیں -

اے بنی کلیب میرے دو چچے تو وہ ہیں جنھوں نے بادشاہوں کو قتل کیا اور قیدیوں کو چھڑایا -

اور ان میں سے ایک

الشنفری الحارثی القحطانی

ہے - یہ مشہور شہسواروں اور فصیح و بلیغ شعرا میں سے تھا - چنانچہ جس طرح الجمہرہ اور دیگر کتابوں میں منقول ہے یہ بنی الحٰرث بن ربیعہ بن الاَوّاس بن الحجر بن الھُنْءِ بن الاَزْد میں سے ہے - اس کی شین پر زبر ہے اور آخر میں الف مقصورہ ہے اور الاَوّاس کی ہمزہ پر فتحہ ہے اور الحَجر کی حاء مہملہ پر فتحہ اور جیم ساکن ہے اور الھَنْءِ کی ہاء پر تینوں حرکتیں پڑھی جا سکتی ہیں اور نون ساکن ہے اور پھر اس کے بعد ہمزہ ہے -

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ شنفری اس کا لقب ہے جس کے معنی ہیں بڑے ہونٹ والا اور اس کا اصلی نام ثابت بن جابر ہے اور یہ غلط ہے جس طرح عینی کا یہ خیال بھی غلط ہے کہ اس کا نام عمرو بن بَرّاق ہے [باء پر فتحہ اور را مہملہ پر تشدید] بلکہ (صحیح بات یہ ہے کہ) دونوں ڈاکہ زنی میں اس کے ساتھی تھے - یہ تینوں عربوں میں سب سے زیادہ تیز دوڑنے والے تھے گھوڑے بھی انھیں پکڑ نہ سکتے تھے لیکن صرف شنفری ضرب المثل بنا ، چنانچہ کہا گیا : "أعدٰی مِنَ الشَّنْفَرٰی" - شنفری سے بھی زیادہ تیز دوڑنے والا - اس کا قصہ ابو عمرو شیبانی نے بیان کیا ہے جیسا کہ مفضلیات کی شرح میں ابن الانباری نے اور حمزہ اصفہانی نے الدُّرّہ الفاخرہ میں ذکر کیا ہے وہ کہتا ہے :

تأبط شراً یعنی ثابت بن جابر ، شنفری الازدی اور عمرو بن بَرّاق نے بَجیلہ پر غارت ڈالی [بجیلہ کی باء پر فتحہ اور جیم کے نیچے کسرہ] بجیلہ نے چشمے پر لوگوں کو گھات میں بٹھا رکھا تھا - جب آدھی

رات کے وقت یہ پانی کی طرف گئے تو تأبط شراً نے کہا : چشمے پر لوگ گھات میں بیٹھے ہوئے ہیں ، میں ان لوگوں کے دل کے دھڑکنے کی آواز سن رہا ہوں ۔ یعنی ان کے دلوں کی بیقراری سے آگاہ ہوں ۔ باقی دو نے کہا : اللہ کی قسم ہمیں تو کچھ سنائی نہیں دیتا ۔ تمھارا اپنا دل دھڑکتا ہوگا ۔ تأبط شراً نے اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہا : اللہ کی قسم یہ نہیں دھڑک رہا اور نہ کبھی دھڑکا ہے ۔ انھوں نے کہا : پانی پر جانے کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے ۔ چنانچہ شنفری نکلا ۔ جونہی گھات میں بیٹھنے والوں نے اسے دیکھا اسے پہچان لیا ۔ انھوں نے اسے پانی پی لینے دیا ۔ اس کے بعد یہ اپنے ساتھیوں کے پاس لوٹ کر آیا اور کہا : اللہ کی قسم پانی پر کوئی شخص بھی نہیں ہے ، میں نے حوض سے پانی پیا ہے ، یہ سن کر تأبط شراً نے کہا ۔ یہ درست ہے ، وہ تمھیں (قتل یا گرفتار کرنا) نہیں چاہتے ، وہ مجھے چاہتے ہیں ، اس کے بعد ابن براق گیا ، اس نے بھی پانی پیا اور واپس چلا آیا ۔ ان لوگوں نے اسے بھی نہ روکا ۔ اس نے بھی یہی کہا کہ پانی پر کوئی نہیں ۔ تأبط شراً نے پھر کہا : یہ درست ہے ، وہ تمھیں نہیں چاہتے مجھے چاہتے ہیں ۔ پھر شنفری سے کہا : جب میں حوض سے پانی پینے لگوں گا تو وہ مجھ پر حملہ کرکے مجھے قید کر لیں گے ۔ تم یوں چلنا گویا جیسا کہ تم خوف کے مارے بھاگ رہے ہو ۔ پھر واپس آ کر اس پہاڑ کے دامن میں چھپ جانا ، اس کے بعد جب تم مجھے خُذُوا خُذُوا[1] (پکڑو پکڑو) کہتے سنو تو آ کر میری رسیاں کھول دینا ، اور ابن براق سے کہا : میں تمھیں حکم دوں گا کہ ان لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو قید ہونے کے لیے پیش کر دو ، پھر تو نہ ان سے دور رہنا اور نہ انھیں اپنے اوپر قابو پانے دینا ۔ اس کے بعد تأبط شراً روانہ ہو کر چشمے پر آ گیا ۔ جونہی اس نے پانی پیا ان لوگوں نے اس پر حملہ کر دیا اور پکڑ کر تندی سے اس کے ہاتھ باندھ دیے ۔ شنفری اڑ کر وہاں آ گیا جہاں پہنچنے پر تأبط شراً نے اسے حکم دیا تھا ۔ ابن براق ایک طرف ہو گیا مگر وہ لوگ وہاں سے اسے دیکھ سکتے تھے ۔ اس پر تأبط شراً نے کہا : اے بجیلہ کی قوم کیا تم اس سے بہتر بات

پسند کرو گے ، کیا تم فدیہ لینے میں نرمی کرو گے جبکہ ابن براق اپنے آپ کو قید ہونے کے لیے پیش کر دے ۔ انھوں نے کہا : ہاں تابط نے کہا اے ابن براق تجھ پر افسوس ہے ۔ شنفری تو بھاگ گیا ہے اور بنی فلاں کی آگ سینک رہا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارے اور تیرے گھر والوں کے باہمی تعلقات کیسے ہیں ، کیا تو اپنے آپ کو قید ہونے کے لیے پیش کر دے گا تاکہ وہ فدیہ لے میں ہمارے ساتھ نرمی روا رکھیں ۔ اس بَرّاق نے کہا : خبردار ! اللہ کی قسم میں جب تک ایک دو دوڑیں نہ لگا لوں (اس وقت تک اپنے آپ کو قید ہونے کے لیے پیش نہ کروں گا) چنانچہ اس نے پہاڑ کے دامن میں دوڑنا شروع کیا ۔ پھر لوٹا یہاں تک کہ جب انھوں نے خیال کیا کہ وہ تھک چکا ہے اور انھیں امید ہو گئی کہ وہ اسے گرفتار کر لیں گے تو انھوں نے اس کا پیچھا کیا ۔ (ادھر) تأبط شراً '' خذوا خُذُوا '' پکارا ، وہ لوگ ابن براق کے پیچھے دوڑتے ہوئے گئے ۔ ابن براق کبھی تو انھیں امید دلاتا اور (کبھی) ان سے دور نکل جاتا ۔ سنفری لوٹ کر تأبط شراً کے پاس آ گیا اور اس کی رسیاں کاٹ ڈالیں ۔ جب ابن براق نے دیکھا کہ تابط شراً کی رسیاں کٹی جا چکی ہیں تو وہ بھی چل دیا ۔ وہ لوگ لوٹ کر تأبط شراً کے پاس آئے دیکھا تو وہ کھڑا تھا ۔ اس نے کہا : اے قوم بجیلہ تمھیں ابن براق کی دوڑ پسند آ گئی ۔ اللہ کی قسم میں ایسا دوڑوں گا کہ تم ابن برّاق کی دوڑ کو بھول جاؤ گے ۔ اس کے بعد وہ اور شنفری دونوں روانہ ہو گئے ۔ بیان ختم ہؤا

دوڑنے میں مشہور لوگوں میں سے السُلیک[1] بن السُلَکہ بھی ہے، یہ تمیمی ہے اور بنی سعد میں سے ہے ۔ سُلیک تصغیر ہے ، جس کے معنی تیتر کے بچے کے ہیں ، مادہ کو سُلکہ کہتے ہیں [سین پر ضمہ اور لام پر فتحہ] [۱۰۵:۰] یہ اس کی والدہ کا نام ہے اور وہ سیاہ رنگ کی تھی

۱ ۔ سلیک کے حالات کے لیے ملاحظہ ہو الشعر والشعراء : ۲۸۱ طبع بیروت ۱۹۶۴ء اور وہ مقامات جن کا وہاں ذکر کیا گیا ہے ۔

اور یہ اس کی طرف منسوب ہؤا۔ ابو عبیدہ نے سُلیک کو منتشر بن وھب الیا ھلی اور اوفٰی بن مطرلمازنی کے ساتھ دوڑنے والوں میں شمار کیا ہے مگر ان سب میں ضرب المثل بن کر سلیک ہی نے شہرت پائی ، چنانچہ کہتے ہیں "اَعْدٰی مِنْ سُلَیْکٍ" ، اس کا قصہ جیسا کہ ابو عبیدہ نے ذکر کیا ہے اور جس طرح حمزہ اصفہانی نے الدّرہ الفاخرہ میں نقل کیا ہے یہ ہے کہ بکر بن وائل کے فوجی دستوں نے سلیک کو دیکھ لیا ۔ یہ باقی فوج سے آگے نکل آئے تاکہ نبی تمیم پر غارت ڈالیں ، یوں کہ کسی کو ان کی خبر بھی نہ ہو ۔ انھوں نے باہم کہا : اگر سلیک کو ہمارا پتا چل گیا تو وہ اپنی قوم کو خبردار کر دے گا لہٰذا انھوں نے دو عمدہ گھوڑوں پر دو سوار روانہ کیے ۔ جب انھوں نے اسے جونکایا تو وہ ہرن کی طرح دوڑنے لگا ۔ وہ دن بھر اس کے پیچھے دوڑتے رہے ۔ پھر کہا : جب رات ہوگی تو یہ تھک جائے گا اور گر پڑے گا اور ہم اسے پکڑ لیں گے ۔ جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کے پاؤں کا نشان دیکھا کہ اسے ایک درخت کی جڑ سے ٹھوکر لگی ہے اور جب اچھلا ہے تو اس کی کمان ٹوٹ گئی ہے ، اس کی کمان کا ایک ٹکڑا زمین میں گڑا ہؤا پایا گیا ۔ انھوں نے خیال کیا کہ شاید یہ رات کے پہلے حصے کی بات ہو ، پھر سست پڑ گیا ہو لہٰذا انھوں نے اس کا پیچھا کیا دیکھا تو اس کے پاؤں کے نشان بہت کشادہ[1] تھے اس نے زمین میں پیشاب کر کے وہاں گڑھا ڈال دیا تھا ۔ اس پر دونوں نے کہا : خدا اسے تباہ کرے اس کے کیا کہنے ہیں ، اس کی پشت کس قدر مضبوط ہے ۔ اللہ کی قسم ہم اس کا پیچھا نہ کریں گے لہٰذا وہ واپس چلے گئے ۔ سلیک اپنی قوم کے پاس جا پہنچا اور انھیں آگاہ کر دیا مگر انھوں نے اس کی بات کو جھوٹ سمجھا کیونکہ مسافت بہت زیادہ تھی ۔ بہر حال فوج آ پہنچی اور اُن پر غارت گری کی نیت سے یورش کر دی ۔

ہم لوٹ کر پھر شنفریٰ کے قصے کی طرف آتے ہیں ۔ اصفہانی نے

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں عتفاجا چھپا ہے اسے متفاجّاً پڑھیں ۔

اغانی میں اور ابن الانباری نے شرح المفضلیات میں روایت کی ہے کہ بنو شبابہ نے شنفریٰ کو قید کر لیا ۔ بنو شبابہ فہم بن عمرو بن قیس عیلان کی ایک شاخ ہے ۔ اس وقت شنفریٰ ابھی چھوٹا سا بچہ تھا ۔ یہ انھی کی قید میں رہا تا آنکہ بنو سلامان بن مفرج [فاء ساکن اور آخر میں جیم ہے] نے بنی فہم کا ایک آدمی قید کر لیا ۔ وہ شخص بنی فہم کی شاخ بنو شبابہ میں سے تھے ، بنو شبابہ نے اس فدیہ میں شنفریٰ کو دے دیا ہے ۔ شنفریٰ بنو سلامان کے ہاں رہتا تھا ، اسے یہی خیال تھا کہ وہ بھی انھی میں سے ہے یہاں تک کہ ایک دن یوں ہؤا کہ جس شخص کے زیر سایہ یہ پرورش پا رہا تھا اس کی لڑکی سے اس کا جھگڑا ہو گیا ۔ اس شخص نے شنفریٰ کو اپنا بیٹا بنایا ہؤا تھا ۔ اس نے لڑکی سے کہا : بہن ذرا میرا سر تو دھو دینا ۔ لڑکی نے اسے بھائی تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ، اسے تھپڑ بھی رسید کیا ۔ شنفریٰ غصے میں اس شخص کے پاس گیا جس کے پاس یہ پرورش پا رہا تھا اور اس سے کہا : مجھے بتائیے میں کون ہوں ۔ اس نے کہا : تو اوس بن حجر میں سے ہے ۔ یہ سن کر اس نے کہا : یاد رکھو چونکہ تم نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں عنقریب تم میں سے ایک سو آدمیوں کو قتل کر ڈالوں گا ۔ اس کے بعد شنفریٰ بنی فہم ہی کے گھروں میں رہا اور بنی سلامان پر ان افراد کے ہمراہ جو اس کا ساتھ دیتے پا پیادہ غارت ڈالا کرتا تھا ۔ اکثر اوقات تن تنہا ان پر غارت ڈالتا ۔ بہر حال بنی سلامان کے آدمیوں کو مسلسل قتل کرتا رہا تا آنکہ اس نے ان کے ننانویں آدمی ہلاک کر ڈالے ۔ بالاخر اسید بن جابر السلامانی [أسید کی ہمزہ پر فتحہ اور سین کے نیچے کسرہ ہے] اس کے لیے گھات میں بیٹھ گیا ۔ أسید کے ساتھ اس کا بھتیجا اور حازم الفقمی تھا ۔ شنفریٰ اس سے پہلے أسید بن جابر کے بھائی کو قتل کر چکا تھا ۔ شنفری جب ان کے پاس سے گزرا تو رات کی تاریکی میں کوئی جسم سا دیکھا چنانچہ اسے تیر مارا ۔ اسے (راستے میں) جو بھی جسم سی کوئی شے دکھائی دیتی وہ اسے ضرور تیر مارتا تھا ۔ چنانچہ تیر أسید کے بھتیجے کی کلائی کو چیرتا ہؤا بازو

تک چلا گیا مگر اس نے کوئی آواز نہ نکالی ۔ حازم زمین پر لیٹا ہؤا تھا اور اس کی تاک میں تھا ۔ شنفریٰ نے تلوار مار کر حازم کی دو انگلیاں کاٹ دیں ۔ یہاں تک کہ اُسید اور اس کا بھتیجا بھی آ پہنچے ۔ انھوں نے شنفریٰ کے ہتھیار لے لیے اور اسے قید کر کے اپنے گھر لے گئے ۔ وہاں اس نے کہا : کوئی شعر سناؤ ۔ اس نے کہا : گانا خوشی میں گایا جاتا ہے ۔ یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ اس کے بعد انھوں نے تلوار مار کر اس کا ہاتھ کاٹ دیا ، پھر جب انھوں نے اسے قتل کرنے کا ارادہ کیا تو پوچھا : تمھیں کہاں دفن کریں - اس نے جواب میں کہا :

لَا تُقْبِرُوْنِي اِنَّ قَبْرِي مُحَرَّمٌ
عَلَيْكُمْ و لٰكِنْ أَبْشِرِي أُمَّ عَامِرٍ

تم مجھے دفن نہ کرنا میرا دفن کرنا تم پر حرام ہے بلکہ مجھے اسی طرح چھوڑ دینا (کہ مجھے بجو کھا جائے) اور کہنا اے بجو تمھارے لیے خوشخبری ہے (کہ اسے خوب مزے سے کھاؤ)

إِذَا احْتَمَلَتْ رَأْسِي وَفِي الرَّأْسِ أَكْثَرِي
و غُوْدِرَ عِنْدَ الْمُلْتَقَى ثَمَّ سَائِرِي

(اے بجو تم اس وقت خوش ہونا) جب لوگ میرا سر اٹھا کر لے جائیں گے اور سر ہی میں میرا بیشتر حصہ ہے، میرا باقی جسم میدان جنگ میں چھوڑ دیا جائے گا

هُنَالِكَ لَا أَرْجُوْ حَيَاةً تَسُرُّنِي
سَجِيْسَ اللَّيَالِي مُبْسَلًا بِالْجَرَائِرِ

اس وقت مجھے کسی خوش کن زندگی کی امید نہیں کیونکہ میں تو ہمیشہ جرائم ہی کا دلدادہ اور پابند رہا ہوں ۔

شنفریٰ کی قسم تو یہ تھی کہ وہ بنی سلامان کے ایک سو آدمی مارے گا لہٰذا ابھی ایک آدمی (کا قتل) اس کے ذمے تھا کہ وہ قتل ہو گیا ، پھر یوں ہؤا کہ بنی سلامان کا ایک شخص اس کی کھوپڑی

کے پاس سے گزرا تو اس نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی ، جس سے پاؤں زخمی ہو گیا (اسی سے اس کی موت واقع ہو گئی) ۔ اس طرح سو کی تعداد مکمل ہوگئی ۔ جس دن شنفریٰ قتل کیا گیا اس دن اس کے دونوں قدموں کے درمیان کا فاصلہ ماپا گیا تو اس کی پہلی چھلانگ اکیس قدم تھی اور دوسری سترہ قدم ، تیسری پندرہ قدم ۔ أسید بن جابر کے بھائی حرام بن جابر نے اس کے باپ کو قتل کیا تھا ۔ جب یہ منٰی آیا اور وہاں حرام بن جابر بھی تھا تو کسی نے شنفری سے کہا : یہ تمھارے باپ کا قاتل ہے چنانچہ اس نے اس پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا ، پھر پا پیادہ لوگوں سے آگے نکل گیا اور کہا :

قَتَلْتُ حَرَامًا مُهْدِيًا بِمُلَبِّدٍ
بِبَطْنِ مِنًى وَسْطَ الحَجِيجِ المُصَوِّتِ

[۲ : ۱۴۷] میں نے حرام کو تلبیہ کہنے والے حاجیوں کے درمیان وادیٔ منٰی میں قتل کیا تاکہ [1] بال جمانے والے کی قربانی دوں

اس کے بعد أسید بن جابر گھات میں رہا اور اس نے اپنے بھتیجے کے ساتھ مل کر اسے پکڑ لیا ۔

شنفریٰ کے قتل کے بارے میں اور روایات بھی ہیں جن کا ذکر شرح المفضلیات اور اغانی میں آیا ہے ۔

اور ان میں سے ایک

الحٰرث بن عباد[2] الربعی

ہے ۔ ابو ریاش شرح حماسہ میں کہتا ہے : الحٰرث بن عُبَاد بن

---

۱ مُلَبَّد : جو اپنے بالوں کو گوند وغیرہ سے سر پر چپکا دے ۔ حج کے موقع پر حاجی ایسا کرتے ہیں تاکہ احرام کے عرصے میں کوئی بال نہ گرنے پائے ۔ یہاں حرام کو قربانی کا جانور کہا ہے ۔

۲ ۔ عباد [بروزن غُراب] اسے عَبّاد مشدّد پڑھنا درست نہیں ، ملاحظہ ہو شرح ذیل الامالی : ۱۴ اور شرح امالی : ۷۵۷ اور کتاب الاشتقاق : ۳۵۶

ضُبَیْعَہ بن قیس بن ثعلبہ قبیلہ ربیعہ کے حاکموں اور شہسواروں میں شمار ہوتا تھا ۔ یہ بنی وائل کی جنگ سے علٰحدہ رہا تھا اور اپنی اولاد ، اپنے بھائیوں کی اولاد اور اقارب کو لے کر ایک طرف ہو گیا تھا ۔ اس نے اپنی کمان کی تندی کھول ڈالی تھی ، نیزے کی بھال نکال ڈالی تھی ۔ اسی طرح علٰحدگی اختیار کیے رہا یہاں تک کہ جب جنگ کے آخری واقعات ظہور میں آئے تو اس کا بھیجا بجیر بن عمرو بن عُبَاد اپنے بھاگے ہوئے اونٹوں کی تلاش میں نکلا ۔ مہلہل ایک جماعت کو لے کر بکر بن وائل پر اچانک حملہ کرنے کے لیے پھر رہا تھا ۔ اس نے اس کا راستہ روکا ۔ امرؤ القیس بن أبان بن کعب بن زہیر بن جشم جو بنی تغلب کے اشراف میں سے تھا اور ایک عرصے تک ان کا سپہ سالار رہا تھا اس نے مہلہل کو بُجَیر کے قتل کرنے سے منع کیا اور کہا اللہ کی قسم اگر تو نے اسے قتل کر ڈالا تو اس کے بدلے میں تیرا ایک سردار قتل کر دیا جائے گا اور پھر کوئی نہیں پوچھے گا کہ اس کا حالو کون ہے ؟ خبردار ! سرکشی اور ظلم کو حقیر مت سمجھنا کیونکہ ظلم کا انجام برا ہوتا ہے ۔ (حالت یہ ہے کہ) اس کے چچا ، اس کے باپ ، اس کے گھر والوں اور قوم نے اس جنگ سے علٰحدگی اختیار کر رکھی ہے ، مگر مہلہل نے کہا : میں تو اسے ضرور قتل کروں گا ۔ چنانچہ اس نے اسے نیزہ مار کر مار ڈالا اور کہا : یہ کلیب کے جوتے کے تسمے کے بدلے میں ہے ۔ (بُؤْبِشِسْعِ نَعْلِ کُلَیْبٍ) ۔ محاورے میں کہتے ہیں : اَبَأْتُ فُلَانًا بِفُلَانٍ فَبَاءَ بِہٖ جب کسی کو کسی کے بدلے میں قتل کر دیا جائے مگر یہ صرف اس موقع پر کہا جاتا ہے جب دوسرا شخص پہلے کا ہمسر ہو ۔ مہلہل کے اس فعل کی خبر بُجَیر کے چچا کو ملی ، وہ اپنے زمانے کا حلیم ترین انسان تھا ۔ حارث نے کہا : یہ مقتول کیا ہی اچھا ہے جس کی وجہ سے وائل کے دونوں بیٹوں میں صلح ہو جائے ۔ مگر کسی نے حارث سے کہا کہ مہلہل نے تو اسے کُلَیْب کے جوتے کے تسمے کے بدلے میں قتل کیا ہے مگر حارث نے پھر بھی نہ مانا اور مہلہل کی

طرف پیغام بھیجا کہ اگر تو نے بُجیر کو کلیب کے بدلے میں قتل کیا ہے تاکہ اس سے میرے اور میرے بھائیوں کے درمیان جنگ بند ہو جائے تو میں اس پر خوش ہوں ۔ مگر مہلہل نے یہ جواب بھیجا کہ میں نے تو اسے کلیب کے جوتے کے تسمے کے بدلے میں قتل کیا ہے ۔ اس پر حارث کو غصہ آ گیا اور اس نے اپنا گھوڑا منگوایا ، گھوڑے کا نام نعامہ تھا ۔ حارث نے اس کی پیشانی اور دم کے بال کاٹ دیے ، یہ پہلا شخص تھا جس نے گھوڑے کی پیشانی اور دم کے بال کاٹے تھے اور کہا[1]:

قَرِّبَا مَرْبِطَ النَّعَامَةِ مِنِّی
لَقِحَتْ حَرْبُ وَائِلٍ عَنْ حِیَالٍ

[۲ : ۱۴۸] نعامہ کے باندھنے کی جگہ میرے قریب کر دو ، وائل کی جنگ بانجھ ہونے کے بعد پھر سے حاملہ ہو گئی ہے

لاَ بُجَیْرٌ أَغْنَی قَتِیلاً وَلاَ رَهْطُ
کُلَیْبٍ تَزَاجَرُوا عَنْ ضَلاَلٍ

نہ بُجیر نے قتل ہو کر کوئی فائدہ دیا اور نہ ہی کلیب کے قبیلے نے گمراہی سے اپنے آپ کو روکا

لَمْ أَکُنْ مِنْ جُنَاتِهَا عَلِمَ اللهُ
وَإِنِّی لِحَرِّهَا الْیَوْمَ صَالِی

میں اس جنگ کے چھیڑنے والوں میں سے نہ تھا ۔ اللہ جانتا ہے مگر آج میں اس کی آگ کو سینکوں گا

قَرِّبَا مَرْبِطَ النَّعَامَةِ مِنِّی
إِنَّ قَتْلَ الْغُلاَمِ بِالشِّسْعِ غَالِی

نعامہ کے باندھنے کی جگہ میرے قریب کر دو ، نوجوان کا تسمے کے بدلے میں قتل کرنا انھیں مہنگا پڑے گا

---

۱ - جس دن حارث نے وائل کی جنگ میں شرکت کی اسے یوم قضہ اور یوم تحلاق اللمم کہا جاتا ہے ۔ (العقد الفرید : ۶ : ۶۶)

(لَقِیحَتْ کے معنی ہیں حاملہ ہونا اور حییّال یہ ہے کہ نر اونٹ اونٹنی سے جفتی دو کرے مگر وہ حاملہ نہ ہو - یہ ایک مثال ہے جو اس نے بیان کی ہے کیونکہ جب اونٹنی ایک بار جفتی کرنے کے باوجود حاملہ نہ ہوئی ہو اور نر پھر جفتی کرے تو اس سے مادہ جلدی حاملہ ہو جاتی ہے - یہاں حٰرث جنگ کی اہمیت بیان کر رہا ہے کیونکہ اس سے وہ معاملات پیدا ہو جاتے ہیں جن کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا) - یہ کہہ کر حٰرث اپنی قوم کو لے کر روانہ ہو گیا ، یہاں تک کہ بکر بن وائل کی جماعت کے ساتھ جا کر اترا ، ان دنوں ان کا سردار الحٰرث بن همام بن مرہ بن ذہل بن شیبان بن ثعلبہ تھا - حٰرث بن عُبَاد نے اسے کہا : یہ لوگ تمھاری قوم کو حقیر سمجھ رہے ہیں جس کی وجہ سے انھیں اور بھی زیادہ جرأت ہو گئی ہے ، لٰہذا ان سے عورتوں کو ساتھ لے جا کر لڑو - حٰرث بن همام نے کہا : عورتوں کی کیسے لڑائی ہوتی ہے ؟ اس نے جواب دیا : ہر عورت کے گلے میں پانی کا ایک برتن ڈال دو اور ایک ایک لاٹھی دے دو ، پھر عورتوں کی صف کو اپنی پشت پر رکھو کیونکہ اس کے باعث تم اور زیادہ کوشش سے لڑو گے ، تم کوئی خاص نشانی لگا لو جسے عورتیں پہچانتی ہوں لٰہذا جب کوئی عورت تمھارے اپنے گرے ہوئے آدمی کے پاس آئے گی تو وہ اس نشانی کی وجہ سے اسے پہچان لے گی اور اسے پانی پلائے گی اور اسے اٹھا کر بٹھائے گی اور جب دوسروں کے آدمی کے پاس آئے گی تو لاٹھی مار کر اسے قتل کرے گی اور اس کا خاتمہ کر دے گی - انھوں نے اس کی اس بات کو مان لیا - بنو بکر نے مارنے اور مرنے کی نیت سے اپنے سر مونڈ ڈالے اور اپنے سر منڈا ہونے کو اپنی عورتوں کے لیے علامت قرار دے دیا - گھمسان کا رن پڑا ، بنو تغلب کو شکست ہوئی ، دن کے باقی حصے اور پھر رات بھر عورتوں کے پاس پہنچ کر گزاری - بکر بن وائل کے ان لوگوں نے جو سب سے آگے تھے ان کا پیچھا کیا مگر الحٰرث بن عباد پیچھے ہٹ گیا - اس موقع پر سعد بن مالک سے کسی نے کہا :

يَـا بُؤسَ لِلحَـربِ الَّتِـي
وَضَعَت أَرَاهِـطَ فَاستَرَاحُوا

اس جنگ کے مصائب پر افسوس ہے جسے کچھ لوگوں نے ترک کر دیا اور وہ جنگ کی تکالیف سے آرام میں رہے

کیا تیرا یہ خیال ہے کہ میں ان لوگوں میں سے ہوں جنھوں نے اسے ترک کر دیا تھا ؟ اس نے جواب دیا : نہیں لیکن عروس کے بعد عطر کو چھپا کر نہیں رکھا جا سکتا ۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اگر تو اپنی قوم کی اس وقت مدد نہ کرے گا تو پھر کن لوگوں کے لیے اپنی مدد کو بچا کر رکھ رہا ہے ۔

اور ان میں سے ایک

سعد بن مالک

[۲ : ۱۴۹] ہے ۔ اس کا دادا ضُبَیعہ بن قَیس بن ثعلبہ بن عکابہ بن صعب بن علی بن بکر بن وائل ہے ۔ آمدی المؤتلف و المختلف میں کہتا ہے : یہ سعد جاہلیت میں بکر بن وائل کے سرداروں اور شہسواروں میں سے تھا ۔ یہ شاعر بھی تھا ، کتاب بنی قیس بن ثعلبہ میں اس کے عمدہ اشعار درج ہیں ۔ آمدی کہتا ہے : ایک اور شاعر بھی ہے جس کا نام سعد بن مالک بن الاُقَیصر القُرَیعِی" ہے اور وہ قُرَیع بن سلامان بن سَفرج میں سے تھا ۔ وہ شہسوار بھی تھا اور شاعر بھی ۔

اور ان میں سے ایک

مہلہل بن ربیعہ تغلبی

ہے ۔ آمدی کہتا ہے اس کا نام امرؤ القیس بن ربیعہ بن الحٰرث بن زہیر بن جشم بن بکر بن حبیب بن عمرو بن غانم بن تغلب ہے اور یہ وہی شخص ہے جو مشہور شاعر ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا نام عدی ہے ۔ آمدی کا بیان ختم ہؤا ۔

ابن قتیبہ کتاب الشعرا میں کہتا ہے : مہلہل بن ربیعہ کا نام دراصل عدی بن ربیعہ ہے اس کا مہلہل نام اس لیے پڑا کہ اس نے باریک و لطیف شعر کہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے قصیدہ کہا ۔ چنانچہ فرزدق کہتا ہے :

وَ مُهَلْهِلُ الشُّعَرَاءِ ذَاكَ الأَوَّلُ

اور شعرا کا مہلہل یہی پہلا شخص تھا

[۲ : ۱۵۰] اور وہ امرؤ القیس بن حجر صاحبِ معلقہ کا خالو تھا ۔ ابن قتیبہ کا بیان ختم ہؤا ۔

اور یہی درست ہے ۔ اس کی [۱] دلیل یہ ہے کہ اس نے اپنے نام کا اپنے اشعار میں ذکر کیا ہے چنانچہ کہتا ہے :

ضَرَبَتْ صَدْرَهَا إِلَيَّ وَقَالَتْ

يَا عَدِيًّا [۲] لَقَدْ وَقَتْكَ الأَوَاقِي

اس نے تعجب سے میری طرف دیکھ کر سینے پر ہاتھ مارا اور کہا ۔

اے عدی تجھے بچانے والی تقدیر نے بچا لیا

اس سے پہلے کسی نے دس شعر نہ کہے تھے ۔ اس نے عشقیہ اشعار کہے ۔ نسیب کہنے کا تو بڑا ہی دلدادہ تھا ۔ بعض کہتے کہ اس کا نام مہلہل اس کے اس شعر سے پڑا :

[۳] هَلْهَلْتُ أَثْأَرُ مَالِكًا أَوْ صِنْبِلَا

قریب تھا کہ میں مالک اور صنبل کا بدلہ لے لوں

---

۱ ۔ ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۱۱۱

۲ ۔ شرح الامالی میں یاعَدِيّاً دیا ہے ۔

۳ ۔ شرح امالی : ۱۱۲ میں مالکاً کی بجائے جابراً لکھا ہے اور اس کا پہلا مصرع یہ ہے :

لَمَّا تَوَعَّرَ فِي الكُرَاعِ هَجِينُهُمْ

اور ھجین سے مراد زھیر بن جناب الکلبی ہے ۔ بعض کہتے ہیں کہ ھجین زھیر بن جناب کا بھتیجا امرؤ القیس بن حُمَام ہے جس نے مالک اور صِنبِل کو قتل کیا تھا ۔ (ملاحظہ ہو شرح الامالی : ۱۱۲)

ابن سلام کہتا ہے : عربوں کا خیال ہے کہ مہلہل مبالغہ آمیزی سے کام لیا کرتا تھا اور اپنی گفتار میں حقیقی فعل سے زیادہ کا مدعی بنتا تھا ۔ عہد جاہلیت میں ربیعہ کے شعرا میں سے مہلہل ، دونوں مرقش اور سعد بن مالک گزرے ہیں ، اور مہلہل اس کُلَیب کا بھائی ہے جس کے قتل کیے جانے کی وجہ سے حرب بسوس چھڑی ۔ حرب بسوس وائل کے دو بیٹوں بکر اور تغلب کی جنگ ہے ۔ اس جنگ کی وجہ جیسا کہ ابن عبد ربہ نے [۱] العقد الفرید اور الاصفہانی نے اغانی میں ذکر کیا ہے اور دونوں کا بیان ایک دوسرے سے خلط ملط ہو گیا یہ تھی ۔ ابو المنذر ہشام بن محمد بن السائب کہتا ہے عرب کے سرداروں میں سے تین آدمیوں کے سوا کسی ایک شخص (کی سرداری پر) تمام معدؑ کا کبھی اجتماع نہیں ہوا ۔ یہ تین شخص عامر ، ربیعہ اور کُلَیب ہیں ۔ چنانچہ [۲] پہلا عامر بن الظرب بن عمرو بن بکر بن یشکر بن الحٰرث ہے ۔ جب قبیلۂ مذحج ایک مقام سے نکل کر تہامہ کی طرف روانہ ہو اٹرا دو بیضاء کی جنگ میں یہی عامر معدؑ کا سپہ سالار تھا ۔ یہ پہلی جنگ تھی جو تہامہ اور یمن کے درمیان[۳] ہوئی ۔ دوسرا ربیعہ بن الحٰرث بن مُرّہ بن زہیر بن جُشم بن بکر بن حُبَیشب[۴] بن کعب ہے ۔ [۴] سُلانؔ کی جنگ میں یہی معدؑ کا سپہ سالار تھا ۔ یہ جنگ تہامیوں اور یمنیوں کے درمیان ہوئی تھی اور تیسرا کلیب بن ربیعہ ہے ، یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق یہ ضرب‌المثل بیان کی جاتی ہے أعَزُّ مِنْ[۵] کُلَیْبِ وَائِلٍ قبیلہ وائل کے کلیب سے بھی زیادہ عزت والا ، اس نے تمام قبیلہ معد کی قیادت کی اور یمنیوں کی جمعیت کو منتشر کرکے انہیں شکست

---

۱ - ملاحظہ ہو العقد الفرید : ۶ : ۵۹ تا ۶۷

۲ - یہ لفظ بلوغ الارب میں نہیں ہے ۔ العقد الفرید سے لکھا گیا ہے ۔

۳ - بلوغ الارب میں '' من '' ہے اسے '' بَینَ '' پڑھیں ۔ جیسا کہ العقد الفرید میں ہے ۔

۴ - بلوغ الارب میں المیلان ہے تصحیح العقد الفرید سے کی گئی ہے ۔

۵ - العقد الفرید میں ہے : وقاد معدّاً کلّها یوم خَزَازَ اور یہی درست ہے ۔ بلوغ الارب میں : '' یوم خزاز '' کے الفاظ ناقل سے رہ گئے ہیں ۔

دی لہٰذا سارے کا سارا قبیلہ معد اس کی سرداری پر متفق ہو گیا ، انہوں نے اس کے لیے بادشاہ کا سا حصہ ، تاج ، شاہی سلام[1] اور شاہی اطاعت مقرر کر رکھی تھی - کچھ عرصے تک اسی طرح ہوتا رہا اس [۲ : ۱۵۱] کے بعد اس میں بے حد غرور پیدا ہو گیا اور اس نے قوم پر ظلم کرنا شروع کر دیا - اس کا ظلم اس حد تک پہنچ گیا کہ وہ ان جگھوں میں سے جہاں بارش ہوئی ہوتی تھی کچھ مقامات اپنے لیے مخصوص کر لیتا تھا پھر وہاں کوئی شخص بھی اپنے جانور نہ چرا سکتا تھا ، گویا وہ چراگاہ کا اس قدر ٹکڑا اپنے لیے محفوظ کر لیتا تھا جہاں تک کتے کی آواز پہنچ سکے لہٰذا وہ جگہ اس کے لیے مخصوص ہو جاتی ، پھر یہ کہ یہ اوروں کے ساتھ بھی شرکت کر سکتا تھا - یہ تمام زمانے کے خلاف پناہ دے دیتا تھا ، کوئی شخص اس کے عہد کو نہ توڑ سکتا تھا - کبھی وہ یوں کہہ دیتا : فلاں زمین کے جنگلی جانور میری پناہ میں ہیں - چنانچہ کوئی انہیں اپنی جگہ سے اٹھا نہ سکتا تھا اور کوئی شخص اس کے اونٹوں کے ساتھ اپنے اونٹوں کو پانی پر نہ لا سکتا تھا اور نہ اس کی آگ کے ہوتے ہوئے کوئی اور آگ جلائی جا سکتی ہے - یہاں تک کہ عربوں نے کہا : اَعَزُّ مِنْ کُلَیْبِ وائل قبیلہ وائل کے کلیب سے بھی زیادہ عزت والا -

بنو جشم اور بنو شیبان تہامہ میں ایک ہی مقام پر رہا کرتے تھے ، کلیب نے مرہ بن ذھل بن شیبان کی بیٹی جلیلہ[2] سے شادی کر لی تھی ، جلیلہ کا بھائی جساس بن مرہ تھا ، جساس کی ایک خالہ تھی جس کا نام بسوس بنت منقذ التمیمیہ تھا - وہ اپنے بھانجے جساس کی پناہ میں رہتی تھی- اس کی ایک اونٹنی تھی جسے سراب کہتے تھے - اسی کے متعلق عرب کہتے ہیں : " اَشْاَمُ مِنْ سَرَابٍ " - سراب سے بھی زیادہ منحوس اور " اَشْاَمُ مِنْ بَسُوسٍ " بسوس سے بھی زیادہ منحوس - کُلَیب کے

---

۱ - العقد الفرید میں تحیتہ کی بجائے نجہتہ دیا ہے -

۲ - یہ لفظ بلوغ الارب میں نہیں ہے - العقد الفرید سے لکھا گیا ہے - کیونکہ اس سے معنی کی تکمیل ہوتی ہے -

اونٹوں کا گزر سراب کے پاس سے ہؤا جبکہ یہ بسوس کے صحن میں بندھی ہوئی تھی - سراب نے اونٹوں کو دیکھتے ہی رسی کو کھول دیا ، سراب کلیب کے اونٹوں کے پیچھے ہو لی اور جا کر ان کے ساتھ مل گئی یہاں تک کہ کلیب کے پاس حوض پر جا پہنچی - کلیب کے پاس کمان اور ترکش تھا - جب اس نے اس اونٹنی کو دیکھا تو اسے اجنبی سمجھ کر اس کے پستانوں پر تیر مارا - سراب مڑ کر پیچھے کو بھاگی اور اپنی مالکہ کے صحن میں آ کر بیٹھ گئی - اس کے پستانوں سے خون اور دودھ جاری تھا یہ دیکھ کر بسوس چیختی ہوئی اور سر پر ہاتھ مارتی ہوئی نکل آئی - پھر چلا کر کہا : وائے ذلت ، ساتھ ہی یہ اشعار کہے :

لَعَمْرِیَ لَوْ أَصْبَحْتُ فِی دَارِ مُنْقِذٍ
لَمَا ضِیْمَ سَعْدٌ وَهُوَ جَارٌ لِأَبْیَاتِی

اپنی جان کی قسم اگر میں منقذ کے گھر میں ہوتی اور سعد میرا پڑوسی ہوتا تو کوئی شخص اس پر ظلم نہ کر سکتا -

وَلٰکِنَّنِی أَصْبَحْتُ فِی دَارِ غُرْبَةٍ
مَتٰی یَعْدُ فِیْهَا الذِّئْبُ یَعْدُ عَلٰی شَانِی

لیکن میں اجنبی لوگوں میں ہوں جہاں جب بھی کوئی بھیڑیا حملہ کرتا ہے تو میری ہی بھیڑ بکریوں پر کرتا ہے -

فَیَا سَعْدُ لَا تَغْرُرْ بِنَفْسِکَ وَارْتَحِلْ
فَإِنَّکَ فِی قَوْمٍ عَنِ الْجَارِ أَمْوَاتٍ

اے سعد دھوکا نہ کھا اور یہاں سے کوچ کر جا کیونکہ تو ایسے قبیلے میں ہے جس کے افراد اپنے پڑوسی کے لیے مردے کے مانند ہیں -

جب جساس نے اس کی آواز سنی تو اسے تسکین دلائی اور کہا : خدا کی قسم کل صبح ایک بہت بڑا اونٹ قتل کیا جائے گا ، جس کا قتل تمھاری اونٹنی کے قتل سے کہیں بڑا ہوگا - یہ الفاظ کلیب کو پہنچے

اور اس نے سمجھا کہ جساس کی مراد عُلیّان سے ہے جو ایک اعلی نسل کا نر اونٹ تھا۔ چنانچہ اس نے یہ الفاظ کہے هَیْهَاتَ دُوْنَ عُلَیَّانَ خَرْطُ القَتَادِ[1] ، وہ یہ کام نہ کر سکے گا کیونکہ علیان کا قتل [۲ : ۱۵۲] کرنا جان جوکھوں کر کام ہے ۔ پھر قبیلہ گھاس کی تلاش میں نکلا اور ایک نہر کے پاس سے گزرا جسے شُبَیْث کہتے ہیں مگر کلیب نے انہیں وہاں سے پانی لینے سے روکا اس کے بعد ایک اور نہر سے گزر ہؤا جسے اَحَص کہتے ہیں کُلَیب نے وہاں بھی روکا حتی کہ وہ سائب پر جا کر اترے ۔ جساس کا گزر کلیب کے پاس سے ہؤا جبکہ وہ تنہا غدیر الذنائب پر تھا تو جساس نے کہا : تو نے ہمارے اونٹوں کو پانی پر سے دھکیل دیا یہاں تک کہ وہ پیاس سے مرنے لگے تھے ۔ کلیب نے کہا : ہم نے پانی سے اس لیے روکا تھا کہ ہم خود اپنے اونٹوں کو پانی پلا رہے تھے۔ اس پر جساس نے کہا : تمھارا یہ فعل اسی قسم کا ہے جس قسم کا فعل تو نے میری خالہ کی اونٹنی کے ساتھ کیا تھا ۔ اس نے کہا : کیا تجھے یاد ہے ۔ یاد[2] رکھو اگر میں اسے مُرہ کے اونٹوں کے سوا کسی اور کے اونٹوں کے ساتھ پا لیتا تو میں اس اونٹنی کے ساتھ ان تمام اونٹوں کو بھی حلال سمجھتا ۔ پھر جساس نے اپنا گھوڑا اس کی طرف موڑ کر اسے نیزہ مارا اور اس نے موت کو پا لیا ۔ پھر کہا : جسّاس ! مجھے پانی پلاؤ۔ جساس نے جواب دیا : هَیْهَاتَ تَجَاوَزْتَ شُبَیْثاً والاَحَصَّ (اب پانی دیے جانے کا موقع نہیں) ۔

ایک روایت یوں ہے کہ جب لبسوس چلائی تھی اور اس نے جساس

---

۱ ۔ قتاد ایک درخت ہے جس کے کانٹے نہایت سخت ہوتے ہیں ۔ اب ہر اس کام کے لیے جو نہایت ہی مشکل ہو دون ذلک خرط القتاد کہتے ہیں ۔

۲ ۔ اغانی (۵ : ۳۱) میں یہ عبارت یوں ہے اور یہی درست ہے : أمَا انّی لو وجدتها فی غیر ابل مرّة لاستحللت تلک الابل بها ۔

کو خوب بھڑکایا تھا تو جساس اپنے گھوڑے پر سوار ہؤا اور عمرو بن الحٰرث بن ذھل بن شیبان نے اس کا ساتھ دیا ۔ جساس کے پاس نیزہ بھی تھا حتٰی کہ وہ دونوں کلیب کے پاس اس کی چراگاہ میں داخل ہو گئے ۔ جساس نے نیزہ مار کر اس کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی اور عمرو نے پیچھے سے لیزہ مار کر اس کی قطن[1] کو کاٹ ڈالا ۔ اس سے کُلَیْب گر پڑا ، اور ایڑیاں رگڑتا رہا جب اسے قتل کر چکا تو گھر والوں کو آ کر بتایا کہ اس نے کلیب کو مار ڈالا ہے ، پھر جساس بھاگ گیا ۔
جساس کا بھائی ہمام بن مرہ کُلَیب کے بھائی مہلہل کا ہم پیالہ و ہم نوالہ تھا۔ دونوں میں بڑی دوستی اور بھائی چارا تھا، اس نے اس سے عہد کیا ہؤا تھا کہ اس سے کوئی بات چھپا نہ رکھے گا۔ اس کی ایک لونڈی نے آ کر اس سے رازدارانہ یہ بات کہی کہ جساس نے کُلَیب کو مار ڈالا ہے۔ مہلہل نے دریافت کیا : اس نے کیا کہا ہے ؟ مگر ہمام نے نہ بتایا ، مہلہل نے عہد یاد دلایا ۔ تو ہمام نے کہا : اس نے مجھے بتایا ہے کہ میرے بھائی نے تمھارے بھائی کو مار ڈالا ہے اس پر مہلہل نے کہا : تمھارے بھائی کی تشریف اس سے تنگ تر ہے ، یعنی اس کی کیا طاقت کہ وہ ایسا کام کر سکے ، پھر چپ ہو گیا ۔ دونوں شراب پینے میں مصروف رہے ۔ مہلہل تو اس طرح پی رہا تھا جس طرح ایک بے خوف انسان پیتا ہے مگر ہمام ایک خوفزدہ انسان کی طرح پی رہا تھا ۔ تھوڑی دیر کے بعد شراب نے مہلہل کو گرا دیا ۔ ہمام چپکے سے کھسک گیا اور اپنی قوم بنی شیبان کے یہاں پہنچ گیا ، بنی شیبان اپنے خیمے اکھاڑ چکے تھے انھوں نے گھوڑوں اور اونٹوں کو جمع کر کے وہاں سے کوچ کیا اور ایک چشمے پر پہنچے ، جسے نِہیّی کہا جاتا تھا اور جب کُلَیب کا قتل ظاہر ہو گیا اور مہلہل ہوش میں آ گیا تو اس کی قوم کے سرکردہ لوگ جمع ہوئے اور وہ بکر کے خلاف جنگ کے لیے آمادہ ہو گیا ۔ اس نے عورتوں اور عشق بازی کو ترک کر دیا جؤا اور شراب اپنے اوپر

---

[1] ۔ قطن : وہ حصہ جو دونوں چوتڑوں کے درمیان ہے ۔

حرام کر دی ، پھر بنی شیبان کے پاس ایک آدمی کو بھیجا تاکہ ان سے[1] معذرت خواہ ہو بنی شیبان مرّہ بن ذُھْل بن شیبان کے پاس آئے جبکہ وہ اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا تھا اور کہا : تم نے ایک اونٹ کے بدلے میں کلیب کو قتل کر کے بہت برا کام کیا ہے ۔ تم نے رشتہ داروں کے تعلقات کو منقطع کر دیا ہے اور تم نے بے عزتی کی ہے ۔ لیکن اپنا عذر پیش کیے بغیر ہم نے اس بات کو پسند نہیں کیا کہ جلد بازی سے کام لیں ، بہر حال ہم چار باتیں پیش کرتے ہیں جن کے باعث تمھاری تشفی بھی ہو جائے گی اور تم مصیبت سے نجات بھی پا جاؤ گے ۔ مُرّہ نے کہا : وہ کیا ہیں ؟ اس نے جواب دیا : یا کُلَیْب کو زندہ کر دو ، یا اس کے قاتل جسّاس کو ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے اس کے بدلے میں قتل کر دیں، یا ہمام کو دے دو کیونکہ وہ اس کا ہمسر ہے یا اپنی ذات کو دے دو کیونکہ تم اس کے خون کے برابر اترتے ہو مُرۃ نے جواب دیا : کلیب کو تو میں زندہ نہیں کر سکتا ۔ رہا جساس تو وہ ایک نوجیز تھا جس نے جلد بازی میں نیزہ مارا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر چل دیا ۔ مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس ملک میں ہے ۔ رہا ہمام تو اس کے دس بیٹے ، دس بھائی اور دس بھتیجے ہیں اور وہ سب کے سب قوم کے سردار ہیں ۔ وہ تو اس کا ساتھ نہیں چھوڑے گے کہ میں اسے تمھارے سپرد کر دوں تا کہ اسے کسی اور کے جرم کی وجہ سے قتل کر دیا جائے ۔ رہا میں تو جب (میدان جنگ میں) گھوڑے دوڑیں گے تو ہو سکتا ہے کہ سب سے پہلے میں ہی مارا جاؤں لہذا میں مرنے میں جلدی نہیں کرنا چاہتا لیکن میں تمھیں دو باتیں پیش کرتا ہوں ایک

---

۱ ۔ آلوسی نے یہاں بہت سی عبارت چھوڑ دی ہے جس کی وجہ سے معنی واضح نہیں ہوتے ۔ میں نے وہ عبارت العقد الفرید سے لے کر ترجمہ کیا ہے وہاں عبارت اس طرح ہے : فارسل رجلاً منهم الی بنی شیبان یُعذر الیهم فیما وقع من الامر فأتوا مرّة بن ذهل بن شیبان و هو فی نادی قومه فقالوا انکم الخ ۔

تو یہ ہے کہ یہ میرے باقی بیٹے ہیں ان میں سے جس کی گردن میں چاہو تسمہ ڈال کر اپنے گھر لے جاؤ اور اسے بکری[۱] کے بچے کی طرح ذبح کر ڈالو ورنہ میں بکر بن وائل کی طرف سے ایک ہزار سیاہ آنکھ والی اونٹنی کا ضامن ہوں ۔ اس پر ان لوگوں کو غصہ آ گیا اور انھوں نے کہا : تم نے برا جواب دیا ہے اور کلَیب کے خون کے عوض میں دودھ یعنی اونٹنیاں قبول کر لینے کی ذلت ہمیں چکھا رہا ہے غرضیکہ ان کے درمیان جنگ چھڑ گئی اور کُلَیب کی بیوی (جَلیلہ) اپنے باپ اور اپنی قوم کے پاس چلی گئی ۔ بنی تغلب نے النَّمِر بن قاسط کو بلا بھیجا ، وہ بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے اور بنی بکر کے خلاف جنگ کرنے کے لیے دونوں متحد ہو گئے ، قبیلہ عقیلہ[۲] بن قاسط بھی اس کے ساتھ جا ملا ۔ بکر بن وائل کے کچھ قبیلے (اس جنگ میں) علٰحدہ رہے اور بنی شیبان کا باہم جمع ہو جانا اور اپنے بھائیوں کے خلاف لڑنے میں ان کی مدد کرنا انھیں ناپسند ہؤا اور انھوں نے جسّاس کے کُلَیب کو ایک اونٹ کے بدلے میں قتل کرنے کو بہت بڑی زیادتی سمجھا ، لٰہذا قبیلہ لُجیم والے وہاں سے کوچ کر کے چلے گئے ، قبیلہ لیشکر والے ان کی مدد کرنے سے باز رہے ، الحٰرث بن عباد اپنی قوم کو چھوڑ کر گھر میں پڑا رہا ، الحٰرث بُجَیر کا باپ[۳] اور نعامہ گھوڑی کا سوار ہے ۔

ابو المنذر کہتا ہے : مجھے خراش نے بتایا کہ پہلی جنگ اس پانی[۴] پر ہوئی جہاں بنو شیبان اترے ہوئے تھے ۔ اس وقت تغلب کا سردار مہلہل اور شیبان کا سردار الحٰرث بن مرۃ تھا ۔ اس میں فتح تغلب کی

---

۱ ۔ بلوغ الارب میں الخروف ہے مگر العقد الفرید میں الجزور (اونٹنی) ہے ۔

۲ ۔ العقدالفرید میں عقیلہ کی بجائے عُنفُسَیلۃ ہے ۔

۳ ۔ بلوغ الارب میں صفحہ ۱۴۷ پر گزر چکا ہے کہ بُجَیر الحٰرث بن عُبَاد کا بھتیجا تھا اور یہی درست ہے ۔

۴ ۔ العقد الفرید (۶ : ۶۳) میں پانی کا نام النہی لکھا ہے اور اس جنگ کا نام یوم النہی بتایا ہے ۔

ہوئی اور بنی شیبان کو کافی جانی نقصان اٹھانا پڑا اور جنگ ختم ہو گئی ۔ مگر اس دن بنی مرہ میں سے کوئی شخص نہیں مارا گیا ۔ اس کے بعد ان دونوں فریقوں کی ملاقات الذنائب کے مقام پر ہوئی ۔ یہ ان کی سب سے بڑی جنگ تھی ۔ اس میں بنو تغلب فتحمند ہوئے اور بنو بکر کو بری طرح قتل کیا گیا ۔ اسی جنگ میں شراحیل بن مُرۃ بن ہمام بن مرۃ بن ذہل بن شیبان مارا گیا وہ حوفزان کا دادا ہے ، [۲:۱۵۴] حوفزان معن بن زائدہ کا دادا ہے اور حوفزان کا اصلی نام الحارث بن شریک بن عمرو بن قیس بن شراحیل ہے ، اسے عتّاب بن قیس بن زہیر بن جشم نے قتل کیا تھا ۔ بنی ذہل میں سے عمرو بن[۱] سدوس بن شیبان بن ذہل بن ثعلبہ قتل ہوا ۔ بنی تیم اللہ میں سے حمل بن مالک بن تیم اللہ اور عبداللہ[۲] بن مالک بن تیم اللہ مارے گئے ، بنی قیس بن ثعلبہ میں سے[۳] [سعد بن ضبیعہ بن قیس اور تیم بن قیس بن ثعلبہ [مارے گئے اور یہ ان دو میں سے تھا جو سٹھیا گئے تھے] اور یہ بہت بڑی عمر کا تھا ۔ بکر کے سرداروں میں سے ذنائب کی جنگ میں یہی لوگ مارے گئے تھے ۔

اس کے بعد ان کی مڈ بھیڑ واردات کے مقام پر ہوئی ۔ اس وقت لوگوں کے سردار وہ لوگ تھے جن کے نام ہم نے ذکر کر دیے ہیں ۔ اس دن بنو تغلب فتحیاب ہوئے اور بنی بکر کے بہت سے افراد مارے گئے ۔ اسی روز [الشعثان[۴]] سعم اور عبد شمس[۵] مارے گئے ۔ یہ دونوں معاویہ بن عامر بن ذہل بن ثعلبہ کے بیٹے تھے ، سیار بن حارث بن سیار بھی مارا

---

۱ ۔ تصحیح از روی العقد الفرید کی گئی ہے بلوغ الارب میں سدوس نقل ہے ۔

۲ ۔ العقد الفرید میں عبیداللہ درج ہے ۔

۳ ۔ یہ عبارت العقد الفرید سے لکھی گئی ہے ۔

۴ ۔ یہ لفظ بلوغ الارب میں نہیں ہے العقد الفرید سے لکھا گیا ہے ۔

۵ ۔ سمط الآلی (صفحہ ۱۱۲) میں یوں ہے : الشعثان و سُعَیب ابنا معاویہ بن عامر

گیا ، اسی جنگ میں جسّاس کا بھائی ہمام بن مُرّہ بھی مارا گیا - مہلہل کا گزر اس کے پاس سے اس حالت میں ہؤا تو اس نے کہا : خدا کی قسم کُلَیْب کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں مارا گیا جس کا کھو دینا مجھے تیرے کھو دینے سے زیادہ شاق گزرے - اسے ناشرہ نے قتل کیا تھا ، حالانکہ ہمام ہی نے اسے پالا تھا اور اس کی کفالت کی تھی - بعینہٖ اسی طرح جس طرح حُذَیْفہ بن بدر نے قِرْواس کو پالا تھا اور اس نے ہباءہ کی جنگ میں حُذَیْفہ کو قتل کر ڈالا تھا -

اس کے بعد وہ عُنَیْزَہ کے مقام پر مقابل ہوئے ، یہاں پھر بنو تغلب کو فتح ہوئی اس کے بعد وہ بار بار لوٹ کر آئے ، ان میں کئی جنگیں ہوئیں مگر ہر بار بنی تغلب کو بنی بکر پر فتح حاصل ہوتی رہی - مہلہل نے بکر کو طعنہ دیتے ہوئے ایک لمبے قصیدے میں ان جنگوں کا ذکر کیا ہے - قصیدے کا مطلع یہ ہے :

أَلَیْلَتَنَا بِذِیْ حسم أَنِیْرِیْ
إِذَا أَنْتِ انْقَضَیْتِ فَلَا تَحُوْرِیْ

ذی حسم کے مقام پر اے رات روشن ہو جا جب تو ختم ہو جائے تو پھر نہ لوٹنا ،

جب حد سے زیادہ لوگ قتل[1] ہو چکے تو مہلہل نے کہا :

أَكْثَرْتُ قَتْلَ بَنِیْ بَكْرٍ بِرَبِّهِمُ
حَتّٰی بَكَیْتُ وَمَا یَبْكِیْ لَهُمْ أَحَدٌ

میں نے ان کے بادشاہ کے بدلے میں بنی بکر کے بہت سے لوگ قتل کر دیے یہاں تک کہ میں رو پڑا اور کوئی بھی ان پر رونے والا نہ تھا

أَلَیْتُ بِاللّٰهِ لَا أَرْضٰی بِقَتْلِهِمْ
حَتّٰی أُبَهْرِجَ بَكْرًا أَیْنَمَا وُجِدُوْا

---

۱ - العقد الفرید میں فی القتل کی بجائے فی الدماء ہے -

میں نے اللہ کی قسم کھائی ہے کہ میں اس وقت تک ان کو قتل کرنے سے خوش نہ ہوں گا جب تک کہ میں اس بات کی عام اجازت نہ دوں کہ جہاں کہیں قبیلہ بکر کا آدمی پایا جائے اسے بے کھٹکے قتل کر دیا جائے

ابو حاتم کہتا ہے کہ اُبْهِرْج کے معنی یہ ہیں کہ میں اسے باطل کر دوں کہ جو شخص بھی ان میں سے قتل ہو اس کی دیت نہ لی جائے۔ دِرْهَمٌ بَهْرَجٌ[1] (کھوٹا درہم) اسی سے لیا گیا ہے۔ مہلہل نے یہ اشعار بھی کہے :

یا لَبَكْرٍ اَنْشِرُوا لِيْ كُلَيْباً

اے قوم بکر میرے لیے کُلَیب کو زندہ کر دو

[۲:۶۰۱] اس نے اپنے بھائی کے مرثیے میں بھی بہت سے اشعار کہے ہیں۔

اس کے بعد مہلہل قتال میں حد سے تجاوز کر گیا ، اس نے اس بات کی بھی پروا نہ کی کہ وہ قبیلہ بکر کی کس شاخ پر حملہ آور ہو رہا ہے حالانکہ بنی بکر کے اکثر لوگ بنی شیبان کی مدد کو صرف اس لیے نہ آئے تھے کہ انھوں نے کُلَیب کو قتل کیا تھا۔ حارث بن عُبَاد بھی ان جنگوں سے الگ رہا تھا ، اس نے کہا تھا : لاَ نَاقَةٌ لِيْ فِيْهَا وَلاَ جَمَلٌ (میرا اس جنگ میں کوئی عمل دخل نہیں ہے) اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے تھے۔ قبائل بکر اکٹھے ہو کر اس کے پاس آئے اور کہا : تمھاری قوم فنا ہو چکی ہے۔ اس پر اس نے اپنا بھتیجا بُجَیْر مُہلہل کی طرف بھیجا اور اس سے کہا : مہلہل سے کہہ دو میں اپنی قوم سے اس لیے الگ رہا ہوں کہ انھوں نے تم پر ظلم کیا تھا اور تمھیں کھلی چھٹی دے رکھی تھی کہ تم جو چاہو ان کے ساتھ کر لو ، اب تم

۱۔ بلوغ الارب میں المبهرج ہے تصحیح العقد الفرید سے کی گئی ہے

نے اپنا بدلہ لے لیا ہے اور تم نے اپنی قوم کو قتل کر دیا ہے ۔ بُجَیر مُہَلْہِل کے پاس آیا مگر مُہَلْہِل نے اسے قتل کر دیا جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے ۔ اس کے بعد الحٰرث جنگ کے لیے اٹھا اور تَغلِب سے لڑا یہاں تک کہ مُہَلْہِل بھاگ نکلا اور تغلب کے تمام قبائل منتشر ہو گئے ، چنانچہ پہلی جنگ جس میں الحٰرث بن عُباد نے شرکت کی قضۃ کی جنگ تھی ۔ اسی کو یوم " تحلاق اللمم " بھی کہتے ہیں ، اسی جنگ میں الحٰرث نے مہلہل کو قید کیا تھا ۔ درانحالیکہ وہ اسے پہچانتا نہ تھا ۔ اس کا اصلی نام عدی بن ربیعہ تھا ۔ الحٰرث نے اس سے کہا : مجھے عدی کا پتا بتاؤ تو میں تمھیں رہا کر دوں گا ۔ مہلہل نے کہا : اگر میں اس کا پتا بتا دوں تو وعدہ کرو کہ تم مجھے چھوڑ دو گے ۔ الحٰرث نے کہا : ہاں میں وعدہ کرتا ہوں ۔ مہلہل نے کہا : میں ہی عدی ہوں ۔ اس پر الحٰرث نے اس کی پیشانی کے بال کاٹ کر اسے چھوڑ دیا اور اس کے متعلق یہ شعر کہا :

لَهْفَ نَفْسِي عَلَى عَدِيٍّ وَلَمْ
أَعْرِفْ عَدِيًّا إِذْ أَمْكَنَتْنِي الْيَدَانِ

مجھے عدی کو چھوڑ دینے پر اپنے آپ پر افسوس آتا ہے کہ جب میں نے اس پر قابو پایا تو اس وقت میں اسے پہچانتا نہ تھا

اسی جنگ میں دو تغلبی عمرو عامر مارے گئے ۔ ان دونوں کو [1] حجر بن ضُبَیْعہ نے قتل کیا تھا ۔ اس کے بعد مُہَلْہِل اپنی قوم کو چھوڑ کر چلا گیا اور جنگ سے الگ ہو کر بنی یشکر میں جو اس کے خالو ہوتے تھے مقیم رہا ۔ اس نے الحٰرث بن عمرو بن معاویہ الکندی کو جو امرؤ القیس بن حجر کا دادا ہے آپس میں صلح کرانے اور بادشاہ بنانے کے لیے بھیجا ۔ ان لوگوں نے یہ کہا تھا : ہمارے بے وقوف ہم پر غالب آ گئے تھے اور ہم میں سے طاقتوروں نے کمزوروں کو کھا لیا ہے لہٰذا اب رائے یہی قرار پائی ہے کہ ہم کسی ایسے شخص کو اپنا بادشاہ بنا لیں

---

۱ - العقد الفرید میں حجر کی بجائے جحدر درج ہے ۔

جسے ہم اونٹ اور بھیڑ بکریاں دیتے رہیں تاکہ وہ [1] قوی سے کمزور اور ظالم سے مظلوم کا حق دلائے ، وہ ہمارے کسی قبیلے میں سے نہ ہو مبادا کہ دوسرے قبیلے والے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیں ، اس طرح جنگ ختم نہ ہوگی لہٰذا الحارث بن عمرو نے ان کے مابین صلح کرا دی اور انھیں قبیلۂ لخم کے لوگوں کے حلاف جو شام کے بادشاہ تھے اور بنی غسان میں سے تھے - جنگ میں مشغول کر دیا اور مُہَلْہِل تھا مرتے دم تک اپنے ماموؤں کے یہاں رہا - بعض کہتے ہیں کہ اسے ایک اونٹ کی دونوں ٹانگوں کے درمیان مردہ پایا گیا ، یہ اونٹ بھڑک اٹھا تھا ، بعض کہتے کہ نہیں مہلہل قید کی حالت میں مرا - یہ قصہ یوں ہے کہ وہ یمن میں قبیلہ جَنْب کے یہاں اترا ، جَنْب مَذْحِج کی ایک شاخ ہے - انھوں نے مہلہل سے اس کی بیٹی کا رشتہ مانگا - اس نے کہا : میں دھکیلا ہؤا یہاں تمھارے پاس آ گیا ہوں لہٰذا اگر میں بیٹی [۲ : ۱۵۷] کی شادی کر دوں تو لوگ کہیں گے کہ انھوں نے اسے مجبور کرکے شادی کر لی ہے ، انھوں نے مہر میں کچھ کھالیں دیں اس پر مہلہل نے یہ شعر کہا :

أَنْكَحَهَا فَقْدُهَا الأَرَاقِمَ فِي
جَنْبٍ وَكَانَ الحِبَاءُ مِنْ أَدَمِ

میری بیٹی کی شادی قبیلہ جنب میں اس لیے ہوئی کہ وہاں اراقم نہ مل سکے تھے اور اس کا مہر کھالیں تھیں

یہ بہت سے شعروں میں سے ایک شعر ہے - اس کے بعد وہاں سے اتر آیا تو اسے اسماء کا باپ عوف بن مالک ملا - یہ [2] اسماء المرقش

---

۱ - بلوغ الارب میں یوں ہے : فیأخذ من القوی و یرد الظالم مگر اس کا کوئی مطلب نہیں بنا درست عبارت جیسا کہ العقد الفرید (۶ : ۶۷) میں یوں ہے : فیاخذ للضعیف من القوی و یرد علی المظلوم من الظالم

۲ - اسماء اس کی چچازاد بہن تھی جس کی شادی اس کے باپ نے مرقش کی غیر حاضری میں قبیلہ مراد کے ایک شخص سے کر دی تھی - (الشعر و الشعراء : ۱۳۸ - ۱۴۱ طبع ۱۹۶۴ء)

الاکبر کی محبوبہ تھی ۔ مہلہل اسی کی قید میں مر گیا ۔

السُکّری " اشعار تغلب " میں کہتا ہے : بنی قیس بن ثعلبہ کے ایک شخص نے جس کا نام عوف بن مالک تھا مہلہل کو گرفتار کر لیا ۔ تو لوگ عوف بن مالک کے پاس آئے اور انھوں نے کہا کہ مہلہل کو ہمارے ساتھ بھیج دو ۔ عوف نے مہلہل کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا ۔ وہاں اس نے شراب پی ۔ جب واپس آیا تو مہلہل نے بکر بن وائل کے متعلق ہجویہ اشعار کہنے شروع کر دیے ۔ جب عوف بن مالک نے یہ اشعار سنے تو اسے غصہ آ گیا اور کہا : میں یہ عہد کرتا ہوں کہ مہلہل اس وقت تک نہ پانی کا قطرہ پیے گا اور نہ شراب جب تک [1] الخُضَیْر [حاء اور ضاد دونوں معجمہ ہیں اور یہ لفظ مصغّر ہے] کو پانی پر نہ لایا جائے ۔ خُضَیر عوف کا اونٹ تھا جو سات دنوں کے بعد پانی پینے کو آتا تھا ۔ اس کی قوم کے لوگوں نے اس سے کہا : تو نے بری قسم کھائی ہے ۔ اس پر لوگوں نے خُضیر کی تلاش میں گھوڑ سوار بھیجے اور وہ تین دنوں کے بعد اسے لے کر آئے مگر مہلہل پیاس سے مر چکا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ اسے قتل کر دیا گیا تھا ۔ اس کے قتل کیے جانے کی وجہ یہ تھی کہ بوڑھا ہو گیا تھا اور سٹھیا گیا تھا اور اس کے دو غلام اس کی خدمت کیا کرتے تھے اور وہ دونوں اس کی خدمت کرتے کرتے اکتا گئے ۔ یہ ان کو لے کر سفر پر روانہ ہوا ۔ جب وہ کسی جنگل سے گزر رہا تھا تو ان دونوں نے اسے قتل کرنے کی ٹھان لی جب اسے اس کا پتا چلا تو اس نے اپنے پالان کی لکڑی پر یہ شعر لکھا ۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں بلکہ اس نے انھیں وصیت کی تھی کہ یہ شعر اس کے گھر والوں تک

---

[1] ۔ سمط اللآلی (۲۷) میں رُبَیْب ہے وہاں عبارت یوں ہے : واللہ لا یشرب حتی یرد رُبَیب وھو جمل کان لہ یَرِدُ بعد عشرۃ فی حمارّۃ القیظ فطُلب رُبَیب فلم یقدر علیہ حتی مات مھلھل عَطَشاً ۔ میمنی نے " البسوس " کے حوالے سے " الحُصَین الماء " دیا ہے پھر لکھا : قال و الحُصین جمل لعوف کان لا یَرِد الماء الا بعد شھر

پہنچا دیں :

مَنْ مُبلِغُ الحَیّیْن اَنْ مُہَلْہِلاً
لِلّٰہِ دَرُّکُمَا و دَرُّ اَبِیکُمَا

دونوں قبیلوں کو کون یہ خبر پہنچا دے گا کہ مہلہل .. تمھارا بھی کیا کہنا اور تمھارے باپ کا بھی کیا کہنا

اس کے بعد ان دونوں نے اسے قتل کر دیا اور اس کی قوم کے پاس واپس چلے آئے اور کہا کہ وہ مر گیا تھا اور انھوں نے اس کا شعر پڑھ کر سنایا ۔ اس پر اس کی اولاد میں سے کسی نے کہا : (کہا جاتا ہے کہ یہ اس کی بیٹی نے کہا تھا) کہ مہلہل اس قسم کا مہمل شعر نہیں کہہ سکتا دراصل اس کی مراد یہ ہے :

[1] مَنْ مُبلِغُ الحَیَّیْنِ اَنَّ مُہَلْہِلاً
اَمْسٰی قَتِیلاً فِی الفَلاۃِ مُجَدَّلاً

دونوں قبیلوں کو کون یہ خبر پہنچائے گا کہ مہلہل بیابان میں مقتول ہو کر زمین پر گرا پڑا ہے

لِلّٰہِ دَرُّکُمَا و دَرُّ اَبِیکُمَا
لاَ یَبْرَحُ العَبْدَانِ حَتّٰی یُقْتَلاَ

تمھارے اور تمھارے باپ کے کیا کہنے ، دونوں غلام قتل ہوئے بغیر جانے نہ پائیں

اس پر انھوں نے دونوں غلاموں کو مارا پیٹا ، یہاں تک کہ انھوں نے اقرار کیا کہ انھوں نے مہلہل کو قتل کر دیا ہے ۔ حقیقت حال کو خدا ہی بہتر جانتا ہے ۔

---

۱ ۔ یہ دونوں شعر اور ان کا واقعہ بلوغ الارب جلد اول کی ابتدا میں گزر چکا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۲۷ - ۲۸

اور ان میں سے ایک

معاذ بن صرم الخزاعی

[۲ : ۱۵۸] ہے - یہ اپنے زمانے میں خزاعہ کا شہسوار تھا - اس کی روداد یہ ہے کہ اس کی والدہ قبیلہ عتک میں سے تھی - یہ اپنے ماموؤں کے ہاں اکثر جایا کرتا تھا ، ایک بار یہ ان سے ایک گھوڑا مستعار لے کر اپنی قوم کے ہاں چلا آیا - جُحَیش بن سَودہ نامی ایک شخص نے جو اس کا دشمن تھا اس سے کہا : کیا میرے ساتھ اس شرط پر دوڑ لگاتا ہے کہ جو آگے نکل جائے وہ دوسرے کا گھوڑا لے لے - دونوں نے دوڑ لگائی - معاذ آگے نکل گیا اور اس نے جُحَیش کا گھوڑا لے لیا - پھر جُحَیش کو چڑانے کی نیت سے اس نے گھوڑے کی ایشطل یعنی کمر پر تلوار ماری اور گھوڑا گر پڑا - یہ دیکھ کر جُحیش نے کہا : تیری ماں مر جائے تو نے اس گھوڑے کو مار ڈالا ہے جو تجھ سے اور تیرے والدین سے بہتر تھا - اس پر معاذ نے تلوار اٹھا کر اس کے سر پر ماری ، اسے قتل کر دیا اور ازاں بعد اپنے ماموؤں کے یہاں چلا گیا ، جب قوم کو اس بات کی خبر ملی تو مقتول کا بھائی اور ایک چچازاد بھائی سوار ہو کر نکلے اور اس کے پاس جا پہنچے - معاذ نے ایک پر حملہ کیا اور نیزہ مار کر اسے قتل کر دیا ، دوسرے پر حملہ کرکے تلوار ماری اور اسے بھی قتل کر دیا ، اس واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے :

قَتَلْتُ جُحَيْشاً بَعْدَ قَتْلِ جَوَادِهِ
وَ كُنْتُ قَدِيماً فِي الحَوَادِثِ ذَا فَتْكِ

میں نے جُحَیش کے گھوڑے کو قتل کرنے کے بعد جُحَیش کو بھی مارا ڈالا اور میں تو عرصۂ دراز سے حادثات کے معاملے میں بہادر چلا آ رہا ہوں

وَتَصَدَّتْ لِعَمْرٍو بَعْدَ بَدْرٍ بِضَرْبَةٍ
فَخَرَّ صَرِيعاً مِثْلَ عَائِرَةِ النَّسْكِ[1]

میں نے بدر کے بعد عمرو کو تلوار مارنے کا ارادہ کیا تو وہ یوں زمین پر گرا جس طرح عائرۃ السک گرا پڑا ہوتا ہے

لِيَعْلَمَ الاَقْوَامُ اَنِّيَ صَارِمٌ
خُزَاعَةُ اَجْدَادِي وَ اَنْمِيْ اِلَى عَكِّ

تا کہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ میں ایک قاطع تلوار ہوں ۔ خزاعہ میرے اجداد ہیں اور میری نسبت قبیلہ عک کی طرف ہے

فَقَدْ ذُقْتَ يَا جَحْشُ بْنَ سَوْدَةَ ضَرْبَتِي
وَ خَبَرْتَنِي اِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلُ فِي شَكِّ

اے جحش بن سودہ اگر تو اس سے پہلے شک میں تھا تو اب تو نے میری تلوار کی مار کا مزہ چکھ لیا ہے اور مجھے آزما لیا ہے

تَرَكْتُ جُحَيْشاً ثَاوِياً ذَا تَوَائِحٍ
خَضِيْبَ دَمٍ جَارَاتُهُ حَوْلَهُ تَبْكِي

میں نے جحیش کو مردہ چھوڑا ۔ نوحہ کرنے والیاں اس کا نوحہ کر رہی تھیں ۔ وہ خون سے رنگا ہوا تھا اور اس کی پڑوسنیں اس کے گرد رو رہی تھیں

تَرِنُّ عَلَيْهِ اُمُّهُ بِانْتِحَابِهَا
وَ تَقْشِرُ جِلْدَيْ مَحْجِرَيْهَا مِنَ الْحَكِّ

اس کی ماں روتے روتے چلانے لگتی تھی اور اپنی آنکھوں کو

---

۱ ۔ عائرہ السک : عربوں کے ہاں دستور تھا کہ کسی شخص کے اونٹوں کی تعداد ایک ہزار پہنچ جاتی تو وہ ایک اونٹ کی آنکھیں نکال دیتے تھے ۔ وہ اس فعل کو عبادت سمجھتے تھے ۔ اس اونٹ کو عائرۃ النسک کہا جاتا تھا ۔

کھجلاتی کھجلاتی چھیل ڈالتی تھی

لِيَرْتَفِعَ أَثْوَاماً حُلُولِي فِيهِم،
وَيُزْرِي بِقَوْمٍ إِنْ تَرَكْتُهُمُ تَرْكِي

(میں نے یہ فعل اس لیے کیا ہے کہ) جن لوگوں میں اتروں انھیں میرے اترنے سے بلندی حاصل ہو اور جن کو میں چھوڑ کر چلا جاؤں انھیں میرا چھوڑ دینا دنیا میں ذلیل کر دے

وحِصْنِي ١سَرَاهُ الطِّرفِ وَالسَّيْفُ مَعْقِلِي
وَعِطْرِي غُبَارُ الحَرْبِ لاَ عَبَقُ المِسْكِ

گھوڑے کی پیٹھ میرا قلعہ ہے اور تلوار میری جائے پناہ ہے ۔ جنگ کا غبار میرا عطر ہے نہ کہ دستوری کی مہک

تَتُوقُ غَدَاةَ الرَّوْعِ نَفْسِي إِلَى الوَغَى
تَوْقِ القَطَا تَشْتُوْ إِلى الوَشَلِ الرَّنْدِ

[٢ : ١٥٩] خوف کے دن میرا نفس جنگ کی خواہش کرتا ہے جس طرح بہت سے خواہش کرتے ہیں اور کم اور ٹپکنے والے پانی کی طرف چڑھ کر چلے جاتے ہیں

وَلَسْتُ بِرِعْدِيدٍ إِذَا رَاعَ مُعْضِلٌ
وَلاَ فِي تَوَادِي القَوْمِ بِالصَّيْتِ المُسْكِ

١ - سراه : پیٹھ یہ لفظ مفرد ہے جسے اکثر لوگوں نے غلطی سے جمع سمجھ لیا ہے ۔ یہی غلطی بہجۃ اثری سے بھی ہوئی ہے ۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے : السراۃ : الظھور ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الروض الانف : ٢ : ١١٦ اور ٣٣٥ ۔ دوسری غلطی جو بہجۃ اثری اور اس کے استاد آلوسی سے ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ سراہ کے اصلی معنی انھوں نے ” پیٹھ “ سمجھے حالانکہ سراۃ کل شئی أَعْلاَهُ و سراہ الفرس ظھرہ لأنہ أَعْلاَهُ ۔ نیز ملاحظہ ہو بلوغ الارب : ٢ : ٣٣٢

جب کوئی مصیبت لوگوں کو خوفزدہ کر دے تو اس وقت میں بزدلی نہیں دکھاتا اور نہ قوم کی مجالس میں کم عقل خیال کیا جاتا ہوں

وَكَمْ مَلِيكٍ جَدَّلْتُهُ بِمُهَنَّدٍ
وَسَابِغَةٍ بَيْضَاءَ مُحْكَمَةِ السَّكِّ

بہت سے بادشاہوں کو میں نے تلوار کے وار سے زمین پر دے مارا ، میں نے اس وقت چمکدار وسیع اور تنگ حلقوں والی زرہ پہن رکھی ہوئی تھی

پھر وہ مدت تک اپنے ماموؤں کے یہاں مقیم رہا ۔ اس کے بعد وہ اپنے ماموں زاد نوجوان بھائیوں کی جماعت کے ساتھ شکار کے لیے نکلا تو معاذ نے ایک گورخر پر حملہ کیا ۔ اس کا ایک ماموں زاد بھائی جس کا نام عصبان تھا اوپر آ پہنچا اور کہا : گورخر کو چھوڑ دے ۔ اس نے چھوڑنے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے تمہاری خاطرداری منظور نہیں ۔ عضبان نے جواب دیا : یاد رکھ اللہ کی قسم اگر تجھ میں کوئی خوبی ہوتی تو تو اپنی قوم کو چھوڑ کر یہاں نہ چلا آتا ۔ یہ جواب سن کر معاذ نے کہا : زُرْغِبّاً تَزْدَدْ حُبّاً (مدر کھو دیتا ہے ہر روز کا آنا جانا) اور یہ الفاظ ضرب المثل بن گئے ۔ اس کے بعد وہ اپنی قوم میں چلا آیا ، مقتول کے گھر والوں نے اسے قتل کرنا چاہا مگر قوم کے لوگوں نے ان سے کہا : ہم اپنے شہسوار کو قتل نہ کرو اگرچہ اس نے ظلم کیا ہے لہذا انھوں نے اس سے دیت قبول کر لی ۔ اس مثل کی روایت نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ہوئی ہے ۔ اور اسی کی طرف شاعر نے اشارہ کیا ہے :

إِذَا شِئْتَ أَنْ تُقْلَىٰ فَزُرْ مُتَوَاتِراً
وَإِنْ شِئْتَ أَنْ تَزْدَادَ حُبّاً فَزُرْ غِبّاً

اگر تو یہ چاہے کہ لوگ تجھ سے دشمنی رکھیں تو روزانہ ان کو ملنے کے لیے آ اور اگر محبت بڑھانا چاہے تو ناغہ ڈال کر ملنے کو آ

ایک اور کہتا ہے :

عَلَيْكَ بِأغْبَابِ الزِّيَارَةِ إنَّهَا
إذَا كَثُرَتْ كَانَتْ إلَى الهَجْرِ مَسْلَكَا

دو وقفے کے ساتھ لوگوں کو ملنے جایا کر کیونکہ جب ملاقات زیادہ ہو جائے تو جدائی کا سبب بن جاتی ہے

أَلَمْ تَرَ أنَّ القَطْرَ يُسْأَمُ دَائِمًا
وَيُسْأَلُ بِالأيْدِي إذَا هُوَ أمْسَكَا

کیا تو نہیں دیکھتا کہ جب بارش مسلسل ہوتی رہے تو لوگ اس سے اکتا جاتے ہیں مگر جب رک جاتی ہے تو لوگ ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگتے ہیں کہ بارش ہو

اور ان میں سے ایک

بشامه بن حزن النهشلی

ہے ۔ یہ ان شہسواروں میں سے ہے جو ہر میدان میں گوئے سبقت لے جا چکے ہیں اس نے کئی جنگیں لڑیں ۔ اسی کے یہ [۱] اشعار ہیں :

إنَّا مُحَيُّوكِ يَا سَلْمَى فَحَيِّينَا
وإنْ سَقَيْتِ كِرَامَ النَّاسِ فَاسْقِينَا

اے سلمی ہم تجھے سلام کرتے ہیں تو بھی کر اور اگر تو شرفا کو (شراب) پلائے تو ہمیں بھی پلانا (کیونکہ ہم بھی شرفاء میں سے ہیں)

وَإنْ دَعَوْتِ إلَى جُلَّى وَمَكْرُمَةٍ
يَوْمًا سَرَاةَ كِرَامِ النَّاسِ فَادْعِينَا

۱ - سمط اللآلی میں ان میں سے ایک شعر و لیس یہلک البیت درج ہے ، اور اسے نہشل بن حَرِّی کی طرف منسوب کیا گیا ہے ان اشعار کی نسبت کے متعلق جو اختلاف پایا جاتا ہے اس کے لیے ملاحظہ ہو سمط اللآلی : ۲۳۵ مع حاشیہ میمنی ۔

اور اگر تو کسی بہت بڑے کام اور بزرگی کے لیے کسی دن شرفا کے سرداروں کو بلانے تو ہمیں بھی بلانا

إنَّا بَنِي نَهْشَلٍ لاَ نَدَّعِي لِأَبٍ
عَنْهُ وَلاَ هُوَ بِالأَبْنَاءِ يَشْرِينَا

ہم - میری مراد خاص طور پر بنی نہشل سے ہے - اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کی طرف اپنے آپ کو منسوب نہیں کرتے اور نہ ہی وہ اور بیٹوں کے عوض ہمیں بیچ ڈالتا ہے

إنْ تُبْتَدَرْ غَايَةٌ يَوْماً لِمَكْرُمَةٍ
تَلْقَ السَّوَابِقَ مِنَّا وَالْمُصَلِّينَا

اگر ہم کسی دن بزرگی حاصل کرنے کے لیے کسی غایت کی طرف دوڑ کر جائیں، تو سب سے اول اور دوسرے درجے پر آنے والے ہمیں میں سے ہوں گے (دوسرے لوگ تیسرے اور چوتھے درجے پر آئیں گے)

وَلَيْسَ يَهْلِكُ مِنَّا سَيِّدٌ أبَداً
إلاَّ افْتَلَيْنَا غُلاَماً سَيِّداً فِينَا

اور جب بھی کوئی ہمارا سردار مر جاتا ہے تو ہم ایک بچے کا دودھ چھڑا کر اسے سردار بنا دیتے ہیں

نَكْفِيهِ إنْ نَحْنُ مِتْنَا أنْ يُسَبَّ بِنَا
وَهُوَ إذَا ذُكِرَ الآبَاءُ يَكْفِينَا

جب ہم مر جاتے ہیں تو ہم اسے اس بات سے محفوظ رکھتے ہیں کہ کہیں اسے ہماری وجہ سے گالی نہ دی جائے اور وہ بھی جب آباء کا ذکر کرتا ہے تو ہماری (عزتوں کو) محفوظ رکھتا ہے

إنَّا لَنُرْخِصُ يَوْمَ الرَّوْعِ أنْفُسَنَا
وَلَوْ نُسَامُ بِهَا فِي الأَمْنِ أغْلَيْنَا

ہم جنگ کے دن اپنی جانوں کو سستا کر دیتے ہیں لیکن اگر امن کے زمانے میں ہم سے ان کا بھاؤ کیا جائے تو ہم بڑے مہنگے ہوتے ہیں

بِيضٌ مَفَارِقُنَا تَغْلِي مَرَاجِلُنَا
نَأْسُو بِأَمْوَالِنَا آثَارَ أَيْدِينَا

ہمارے سر کی مانگیں سفید اور ہماری ہنڈیاں کھولتی رہتی ہیں اور ہم اپنے ہاتھ سے اگائے ہوئے زخموں کا علاج اپنے مال سے کرتے ہیں

إِنَّا لَمِنْ مَعْشَرٍ أَفْنَى أَوَائِلَهُمْ
قَوْلُ الْكُمَاةِ أَلاَ أَيْنَ الْمُحَامُونَا

ہم تو ان لوگوں میں سے ہیں جن کے آباء کو بہادروں کے ان الفاظ نے کہ حمایت کرنے والے کہاں ہیں فنا کر دیا ہے

لَوْكَانَ فِي الأَلْفِ مِنَّا وَاحِدٌ فَدَعَوْا
مَنْ فَارِسٌ خَالَهُمْ إِيَّاهُ يَعْنُونَا

اگر ہزار آدمیوں میں ہمارا ایک آدمی بھی ہو اور وہ کہیں : شہسوار کون ہے ؟ تو یہ سمجھے گا کہ ان کی مراد اسی سے ہے

إِذَا الْكُمَاةُ تَنَحَّوْا أَنْ تُصِيبَهُمُ
حَدُّ الظُّبَاةِ وَصَلْنَاهَا بِأَيْدِينَا

[٢ : ١٦١] جس وقت بہادر اس خوف سے کہ کہیں تلوار کی دھار انھیں نہ لگ جائے ایک طرف ہٹ جائیں تو ہم اپنے ہاتھوں سے وہاں تک پہنچا دیتے ہیں۔ تلوار ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ باہر کو ہاتھ لمبے کرکے اپنی تلوار کو دشمنوں تک پہنچا دیتے ہیں

وَلاَ تَرَاهُمْ وَإِنْ جَلَّتْ مُصِيبَتُهُمْ
مَعَ الْبُكَاةِ عَلَى مَنْ مَاتَ يَبْكُونَا

خواہ ان پر کسی بڑی مصیبت آن پڑے پھر بھی تو انھیں اپنے مردوں پر رونے والوں کے ساتھ روتا نہیں دیکھے گا

وَنَرْكَبُ الْكُرْهَ أَحْيَانًا فَيَفْرُجُهُ
عَنَّا الْحِفَاظُ وَأَسْيَافٌ تُوَاتِينَا

ہم بعض اوقات ناپسند مقام پر چڑھ جاتے ہیں تو ہماری قوت ، محافظت
اور موافقت کرنے والی تلواریں اس مقام کو کشادہ در دیتی ہیں

شہسوار تو بہت ہیں مگر اس مقام پر ان سب کا ذکر نہیں کیا جا سکتا ۔ ابو عبیدہ نے اپنی کتاب " مقاتل الفرسان " میں ان میں سے بہت سوں کا ذکر کر دیا ہے ۔ یہ ایک جلیل القدر کتاب ہے ، ایسی کتاب اس سے پہلے نہیں لکھی گئی جو ان کے حالات مکمل طور پر معلوم کرنا چاہتا ہو اسے اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ اس میں اسے اپنا مقصود مل جائے گا اور وہ اپنی گمشدہ چیز پا لے گا ۔ بہر حال توفیق تو اللہ ہی دیتا ہے ۔

اشاریہ

اعلام

قبائل ، اماکن ، کتب

اعلام

ا

ب

ت

ث

ج

ح

ش

ص

ض

ط

ل

م

قبائل ، اماکن اور کتابوں کی فہرست

بنو

آ

ا

ب

ت

ث

ج

ح

خ

د

ذ

ر

ز